38847

كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع (حديث رسول مسلم)
جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے۔

مذہبی داستانیں
اور
اُن کی حقیقت
(حصہ سوم)

قرآن و حدیث، تاریخ و فن رجال کی روشنی میں

تالیف

ماہرِ تاریخ، محقق و نقاد، شیخ القرآن و امام الحدیث
جناب علامہ حافظ قاری حبیب الرحمان صدیقی کاندھلوی

شائع کردہ
الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

Debenture
Aax 8/po...
65164
حصہ سوم

(جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں)

سلسلہ اشاعت (۴)

نام کتاب ــــــ مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت حصہ سوم

مؤلف ــــــ علامہ حافظ قاری حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

اشاعت دوم ــــــ ستمبر ۱۹۸۹ء

تعداد ــــــ ایک ہزار

کتابت ــــــ حافظ عبدالستار

ناشر ــــــ الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ رجسٹرڈ

دن-اے-۳/۷ ناظم آباد-کراچی ۷۴۶۰۰

فون نمبر ۶۱۱۴۴۸

پتہ مؤلف ــــــ ۶۵۷- ایریا ۳۴/ای - نئی آبادی

کورنگی ۲/۱/۲ - کراچی ۳۱

قیمت ــــــ (ستر) ۷۰ روپے

پیشگی اطلاع

مذہبی داستانوں کا چوتھا حصہ زیر ترتیب ہے انشاءاللہ جلد
پیش خدمت کیا ...

ادارہ

Marfat.com

عرضِ ناشر

اُس اللہ بزرگ و برتر کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے اس ناچیز ادارہ کو "مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت" کا تیسرا حصّہ ہدیہ ناظرین کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

موضوعِ تالیف اور مدعائے تحریر کے متعلق تو کتاب ہذا کے پہلے اور دوسرے حصّے میں عرضِ ناشر کے زیرِ عنوان "گذارش احوال واقعی" میں اظہاریہ "قدرے وضاحت کے ساتھ ضبطِ تحریر میں لایا جا چکا ہے اس پہ مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت تو نہ تھی پھر بھی رسمًا اور تبرکًا چند تاثرات پیش کئے جا رہے ہیں۔

یہ امر باعثِ تعجب نہیں کہ جب "مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت" کا پہلا اور اس کے بعد دوسرا حصّہ منظرِ عام پر آیا تو اس کی پذیرائی نہ صرف اہلِ علم اور دینی تعلق رکھنے والے حضرات نے کی بلکہ ہمارے علوم دینیہ کے مدارس نے بھی کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اصرار کیا کہ اس سلسلہ کو مزید وسعت دی جائے۔ اور وہ تمام غلط عقائد اور موضوع روایات جو ہمارے معاشرے میں مذہبی تقدس حاصل کر چکی ہیں انہیں نقد و نظر کی کسوٹی پر پرکھ کر اس کی اصل پوزیشن عوام الناس کے سامنے لائی جائے۔ یہ بڑا ہی صبر آزما اور کٹھن کام تھا۔ لیکن دوسری طرف مسلمانوں میں عقائد اور فکر و نظر کی جو خرابیاں پیدا ہو رہی تھیں اس کے پیشِ نظر اس پرخطر گھاٹی سے گذرنا بھی ضروری تھا۔ ان موضوع روایات کا تواتر کے ساتھ عوام الناس کے کانوں تک پہونچانے کا فریضہ بڑے سلیقہ کے ساتھ ہمارے بیشتر صوفیائے کرام نے اپنی عقیدت اور سادگی کی بنا پر اور ہمارے

Marfat.com

واعظانِ خوش الحان نے اپنی سحر بیانی کے ساتھ انجام دیا ہے اس میں مزید چاشنی کا کام ہمارے نعت اور منقبت گو شعراء کرام نے ادا کیا ہے۔ پھر اس کو گائیکی کے روپ میں شہر شہر قریہ قریہ ایسے والہانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ کیا عوام اور کیا خواص سب ہی اس سحر سے متاثر ہوئے ہیں۔

روایت اور درایت کا فن گو بڑا قدیم ہے لیکن اس بات کی کم ہی کوشش کی گئی ہے کہ اس پورے ذخیرۂ علم سے سچ اور جھوٹ کو علیحدہ کیا جائے۔ عربی زبان میں تو اس سلسلہ میں کافی مواد موجود ہے۔ لیکن اردو زبان میں "موضوعات" پر سوائے دو ایک کتابوں کے اور وہ بھی عربی سے اردو میں ترجمہ کے علاوہ کوئی وقیع کام نہیں کیا گیا علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے البتہ اس طرف توجہ دی تھی لیکن ایک تو ان کے پاس کام کی کثرت تھی با ہجوم مشاغل اور دوسرے یہ کہ عمر نے وفا نہ کی اس لیے زیادہ کام نہ ہو سکا۔ موجودہ زمانے میں محترم علامہ حبیب الرحمٰن صاحب صدیقی کاندھلوی یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود جوان عظم انتھک محنت اور شب و روز کی دیدہ ریزی کے بعد صحیح سمت میں ایک مثبت کوشش کی ہے اور اردو داں طبقے کے مطالعہ کے لئے خاصا مواد فراہم کیا ہے ان کی اس کاوش کو سراہنے کا وقت تو پچاس سال کے بعد ہی آئے گا لیکن جو نگاہ دور رس رکھتے ہیں انہوں نے ابھی سے محسوس کر لیا ہے کہ یہ پودا یقیناً بار آور ہوگا اور پھل پھول لا کر ایک نئی بہار کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ کم سواد اخبارات و رسائل اور حکومت کے ذرائع ابلاغ جو بیشتر کم علم حضرات کی بلا تحقیق، دین کے نام پر لکھی ہوئی موضوع روایات پر مبنی مواد، شائع اور نشر عام کرتے رہتے ہیں اس کے اثرات کو کم کرنے کے لئے دین کی صحیح سمجھ رکھنے والے اہل علم و فضل علماء اور دانشور سامنے آئیں۔ اور اس

Marfat.com

چھان پھٹک کے کام میں اپنی توانائیاں صرف کریں۔ اور سچ کو جھوٹ سے علیحدہ کر کے عوام الناس میں صحیح دینی مواد فراہم کریں۔ ساتھ ہی حکومت (مرکزی، صوبائی، بلدیاتی) کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ذرائع ابلاغ اور اسکول اور کالج کی سطح پر لکھی جانے والی نصابی کتابوں میں ضروری ردّو بدل کر کے آئندہ آنے والی نسلوں کو ان دیومالائی داستانوں سے محفوظ کرنے میں سرگرمی سے عمل پیرا ہو۔

وما علینا الا البلاغ

۲۴ مئی ۱۹۸۸ء

الرحمان پبلشنگ ٹرسٹ

نوٹ :۔ بعض حضرات کو یہ اعتراض ہے کہ میں بہت سی روایات کے بارے میں اپنی کوئی رائے نہیں لکھتا۔ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر وہ روایات میرے نزدیک درست نہ ہوتیں تو میں انہیں مذہبی داستان میں نقل نہ کرتا۔ گویا اس کتاب میں کسی روایت کا نقل کرنا خود اس امر کی دلیل ہے کہ روایت مذکور میرے نزدیک صرف ایک داستان ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

حبیب الرحمان

Marfat.com

علامہ امین احسن اصلاحی کا تجزیہ

مخدومی حضرت علامہ صاحب زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' !

پچھلے ماہ کے "اشراق" میں جب علامہ جاوید صاحب نے "مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت حصہ دوم" کا مقدمہ چھاپا تو جناب اصلاحی صاحب نے پڑھ لیا بس پھر کیا تھا اپنے قریبی ساتھیوں کو بمعہ علامہ جاوید صاحب بلا لیا اور فرمانے لگے " میں نے زندگی میں صرف دو آدمی اس لفظ " علامہ " کے مستحق دیکھے ہیں ایک علامہ عباسی مرحوم اور دوسرے علامہ حبیب الرحمٰن صاحب"۔ تو حضرت یہ تھا تبصرہ اصلاحی صاحب کا۔ چند دن پہلے حضرت کا تازہ تبصرہ ایک صاحب مجھے لکھوا کر گئے ہیں وہ بھی سُن لیں۔ پہلی بات تو حضرت نے یہ پوچھی "کہ یہ نوجوان جنہوں نے "مذہبی داستانیں" لکھی ہے میری طرف سے ان کو کہیں کہ جیسے آپ نے میلادی حدیثیں دیکھی ہیں ایسی ہی فقہی حدیثوں کو بھی دیکھیں"۔ جب ان کو بتایا گیا کہ یہ نوجوان نہیں بلکہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں تو فرمانے لگے: "بھائی یہ تو بہت صدمے کی بات ہے ان کی تحریر تو جوان ہے"۔ پھر بہ آواز بلند ایک گھنٹہ تک دعائیں کرتے رہے۔ اور سب کو تلقین کی۔ " میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں آپ لوگ جہاں تک پہونچا سکیں ان کی کتابیں خاص کر علماء حضرات تک پہونچائیں"۔ اور فرمانے لگے: "میں ایک گھنٹے سے زیادہ مطالعہ نہیں کرسکتا لیکن ان کی کتاب لیکر بیٹھتا ہوں۔ جب تھک جاتا ہوں تو ادھر اُدھر پھر پھرا کر پھر مطالعہ شروع کر دیتا ہوں"۔ اور جن صاحب نے آپ کی کتاب پیش کی تھیں اُن کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں: " اس نے مجھے پھنسا دیا ہے میں کسی اور کتاب کو دیکھنے سے بھی رہا"۔ جب

Marfat.com

حضرت سے یہ کہا گیا کہ تیسری جلد بھی چھپ رہی ہے تو فرمانے لگے: "ان سے میری طرف سے درخواست کریں کہ جتنی جلد ہو سکے جلدی چھاپیں اور دعا کریں کہ میں پڑھ کر مروں"۔ آخر میں سب سے کہا کہ "سب سن لو اگر تم نے ان کتابوں کو جگہ جگہ پھیلانے میں کوتاہی کی تو تم اللہ کے مجرم ہو گے"۔

تو حضرت یہ تھا تبصرہ جناب اصلاحی صاحب کا جو میرے ذمہ لگایا گیا تھا کہ آپ حضرت علامہ صاحب کو کراچی خط لکھیں۔ تو حضرت میں تو ان پڑھ آدمی ہوں جیسے ٹوٹے پھوٹے الفاظ مجھ سے لکھے جاتے تھے لکھ دیئے ہیں۔ رمضان کی بابرکت راتوں میں آپ کی صحت اور عمر میں برکت کی دعائیں کر رہے ہیں —— اللہ تعالیٰ امت پر رحم فرمائے اور آپ سے دین کا اتنا کام لے کر سب کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔

فقط والسّلام

محمد معاویہ

حاجی پورہ ، باغبان پورہ

لاہور

۱۰ ر مئی ۱۹۸۸ء

Marfat.com

سرخیاں

عنوان	صفحہ نمبر
مقدمہ۔ ماخوذ از پروفیسر محمد ایوب قادری۔	۲۱
اصطلاحات۔	۹۳
پنج تن اور واقعہ مباہلہ۔ ماخوذ از علامہ عبدالقدوس ہاشمی۔	۹۸
حضرت علیؓ کی سپہ سالاری۔	۱۱۰
جعفر بن سلیمان۔	۱۱۲
میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں۔	۱۱۶
میمون ابو عبداللہ۔	۱۱۷
عدی بن ثابت۔	۱۱۸
علی بن زید بن جدعان۔	۱۱۹
سب سے پہلے نماز پڑھنے والے حضرت علیؓ ہیں۔	۱۲۲
عمرو بن میمون۔	۱۲۶
ابراہیم بن المختار الرازی۔	۱۲۷
محمد بن حمید الرازی۔	۱۲۷
ابو بلج الفزاری۔	۱۲۹
حضرت علیؓ کی امارت حج۔	۱۳۰
حنش بن المعتمر۔	۱۳۰
انا مدینۃ العلم و علی بابہا۔	۱۳۲
اے علیؓ جو تجھ سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔	۱۴۱
پرندے کا گوشت کھانا۔	۱۴۴
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینے میں مجھ سے ابتدا فرماتے۔	۱۴۷
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چار شخصوں کی محبت فرض تھی۔	۱۴۸
اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری	۱۵۰
میرا قرضہ صرف علیؓ ادا کر سکتے ہیں	۱۵۰
حضرت علیؓ کی فضیلت۔	۱۵۱
عمر بن ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن۔	۱۵۲
حضرت سعدؓ کا حضرت علیؓ کے بارے میں فیصلہ۔	۱۵۵
حاتم بن اسماعیل۔	۱۵۸
موسیٰ بن مسلم بن رومان	۱۵۹

ابومعاویۃ الضریر۔	۵۹	کپڑے استعمال فرماتے۔	
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے	۶۰	عثمان بن ابی شیبہ۔	[illegible]
زیادہ محبوب حضرت علیؓ تھے۔		محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی۔	۱۸۰
جمیع بن عمر التیمی۔	۶۳	اوصیاء کا خاتمہ حضرت علیؓ اور ان	۱۸۱
جمیع بن عمیر۔	۶۴	کی اولاد کے ذریعہ ہوا	
ابوالحجاف	۶۵	ہر نبی کا ایک جانشین ہوتا ہے	[illegible]
جعفر بن زیاد الاحمرؒ الکوفی۔	۶۶	حکیم بن جبیر	[illegible]
عبداللہ بن عطار۔	۶۷	سلمۃ بن الابرش۔	[illegible]
جوتے بچانے والا۔	۶۹	محمد بن حمید الرازی۔	[illegible]
سفیان بن وکیع۔	۷۰	علیؓ کے دروازے کے علاوہ	[illegible]
قاضی شریک۔	۷۰	سب دروازے بند کر دیئے جائیں	
حضرت علیؓ منافقین کی پہچان	۷۳	عمرو بن میمون۔	[illegible]
کا ذریعہ ہیں۔		یحییٰ بن ابی سلیم الفزاری	
ابوہارون العبدی۔	۷۴	ابراہیم بن المختار الرازی۔	[illegible]
جعفر بن سلیمان الضبعی	۷۵	میمون ابوعبداللہ۔	[illegible]
اے اللہ مجھے اس وقت تک	۷۶	عوف الاعرابی۔	[illegible]
موت نہ دینا جب تک میں علیؓ		خثیمہ بن خلیفہ۔	[illegible]
کو نہ دیکھ لوں۔		خثیمہ بن محمد الانصاری۔	[illegible]
جابر بن صبیح	۷۷	خثیمہ بن ابی خثیمہ۔	۱۹۱
ابوالجراح البہزی۔	۷۷	خثیمہ بن عبدالرحمن الکوفی۔	۱۹۱
ابوعاصم۔	۷۸	حضرت علیؓ کو علم کے ایک ہزار باب	۱۹۲
حضرت علیؓ سردیوں میں گرمیوں کے	۷۸	تعلیم دیئے گئے۔	

Marfat.com

عبداللہ بن لہیعہ۔	۱۹۳	حضرت علیؓ سید العرب ہیں۔	۲۱۶
حضرت علیؓ کی زرہ کا قصہ۔	۱۹۶	محمد بن حمید۔	۲۱۶
حکیم بن حزام۔	۲۰۱	خارجہ بن معصب۔	۲۱۷
حضرت علیؓ نے نبوت کے دوسرے روز نماز پڑھنی شروع فرما دی تھی۔	۲۰۱	میری اولاد علیؓ کی پشت سے پیدا کی گئی ہے۔	۲۱۸
علی بن عابس۔	۲۰۲	یحییٰ بن العلاء۔	۲۱۸
اسمٰعیل بن موسیٰ۔	۲۰۳	میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔	۲۱۹
اللہ تعالیٰ نے باشندگان زمین سے صرف دو شخصوں کو پسند کیا ہے	۲۰۴	عمر بن عبداللہ بن یعلی۔	۲۲۰
ابراہیم۔	۲۰۴	حضرت علیؓ ہر مسلم کے مولیٰ ہیں۔	۲۲۱
عبدالسلام بن صالح	۲۰۴	اللہ تعالیٰ نے علیؓ کی مخصوص طور پر مغفرت فرمائی ہے۔	۲۲۳
عبدالرزاق بن ہمام۔	۲۰۵		
زید بن یثیع	۲۱۰	عباد الکلبی۔	۲۲۳
حضرت علیؓ سے سرگوشی	۲۱۱	حضرت علیؓ تاویل قرآن پر جنگ کریں گے۔	۲۲۳
علی بن المنذر۔	۲۱۲		
محمد بن فضیل بن غزوان۔	۲۱۲	اسمٰعیل بن رجاء۔	۲۲۴
اے علیؓ تو عیسیٰ بن مریم کی طرح ہے	۲۱۳	مومن کے صحیفہ کا عنوان علیؓ ہیں۔	۲۲۴
حکیم بن عبدالملک۔	۲۱۳	اے علیؓ تیرا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔	۲۲۴
خالد بن مخلد	۲۱۳		
سفیان بن وکیع۔	۲۱۴	حسن بن بشر۔	۲۲۵
تیرا بھائی علیؓ بہتر بھائی ہے۔	۲۱۴	میں نے اللہ تعالیٰ سے علیؓ کے بارے میں پانچ امور کا سوال کیا تھا۔	۲۲۵
مسلم بن خالد المخزومی۔	۲۱۵		

Marfat.com

عیسٰی بن عبداللہ۔	۲۲۶	رکوع کی حالت میں زکوٰۃ کی ادائیگی۔	۲۴۴
اے علیؓ تیری منزل میری منزل کے سامنے ہوگی۔	۲۲۶	عیسٰی بن عبداللہ۔	۲۴۵
عمار بن سیف الضبی۔	۲۲۶	حضرت علیؓ کو مولینا کا خطاب۔	۲۴۶
محاربی۔	۲۲۶	حنش۔	۲۴۷
عمار بن سیف۔	۲۲۷	حضرت حسنؓ اور حضرت علیؓ کا مکالمہ	۲۴۸
علیؓ بن ابی طالب جنت میں صبح کے تارے کی طرح چمکتے ہونگے	۲۲۸	سری بن اسماعیل۔	۲۴۳
		شعیب۔	۲۴۵
علیؓ تمہیں صراطِ مستقیم پر چلائیگا۔	۲۲۹	سب سے اوّل حوض پر حضرت علیؓ آئیں گے۔	۲۴۵
علیؓ مقتول ہوکر مریں گے۔	۲۳۰		
ناصح۔	۲۳۱	ابومعاویۃ الزعفرانی۔	۲۴۵
اسمٰعیل بن ابان۔	۲۳۱	اے علیؓ تو میرا وارث ہے۔	۲۴۰
ناصح بن عبداللہ۔	۲۳۲	علیؓ کی خلافت۔	۲۴۸
اسماعیل بن ابان۔	۲۳۲	مینا۔	۲۴۹
علیؓ تو حضور کا نفس ہیں۔	۲۳۲	ہمام۔	۲۴۷
خالد بن اسماعیل۔	۲۳۲	اے علیؓ جب تم عائشہ پر غالب آؤ تو اسے امن کی جگہ پہنچا دینا۔	۲۴۹
محمد بن المہدی۔	۲۳۲		
سب سے پہلے جس کی روح نے مجھے سلام کیا وہ علیؓ کی روح تھی۔	۲۳۲	ابواسماء۔	۲۵۰
		محمد بن ابی یحیٰی۔	۲۵۰
		فضیل بن سلیمان۔	۲۵۰
عبداللہ بن ایوب۔	۲۳۳	ببتیل کا بُت اکھاڑنا۔	۲۵۰
ایوب بن ابی علاج	۲۳۴	ابومریم۔	۲۵۲

نعیم بن حکیم۔	۲۵۲	حضرت علیؓ کی محبت شجر و حجر پر لازم ہے۔	۲۶۶
اسباط بن محمد القرشی۔	۲۵۲	جُندی	۲۶۷
آخری وصیتیں۔	۲۵۳	حوضِ کوثر پر حضرت علی کا جھنڈا	۲۶۷
سورۃ توبہ کا قصہ۔	۲۵۴	ابو عبدالرحمٰن المسعودی۔	۲۶۸
زید بن یثیع الہمدانی۔	۲۵۴	حارث بن حصیرہ۔	۲۶۹
حنش۔	۲۵۵	قیامت کے روز میرا جھنڈا علیؓ کے ہاتھ میں ہوگا۔	۲۶۹
سماک۔	۲۵۶	لاہز بن عبداللہ۔	۲۷۰
محمد بن جابر۔	۲۵۶	ناصح بن عبداللہ المحلمی۔	۲۷۰
اے اللہ اس آنے والے کو علیؓ بنا دے۔	۲۵۷	بغض علیؓ کے باعث اس امت سے بارش روک لی جائے گی	۲۷۱
اللہ اعلیٰ ہے اور علیؓ علی ہیں۔	۲۵۹	ابو سعید التستری۔	۲۷۱
جعفر بن احمد۔	۲۶۰	حسن بن عثمان۔	۲۷۲
صدیق اکبر حضرت علیؓ ہیں۔	۲۶۰	تازہ کھجوروں کی شاخ۔	۲۷۲
زارع	۲۶۱	اسحاق بن ابراہیم	۲۷۲
صدقۃ بن موسیٰ بن تمیم	۲۶۲	علیؓ سے بغض رکھنے والا خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔	۲۷۲
عبّاد بن یعقوب۔	۲۶۳	علی بن قرین۔	۲۷۳
علی بن ہاشم	۲۶۳	جارود بن یزید۔	۲۷۳
محمدّ بن عبداللہ۔	۲۶۴	علیؓ کے محافظ فرشتے دیگر فرشتوں پر فخر کرتے ہیں۔	۲۷۴
علی بن ہاشم بن البرید۔	۲۶۴		
اے علی میرا اور تیرا جھگڑا نبوت میں ہے۔	۲۶۵		
بشر بن ابراہیم۔	۲۶۵		

Marfat.com

علیؓ قیامت تک حجت ہیں۔	۲۰۳	کو کھا جاتی ہے۔	
مطر بن ابی مطر۔	۲۰۴	محمد بن مسلمۃ اللہ کانی	[illegible]
اے علیؓ میں دجال نہیں ہوں۔	۲۰۵	حضرت علیؓ سید المرسلین ہیں	[illegible]
موسیٰ بن قیس۔	۲۰۷	علی بن عابس۔	[illegible]
اہل فضل کو اہل فضل ہی پہچانتے ہیں	۲۰۸	حارث بن حصیرہ	[illegible]
محمد بن زکریا الغلابی۔	۲۰۹	ابراہیم بن محمد بن میمون	[illegible]
ذراع۔	۲۰۹	محمد بن عثمان بن ابی شیبہ	[illegible]
عباس بن بکار۔	۲۰۹	محمد بن احمد بن علی۔	[illegible]
صدقہ بن موسیٰ۔	۲۰۹	علیؓ اور فاطمہؓ کی منت۔	[illegible]
میرے لئے صحیفہ اور دوات لاؤ۔	۲۰۹	اصبغ بن نباتہ۔	[illegible]
عطیۃ العوفی۔	۲۱۰	محمد بن کثیر الکوفی	[illegible]
نصر بن مزاحم۔	۲۱۰	میں (علیؓ) سنہ رمضان کو زخمی ہوں گا۔	[illegible]
حضرت علیؓ کی ذریت قیامت تک اوصیا کو ختم کرے گی۔	۲۱۱	اصبغ بن نباتہ	
حسن بن محمد الغنوی۔	۲۱۱	سعد الاسکاف	[illegible]
ابراہیم بن عبداللہ۔	۲۱۰	میری شرم گاہ علیؓ کے سوا کوئی نہ دیکھے	[illegible]
حضرت علیؓ کا نام قرآن میں موجود ہے۔	۲۱۱	یحییٰ بن یعلی الاسلمی۔	[illegible]
حضرت علیؓ میں پانچ انبیاء کی خصوصیات۔	۲۱۲	جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو علیؓ آپ کے سینہ سے چمٹے ہوئے تھے۔	[illegible]
ابو عمر۔	۲۱۲		
حضرت علیؓ کی محبت برائیوں	۲۱۴	مسلم الملائی۔	۲۲۵

حضرت علیؓ عرش کے بائیں طرف کھڑے ہوں گے۔	۲۹۶	جنت میں حضرت علیؓ کی سواری۔	۳۰۵
حکم بن ظہیر۔	۲۹۶	اصبغ بن نباتہ۔	۳۰۷
حکم بن ظہیر الفزاری۔	۲۹۸	عبایۃ الاسدی۔	۳۰۷
حضرت علیؓ قیامت کے روز ایک منبر پر بیٹھے ہوں گے۔	۲۹۸	قیامت کے روز چار اشخاص سوار ہو کر آئیں گے۔	۳۰۷
اسماعیل بن موسیٰ۔	۲۹۹	علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔	۳۰۸
دوزخ پر سے گزرنے کے لئے پاسپورٹ کی ضرورت ہے۔	۲۹۹	حسن بن علی العدوی۔	۳۰۹
محمد بن فارس العبدی۔	۲۹۹	حضرت علیؓ اور ان کے بھائی جعفر کا ایک خاص واقعہ۔	۳۱۱
اے علیؓ تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے۔	۳۰۰	حبہ بن جوین الکوفی۔	۳۱۲
جمیع۔	۳۰۰	علیؓ خیر البشر ہیں۔	۳۱۳
سوار۔	۳۰۰	تم نے عثمانؓ کی بیعت کی اور علی کو چھوڑ دیا۔	۳۱۴
علیؓ کے پروانے کے بغیر کوئی جہنم پر سے نہیں گذر سکتا۔	۳۰۱	سفیان بن وکیع۔	۳۱۵
ابراہیم بن عبداللہ الصاعدی۔	۳۰۹	مسند احمد کی ایک پرلطف کہانی۔	۳۱۶
اے علی جس سے تم بغض رکھو اسے جہنم میں داخل کر دو۔	۳۰۲	عمرو بن میمون۔	۳۱۸
اسحاق النخعی۔	۳۰۳	ابوبلج۔ عمرو بن میمون۔	۳۱۸
یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی الکوفی۔	۳۰۴	حضرت علیؓ صدیق اکبر ہیں۔	۳۲۰
دوزخ سے نجات کا پروانہ۔	۳۰۵	محمد بن اسماعیل۔	۳۲۲
		عبیداللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی۔	۳۲۲
		[illegible]	

منہال بن عمرو الکوفی۔	۲۲۳	حسین بن سلیمان۔	۲۳۶
عبّاد بن عبداللہ الاسدی الکوفی۔	۲۲۴	عبدالملک بن عمیر۔	۲۳۶
خلیفہ کی پہچان۔	۲۲۵	حضرت علیؓ سے محبت رکھنے والے کو موت کے وقت کوئی حسرت نہ ہوگی۔	۲۳۷
ثابت بن ابی صفیہ۔	۲۲۷		
حضرت علیؓ کا محل کہاں ہوگا۔	۲۲۹		
حضرت علیؓ کے لئے عرش پہ قبہ لگایا جائے گا۔	۲۳۰	حضرت علیؓ کے ذریعہ اللہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔	۲۳۷
داؤد بن حصین۔	۲۳۰	علی بن الحسین الہاشمی۔	۲۳۷
علیؓ کا گوشت میرے گوشت سے بنا ہے۔	۲۳۰	لیث بن ابی سلیم۔	۲۳۸
داھر	۲۳۰	مدینہ میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لائق نہیں۔	۲۳۹
عبایہ بن ربعی۔	۲۳۱	اونٹ کی خریداری۔	[illegible]
میں نے عرش کے پائے پر لکھا ہوا دیکھا	۲۳۲	حفص بن اسلم الاصغر۔	[illegible]
حضرت علیؓ خیر البریہ ہیں۔	۲۳۲	مجھے تین قسم کے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔	[illegible]
حسن بن محمد۔	۲۳۴	حکم بن جبیر۔	۲۴۲
دبری۔	۲۳۴	فطر بن خلیفہ۔	۲۴۲
میرے بعد علم علیؓ اور سلمانؓ سے حاصل کرنا۔	۲۳۵	عبیداللہ بن موسیٰ۔	۲۴۴
اے علیؓ وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور تجھ سے بغض رکھتا ہے	۲۳۵	علیؓ کے باعث مجھے پانچ خوبیاں دی گئیں۔	۲۴۴
		خلف بن المبارک۔	۲۴۵
		شریک بن عبداللہ۔	۲۴۶

حارث الاعور ۔ ۲۴۷
حضرت علیؓ جنت کی ایک اونٹنی پر سوار ہو کر آئیں گے ۔ ۲۴۸
جو میرے اہل بیت سے بغض رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا ۔ ۲۴۹
آل محمد نبوت کے درخت ہیں ۲۵۰
ضحاک ۲۵۱
جویبر ۲۵۱
بکر بن کثیر ۲۵۲
اہل بیت سے بغض رکھنے والا قیامت کے دن یہودیت کی حالت میں اٹھے گا ۔ ۲۵۳
سدیف ۲۵۵
حرب ابن الحسن الطحان ۔ ۲۵۵
شیعہ جب قبروں سے اٹھیں گے تو گناہوں سے پاک ہوں گے ۔ ۲۵۵
محمد بن سالم ۔ ۲۵۶
محمد بن علی ۔ ۲۵۶
محمد بن علی الکندی ۔ ۲۵۶
میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں ۔ ۲۵۶
وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے ۔ ۲۵۸
جو شخص حضرت علیؓ کی جنگوں کے بارے میں شبہ کرے وہ کافر ہے ۔ ۲۵۹
سوید ۔ ۲۵۹
حضور کی تائید حضرت علیؓ سے کی گئی ۔ ۲۵۹
عباس بن بکار ۔ ۲۶۰
محمد بن السائب ۔ ۲۶۰
علیؓ سے منافق کے سوا کوئی بغض نہیں رکھ سکتا ۔ ۲۶۰
ربیع بن سہل ۔ ۲۶۱
احمد بن صبیح ۲۶۱
دلال ۔ ۲۶۱
اے علیؓ تجھ سے مومن کے سوا کوئی محبت نہیں کر سکتا ۔ ۲۶۱
عبداللہ بن عبدالرحمان ۔ ۲۶۲
مساور الحمیری ۔ ۲۶۲
حضرت علیؓ وصی رسولؐ ہیں ۔ ۲۶۳
ابوعصام خالد بن عبید البصری ۔ ۲۶۳
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی تخلیق ایک درخت سے ہوئی ۔ ۲۶۴

Marfat.com

عثمان بن عبداللہ الاموی الشامی۔ ۲۶۴

عثمان بن عبداللہ ۲۶۵

ہمام ۲۶۵

مینا ابن ابی مینا۔ ۲۶۶

عبدالرزاق۔ ۲۶۶

صباح بن یحییٰ۔ ۲۶۷

حارث بن حصیرہ۔ ۲۶۷

جمیع بن عفّان۔ ۲۶۷

سابقین تین ہیں۔ ۲۶۷

حسین بن حسن۔ ۲۶۹

حسین بن ابی السری العسقلانی۔ ۲۶۹

حضرت علیؓ تمام نیک لوگوں کے امام ہیں۔ ۲۷۰

احمد بن عبداللہ بن یزید الحرانی۔ ۲۷۰

عبدالرزاق بن ہمام۔ ۲۷۰

عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ ۲۷۰

حاکم ذہبی کی نظر میں۔ ۲۷۱

اے علیؓ تیرے علاوہ مجھے کوئی غسل نہ دے۔ ۲۷۲

عبدالصمد بن النعمان۔

کیسان ابوعمرو۔ ۲۷۳

یزید بن بلال۔ ۲۷۳

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ہارونؑ اور حضرت علیؓ ایک مٹی سے پیدا ہوئے ۲۷۰

محمد بن خالد۔ ۲۷۷

حضرت علیؓ کے علاوہ کسی کا عمل اوپر نہیں چڑھتا۔ ۲۷۱

محمد بن عبیداللہ۔ ۲۷۹

عباد بن عبدالصمد۔ ۲۷۹

حضرت علیؓ نے اس امت سے پانچ یا سات سال قبل اللہ کی عبادت کی تھی۔ ۲۸۰

حبۃ بن جُوَین ۲۱۰

اجلح۔ ۲۸۱

علیؓ اہلِ نجران کو جزیرۃ العرب سے نکال دو ۲۸۱

خلف۔ ۲۹۲

قیس بن الربیع۔ ۲۹۳

اشعث بن سوار۔ ۲۹۴

جنگ صفین میں ستر بدری موجود تھے۔ ۲۸۷

ابراہیم بن عثمان۔ ۲۸۷

حضرت علیؓ امیر المومنین ہیں۔ ۲۸۹

ابراہیم بن محمد۔	۳۸۹	صوحانی کھجور کا اعلان۔	۳۹۸
قاسم بن جندب۔	۳۸۹	احمد بن نصر۔	۳۹۸
حارث بن حصیرہ۔	۳۸۹	صدقتہ۔	۳۹۹
علی بن عابس۔	۳۹۱	علی رضا۔	۳۹۹
محمد بن عثمان بن ابی شیبہ۔	۳۹۱	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے۔	۴۰۰
رافضیوں کو قتل کر دو۔	۳۹۱		
ابو الجحاف۔	۳۹۲	میرے بعد فتنہ واقع ہوگا لہٰذا تم علی کو لازم پکڑ لینا۔	۴۰۱
میں معاویہؓ کے ساتھ حساب کے لئے رکوں گا۔	۳۹۳	میں نے رسول اللہؐ کی تائید حضرت علیؓ کے ذریعہ کی ہے۔	۴۰۲
تین قسم کے لوگوں سے جنگ کرنا	۳۹۴		
اصبغ بن نباتہ۔	۳۹۴	حضرت علیؓ کو شیطان ایک ماٹھی کی شکل میں نظر آیا۔	۴۰۵
علی بن الحزور۔	۳۹۴		
مجھے قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔	۳۹۴	ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے۔	۴۰۶
		شریک۔	۴۰۶
خلیل بن مرہ۔	۳۹۴	ابن اسحاق۔	۴۰۷
علی ہادی ہیں	۳۹۴	سلمۃ الابرش۔	۴۰۷
حسن بن الحسین	۳۹۵		
معاذ بن مسلم	۳۹۵	حمید الرازی۔	۴۰۷
عطا بن السائب	۳۹۵	ابو ربیعۃ الایادی۔	۴۰۷
اے علیؓ تجھے جو غصہ دلائے گا میں اس کے باپ کو اس کی ماں کے رحم میں شریک بنا دوں گا۔	۳۹۵	حضرت علیؓ خیر البشر ہیں۔	۴۰۷
		عطیہ۔	۴۰۷
		صالح الخیاط۔	۴۰۷
اسحاق بن محمد النخعی۔	۳۹۷	حضرت علیؓ کو دو سپید کپڑے پہنائے	۴۰۸

Marfat.com

جائیں گے۔		علیؓ میری جگہ ایسے ہی ہیں جیسے میرا سر میرے بدن پر۔	٤١٣
عبدالمؤمن بن القاسم الانصاری۔	٤٠٨		
ابان بن تغلب۔	٤٠٨	حسین الاشقر	٤١٤
عمران بن مقسم۔	٤٠٨	قیس بن الربیع	٤١٤
منہال بن عمرو۔	٤٠٨	حسین الاشقر	٤١٤
اے علیؓ تو قیامت کے روز لوگوں کو حوض کوثر سے بھگائے گا۔	٤٠٩	علیؓ سے حسد رکھنے والا مجھ سے حسد رکھتا ہے۔	٤١٥
سلام بن سلیمان۔	٤٠٩	سلام۔	٤١٥
زید العمی۔	٤٠٩	سب سے پہلے حوض کوثر پر حضرت علی آئیں گے۔	٤١٦
حضرت علیؓ دوبارہ قتل ہونگے۔	٤٠٩		
حضرت علیؓ دنیا و آخرت میں سردار ہیں۔	٤١٠	مآربی۔	٤١٧
میرے بعد جو خود کو رسول کہلوائے وہ کذاب ہے۔	٤١١	علیؓ سے قیامت تک منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔	٤١٧
		نفیع بن الحارث النخعی الکوفی الاعمیٰ۔	٤١٧
حارث بن حصیرۃ الازدی۔	٤١١	حارث بن حصیرہ الازدی۔	٤١٨
جو شخص میری طرح سے زندگی گزارنا چاہے وہ علیؓ سے دوستی رکھے۔	٤١٢	قیامت کے روز حضرت علیؓ جھنڈا اٹھائیں گے۔	٤١٩
		ناصح بن عبداللہ البجلی۔	٤٢٠
بشر بن مہران الخصاف۔	٤١٢	اسماعیل بن ابان الغنوی۔	٤٢٠
علیؓ کے فضائل بیس ہزار کے قریب ہیں۔	٤١٣	علیؓ سے کیا عہد لیا گیا تھا	٤٢١
		موسیٰ بن قیس	٤٢٢
عیسیٰ بن عبداللہ۔	٤١٣	مالک بن جعونہ۔	٤٢٢

قیامت کے روز سب سے اوّل علیؑ مجھ سے ملاقات کرینگے۔	۴۲۱
اے اللہ! علیؓ سے مدد طلب کر اور اس سے مدد کی خواہش کر۔	۴۲۲
مہلہل عبدی	۴۲۲
حضرت علیؓ کی آنکھوں میں تھوک لگانا	۴۲۳
معلیؒ	۴۲۳
علیؑ خلق الٰہی پر اللہ کی حجت ہے	۴۲۴
عبداللہ بن موسے۔	۴۲۵
حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو حکومت نہیں مل سکتی۔	۴۲۵
اسحاق بن یحییٰ۔	۴۲۶
عثمان بن فائد۔	۴۲۶
خیبر کے روز تلوار جبرائیلؑ کے ہاتھ میں تھی۔	۴۲۷
علیؑ انبیائے کرام کا ایک نمونہ۔	۴۲۷
مسعر بن یحییٰ الہندی۔	۴۲۸
حضرت علیؓ بادلوں میں۔	۴۲۸
مسعدۃ۔	۴۲۹
اے اللہ! تو علیؓ سے دوستی رکھ۔	۴۲۹
ہیاج بن بسطام الہروی۔	۴۳۰
حضرت علیؓ کے کان۔	۴۳۰
اہل بیت میں دو فرقے ہونا۔	۴۳۱
نور کی چھڑی۔	۴۳۲
جنّت میں تیرا باغیچہ اس باغیچہ سے بہتر ہے۔	۴۳۲
یونس بن خباب الاسیدی الکوفی۔	۴۳۳
حضرت علیؓ امام المتقین ہیں۔	۴۳۴
ہلال بن ابی حُمید۔	۴۳۵
عمرو بن الحصین العقیلی۔	۴۳۵
جنّت کے خزانے حضرت علیؓ کے ہاتھ میں ہوں گے۔	۴۳۵
لاہز ابو عمرو التیمی۔	۴۳۶
بغض علیؑ کا انجام۔	۴۳۶
شیعہ فردوس کے ایک چشمے سے پیدا ہوئے۔	۴۳۷
عبید بن مہران۔	۴۳۸
تو مجھ سے جنگ کریگا، حالانکہ یہ تیرا ظلم ہوگا۔	۴۳۸
عبدالملک بن مسلم الرقاشی۔	۴۳۹
عبداللہ بن محمد الرقاشی۔	۴۳۹
جعفر بن سلیمان الضبعی۔	۴۳۹
علیؓ سے زیادہ مجھ سے کوئی محبت نہیں کرتا۔	۴۳۹

Marfat.com

عبدالرحمان بن محمد الحاسب۔	۴۴۰
حضرت علیؓ کی شب عروسی کا بستر مینڈھے کی کھال تھی۔	۴۴۰
عبداللہ بن میمون القداح۔	۴۴۰
قتل عثمان کے روز علیؓ دلدل پر سوار ہو کر آئے۔	۴۴۱
ابراہیم بن علی الرافعی۔	۴۴۱
جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اسے علیؓ سے بھی محبت کرنی چاہیئے	۴۴۱
عبداللہ بن حفص الوکیل۔	۴۴۱
حضرت علیؓ کے عمامہ باندھنا۔	۴۴۲
عبداللہ بن بسر الحرانی الحمصی۔	۴۴۲
علیؓ تمام مخلوق سے اسی طرح افضل ہیں جیسے بنفشہ کا تیل۔	۴۴۲
مسلم بن خالد الذنجی۔	۴۴۴
میرا قرض ادا کرنیوالا علیؓ ہے۔	۴۴۴
سماک بن حرب۔	۴۴۵
حضرت علیؓ باب حطہ ہیں۔	۴۴۶
شریک۔	۴۴۸
جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کہ علیؓ رسول اللہ کے بھائی ہیں	۴۴۹
کادح بن رحمہ۔	۴۴۹
جنت میں داخلہ کے لئے علیؓ کی محبت لازمی ہے۔	۴۵۰
یحیی بن یعلی الاسلمی الکوفی۔	۴۵۰
عمار بن زریق۔	۴۵۰
ابواسحاق سبیعی۔	۴۵۰
زیاد بن مطرف۔	۴۵۱
اے علیؓ تیری جانب سے لوگوں کے دلوں میں کینہ ہے	۴۵۱
فضل بن عمیرۃ القیسی۔	۴۵۲
میمون۔	۴۵۲
اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مختلف درختوں سے پیدا کیا ہے	۴۵۳
فضال بن جبیر	۴۵۳
آگ سے بچاؤ کا ذریعہ حضرت علیؓ کی محبت ہے۔	۴۵۴
فارس بن حمدان بن عبدالرحمٰن العبدی	۴۵۴
شریک بن عبداللہ النخعی۔	۴۵۴
لیث بن ابی سلیم۔	۴۵۴
علیؓ کے فضائل حد شمار سے باہر ہیں۔	۴۵۴
محمد بن شاذان۔	۴۵۵
محمد بن زکریا الغلابی۔	۴۵۶

Marfat.com

فضائل علی کا شمار ممکن نہیں۔	۴۵۶	حضرت علیؓ ابو بکرؓ سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے۔	۴۶۲
محمد بن احمد۔	۴۵۶	کثیر بن یحییٰ بن کثیر۔	۴۶۲
جو شخص علیؓ سے دشمنی رکھتا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے۔	۴۵۷	علیؓ کا منبر تمام انبیاء کے منبروں سے بڑا ہوگا۔	۴۶۲
قریش کے دو بدبخت۔	۴۵۷	کثیر بن حبیب التیمی۔	۴۶۲
اے اللہ جو علیؓ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔	۴۵۸	اے علیؓ! امت تیرے ساتھ غدّاری کرے گی۔	۴۶۳
عمرو ذومر۔	۴۵۸	کامل بن العلا السعدی۔	۴۶۴
جابر بن حُر۔	۴۵۸	ثعلبہ بن یزید الحمانی۔	۴۶۴
مخول بن ابراہیم۔	۴۵۸	علیؓ سے محبت کرنیوالے کو پسینہ کے ہر قطرہ کے بدلے جنت میں ایک شہر ملے گا۔	۴۶۴
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں۔	۴۵۹	علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔	۴۶۵
اسباط بن نصر۔	۴۵۹	محمد بن اسماعیل الرازی۔	۴۶۵
سماک بن حرب۔	۴۵۹	موسیٰ بن نصر الرازی۔	۴۶۵
عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔	۴۶۰	تین شخصوں نے اللہ کیساتھ کبھی کفر نہیں کیا۔	۴۶۶
حضرت علیؓ چار انگوٹھیاں پہنے رہتے۔	۴۶۰	محمد بن المغیرۃ۔	۴۶۶
ابو جعفر الرازی۔	۴۶۰	یحییٰ بن الحسین۔	۴۶۷
میرے بعد علیؓ کے پاس پناہ اپناؤ	۴۶۱	رحمتِ الٰہی سے مراد علیؓ ہیں۔	۴۶۸
مالک بن مالک۔	۴۶۱		
ضرار بن صرد۔	۴۶۱		
حسین ابن الحسن الاشقر الکوفی۔	۴۶۲		

65964

Marfat.com

سدی ۔	۴۶۹
کلبی ۔	۴۶۹
حضرت علیؓ سے دشمنی نہ رکھنے والا جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا ۔	۴۶۹
محمد بن عبداللہ البلوی ۔	۴۶۹
ابراہیم ۔	۴۶۹
آسمان سے اخروٹ کا نزول	۴۷۰
محمد بن ابی الزعیزعہ ۔	۴۷۰
چار افراد ایک مخصوص مٹی سے پیدا ہوئے ۔	۴۷۰
فرشتے سات سال تک علیؓ پر درود پڑھتے رہے ۔	۴۷۲
عباد بن عبدالصمد	۴۷۲
حضرت علیؓ امیر البررہ ہیں ۔	۴۷۳
احمد بن عبداللہ ۔	۴۷۳
عبدالرزاق بن ہمام ۔	۴۷۳
ابن خثیم المکی ۔	۴۷۴
عبدالرحمان بن بہمان	۴۷۴
ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے ۔	۴۷۴
محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع ۔	۴۷۵

اے علی جس شخص نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا ۔	۴۷۶
صلصال ۔	۴۷۶
دس حصوں میں سے نو حصے حکمت علیؓ کو دی گئی ۔	۴۷۷
احمد بن عمران بن سلمہ	۴۷۷
سیب کی حور ۔	۴۷۸
محمد بن السائب المعروف بہ کلبی ۔	۴۷۸
خدیجہؓ اور علیؓ کے علاوہ کسی نے اسلام قبول نہیں کیا ۔	۴۸۱
کیا کسی کی زوجہ میری زوجہ کے مانند ہے	۴۸۳
حارث بن محمد	۴۸۴
زافر بن سلیمان	۴۸۵
اپنی اولاد کو حب علیؓ پر پیش کرو ۔	۴۸۵
اے علیؓ تیرے لئے مسجد میں وہ امور حلال ہیں جو میرے لئے حلال ہیں ۔	۴۸۶
حرام بن عثمان	۴۸۷
سوید بن سعید	۴۸۷
قیامت کے روز اہل بیت کے بارے میں سوال ہوگا ۔	۴۸۷

حارث بن معکوف۔	۴۸۸
ابوبکر بن عیاش۔	۴۸۸
معروف بن خربوذ۔	۴۸۸
شیعہ درخت کے پتے ہیں۔	۴۸۸
میناء بن ابی مینا۔	۴۸۹
ہمام	۴۸۹
سابقین اولین سے کیا مراد ہے۔	۴۹۰
حسن بن علی۔	۴۹۰
تخلیق آدم سے چار ہزار سال قبل میں اور علیؓ نور تھے۔	۴۹۱
حسن بن علی بن زکریا بن صالح۔	۴۹۲
خراش۔	۴۹۳
ابوالاشعث۔	۴۹۳
زاذان۔	۴۹۳
قاسم بن مطیب۔	۴۹۴
حسن بن عمرو بن سیف۔	۴۹۴
اگر زمین و آسمان ایک پلے میں اور علیؓ کا ایمان ایک پلے میں رکھا جائے تو علیؓ کا ایمان بھاری ہی ہوگا۔	۴۹۵
محمد بن تسنیم۔	۴۹۵
جس نے حضرت علیؓ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔	۴۹۵
حضرت علیؓ دابۃ الارض ہیں۔	۴۹۶
رشید الہجری۔	۴۹۶
میں اس کا دشمن ہوں جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔	۴۹۸
زکریا بن یحییٰ۔	۴۹۸
معلی بن عرفان۔	۴۹۹
مومنین کے لئے علیؓ کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کرنا کافی ہے۔	۴۹۹
عباد بن یعقوب۔	۵۰۰
سوید۔	۵۰۱
خم غدیر کی ایک اور کہانی۔ براء بن عازب کی زبانی۔	۵۰۳
ابواسحاق سبیعی۔	۵۰۵
یونس بن ابی اسحاق۔	۵۰۵
احوص بن جواب۔	۵۰۶
ہم دونوں نور سے پیدا ہوئے۔	۵۰۶
جعفر بن احمد۔	۵۰۷
رافضی گروہ کو جہاں پاؤ قتل کردو۔	۵۰۸
تلید بن سلیمان الکوفی۔	۵۰۸
پل صراط پر عباسؓ، حمزہؓ اور علیؓ بیٹھے ہوں گے۔	۵۰۹
عاصم بن سلیمان۔	۵۱۰

Marfat.com

جویبر ۔ ۵۱۰

ضحاک بن مزاحم البلخی ۵۱۰

علیؓ تو میرا نفس ہیں ۵۱۱

حجاج بن ارطات ۔ ۵۱۱

علیؓ میرے علم کا تھیلا ہیں ۔ ۵۱۲

ضرار بن صرد الکوفی ۔ ۵۱۲

یحییٰ بن عیسیٰ الرملی ۔ ۵۱۲

عبایہ ۔ ۵۱۳

اے علیؓ میرے بعد جو اختلاف ہوگا تو اسے ظاہر کریگا ۵۱۳

زکریا بن یحییٰ الکوفی ۔ ۵۱۳

یاقوت کی سرخ شاخ ۔ ۵۱۴

اے علیؓ تجھے جس نے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا ۔ ۵۱۵

ابوالجحاف ۔ ۵۱۵

علیؓ امام الاولیاء ہیں ۔ ۵۱۵

اے علیؓ! عنقریب تیرے دونوں ستون گر جائیں گے ۔ ۵۱۶

کدیمی ۔ ۵۱۶

حماد بن عیسیٰ الجہنی ۔ ۵۱۷

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی میں تہتر کھجوریں آئیں ۔ ۵۱۷

قاسم ملطی ۵۱۸

حضرت فاطمہؓ اور موضوع کہانیاں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب فاطمہؓ تھیں ۵۱۹

جعفر بن زیاد الاحمر الکوفی ۔ ۵۲۰

عبداللہ بن عطار ۔ ۵۲۰

جمیع بن عمیر التیمی ۔ ۵۲۱

جب حضرت فاطمہؓ رخصت کی گئیں تو جبرائیلؑ و میکائیلؑ ان کے دائیں اور بائیں چل رہے تھے ۔ ۵۲۲

حضرت فاطمہؓ کے چاہنے والوں پر آگ حرام ہے ۔ ۵۲۳

غلابی ۔ ۵۲۴

بشر بن ابراہیم ۔ ۵۲۴

محمد بن اسحاق الاہوازی ۔ ۵۲۴

عمرو بن غیاث ۔ ۵۲۵

تلید بن سلیمان ۔ ۵۲۶

حفص بن عمر الابلی ۔ ۵۲۷

سلام بن سلیمان بن سوار ۔ ۵۲۷

عبدالملک بن ولید بن معدان ۔ ۵۲۸

عکرمہ مولی ابن عباس ۔ ۵۳۰

عبدالرحمن بن العسیل ۔ ۵۳۰

Marfat.com

صیفی بن ربعی۔	۵۲۰
اسمٰعیل بن موسیٰ۔	۵۲۱
محمد بن مرزوق۔	۵۲۱
احمد بن ماہبرام۔	۵۲۱
اے فاطمہؓ میں نے تیرا نکاح دنیا کے سردار سے کیا ہے۔	۵۲۲
مخلد بن عمرو الحمصی الکلاعی۔	۵۲۲
عبداللہ بن موسیٰ العبسی۔	۵۲۲
حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت جبرائیلؑ نے پڑھایا	۵۲۴
خالد بن عمرو العبسی۔	۵۲۴
عبیداللہ بن موسیٰ العبسی۔	۵۲۴
قیامت کے روز حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں خون آلود کپڑے ہوں گے۔	۵۲۵
علی بن احمد بن مہدی۔	۵۲۶
علی بن موسیٰ الرضا۔	۵۲۶
موسیٰ کاظم۔	۵۲۷
حضرت فاطمہؓ کی تکفین وتدفین	۵۲۸
فرقہ سبائیہ کے ارشادات۔	۵۴۱
نماز جنازہ۔	۵۴۹
نماز جنازہ پڑھانا شرعاً کس کا حق ہے۔	۵۴۹
تاریخی شواہد۔	۵۵۲
پہلا جنازہ۔	۵۵۲
دوسرا جنازہ۔	۵۵۲
تیسرا جنازہ۔	۵۵۴
چوتھا جنازہ۔	۵۵۴
پانچواں جنازہ۔	۵۵۴
چھٹا جنازہ۔	۵۵۵
ساتواں جنازہ۔	۵۵۵
رات میں دفن کرنا۔	۵۵۶
حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟	۵۵
کیا حضرت فاطمہؓ نے خود غسل فرما لیا تھا؟	۵۶۰
حضرت فاطمہؓ کی شب عروسی میں ساری رات ستر ہزار فرشتے تسبیح کرتے رہے۔	۵۶۲
احمد بن عبداللہ۔	۵۶۳
احمد بن محمد بن ربیع۔	۵۶۳
توبہ بن علوان۔	۵۶۳
عبدالرحمٰن بن محمد۔	۵۶۴

فاطمہؓ کیلئے پیغام سرمایہ داروں نے بھی دیا تھا۔
فاطمہؓ عرش کے پائے پکڑ کر کھڑی ہوں گی۔ ۵۶۵
احمد بن علی الرقی۔ ۵۶۶
حضرت فاطمہؓ کے مہر میں پوری زمین دی گئی۔ ۵۶۶
ذارع۔ ۵۶۶
اللہ تعالیٰ نے فاطمہؓ کے لئے موتیوں کا ایک محل تیار کیا ہے۔ ۵۶۷
ایک عجیب وغریب تاج۔ ۵۶۸
اہل بیت کو لازم پکڑو۔ ۵۶۹
عطیہ۔ ۵۶۹
عبداللہ بن عبدالقدوس۔ ۵۶۹
عبداللہ بن داہر۔ ۵۷۰
اہل بیت کی محبت۔ ۵۷۰
احمد بن رزقویہ۔ ۵۷۱
ذارع۔ ۵۷۱
آلِ محمدؐ کون ہیں؟ ۵۷۱
نافع بن ہرمز۔ ۵۷۱
اہل بیت سے محبت کرنیوالے میرے درخت کے پتے ہیں۔ ۵۷۲
موسیٰ بن نعمان۔ ۵۷۲
نصر بن شعیب۔ ۵۷۲
محمد بن اسری۔ ۵۷۲
اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ پنجتن کے وسیلہ سے قبول کی۔ ۵۷۲
عمرؓ بن ثابت۔ ۵۷۲
حسین بن الحسن الاشقر۔ ۵۷۴
ابو معمر الہندی۔ ۵۷۴
محمد بن علی بن خلف العطار۔ ۵۷۴
پنج تن خطیرۃ القدس میں ہونگے۔ ۵۷۵
یونانی۔ ۵۷۵
اے فاطمہؓ اللہ تیری رضا سے خوش ہوتا ہے۔ ۵۷۵
حسین بن زید بن علی ۵۷۵
عبداللہ بن محمد بن سالم القزاز۔ ۵۷۶

حضرات حسنینؓ سے متعلق موضوع کہانیاں

حسنؓ وحسینؓ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ ۵۷۷
اے اللہ میں حسنؓ وحسینؓ سے محبت رکھتا ہوں۔ ۵۸۰
فضیل بن مرزوق الاغر ۵۸۱

Marfat.com

پنج تنی فارمولا۔ ۵۸۴
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسنؓ و حسینؓ کا لعاب چوستے۔ ۵۸۵
اسرائیل بن موسیٰ البصری۔ ۵۸۵
حضرات حسنین کے تعویز بندھے ہوئے تھے۔ ۵۸۶
ابراہیم بن سلیمان۔ ۵۸۶
خلاد بن عیسیٰ۔ ۵۸۶
قیس بن الربیع۔ ۵۸۷
جنّت الفردوس کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ زینت دی گئی ہے۔ ۵۸۷
احمد بن محمدؐ بن الحجاج۔ ۵۸۸
حمید بن علی۔ ۵۸۸
ابن لہیعہ۔ ۵۸۸
مجھے سب سے زیادہ محبوب حسنؓ و حسینؓ ہیں۔ ۵۸۹
جنت کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ خوبصورت بنایا گیا۔ ۵۸۹
اسمٰعیل بن عیاش۔ ۵۹۰
ہانی بن متوکل الاسکندرانی۔ ۵۹۰
محمدؐ بن عیاض۔ ۵۹۰
جسے کسی جنتی بچہ کو دیکھنا ہو وہ حسینؓ کو دیکھ لے۔ ۵۹۰
جو حسینؓ سے محبت کریگا اللہ اس سے محبت کرے گا۔ ۵۹۱
عبداللہ بن عثمان خثیم المکی۔ ۵۹۲
یعقوب بن حمید الکاسب المدنی۔ ۵۹۲
جس نے حضرت حسنؓ و حسینؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ ۵۹۴
حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ۵۹۵
یعقوب بن حمید بن کاسب المدنی۔ ۵۹۶
یحییٰ بن سلیم۔ ۵۹۷
یحییٰ بن سلیم الطائفی۔ ۵۹۷
عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ ۵۹۸
سعید بن راشد۔ ۵۹۸
حسنؓ و حسینؓ سے اللہ محبت فرماتا ہے۔ ۶۰۰
عبداللہ بن اجلح۔ ۶۰۱
اجلح۔ ۶۰۱
حضرت حسینؓ کے لئے آسمان سے تجلی کی آمد۔ ۶۰۳
موسیٰ بن عثمان۔ ۶۰۳

Marfat.com

اولادِ فاطمہؓ باپ کے بجائے نانا کی جانب منسوب ہے۔	٦٠٢	عبداللہ بن ابی بکر۔	٦١٢
		خالد بن مخلد الکوفی۔	٦١٢
شیبۃ بن نعمان۔	٦٠٣	موسےٰ بن یعقوب۔	٦١٣
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسینؓ کی پیشاب گاہ کا پیار لیتے	٦٠٥	حضرت اُمِ سلمہؓ کو حضرت حسینؓ کے قتل کی اطلاع۔	٦١٥
حضرت حسینؓ سرزمین نینوٰی میں شہید ہوئے۔	٦٠٦	سلمیٰ بکریہ۔	٦١٦
نجی الحضرمی۔	٦٠٦	حضرت اُمِ سلمہؓ کو قتل حسینؓ کی خبر ایک جنانی نے پہنچائی تھی۔	٦١٧
عبداللہ بن نجی۔	٦٠٧	شہر بن حوشب۔	٦١٧
حضورؐ نے اپنے بیٹے ابراہیم کو حسینؓ کے فدیہ میں دیا۔	٦٠٧	عامر بن عبدالواحد۔	٦٢٠
		ابن عباسؓ کا ایک خواب	٦٢١
نقاش۔	٦٠٨	علی بن زید بن جدعان۔	٦٢٢
حسنؓ و حسینؓ سے محبت کرنے والا حضورؐ کے ساتھ ہوگا۔	٦٠٩	حسنؓ و حسینؓ جہاں پیشاب کرتے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے۔	٦٢٣
جعفر بن محمد۔	٦٠٩		
مجالد بن سعید۔	٦١١	بزیغ بن حسان۔	٦٢٤
موسیٰ کاظم۔	٦١٢	حضرت حسینؓ ٦٠ھ میں قتل ہوں گے۔	٦٢٥
علی بن جعفر۔	٦١٢		
اے اللہ تو ان لوگوں سے محبت کر جو حسنؓ و حسینؓ سے محبت کرتے ہوں۔	٦١٣	اسماعیل بن ابان	٦٢٥
		سعد بن طریف۔	٦٢٥
		حبان بن علی۔	٦٢٥
مسلم بن ابی سہل۔	٦١٣		

Marfat.com

خطبہ چھوڑ کر حسنؓ و حسینؓ کو گود میں اٹھانا۔	۶۲۶	ایک ساتھ پانچ سجدے۔	۶۳۴
		سامری۔	۶۳۵
حسین بن واقد۔	۶۲۷	جنّت کے دروازے پر کیا	۶۳۶
عبداللہ بن بریدہ۔	۶۲۸	لکھا ہوا ہے؟	
علی بن حسین بن واقد۔	۶۲۹	علی بن احمد المؤدب۔	۶۳۷
حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں	۶۲۹	جابر بن یزید الجعفی۔	۶۳۷
حسینؓ سے ہوں۔		حضرت حسینؓ نبی کریم صلی اللہ	۶۴۰
سعید بن راشد۔	۶۲۹	علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔	
عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔	۶۳۰	حضرت حسینؓ کے قتل کی پیشینگوئی	۶۴۱
حسنؓ و حسینؓ کو سونگھنا۔	۶۳۱	عبدالصمد بن حسان۔	۶۴۳
ابن عباسؓ کا ایک اور خواب۔	۶۳۳	عمارت بن زاذان البصری الصیدلانی۔	۶۴۴

ماخذ علمی

"مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت" کو مرتب کرنے کے سلسلہ میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان کے لئے "مذہبی داستانیں" حصہ دوئم کے صفحات ۴۴۹ تا ۴۵۵ ملاحظہ فرمائیں۔

(ادارہ)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقدمہ

ماخوذ از پروفیسر محمد ایوب قادری مرحوم

شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی ۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۷۴۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تاریخی نام "غلام حلیم" ہے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد شاہ ولی اللہ سے کی. والد کے انتقال کے بعد شیخ محمد عاشق پھلتی (م ۱۱۸۷ھ) خواجہ محمد امین کشمیری (م ـــــ) اور ان کے خسر مولوی نور اللہ بڈھانوی (م ۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۳-۷۴ء) نے تربیت فرمائی. سترہ سال کی عمر میں اپنے والد کے جانشین ہوئے علوم معقول و منقول میں علامہ روزگار تھے نامور مدرس، مصنف، خطیب، واعظ، شیخ طریقت، مفتی، محدث، مفسر تھے انہوں نے علوم دینیہ اور ملتِ اسلامیہ کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں. وہ مرجع علماء و مشائخ تھے تمام عمر درس و تدریس، افتاء، فصل خصومات، وعظ و پند اور تلامذہ کی تربیت و اصلاح میں صرف کر دی۔ ۷ شوال ۱۲۳۹ھ مطابق ۵ جون ۱۸۲۴ء کو دہلی میں انتقال ہوا اور اپنے آبائی قبرستان مہندیان میں دفن ہوئے. مومن دہلوی نے شاہ عبدالعزیز کے انتقال پر جو قطعۂ تاریخ کہا ہے اس کا آخری شعر نقل کیا جاتا ہے جس سے تاریخ برآمد ہوتی ہے.

بے سروپا گشتہ انداز دست بیداد اجل

عقل و دین، لطف و کرم، فضل و ہنر، علم و عمل

ترجمہ: عقل و دین، لطف و کرم، فضل و عمل و علم و ہنر ظالم موت کے ہاتھوں بے دست و پا ہو گئے۔

۱۰۰+۱+۹+۲۰۰+۸۰۰+۵۰+۳۰+۴۰ = ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء

شاہ عبدالعزیز کے ایک ہم عصر وقائع نگار مولوی عبدالقادر رام پوری (م ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء) لکھتے ہیں[1]:

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

"مولوی شاہ عبدالعزیز، علم تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تاریخ میں شہرۂ آفاق تھے، اور ہیئت، ہندسہ، مجسطی، مناظرہ، اصطرلاب، جرثقیل، طبیعیات، الٰہیات منطق، اثنائی اختلافات، ملل، نحل، قیافہ، تاویل، تطبیق، مختلف اور تفریقِ مشتبہ دلائل کے زمانہ تھے فن ادب اور ہر قسم کے اشعار سمجھنے میں بلند مرتبہ رکھتے تھے منقول میں کلام اللہ اور حدیث سے دلیل پیش کرتے تھے اور معقول میں جو ثبوت مناسب سمجھتے خواہ مخواہ یونانیوں میں سے افلاطون، ارسطو اور متکلمین میں سے فخر رازی وغیرہ کے اقوال کی تائید میں مبتلا نہیں ہوتے تھے اور اپنی تحقیقات کو فن معقول میں صاف صاف بیان کرتے تھے چاہے وہ کسی کی رائے کے موافق ہو یا نہ ہو"[1]

شاہ عبدالعزیز کا زمانہ ہندو پاکستان کے مسلمانوں کے زوال و انحطاط کا دور تھا وہ محمد شاہ بادشاہ (ف ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء) کی حکومت کے آخری زمانہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے احمد شاہ (معزول ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء) عالمگیر ثانی (ف ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء) شاہ عالم ثانی (ف ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء) اور اکبر ثانی (ف ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء) کا زوال پذیر دورِ حکومت دیکھا۔ یہ مغل بادشاہ اپنے وزراء اور امراء کے ہاتھوں مجبور اور بے بس تھے، شاہ عبدالعزیزؒ کے بچپن میں احمد شاہ اندھا کر کے قید کر دیا گیا۔ عالمگیر ثانی کو قتل کر کے اس کی نعش جمنا کی ریتی میں پھینک دی گئی، شاہ عالم ثانی مدتوں یورپ میں بھٹکتا پھرا۔ پھر انگریزوں نے معاہدہ کے بعد سیندھیا کی حمایت میں اس نے دہلی کے اُجڑے تخت کو زینت بخشی، مگر بابر و اکبر کا یہ جانشین حسرت و یاس کی زندہ تصویر تھا، آنکھ بصارت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا، کس حسرت سے کہتا ہے ؎

صرصرِ حادثہ برخاست پے دخواری ما
داد بر باد سزد برگ جہانداری ما

ترجمہ: حادثات کی گرم ہوائیں چلیں ہمیں ذلیل کرنے کے لئے اور ہماری بادشاہت کے سازوسامان کو برباد کر دیا۔

---

[1] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) مرتبہ محمد ایوب قادری جلد اول صفحہ ۲۸۶ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی سنہ ۱۹۶۰ء۔

۱۸۰۳ء میں دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ البتہ شاہ عالم ثانی برائے نام پنشن خوار تھا۔ مغل تاجداروں کے زمانہ میں غیر مسلم طاقتیں پوری قوت سے ملک میں پھیل گئیں۔ مرہٹے پنجاب میں سکھ، آگرہ اور بھرت پور میں جاٹ [illegible] اور تمام ملک میں مرہٹوں نے [illegible] مرہٹوں کے [illegible] بستیاں [illegible] اور غیر آباد ہو گئیں [illegible] نے [illegible] تھا۔ [illegible] کے جن میں پہلا حملہ ۱۱۵۵ھ / ۱۷۴۲ء اور آخری حملہ ۱۲۲۹ھ / ۱۸۰۴ء میں ہوا۔ مرہٹوں نے چھ مرتبہ بنگال پر [illegible] کی۔ کئی بار مرتبہ ۱۱۵۵ھ / ۱۷۴۲ء میں [illegible] مرتبہ ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۳ء میں [illegible] مرزا [illegible] الدین [illegible] میں[1]

"یہ تمام خرابیاں مرہٹوں کی بدعملی اور بدنظمی کی وجہ سے ہیں [illegible] آتا کہ ان دکھنیوں کی عملداری میں آبادی کیونکر باقی رہے گی۔ [illegible] زندگی میں یہی دیکھا کہ جب ہمارے ملک پر دکھنیوں کا تسلط ہوا تو کوئی [illegible] خرابی نہ تھی جو ملک میں نہ آئی ہو۔ غرض ہندوستان کی یہ ساری تباہی دکھنیوں کے آنے کا نتیجہ ہے۔"

مرہٹوں اور سکھوں کے مظالم کے متعلق خود شاہ عبدالعزیز نے اپنے چچا شاہ اہل اللہ [illegible] ۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۳ء کو منظوم عربی حکایت میں لکھا ہے:[2]

"اللہ تعالیٰ سکھوں اور مرہٹوں کو ہماری طرف سے [illegible] بہت [illegible] بالآخر مہلت کے، ان شریروں نے اللہ کی بہت سی مخلوق کو [illegible] غریب گداگروں کو اپنے ظلم و ستم سے ستایا۔ ہر سال یہ ہماری بستیوں اور [illegible] پر چڑھائی کرتے ہیں اور ہم پر صبح و شام حملہ کرتے رہتے ہیں۔"

مرکزی حکومت کی کمزوری اور بدحالی سے صوبے دار خود سر ہو گئے۔ چنانچہ بنگال میں علی وردی خاں اور اودھ میں برہان الملک سعادت خاں نے اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔ دکن پر آصف جاہ نظام الملک [illegible]

---

[1] واقعات اظفری از مرزا ظہیر الدین اظفری مرتب عبدالقادر، تصحیح و ترجمہ محمد حسین محوی صدیقی مدراس ص ۵۲
[2] تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ از مولانا مناظر احسن گیلانی ص ۳۹۔ ۴۲ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۵۳ء

اقتدار تھا۔ یہ تو سیاسی حالات کا ایک ہلکا سا جائزہ ہے۔ معاشی، اقتصادی، معاشرتی اور مذہبی حالات بد سے بدتر تھے۔ اس زمانے کی عام تاریخیں، شخصی وقائع، روزنامچے، شعرا کے شہر آشوب اور دوسرا اہم عصر ادب اس موضوع پر خاص معلومات فراہم کرتا ہے۔ محمد شاہ کے زمانے میں دکن کے ایک رئیس درگاہ قلی خان نے ۱۱۴۹ھ میں دہلی کی سیاحت کی۔ یہ سیاحت نامہ "مرقع دہلی" کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ اس کے پڑھنے سے بزم دنیا کی آنکھیں جھک جاتی ہیں اور غیرت و حمیت کو حجاب آتا ہے۔ سپاہی اور بادشاہ، عامی اور عالم ہر شخص حقیقت اور واقعیت سے فرار اختیار کرتا ہے۔ عمل سے گریز اس دور کی عام خصوصیت ہے، بدعات اور محدثات تازہ ہیں۔ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ ایسے زمانے میں شاہ عبد العزیز نے اپنی اصلاحی تحریک شروع کی۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ عبد العزیز نے یوں تو اصلاح و تبلیغ کے ہر مورچہ کو سنبھالا مگر تشیع اور "تفضیلیت" کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو جس کوشش اور حسن تدبر سے روکا یہ انہیں کا حصہ تھا اور یہ اس زمانے کا سب سے اہم مسئلہ تھا۔ لیجئے اب ذرا اس مسئلہ کا تاریخ کی روشنی میں جائزہ لیں۔

مغل متاخرین کے زمانے میں شاہی دربار میں ایرانی اور تورانی (شیعہ اور سنی) دو مستقل پارٹیاں تھیں، سیاسی اثر و اقتدار کے لیے ان دونوں پارٹیوں میں مسابقت ہوتی تھی۔ ایرانی پارٹی اگرچہ اقلیتی پارٹی تھی مگر اثر و اقتدار کے اعتبار سے بہت مضبوط اور مستقل تھی۔ وہ بہت تدبر اور تنظیم سے کام کرتی تھی۔ اور اکثر کامیاب ہوتی تھی۔ اس کا اثر دربار سے لے کر بازار تک تھا۔ یوں تو اس تنظیم و فکر کی بنیاد دکن کی شیعہ حکومتوں نے قائم کی مگر شمالی ہند میں ہمایوں کے دوبارہ ہندوستان آنے پر اس جماعت کو فروغ حاصل ہوا۔ اکبر کی پالیسی مذہبی معاملہ میں بڑی آزادانہ تھی، اس کا فائدہ بھی بلا واسطہ اسی جماعت کو ہوا۔ اس کے زمانے میں نور اللہ شوستری (ف ۱۰۱۹ھ / ۱۶۱۰–۱۱ء) دار السلطنت لاہور کے قاضی مقرر ہوئے ان کی کتاب "مجالس المؤمنین" مشہور و معروف ہے، جس میں انہوں نے اہل سنت کے اکابر مشائخ و علماء کو "زمرۂ مؤمنین" میں دکھایا ہے۔ جہانگیر کے زمانے میں زمام حکومت نورجہاں کے ہاتھ میں تھی۔ شاہ جہاں کے زمانے میں نورجہاں کے بھائی آصف خاں اور اس کے خاندان کو اقتدار حاصل رہا، کیونکہ آصف خاں کی کوششوں سے شاہجہاں "تخت شاہی" پر متمکن ہوا تھا اور اس کی بیٹی ممتاز محل، شاہجہاں کی چہیتی بیگم تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر یوں تو متعصب سنی مشہور ہے مگر اس کے امراء مصاحبین میں اہل تشیع کی ممتاز تعداد نظر آتی ہے

Marfat.com

اورنگ زیب کا فرزند بہادر شاہ اول جب تخت نشین ہوا تو اس نے شیعہ مذہب اختیار کیا۔ مؤلف سیر المتاخرین لکھتے ہیں[1]

او بہ تحقیق خود مذہب شیعہ	جو اس نے اپنی تحقیق کے اعتبار سے
امامیہ را حق می دانست و بسیار مستعد	مذہب شیعہ امامیہ کو اپنی دانست میں
تیار شدہ بود در ترویج و تقویت	حق سمجھتا تھا چنانچہ اس مذہب کو اختیار کر کے
مذہب شیعہ می کوشید	مذہب شیعہ کی اشاعت اور استحکام کے لئے
	کوشاں رہا کرتے[2]

اس نے اپنے نام کے ساتھ "سید" کا اضافہ کیا اور چوتھے سال جلوس ۱۱۲۱ھ / ۱۷۰۹ء میں اپنے شیعہ وزیر منعم خان کے مشورے سے حکم دیا کہ جمعہ کے خطبہ میں خلفائے راشدین کے ذکر میں حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ لفظ "وصی" (علی ولی اللہ وصی رسول اللہ) شامل کیا جائے۔ اس حکم سے جمہور اہل سنت میں بددلی پیدا ہوئی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی پاداش میں احمدآباد گجرات میں ایک خطیب مار ڈالا گیا۔ لاہور میں بات اس سے بھی زیادہ بڑھی۔ بہادر شاہ نے علمائے لاہور کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ مولانا یار محمد کی قیادت میں مولوی محمد مراد دوسرے تین علماء کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے خود ان سے مناظرہ کیا مگر مولانا یار محمد نے نہایت جرأت اور استقامت سے اعلان حق کیا اور اپنے موقف پر ثابت قدم رہے۔ بادشاہ نے برآشفتہ ہو کر کہا کہ "تو بادشاہوں کے غضب سے نہیں ڈرتا" تو اس مرد مجاہد نے جواب دیا[3]۔

"میں اپنے خدا سے چار چیزوں کی آرزو رکھتا تھا اول تحصیل علم دوم حفظ کلام اللہ سوم حج چہارم شہادت۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے تین نعمتیں عطا کیں۔ آرزوئے شہادت باقی ہے امیدوار ہوں کہ بادشاہ کی توجہ سے اس میں ہوں۔"

اس مناظرہ کے نتیجہ کے سلسلہ میں شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی لکھتے ہیں[4]

---

[1] و [2] سیر المتاخرین جلد دوم از غلام حسین طباطبائی ص ۳۸۰، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء۔ [3] تاریخ ہندوستان جلد نہم از شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی ص ۳۰، شمس المطابع دہلی ۱۸۹۸ء۔ [4] تاریخ ہندوستان جلد نہم از مولوی ذکاء اللہ ص ۳۱۔

"اس زمانہ میں ... ایک ... بعض افغان سُنی دار ... تھے حاجی یار محمد سے متنفر ہوئے ... ظاہر ... خفیہ ... جماعت کا طرز ارتضا افروز جب حیدر نے خطبہ کیلئے ... تو بادشاہ ... کہ عالمگیر کے زمانے کی طرح خطبہ پڑھا جائے اس طرح جھگڑا ... بادشاہ نے سابق بار خطبہ اور درود اور ناملوں کو جن سے ... ناظر تھا ایک ... "

اس کے بعد ... قطب الملک عبداللہ خان (م ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۲ء) اور امیر الامراء حسین علی خان (م ۱۱۳۲ھ / ۱۷۲۰ء) ... وزارت ... بادشاہ گر مشہور ہوئے وہ ملکی سیاست ... اور انہیں قبول عام حاصل ہوا امیر الامراء حسین علی خان ... بارہ امام ... منعقد کرتے تھے صمصام الدولہ شاہنواز خان لکھتے ہیں[1]

"انعقاد مجلس یازدہم و دوازدہم ہر ماہ در بلاد دکن ... تا حال (کہ ۱۱۶۰ھ) است"	گیارہویں اور بارہویں کی مجلس ہر مہینے حیدرآباد دکن میں شروع ہو گئیں، کہ آج تک یعنی (۱۱۶۰ھ) تک جاری ہے

فرخ سیر کے دور میں خان دوراں خان منشی کے بھائی خواجہ محمد جعفر ایک متصوف تھے، ان کے حالات میں تحریر ہے کہ ان کے گھر میں ائمہ طاہرین کی منقبت میں قوالیاں گائی جاتی تھیں، بعض مریدین و معتقدین سلام کی بجائے زمین بوس آداب کرتے تھے اور ائمہ اثنا عشریہ کی منقبت گاتے تھے، ملتان کے ایک واعظ شیخ عبداللہ دارالسلطنت دہلی پہنچے تو انہوں نے اس رجحان پر گرفت کی اور کہا کہ[2]

"سجدہ سوائے معبود برحق کے کسی کو سزاوار نہیں اور سرود کا سننا بھی شریعت کے طریقہ کے خلاف ہے فقط حمد و منقبت اہل بیت کا سننا اور اصحاب کبار کے اسم اور ذکر کا نہ کرنا اسلام کے آئین اور طریقہ سے دور ہے۔"

۱؎ ماٰثر الامراء جلد اول از صمصام الدولہ شاہنواز خان ص ۳۳۸ (کلکتہ ۱۸۹۰ء)

۲؎ تاریخ ہندوستان از شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ ص ۱۲۱۔

Marfat.com

اور شیخ عبد ... نے ... بعد نماز جمعہ کے دن وعظ بیان ... حضرت علیؓ کا افضل ہونا بیان ...
... مسجد سے باہر نکلے ... وہاں لوگوں نے اہل سنت کے عقیدے ... ت ...
... بھی ... باہر ...
... ہو گئے
... جمعہ کے روز ... محفل ... اسی وقت ... شیعی ... بازو ... ہوئے
وعظ کے وقت پہنچے ... فرمان ہوا کہ شیخ عبداللہ ... شیخ عبداللہ کے
... مسجد ... ہندوستان ... اور
خواجہ ... باہر نکلے"

دہلی میں مزارات اور مرثیہ خوانی بڑھ رہی ... نواب درگاہ قلی خاں نے ... میں ... تفصیل دی ہے، جس طرح دہلی میں "قدم شریف" کے نام ... زیارت کا ... مشہور کر دیا کہ یہ نقش قدم حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے[۳] اس طرح امامیہ حضرات نے دہلی میں ... "اور پنجہ شریف"[۴] کی زیارت قائم کیں اور مشہور کر دیا کہ یہ حضرت علیؓ کا نقش قدم ہے[۵] اس کی خدمت ... کرتے[۶]

۱؎ و ۲؎ تاریخ ہندوستان جلد نہم صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲

۳؎ قدم شریف کے فرضی ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" ... ص ۲۱۱، ۲۱۲ (ادارہ تحقیق و تصنیف، کراچی ۱۹۶۳ء)

۴؎ پنجہ شریف کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگلیوں کے نشان ہیں اور دہلی میں یہ شیعوں کا مشہور قبرستان ہے ملاحظہ ہو نجوم السماء صفحہ ۶۰ ۳ و ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ...

۵؎ ملاحظہ ہو مخدوم جہانیاں جہاں گشت صفحہ ۲۲۲، ۲۲۳ عوام کو بہکانے کے لئے اوچ، حیدرآباد مغربی پاکستان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نقش قدم اور ٹھٹھہ میں حضرت حسین رضہ کے نقش قدم شیعہ مجاوروں نے مشہور کر دیئے ہیں۔

۶؎ مرقع دہلی از نواب درگاہ قلی خاں صفحہ ۳۲ (مقدمہ ام ۳ رمتن) حیدرآباد دکن سن طباعت ندارد۔

Marfat.com

"۱۰ بروز شنبہ زائرین اور حاجت مندوں کا بڑا ہجوم ہوتا اور ۱۳ محرم کو ہر روز زیارت خاص اہل حیا خصوصیت سے اہل عزا برسم پرسہ داری گریاں و نالاں حاضر ہو کر مراسم تعزیت بجا لاتے تھے اس روز کوئی متنفس ایسا نہ ہوتا کہ زیارت سے محروم رہے"

مرثیہ خوانی کا طرز، رہو تا تھا درگاہ قلی خاں ایک مرثیہ خواں کے متعلق لکھتے ہیں[1]

"در بنائے مرثیہ بر حجب سوز و گداز
ی گزار د معدن اندوہ است
وکان الم خزانہ مصیبت است
و گنجینہ رنج، میر اہتمام عاشور خانہ
جاوید خاں است و بمراعات
زائراں و تعزیہ داراں می پردازد"

مرثیہ کی بنیاد نہایت سوز و گداز رکھتی ہے
اور رنج و مصائب، آلام و الم کا خزانہ ہے
اور مجلس عاشورے کا اہتمام و انتظام کے
سربراہ جاوید خان ہوتے ہیں جو تعزیہ داروں
و زیارت کرنے والوں کے لیے آرام و آسائش
بہم پہنچاتے ہیں۔

دوسرے کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے[2]

"میر عبداللہ از تعزیہ داراں
جناب حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ
السلام است مرثیہ ہائے ندیم و
حزیں را بآہنگ ہائے حزیں
می خواند کہ بے اختیار شور از نہاد
سامعاں برمی خیزد از کثرت نوحہ
و فریاد گوش فلک کر می گردد۔
.... در ماہ محرم مقدمش ہمہ جا
واجب الاحترام، بنوبت در

تعزیہ داروں میں میر عبداللہ جناب
حضرت حسین رض کی شان میں ندیم و حزیں
(شعرا) کے مرثیے نہایت دردناک انداز
میں پڑھتے ہیں کہ سامعین پر بہت ہی
رقت طاری ہو جاتی ہے۔ ان کے دل
سے آہ و فغاں نکلتی ہے اور نوحہ اور فریاد
سے گویا آسمان کے کان بہرے ہو جاتے
ہیں، محرم کے مہینے کی آمد ہر جگہ پر واجب
الاحترام ہے عمائدین کے تعزیے اور نوبت

۱؎ و ۲؎ مرقع دہلی صفحہ ۵۰ - ۵۱، ۵۲

تعزیہ خانہا ۔ مردم عمدہ داری	خانوں میں عزاداروں کی مجالس سے مرتب
شود و بتقدیم مراسم عزای پردازند	بڑے احترام کے ساتھ کی جاتی ہے ۔
خانہای درامان موجود و بر یک دگر	ان مکانات پر ایک دوسرے سے سبقت
بہ قدمت جستہ ہجوم می نمایند	لے جانے میں جوق در جوق آتے رہتے ہیں

ایک اور تعزیہ دار اور مرثیہ خواں کا ذکر ملاحظہ ہو[1]

"امیر درویش حسین ز تعزیہ داران	میر درویش حسین ان ممتاز تعزیہ داروں
جناب خامس آل عبا است و	میں سے ایک ہیں جو [illegible] کے رسوم
در تقدیم مراسم شیوہ بے ہمتا	کی ادائیگی میں پیش پیش رہتے ہیں اور
آہنگ ہای برجستہ انتخابش	اس سلسلے میں انہوں نے نئے انداز
پیش ہمہ کس مسلم الثبوت است	پیدا کئے ہیں اور ان کا انتخاب ہر ایک کے لئے
واپرا در او دخلے نیست	مانا ہوا ہے اس میں بناوٹ کو دخل نہیں

دہلی میں تعزیہ داری دکن سے آئی دہلی کے ریزیڈنٹ چارلس مٹکاف کے زمانے (۱۸۲۵ء تا ۱۸۲۷ء) میں تعزیہ داری کے موقعہ پر جھگڑا ہو گیا تو اس نے مفتی اکرام الدین صدر الصدور دہلی (ف ۱۲۶۰ھ) سے اس کے آغاز و ابتدا کے متعلق استفسار کیا تو مفتی صاحب نے بتایا کہ[2]

"ماہ محرم از قدیم است مگر	ماہ محرم تو مدتوں سے چلا آرہا ہے مگر
تعزیہ داری نبود ہرگاہ اورنگ	اس میں تعزیہ داری نہ تھی جس وقت
زیب عالمگیر بادشاہ در دکن رفتند	بادشاہ دہلی اورنگ زیب عالمگیر
لشکریان شاہی از عبد اللہ	ملک دکن گئے شاہی لشکریوں نے
پیرزادہ دکن کردر آنجا تعزیہ	عبد اللہ پیرزادہ دکن سے جو کہ وہاں

[1] مرقع دہلی صفحہ ۵۳

[2] سیر کریمی از نواب کریم اللہ خاں رام پوری صفحہ ۶۲ (قلمی) مخزونہ رضا لائبریری رام پور

داراں می کردایں رسم آموختند	تعزیہ داری کرتے تھے یہ رسم تعزیہ
از آں در شاہجہاں آباد نیز	داری سیکھ لی، اور اس طرح دہلی سے
رسم تعزیہ داری جاری گردید"	دہلی میں بھی تعزیہ داری کا رسم جاری ہو گئی

یہ حالات تھے کہ حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی نے دو معرکۃ الآرا تصانیف "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" اور "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" تصنیف کیں۔ ازالۃ الخفاء کے آغاز میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:[۱]

"در ایں زمان بدعت تشیع	اس زمانے میں شیعیت کی بدعت شروع
آشکار شد و نفوس عوام بشبہات	ہوئی اور عوام کے دلوں میں ان لوگوں
ایشاں منشرب گشت	کی وجہ سے شکوک و شبہات نے جگہ پالی۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے ہم اس دور کی عام مذہبی زندگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امراء و وزراء کی سرپرستی میں شیعیت اور تفضیلیت کو کس قدر فروغ ہو رہا تھا کہ ہر شخص اسی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ مذہب اور ادب ہر شعبۂ حیات میں اس کی چھاپ نظر آتی ہے۔ اردو شاعری کے اساطین شعراء، میر (۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) فغاں (۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء) سودا (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) سوز (۱۲۱۲ھ/۱۷۹۸ء) میر حسن (۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء) انشا (۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء) سلیمان شکوہ (رف ۱۸۳۷ء) نظیر (۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء) آتش (رف ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۶ء) ناسخ (رف ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ء) سب اسی جماعت کے ارکان ہیں اور اسی فکر و نظر کے مبلغ و مناد شعراء اور متصوفین کے ذریعہ یہ افکار و خیالات خوب اشاعت پذیر ہوئے اور تفضیلی مشائخ شاہ فخرالدین دہلوی (رف ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء) وغیرہ نے تو اس کو آگے بڑھایا، جس کی تفصیل حسب موقع پیش کی جائے گی اس سلسلہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین رقمطراز ہیں:[۲]

"ہندوستان میں جن حضرات نے تصوف کے پردہ میں تبلیغ دین فرمائی ان کو تمام ترسنی المذہب قرار دینا غلط ہے اس لیے کہ اثنا عشری اور اسماعیلی شیعہ بھی تصوف کے بھیس میں ایران سے ہندوستان آتے رہے ہیں اور اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ نزاری اور مستعلی

---

[۱] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ دہلوی ج حصہ ا (مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ)

[۲] اردو مرثیہ اور شاہی سرپرستی از ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی بی اے پی ایچ ڈی ناشر رضاکار لاہور اربعین نمبر ۱۹۶۳ء

اسماعیلیوں کی تبلیغ تمام تر تصوف کے پردے میں ہوئی ہے۔ یہ ایک [illegible] ہے [illegible]
اور جس پر [illegible] ہے۔ [illegible] رکھتے ہیں۔ اس [illegible] علما مسلمین [illegible]
کے پردے میں ہندوستان میں تبلیغ کرتے رہے جس کا ایک واضح [illegible] تفصیل [illegible]
آئین اکبری میں کیا ہے۔"

یہ خاص [illegible] کا ایک [illegible] جائزہ ہے۔ دکن [illegible]
حال تھا۔ دکن میں یہ پودا سب سے پہلے [illegible] آ [illegible] ہوا اور ان کی شیعیت [illegible]
میں ایران سے امرا [illegible] آئے اور [illegible] میں قیام پذیر ہو کر [illegible]
میں مدون ہوئے۔ آخر میں آصف جاہ نظام الملک نے حیدرآباد دکن [illegible] ریاست قائم کی [illegible]
امیروں، رئیسوں، زمینداروں اور [illegible] کے خاندانوں [illegible]
میں امیران سندھ کا بھی یہی مسلک تھا۔ [illegible] ادب و شعر و شاعری سب میں [illegible] خیالات کی [illegible]
گونج بھی نظر آرہی ہے۔ سندھی ادبی بورڈ نے [illegible] شائع کیا ہے [illegible] تفصیل
ہے یہاں [illegible] ایک مثال ملا محمد معین سندھی (متوفی ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء) مصنف "دراسات اللبیب" کی پیش کی جاتی ہے
ایک طرف تو وہ اغیز تقلید کے مبلغ ہیں تو دوسری [illegible] تشیع میں [illegible][1]
دور کے متصوفین، شعرا اور امرا کا عام رجحان تھا۔ امیران سندھ کے اقتدار [illegible]
تھی۔ جن نے اس معاملہ میں اپنی ذمہ داری کو پورا [illegible] کے [illegible]
متصوفین کا بھی یہی حال تھا۔ تاریخ اوچ کے مؤلف مولوی محمد حفیظ الرحمٰن [illegible] (۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹ء)
میں شیعیت کا آغاز کی سرخی کے تحت رقم طراز ہیں[2]

"جعفر [illegible] شاہ نے سندھ میں بالغ ہو کر ایک [illegible] خاتون سے نکاح کر لیا اور [illegible]

---

[1] دراسات اللبیب کو مولانا محمد عبدالرشید نعمانی نے ایڈٹ کیا ہے اس کے مقدمہ میں انہوں نے ملا محمد معین کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں اور ان کے افکار و معتقدات کا جائزہ لیا ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ دراسات اللبیب صفحہ ۱۰۲ (سندھی ادبی بورڈ، کراچی ۱۹۵۷ء)

[2] تاریخ اوچ از مولوی محمد حفیظ الرحمٰن صفحہ ۱۱۶ دہلی ۱۹۳۲ء

نے تاپور کے تاثیرات و صحبت سے مذہب شیعہ اختیار کر لیا اور ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء میں اپنے مریدوں کی مدد سے جماعت نے سادات اوچ میں وارد ہوا اور مخدوم ناصر الدین سادس کے لقب سے سجادہ نشین حاجات حضرت جلال ... اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت ابن گیا ... چند روزہ شاہ پہلا سجادہ نشین ... نے سندھ سے مسلک شیعہ لا کر اوچ اور ریاست بہاولپور میں رائج کیا۔"

چند فرلانگ کے فاصلے پر سہروردی بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ۷۸۵ھ / ۱۳۸۴ء کی خانقاہ کا یہ حال ہے اور اس کے سجادہ نشین اب اہل تشیع ہیں۔ بنگال اس معاملہ میں سب سے آگے تھا نظامت مرشد آباد کے بانی مرشد قلی خاں بھی شیعہ امیر تھے۔ اس کے بعد جب مرشد آباد پر علی وردی خاں کی بالادستی قائم ہوئی تو مرشد آباد اور عظیم آباد اس مذہب کے دو خاص مراکز قائم ہو گئے علی وردی خاں نے ان رجحانات کی اشاعت میں خاص حصہ لیا۔ ان کے زمانے میں فضلائے ایران جوق در جوق بنگال و بہار میں پہنچے اور حکومت کی سرپرستی میں اپنے عقائد و افکار کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہوئے۔ نواب علی وردی خاں مہابت جنگ خود بھی روزانہ بعد عصر ان ایرانی افاضل و اکابر کے ساتھ مجلس مذاکرہ منعقد کرتے اس مجلس میں سید الافاضل میر محمد علی فاضل، تقی قلی خاں، حکیم ہادی خاں، مرزا محمد حسین صفوی وغیرہ شریک ہوتے کتاب کافی مصنفہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی سے دو احادیث روزانہ پڑھی جاتیں اور میر محمد علی فاضل اس کی شرح کرتے تھے[1]

غلام حسین طباطبائی نے سیر المتاخرین کی ایک فصل میں ان افاضل ایران کا تفصیل سے ذکر کیا ہے[2] جو علی وردی خاں کے زمانے میں وارد بنگال و بہار ہوئے ان حضرات کی تبلیغ کا انداز بھی خوب تھا۔ غلام حسین طباطبائی مؤلف سیر المتاخرین کی نانی کے حقیقی چچا شاہ حیدری کربلائی حائری تھے وہ اپنے معتقدات میں بہت پختہ تھے[3]

وہ اپنے شیعی اعتقادات میں نہایت نڈر اور بہت بے پروا اور پختہ تھے	در تشیع بنہایت بے باک و در کمال استقلال بود

۱؎ ماخوذ ملاحظہ ہو سیرۃ المتاخرین از غلام حسین طباطبائی صفحہ ۶۰۹-۶۱۰ ۔ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء

۲؎ سیرۃ المتاخرین صفحہ ۶۱۵ - ۶۲۰ ۔ ۳؎ سیرۃ المتاخرین صفحہ ۶۱۳ -

Marfat.com

شاہ حیدر جب گوپامئو میں مقیم تھے وہاں کے ایک رئیس محمد غوث خاں بیمار ہوئے۔ ان کا …
کس طرح اپنے معتقدین کی تبلیغ کی ملاحظہ ہو[1]

محمد غوث خان آنجا بیمار	محمد غوث خاں وہاں بیمار تھے
شده بود بیماریش شدت یافته	اور بیماری نے شدت اختیار کی
از حیات خود امید بر کنده	زندگی کی امید منقطع ہو چکی تھی اس وقت
در آن وقت شاه حیدر را که	شاہ حیدر ان کو مذہبی …
در مبادیات مذهبش نفوذ داشت	سے نفرت تھی لیکن ان کی …
از جانب پس راضی و مسرور	سے وہ راضی خوش تھے، تو شاہ محمد غوث
بود بسر وقتش رسیده	خاں کے پاس گئے اور ان کے …
بشرط قبول مذهب تشیع	مذہب کے قبول کرنے کی شرط پر شفا
ضامن شفای او شد و	کی ضمانت دی اور انہوں نے قبول
او قبول نمود و شفا یافت و	کیا اور شفا پائی اور تندرست
ارادت کامل با شاه	ہوئے اور عقیدت مندوں کے …
حیدر بهم رسانید	شاہ حیدر کے معتقد ہوگئے اور
و اولاد مطیع و منقاد وی	بال بچوں سمیت ان کی تقلید
بود	کرنے لگے۔

اس کے بعد ہم اودھ کی حکومت کا جائزہ لیتے ہیں اس کی مدت قیام بھی زیادہ رہی اور اس کے حکمرانوں نے اپنے اپنے زمانہ اقتدار کی اشاعت میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ اس حکومت کے بانی برہان الملک سعادت خاں (م ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۹ء) ہیں جن کو پہلے مرشد قلی خاں، ناظم مرشد آباد کی سرپرستی حاصل رہی (۱۱۳۲ھ / ۱۷۲۰ء) میں اودھ کے مستقل صوبیدار ہوئے۔ برہان الملک کی پیشانی پر سب سے بڑا داغ یہ ہے کہ انہوں نے نادر شاہ کے ہاتھوں دہلی کو تباہ و برباد

[1] سیر المتاخرین صفحہ ۶۱۳ —

مولانا نجم الغنی خاں نے بھی متاخرین کے حوالے سے لکھتے ہیں[1]

"روز دیگر در دیں آرام گاہ دولت	دوسرے دن بادشاہ نے نظام الملک
میر بخشی گری بہ نظام الملک	نظام الملک کو میر بخشی کی خدمت
نظام الملک مرحمت فرمودند سعادت	دی حالانکہ سعادت علی خاں
خاں برہان الملک کہ امیدوار	برہان الملک اس کے امیدوار تھے
ایں خدمت بود از حد رنجیدہ خاطر	وہ نہایت رنجیدہ ہوگئے اور نادر شاہ
گشت و نادر شاہ را برفستن	کو دارالخلافہ دہلی آنے کی ترغیب
دارالخلافہ شاہجہان آباد ترغیب	دی اور اس طرح نمک حرامی کا
نمود و نمک حرامی ادا کرد و خزائن	حق ادا کردیا اور وہاں کے پوشیدہ
و دفائن آنجا گوش زد کرد"	خزانوں و دفینوں کی نشاندہی کی۔

مفتاح التواریخ میں بھی اس بات کی تصریح کی ہے۔

"بعد از گفتن او (برہان الملک)	اور ان ہی (برہان الملک) کے
نادر شاہ از میدان قتال کرنال	کہنے پر نادر شاہ کرنال کے میدان
بہ بہانہ ضیافت در قلعہ شاہجہان	جنگ سے دعوت کے بہانے دہلی
آباد داخل شدہ والا ارادہ	کے قلعے میں داخل ہوئے حالانکہ
نادر شاہ چنیں نبود چنانچہ	نادر شاہ کا ارادہ ایسا نہ تھا
تاریخ وفاتش بزیادت یک عدد	چنانچہ برہان الملک کی وفات
چنیں یافتہ اند کہ بے سعادت	کی تاریخ ایک حرف کے اضافے
نمک حرام مرد"	سے یہ بنی۔ کہ بے سعادت نمک حرام مُرد

برہان الملک کے بعد ان کے جانشین ان کے داماد ابو المنصور خاں صفدر جنگ (ن ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء) ہوئے

[1] تاریخ اودھ جلد اول از حکیم نجم الغنی ص۱۸ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء)

جنہوں نے دہلی کی مرکزی حکومت میں وزارت کا منصب حاصل کیا ہو یا اودھ کے [illegible]
کر رہا ہے تھے [illegible] مکمل [illegible] رہیلہ پٹھان تھے [illegible] شیعہ مذہب کی [illegible]
ان دونوں [illegible] ان کے آلہ دونوں کے آج کی طرح تشکیل دیا اور انہوں نے ان دونوں [illegible]
ریاستوں کو قائم کرنے میں ہوں [illegible] ان کی [illegible] خاں الدولہ اور [illegible]
الہ کے [illegible] دہلی [illegible] صفدر جنگ کے زمانے میں بہت سے ایرانی [illegible] حکومت
کے نظم و نسق میں ہاتھ بٹایا [illegible] غلام علی خاں لکھتے ہیں :-

"[illegible] ان صفدر جنگ کی سرکار میں سواران مغلیہ کئی ہزار تھے۔ لیکن اکثر ہندوستانی [illegible]
صفدر جنگ کا ادھر میلان [illegible] ایران کا سا ساماں [illegible] مربات زینت [illegible] تھے [illegible]
صاف ظاہر ہے [illegible] کی ملازمت کے لئے ایرانی لباس [illegible] ضروری تھے [illegible]
[illegible] معلوم نہیں کتنوں نے آبائی عقائد کو خیرباد کہا ہوگا۔ اختلاف مذہب کی وجہ سے [illegible]
میں سنی علماء و مشائخ کی بہت سی جاگیریں ضبط ہوگئیں۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی [illegible] [2]

و تا حدود ۱۱۳۰ھ ہنگامۂ علم	۱۱۳۰ھ سے زمانۂ علم و علما کا
و علما در کل زمین ا بلگرام	ہنگامہ [illegible] بلگرام کی [illegible]
گرمی داشت تا آنکہ برہان	میں گرم تھی یہاں تک [illegible] برہان الملک
الملک سعادت خان نیشاپوری	سعادت خاں نیشاپوری [illegible]
در آغاز جلوس محمد شاہ حاکم	کے ذات [illegible] آغاز [illegible] اودھ
اودھ شد و آخر بلاد [illegible]	کا حاکم ہو گیا اور آخر بڑے بڑے
صوبہ الہ آباد نیز داخل [illegible]	علاقے الہ آباد کے صوبے کے
پور و بنارس و غازی پور [illegible]	جون پور، بنارس، غازی پور [illegible]

[1] تاریخ اودھ [illegible] نجم الغنی [illegible] صفحہ ۲۹۰

[2] ماثر الامراء [illegible] غلام علی آزاد صفحہ ۲۲۲ [illegible]

Marfat.com

و مانک پور و کوڑہ جہاں آباد
دخیرہ باضمیمہ حکومت گردید و
دنی اہل و سیورلات خانوادہائے
قدیم و جدید یک قلم ضبط
شد و کار شرفا و نجبا ر بہ
پریشانی کشید و اضطرار مردم
آنجا از کسب علم باز داشتہ
و رواج تدریس و تحصیل بآں
درجہ نماند و مدارسے کہ از عہد
قدیم معدن علم و فضل بود یک
قلم خراب افتاد انجمن ہائے
ارباب کمال درہم برہم خورد
انا للہ و انا الیہ راجعون
و بعد ارتحال برہان الملک
نوبت حکومت بخواہر زادہ
او ابوالمنصور خاں صفدر جنگ
رسید وظائف و اقطاعات
بدستور زیر ضبط ماند و در
اواخر عہد محمد شاہ ۱۱۵۹ھ صوبہ
داری الہ آباد نیز صفدر جنگ
مقرر شد و تتمہ وظائف آں صوبہ

مانک پور، کوڑہ جہاں آباد کو حکومت
کا حصہ بنا لیا پرانے پرانے خاندانوں
کے وظیفے اور مراعات وغیرہ
یک قلم ضبط کر لیے، شریف و
نجیب خاندانی لوگوں کا حال خراب ہو
گیا اور اس پریشانی نے لوگوں کو
حصول علم سے باز رکھا اس لیے کہ
وہاں علم حاصل کرنے کا رواج و
آسانیاں پہلے کی طرح نہ رہیں اور وہ
مدارس جو پرانے زمانے سے علم و فن
کے معدن تھے ایک دم تباہ ہو گئے،
اہل کمال کی انجمنیں اکثر درہم برہم
ہو گئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ
رَاجِعُوْنَ برہان الملک کے مرنے
کے بعد حکومت ان کے بھانجے
ابوالمنصور خاں صفدر جنگ کو ملی
ان کے زمانے میں بھی وظیفے اور
جاگیریں بدستور ضبط رہیں ۱۱۵۹ھ
میں الہ آباد کی صوبہ داری بھی صفدر
جنگ کو ملی اور اس صوبے کے
تھوڑے بہت آخری وظائف جو

Marfat.com

زمانہ حال از آفت ضبط محفوظ — اب تک ضبط سے محفوظ [illegible]
ماندہ بود ضبط درآمد در [illegible] — یعنی ضبط کر لی گئیں [illegible]
جہاں داد [illegible] شاہ [illegible] جنگ — جہاں دار [illegible] زمانے میں [illegible]
بپایہ وزارت عالی صعود نمود — وزارت عالی [illegible] ترقی
[illegible] باب وکالت — پا گیا تو وہ [illegible]
[illegible] تا حین تحریر — ختم کرتا گیا [illegible] کتاب [illegible] کی
کتاب این دیار پایمال حوادث — تصنیف تک یہ حادثے زمانے کی
روزگار است" — حوادث کا شکار [illegible] ہے

جائیداد اور املاک کی واگزاری کے لئے بہت سے قدیم خاندانوں نے [illegible] دیا اس سلسلہ میں مآثر الکرام کے مقدمہ [illegible] کرتے ہیں[1]

"ایک بات تاریخی حیثیت سے اس تذکرہ میں خاص طور پر قابل یاد ہے کہ ان علماء و فضلاء بلگرام میں سے جن کا اس میں ذکر ہے [illegible] اہل تشیع میں سے نہیں [illegible] مذہب شیعہ نے وہاں بعد کے زمانے میں رواج پایا"

حقیقت یہ ہے کہ سادات بلگرام نے معاشی و معاشرتی مجبوریوں سے پہلے [illegible] کی اور آخر زمانے میں تو یہ رنگ بہت پختہ ہو گیا [illegible] کی تعزیہ داری نے [illegible] بلگرام [illegible] ایک محلہ میدان پورہ کی تعزیہ داری کا حال ملاحظہ ہو[2]

"۱۰ محرم کو گیارہ بجے تک کل محلہ میدان پورہ کے تعزیے جن کی [illegible] بنانے والوں کے ہے جو تعداد میں چوبیس، پچیس کے ہوتے [illegible] سفید تعزیہ کے گشت [illegible] شامل ہو کر کربلا جاتے مشہور تعزیوں میں بیٹوں کا تعزیہ، کنجڑوں کا تعزیہ، کرم میاں پیرزادہ کا

---

[1] مآثر الکرام جلد اول مقدمہ صفحہ ۱۴ ۔

[2] تاریخ خطہ پاک بلگرام از قاضی شریف الحسن بلگرامی ص ۲۵۸ (علی گڑھ ۱۹۶۱ء)

نذر پرواز نش۔ تعزیہ حیدری چوبند کے تعزیے تھے اس کے بعد پر قصابوں کا دو قصابوں، خیاطوں، معماران ہولیوں، نوربافوں، بجوروں کے تعزیے ہوا کرتے تھے اکثر شرکاء عزت ہوتے تھے اہل ہنود کے یہ لوگ تعزیے بناتے تھے اور شریک عزاداری ہوتے تھے ایشری شاہ بقال، ہیرالال جوہری، سوہن لال، گوکل، منو، جیسے بنیا، سوہن بقال ... قریب ۵ بجے دن کے جبکہ تعزیہ متصل مکان مولوی محمد عادل صاحب پہنچتا تو شیخ فدا حسین مذکور مرثیہ پڑھتے۔

فلک جب رن میں ہوا سبط رسول الثقلین

"خاں اپنے چیدہ بازؤں کے ساتھ بہت شان سے پڑھتے اس مرثیہ میں ہندی کے الفاظ کی تشبیہیں ہیں جو بہت درد انگیز اور بھلی معلوم ہوتی ہیں، اس مرثیے کے سننے کے واسطے تمام بگرام کے معززین اہل ہنود اور رحکام کمیل و تھانہ آتے تھے مجمع نہایت کثیر اور پُر رونق ہوتا تھا بجوم و ماتم کی وجہ سے مرثیہ خوان مشکل ایک دو بند سے زیادہ نہیں پڑھ سکتے تھے اس مرثیہ کا جواب بھی اہل ہنود ہی پڑھا کرتے تھے بعدہٗ واپسی تعزیہ از کربلا تمام بزرگوار و اہالیان محلہ امام باڑہ میں موجود ہو کر نذر امام علیہ السلام میں شریک ہوتے اور مجلس شربت کی ہوتی اور یہی مجالس سوم اور چہلم کو کربلا میں ہوا کرتی تھی"۔

اودھ اور روہیل کھنڈ میں تعزیہ داری کا یہ رنگ بھی نوابان اور شاہان اودھ کی ترغیب و تحریص اور ان کی سرپرستی کی وجہ سے پیدا ہوا، بلگرام کی تعزیہ داری کی جو تفصیل بیان ہوئی ہے نام و مقام کو چھوڑ کر کم و بیش روہیل کھنڈ کے شہر و قصبات میں بھی تعزیہ داری کا یہی انداز تھا۔ تقسیم ہندوستان سے قبل آنولہ، بدایوں، اوجھانی، بریلی، پیلی بھیت، رام پور اور امروہہ وغیرہ میں اسی زور و شور سے تعزیہ داری ہوتی تھی۔ آج کراچی میں تقسیم کے بعد سے تعزیہ داری کا رنگ اس سے بھی چوکھا ہو گیا ہے بات ذرا آگے بڑھ گئی ذکر تھا صفدر جنگ کے جائیدادوں کے ضبط کرانے کا۔ آئینہ اودھ کے مصنف مؤلف ابوالحسن مانکپوری لکھتے ہیں۔

"سادات موضع بتی، پرگنہ بہوہ دفتح پور خاص میں مقیم ہوئے مدت تک اولادان کی بہ مذہب آبائی کرا ہل سنت قائم رہی لیکن بعہد ریاست ابوالمنصور خان صفدر جنگ مذہب امامیہ اختیار

کرتے رہے[1]

مولانا سید محمد حسین تاتی ساکن بہرائچ کے دادا سر غلام محمد و غلام رسول نانی رہے۔ یہ معاصر تھے نواب شجاع الدولہ بہادر کے بعد شکست بکسر کے جب صاحبان عالی گورنمنٹ انگلشیہ سے ہوا نواب مدت اللہ کرنے کی خدمت فی معافیات صوبہ اودھ نا صادر کیا یہ دونوں بھائی یہ حکم بھائی محمد علی بہ تبدیل مذہب آبائی اہل سنت پابند مذہب امامیہ ہو گئے[2]

صفدر جنگ کے بعد شجاع الدولہ (۱۱۸۸ھ/۱۷۷۵ء) اودھ کے حکمراں بنے جو اپنی مذہبی پابندی میں اپنے والد بزرگوار کے سختی سے پابند رہے بلکہ ان کے زمانے میں یہ پودا اور بھی برگ و بار لایا۔ انہوں نے فرخ آباد بنگش اور روہیل کھنڈ کے روہیلہ حکمرانوں کا پوری طور سے استیصال کیا۔ احمد خاں بنگش کے صاحبزادے نواب دلیر ہمت خاں مظفر جنگ (م ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء) کے زمانے میں ۱۷۷۲-۷۳ء میں ریاست فرخ آباد شجاع الدولہ کے ماتحت ہو گئی اور ۱۷۷۲ء میں نواب مظفر جنگ نے باقاعدہ شیعہ مسلک اختیار کر لیا۔ لوح تاریخ (تصنیف ۱۲۵۵ھ) کے مؤلف منور علی خاں لکھتے ہیں[3]

"کول (علی گڑھ) کی راہ میں ایک قصبہ جلالی ہے کہ سید اس میں رہتے ہیں وہاں محرم کا چاند دکھائی دیا تب نواب شجاع الدولہ نے وہیں قیام کیا اور تعزیہ داری وہیں کی۔ امام باڑہ کپڑے کا کھڑا کیا گیا اور چاندی کے تعزیے رکھے گئے جو امیروں کے ہمراہ سفر میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ نواب مظفر جنگ اس مقام پر شیعہ ہوئے"

شجاع الدولہ نے جلالی میں ایک صاحب حکیم خیرات علی کے امام باڑے کے لئے چار گاؤں مال پور، کمال پور، نور پور اور نزدلی معاف کئے[4]

---

[1] آئینہ اودھ از ابوالحسن مانک پوری صفحہ ۱۱۹ (مطبع نظامی کانپور ۱۸۸۰ء)

[2] آئینہ اودھ صفحہ ۱۵۵۔

[3] لوح تاریخ از منور علی خاں ورق ۲۰۱ (قلمی، سال کتابت ۱۲۷۳ھ) (مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری، علی گڑھ)

[4] حیات حافظ رحمت خاں از سید الطاف علی بریلوی صفحہ ۳۵۹ (طبع ثانی، کراچی ۱۹۶۳ء)

۱۷۷۴ء میں شجاع الدولہ نے انگریزوں کی مدد سے روہیلوں پر چڑھائی کر دی، روہیلہ سردار حافظ الملک حافظ رحمت اللہ خاں میراں پور کٹرہ کی جنگ میں شہید ہوئے، تمام ریاست روہیل کھنڈ پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہو گیا اور اس کی دیرینہ آرزو پوری ہو گئی۔ اہل روہیل کھنڈ کو سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا، شہر و قصبات بُری طرح تاراج کئے گئے، امرا و رؤسا اور علما و مشائخ کو سخت تکلیفیں اٹھانی پڑیں شعائر اسلامی کی اعلانیہ بے حرمتی کی گئی۔ شیو پرشاد کی کتاب فرح بخش کے حوالے سے نجم الغنی خاں لکھتے ہیں [1]

"مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں اور مقبروں میں تلنگے گوبر سے چوکا دیتے اور کھانا پکاتے ہیں۔ آنولہ نواب علی محمد خاں کے عہد میں دارالاسلام تھا اور نواب ممدوح نے بڑی کوشش کے ساتھ آبادی میں ترقی دی تھی قلعہ اور مسجدیں تعمیر کرائی تھیں آنولہ کی دینداری پر بلاد اسلام کو رشک تھا۔ شجاع الدولہ کی فتح کے بعد اس شہر کی یہ نوبت پہنچی کہ آخون محمد رحیم کی مسجد میں جو ایک مقدس اور متبرک شخص تھے رنڈیاں اور فاحشہ عورتیں رہنے لگیں اور اعلانیہ ان میں بیٹھ کر کسب کرانیں بدفعلی میں مشغول رہتیں ان سے کوئی یہ تعرض نہیں کرتا کہ تم مسلمانوں کے ایک مقدس مقام میں ایسا کیوں کرتی ہو۔"

شجاع الدولہ نے فتح روہیل کھنڈ کے سلسلہ میں مشہور حق گو صوفی، شیخ، پیرزادہ مدن کی جایداد ضبط کر لی اور ان کو قید کر دیا۔ قید ہی میں ان کا انتقال ہوا یہ وہی شاہ مدن ہیں جن کے متعلق مشہور ہے ؎

بڑھائی شیخ نے داڑھی اگرچہ سن کی سی
مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

ضبطی جایداد کے سلسلہ میں ہم عصر مورخ منشی فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی مرتب "رقعات" "رقعات جھمی نراین" لکھتے ہیں [2]

"بعد انقضائے مدت دہ سال ——— دس سال کی مدت گزرنے کے بعد

---

[1] تاریخ اودھ، جلد دوم از نجم الغنی خاں صفحہ ۲۷۱ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء)

[2] رقعات جھمی نراین مرتبہ منشی فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی صفحہ ۵ (مطبع جعفری کانپور ۱۲۷۵ھ)

Marfat.com

"ز صحبت شاہ مدن بجہات شتی
کہ اظہار آں موجب طول مقال
است از وزیر الممالک نواب
شجاع الدولہ بہادر برہم خورد
ودیہات جاگیر ایشاں کہ قریب
بہ محاصل یک لکھ روپیہ بود
بضبط سرکار دولت مدار
در آمد شاہ موصوف باین
بمرطبة شیخت وسیادت
محبوس زندان شدند"

شاہ مدن کی شہرت تمام اطراف
میں پھیلی جس کا یہاں بیان کرنا
موجب بات کو طول دینا ہے اور شاہ
مدن کی شہرت سے نواب شجاع الدولہ
برہم ہوئے اور ان کے گاؤں کی
جاگیریں جن کی آمدنی ایک لاکھ روپے تھی
سرکار دولت مدار کی ضبطی میں آگئے
اور شاہ مدن موصوف تمام شان و
شوکت مراتب سرداری کے ساتھ قید خانے
میں قید کر دیئے گئے۔

اس سلسلہ میں مزید تفصیل نامہ مظفری میں ملاحظہ ہو[1]

"شجاع الدولہ کے سالے نواب سالار جنگ جو بہو بیگم کے بھائی تھے وہ نہایت متعصب حاسد شخص تھے شاہ مدن صاحب کے احترام سے نہیں دل میں حسد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ کے دل میں شاہ صاحب کی برائیاں جماتے تھے شاہ صاحب حافظ الملک کے … کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے ارادت مند تھے بلکہ بعض … صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور ان کی جاگیر ضبط کر لی اور … پر اکتفا نہ کی بلکہ یہاں تک ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام میں اثاث البیت اور مستورات کے زیورات تک شاہ صاحب سے منگوا لئے اس کے چھ ماہ کے بعد شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب کے … اور حافظ الملک کے خون ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوش نصیب نہ ہونے دیا حافظ الملک کے قتل کرانے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب کے انتقال کے تین ماہ کے

[1] نامہ مظفری حصہ دوم از منشی محمد مظفر حسین خان صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱ مطبع مجتبائی لکھنؤ ۱۹۱۷ء

Marfat.com

بعد میں شباب میں ۴۵ برس کی عمر میں ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ کو شجاع الدولہ نے انتقال کیا۔"

شجاع الدولہ کے عہد کے دو واقعات کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ اس کے عہد میں اس زمانے کے دو نامور فاضل ملا عبد العلی بحر العلوم (م ۱۲۲۵ھ / ۱۸۲۰ء) اور ملا محمد حسن فرنگی محلی (م ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) اختلاف عقائد کی وجہ سے لکھنؤ سے خارج البلد کیے گئے، اور ان ہستیوں کو پھر کبھی اپنا وطن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ملا عبد العلی بحر العلوم نے ساری عمر شاہجہان پور، رام پور، بنگال اور مدراس میں غریب الوطنی میں گزاری اور مدراس ہی میں پیوند خاک ہوئے۔ ملا محمد حسن نے رام پور میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ لکھنؤ کی سرزمین ان افاضل پر فخر کرتی ہے مگر یہ حقیقت بھی ہے کہ اہلِ لکھنؤ اور حاکم لکھنؤ شجاع الدولہ نے ان کے ساتھ کیسا ننگِ انسانیت سلوک کیا۔ ع

آسمان را حق بود گر خوں ببارد بر زمین

ملا عبد العلی بحر العلوم کے سلسلہ میں مولانا فضل امام خیر آبادی لکھتے ہیں[1]

اور اس کے بعد کسی سبب کی بنا پر لکھنؤ سے نکل گئے اور کچھ عرصہ رام پور میں قیام کیا اور اس میں افاضہ کرتے رہے۔	"بعد ازاں بہ سببے از اسباب لکھنؤ برآمدہ چندے در رام پور ماند و آنجا بہ افادہ و افاضہ پرداختند"۔

مؤلف اغصان اربعہ اس سبب کی کسی قدر نشاندہی کرتے ہیں[2]

ملا عبد العلی بحر العلوم کے ابتدائی حالات میں ایک بڑا سانحہ اپنے وطن (لکھنؤ) میں پیش آیا جس کی وجہ سے انہوں نے وہاں رہنا مناسب نہیں سمجھا اگرچہ کہ عزیز و اقارب نے	"در اوائل حال او را ملا عبد العلی بحر العلوم، را سانحہ عظیمے در وطن پیش آمد، بہ سبب آں صورت قیام در آنجا مناسب ندیدہ، ہر چند اعانت و امداد

---

[1] تراجم الفضلاء از فضل امام خیر آبادی صفحہ ۱۲ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی ۱۹۵۶ء)

[2] اغصان الاربعہ للشجرۃ الطیبہ از ولی اللہ لکھنوی صفحات ۱۲۲ - ۱۲۳ (مطبع کارنامہ فرنگی محل لکھنؤ ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء)

از خویشاں وعزیزاں درخواست
آنہا ہم شریک او گشتند
لاکن گفتند کہ مایاں مدام در
خانہ نمی باشیم .... ملا مذکور فساد
ارباب شہر دیدہ قیام دریں
شہر نتوانست در ابی شاہجہان پور
گشت حاکم آنجا حافظ رحمت خاں
مرحوم آمدن فرزند مولانا نظام الدین
در ملک خود غنیمت دانست
بکمال اعزاز واکرام ادر گرفتہ وجہ
معقول برائے مصارف طلبہ علم
مقرر ساخت و نواب شاہجہاں پور
عبداللہ خاں مرحوم آمدہ اندرون
قلعہ در حویلی خود او را جا داد تا
حیات حافظ رحمت خاں مرحوم
ہماجا سکونت
داشت ۔

ان کو مدد دینے کی درخواست کی
لیکن انہوں نے کہا کہ ہم ہمیشہ
گھر میں نہیں رہ سکتے ۔ مذکورہ
ارباب شہر کے فساد کو دیکھ کر
وہاں قیام نہ رکھ سکے ۔ اور وہاں
سے شاہجہاں پور چلے گئے ۔ وہاں
کے حاکم حافظ رحمت خاں مرحوم
نے مولانا نظام الدین کے بیٹے کو
اپنے علاقے میں آنے کو غنیمت سمجھا
اور بڑے عزت واحترام کے ساتھ
ان کے طلبا کے اخراجات ومصارف
کے لئے معقول وظیفہ مقرر کر دیا
اور نواب شاہجہاں پور عبداللہ
خاں مرحوم نے نواگر اندرون قلعہ
اپنی حویلی میں ان کو جگہ دی ۔ اور
حافظ رحمت اللہ خاں مرحوم کی زندگی
تک وہ وہیں مقیم رہے ۔

واقعہ یہ تھا کہ بلگرام کا ایک رئیس نور الحسن خاں ملا بحر العلوم کے مدرسے کے پاس ان کے ایک عزیز مولوی محب اللہ کے مکان میں علاج کی غرض سے مقیم تھا محرم کا مہینہ آگیا اس رئیس نے وہاں تعزیہ منگوایا اس بات پر جھگڑا ہو گیا ، بحر العلوم کو جان کے لالے پڑ گئے انکو لکھنؤ چھوڑنا پڑا اور پھر کبھی وطن نصیب نہ ہوا ۔ ملا حسن بھی اسی نوع کے قضیے میں لکھنؤ سے نکالے گئے ، مؤلف اغصان الاربعہ لکھتے ہیں [1]

[1] اغصان الاربعہ ص ۸

Marfat.com

"بشرارت بعضے از حساد مفسدہ
عظیم در وطن رو دادہ کہ در
آں ہلاک خود را مشاہدہ ساخت
و طعام وطن ممکن ندانستہ راہی
روہیل کھنڈ شد و بقیہ عمر در
حمایت حکام آں ملک بسر بردہ
در رام پور وفات یافت"

بعض حاسدین نے وطن میں فساد
عظیم برپا کر رکھا تھا اور انہیں
اپنی ہلاکت کا خطرہ نظر آ رہا تھا
وطن میں آب و دانہ نہ دیکھ کر روہیل
کھنڈ چلے گئے اور باقی عمر اس
ملک کی حمایت میں بسر کی رام پور
میں وفات پائی۔

شجاع الدولہ کے بعد نواب آصف الدولہ (ن ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء) مسند نشین حکومت ہوئے چونکہ فتح روہیل کھنڈ کے بعد جلد ہی شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا تھا لہٰذا نظم و نسق کے قیام کی تمام پالیسی آصف الدولہ کو وضع کرنی پڑی، آصف الدولہ نے بڑی حد تک اپنے باپ اور دادا کی روایات کو برقرار رکھا، قدیم جاگیرداروں کی جاگیریں ضبط ہوئیں روہیلوں کے مرکزی مقامات کے محلات اور سرائیں ضبط ہو کر ان شیعہ عمال اور افسران کو ملیں جو آصف الدولہ کی طرف سے ان مقامات پر مقرر ہوئے آنولہ میں نواب علی محمد خاں کے قلعہ میں شیعہ سادات آباد کئے گئے، یہ لوگ ۱۹۴۷ء تک قلعہ کے ایک حصہ جو برجی میں قابض و دخیل رہے، تقسیم ہند کے بعد یہ تتر بتر ہو گئے، سید الطاف علی بریلوی لکھتے ہیں[1]۔

"شاہانِ اودھ کے عہدِ حکومت میں اہل تشیع حضرات کی مہذب و ذی علم آبادی کا کافی اضافہ ہوا۔ روہیل کھنڈ کے ہر ایک ضلع میں ہمارے ان بھائیوں کے مشہور خاندان آ کر سکونت پذیر ہو گئے اور حکومت کی جانب سے ان کو معقول زمینداریاں اور جاگیریں عطا کی گئیں، بریلی میں حسینی باغ، گزری کی مسجد اور آصف الدولہ کا کالا امام باڑہ وغیرہ اسی عہد کی مشہور یادگاریں ہیں"۔

محرم کے عزاداری کے سلسلہ میں بریلوی صاحب رقمطراز ہیں[2]

"سرزمین روہیل کھنڈ میں موجودہ زمانے کی سی دھوم دھام کی محرم داری جس میں باجے تاشے،

---

[1] حیات حافظ رحمت اللہ خاں (طبع دوم) صفحہ ۱۸۴

[2] حیات حافظ رحمت اللہ خاں (طبع دوم) صفحات ۳۳۵ - ۳۳۶ -

نوبت، علم، تخت، تعزیوں وغیرہ کے جلوس نکالے جاتے ہیں اس کا رد عملوں کے دور حکومت یا اس سے قبل کے زمانہ میں جہاں تک تحقیق کی گئی، وجود نہیں ملتا اس قسم کی تعزیہ داری کا سلسلہ بعد شہادت حافظ الملک والیان اودھ کے بست و ہفت سالہ عہد سلطنت میں شروع ہوا۔ کالا امام باڑہ تعمیر کردہ نواب آصف الدولہ اور بریلی میں شیعہ حضرات کی دوسری عمارتیں بھی اسی زمانے کی یادگار ہیں۔

بسولی میں نواب دوندے خاں کا تعمیر کردہ شیش محل تھا اس کی ایک پرانی محل سرا میں میر مشرف علی کو متیم کیا جو شجاع الدولہ کے زمانے میں ایران سے وارد لکھنو ہوئے تھے ان کی اولاد تقسیم ملک تک اس محل سرا میں رہتی تھی اور یہ حصہ حویلی سادات کہلاتا تھا اس خاندان کے آخری نمائندے سید محمود علی تھے قیام پاکستان کے بعد بسولی میں وہ فوت ہوئے اسی طرح اوجھیانی کا قلعہ جو نواب حیداللہ خاں ولد نواب علی محمد خاں کا تعمیر کردہ تھا وہ بھی شیعہ سادات کو ملا اسی خاندان کے آخری آدمی سید شید اعلی بن سید حمزہ علی تھے، آصف الدولہ کے زمانے میں اوجھیانی میں د خلہ سا ہو کارہ، ایک وسیع اور عالی شان امام باڑہ بھی بنا تھا نواب آصف الدولہ نے خادم حسین خاں متولی امام باڑہ کو چند گاؤں برائے امام باڑہ وقف کئے تھے اس امام باڑہ کی تمام عمارت ختم ہوئی صرف صدر دروازہ باقی ہے اس خاندان کے آخری آدمی مرزا صفدر حسین تھے جو کراچی میں اندھے ہو کر مرے انہوں نے امام باڑہ کی تمام موقوفہ جائداد موضع نا کھیڑا اور بیر پور (ضلع بدایوں) بیچ کر خرد برد کر دی تھی۔

غرض کہ آصف الدولہ کے دور میں روہیل کھنڈ میں اثنا عشری مسلک کی خوب نشر و اشاعت ہوئی حکومت کی طرف سے تحریص و ترغیب اور تنبیہ و تخویف کے حربے بھی استعمال کئے گئے۔ گزیٹیر مراد آباد کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو[1]

"اکبر کے عہد سے (نوابان) اودھ کے تسلط و حکومت کے ابتدائی زمانہ تک امروہہ کے تمام سید موخر الذکر مذہب (اہل سنت و جماعت) کے پابند تھے نوابان اودھ چونکہ بذات خود غالی شیعہ تھے اس لئے امروہہ کے بہت سے سیدوں نے اپنا قدیم مذہب[2] (شیعیت) پھر اختیار کر لیا اور

---

[1] گزیٹیر مراد آباد صفحہ ۱۸۴ (مطبوعہ الہ آباد ۱۹۱۱ء)

[2] گزیٹیر کا یہ بیان درست نہیں کہ ان کا قدیم مذہب شیعہ تھا بلکہ ان کا قدیم مذہب اہل سنت و جماعت تھا۔

Marfat.com

اس طرح تبدیل مذہب کرنے سے انہیں بہت سے دنیوی فوائد نیز صحرائی وسکنائی جائداد و املاک کے حصول کی صورت میں حاصل ہو گئے۔[1]

اس سلسلہ میں آل حسن بخشی مؤلف نخبۃ التواریخ کا بیان ملاحظہ ہو۔

"سید علی احمد در ابتدار مذہب	سید احمد علی شروع میں اہل سنت
قدیم اہل سنت و جماعت داشت	وجماعت کا مذہب رکھتے
چوں اور در ہم دیگر سادات	تھے چونکہ ان کو اور امروہہ
جاگیر داران امروہہ برائے استخلاص	کے دوسرے سادات کو جن کی
محال جاگیر ضبط کردہ نواب آصف	جاگیریں آصف الدولہ نے
الدولہ کہ درآں وقت متصرف	ضبط کرلی تھیں اور اس وقت
ایں ممالک بود اتفاقاً بہ لکھنؤ	ان کے قبضے میں اپنی جائداد
افتادہ چندگاہ آنجا اقامت	کو واگذار کرنے کے لئے اتفاقاً
اختیار کردند و صحبت ہائے	لکھنؤ آنا پڑا وہاں قیام کیا
شیعان آنجا کہ معاون کار آناں	اور وہاں کے شیعوں سے وہ ان
بودند، برداشتند، الصحبۃ مؤثرہ	کے معاون بنے اور بمصداق
مذہب تشیع اختیار کردند پیش ازو دریں	صحبت کا اثر بہت ہوتا ہے شیعہ مذہب
سلسلہ کسے متہم بہ شیعیت نہ شد"	اختیار کرلیا۔ اس سے پہلے وہ شیعہ نہ تھے

مولوی محب علی خاں عباسی مؤلف آئینہ عباسی اس مسلک کی اشاعت کا چشم دید حال اس طرح بیان کرتے ہیں[2]

"اس شہر (امروہہ) میں بعد سالار غازی کہ آٹھ سو برس ہوئے ہوں گے اہل اسلام سادات و شرفا بود و باش رکھتے ہیں۔ سب کا ایک مذہب اہل سنت و جماعت تھا جیسا کہ آثار و اطوار

---

[1] بحوالہ تاریخ امروہہ جلد اوّل از محمود احمد عباسی صفحہ ۲۶۹ (دہلی ۱۹۳۰ء)

[2] بحوالہ تاریخ امروہہ جلد اوّل صفحہ ۲۷۸۔

دعا نیز ان دخبار سے بخوبی ثابت ہے اب عرصہ ۵۰ برس سے بوجہ آنے مدار کی نواب وزیر کے دہی اس مذہب کا موجد ہندوستان میں ہے بمصداق الناس علی دین ملوکہم بعض باشندے بطمع نفسانی اپنے بزرگوں کا مذہب چھوڑ کر تشیع اختیار کیا اب ہمارے سلطنت اس مذہب کی ترقی ہوئی۔"

جنہوں نے نوابان اودھ کے مذہب کو قبول نہیں کیا ان کا کیا حشر ہوا اس کی داستانیں تاریخ میں موجود ہیں تذکرہ کاملان رام پور علی برادران (مولانا محمد علی و شوکت علی مرحومین) کی خاندان کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں۔[1]

"اودھ کے تسلط روہیل کھنڈ کے وقت امرا روہیلہ کے امرا نے تبدیل مذہب اور رسائی دربار کی بدولت اپنی جاگیروں کو قائم رکھا اس خاندان میں سے کوئی سلطنت اودھ کے دربار میں شریک نہیں ہوا اس لیے کثیر حصہ جائداد کا ضبط ہو گیا۔"

بدایوں میں حکومت اودھ کی طرف سے ۱۷۷۴ء میں خواجہ آفتاب خاں پہلا عامل مقرر ہوا اور اپنے پیش رو فتح خاں خانساماں (ف ۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۴ء) کی حویلی میں مقیم ہوا کیونکہ فتح خاں کا خاندان قید ہو کر الہ آباد پہنچ چکا تھا اسی زمانے سے بدایوں میں تعزیہ داری شروع ہوئی شیعہ حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تعزیہ داری کے جلوس حکام کی قیام گاہ محلہ حاجی ٹولہ (حسینی گلی) سے نکالے گئے خواجہ آفتاب کے بعد جو عاملوں میں خواجہ عین الدین، مہدی علی خاں، الماس علی خاں اور حسین علی خاں آئے[2] ان شیعہ حکام کے قیام کی غرض سے اس گلی سے خاص طور سے تعزیہ داری کے جلوس گذرنے شروع ہوئے اور ان کے قیام کی وجہ سے ہی اس گلی کا نام "حسینی" گلی پڑ گیا[3] خواجہ عین الدین اس مسلک میں بڑے غالی تھے[4]

"وہ ائمہ اطہار سے بے حد محبت رکھتا تھا یہ روایت مشہور ہے کہ عشرہ محرم میں معمول تھا کہ

---

[1] تذکرہ کاملان رام پور از حافظ احمد علی خاں صفحہ ۱۳۰ -

[2] تذکرۃ التواریخ و تاریخ بدایوں از مولوی عبد الحی صفا بدایونی صفحہ ۳۸-۳۹ مطبع مطلع العلوم مراد آباد ۱۸۷۹ء

[3] بدایوں کے اس تاریخی کوچہ "حسینی گلی" کی طرف ذرا اشارہ کرنا ضروری ہے۔ ۱۸۸۶ء و ۱۸۸۷ء میں مسٹر یمپ کلکٹر بدایوں کے زمانے میں عشرہ محرم اور دسہرہ ایک ساتھ پڑے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان بعض امور پر جھگڑا ہوا ہندو مانع تھے کہ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

عاشورے کو تمام مال (متاع و نقد و جنس) اور عمارات اور زن و مرد بلکہ اپنی ذات سمیت جناب سید الشہداء کے نام خیرات کر دیتا تھا اور پھر قرض ادھار سے زر نقد پہنچا کر مول لیتا تھا جس جگہ تعزیے دفن کے لئے جاتا تو امام باڑہ اور مسجد کی پہلے نیو ڈالتا۔

بدایوں میں اس مسلک کی ترویج و اشاعت کے متعلق مولوی محمد سلیمان بدایونی (ف ۱۹۶۲ء) اپنے ایک مقالہ "بدایوں کے اہل تشیع" میں لکھتے ہیں [1]

"صورت سنگھ نے بدایوں کا چارج لے کر اندازہ کیا کہ عوام کی تالیف قلوب عطیات سے کی جاوے اور علماء میں سے بھی انتخاب کر کے مخالفت کی آواز کو بالکل اٹھنے نہ دیا جائے چنانچہ اس کی نظر انتخاب مفتی محمد علی صدیقی حمیدی اور مولوی محمد علی عثمانی پر پڑی، مولوی صاحب (محمد علی عثمانی) نے موضع شادی پور تحصیل داتا گنج میں معافی کی اراضی لے کر سکوت اختیار کر لی۔

مفتی صاحب نے علاوہ ہدایا اور عطایا کے حکومت کا مذہب بھی اختیار کر لیا اور ان کی اولاد اس وقت تک شیعہ ہے۔ بہرحال مفتی جی کی ترویج شیعیت سے ان کے اکثر عم زادوں نے شیعیت اختیار کی۔ مفتی جی کے بیٹے مفتی مظفر علی نے "مروج الشیعہ فی البدایوں" لکھی ایک امام باڑہ تعمیر کرایا جو بڑا امام باڑہ کہلاتا ہے یہ میرے مکان کی شمالی حد تھی اس امام باڑے کے نام موضع خیرپور [2] تحصیل

اس محلہ ... تعزیے اور جلوس مسلمان ... جیسے کہ حسب معمول نکلنے چاہئیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ محلہ اور راستہ قطعاً ہندوؤں کی بستی ہے صرف ایک دو مکان مسلمانوں کے ... ایک مزار اس گلی میں ضرور واقع ہیں، اس جھگڑے کے موقع پر مسٹر نیل کمشنر روہیل کھنڈ کے معائنہ کے وقت مسلمانوں نے اس مزار کا فرضی نام "سید حسین شہید" رکھ کر اسی نام سے "حسینی گلی" منسوب کیا۔ تنقیح طلب یہ ہے کہ یہ محلہ پورا ہندوؤں کا ہے اس راستے سے مسلمانوں کے علم، تعزیے اور جلوس کیوں نکلے جبکہ دو محلے میں آباد نہیں شہر کے اور راستے ہو سکتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ اودھ کے شیعہ حکام کی وجہ سے تعزیہ داری کے جلوس اسی گلی سے نکلے اور اسی وجہ سے اس گلی کا نام "حسینی گلی" پڑا۔ [4] تاریخ اودھ جلد سوم ص ۱۵۲

[1] بدایوں کے اہل تشیع از مولوی محمد سلیمان بدایونی صفحہ ۶، سائیکلو اسٹائلڈ، کراچی ۱۹۶۹ء مملوکہ محمد ایوب قادری۔

[2] اس امام باڑے کے لئے خیرپور (ضلع بدایوں) میں ۲۱۴ ایکڑ اراضی وقف تھی، ملاحظہ ہو۔ بدایوں کی معافیات کا داخل نامہ مورخہ ۹ اگست ۱۸۷۵ء جاری شدہ صدر بورڈ آف ریونیو شمالی مغربی صوبہ، آگرہ (محمد ایوب قادری)

Marfat.com

بدایوں تھے۔ والی ملبہ نواب آصف الدولہ ہے۔

اسی زمانے میں بدایوں کے مشہور شاعر ظہور اللہ خاں نوا (ف ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء) والد مولوی علی بخش اللہ حمیدی نے بنی اثنا عشری مذہب اختیار کر لیا تھا۔ مدتوں لکھنؤ، حیدرآباد اور ایران کے درباروں میں رہے۔ ان کی درباروں کے اثر سے یہ مسلک اختیار کیا ہوگا۔ بدایوں میں ایک اور امام باڑہ (۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء) میں تعمیر ہوا۔ ضلع بدایوں کے قصبہ اسلام نگر میں بھی شیعہ سادات عہد آصفی کی یادگار ہیں۔ اسلام نگر میں ایک امام باڑہ بھی تھا۔ شیعہ سنی تعلقات کے سلسلہ میں مولوی محمد سلیمان بدایونی لکھتے ہیں[1]

"بدایوں میں شیعہ سنیوں میں اس وقت تک باہم دگر شادی و بیاہ ہوتے ہیں۔ مگر شیعہ لڑکیوں کی اولاد شیعہ ہوتی ہے اور اکثر سنی لڑکیاں اپنے خاوندوں کے مذہب پر شیعہ ہو جاتی ہیں۔ بدایوں شہر اور حدود میونسپلٹی کا کوئی سید شیعہ نہیں ہے جتنے بھی ہیں یا شیخ صدیقی ہیں نہ سید بلکہ علاوہ جعفری"

نواب امت اللہ ... نے ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء میں رامپور پر حملہ کر کے ریاست کا ایک حصہ ضبط کر لیا۔ اس واقعہ کی تہہ میں بھی مذہبی جذبہ کار فرما تھا۔ نواب فیض اللہ خاں کے انتقال کے بعد ان کے فرزند نواب محمد علی خاں مسند نشین ریاست ہوئے۔ چونکہ وہ ... لکھنؤ ... ترغیب سے ... شیعہ ... انہوں نے ... غلام محمد خاں ... مقرر کیا تھا۔ انگریزوں کی سازش سے کرنل ... الدولہ نے فوج کشی کی اور مقتول کے صاحبزادے احمد علی خاں کو مسند نشین کیا۔ اسی زمانے سے رامپور میں شیعیت کا زور ہوا اور نواب کلب علی خاں کو چھوڑ کر رامپور کے تمام نواب اثنا عشری ہوئے۔ نواب محمد سعید خاں کے زمانے میں شاندار امام باڑہ تیار ہوا۔

مارہرہ ضلع ایٹہ کا مشہور قصبہ ہے یہاں بزرگان دین کا ایک قدیم مشہور خاندان ہے جس میں نامی گرامی مشائخ گزرے ہیں۔ ان کا تعلق بلگرام کے سادات سے ہے۔ ان میں اثنا عشری مسلک کی تردید کے سلسلہ میں اسی خاندان کے ایک مورخ مولوی سید محمد میاں مارہروی لکھتے ہیں[2]

---

[1] بدایوں کے اہل تشیع صفحہ ۸۔

[2] خاندان برکات از مولوی سید محمد میاں صفحہ ۸۱ - ۸۲ (مطبوعہ حسنی پریس بریلی سنہ ۱۹۲۷ء)

Marfat.com

ہمارے اسلاف کرام اور ان کے اخلاف فی الحال سب بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے دین اسلام و مذہب اہل سنت و جماعت سے آراستہ و پیراستہ چلے آئے تھے اور اس دین متین و مذہب مہذب میں تعصب و تغلب کو مقبول و محمود جانتے اور مانتے اور بتاتے رہتے تھے اور اثر اودھ کی رافضی سلطنت کے قرب اور اثر سے بلگرام اور اس کے نواح کے مقامات میں رہنے والے بعض ہماری نسل کے منتسبین میں شیعیت کا دخل ایک عرصۂ کثیر و دراز سے ہو گیا تھا، جو بامتداد زمانہ بڑھتا رہا مگر بحمدہ تعالیٰ ہمارے اجداد کرام کے علم و فضل ظاہری و باطنی اور ان کی پختگی دین و مذہب و حفاظت شریعت نے ہمارے مارہرہ کی نسل میں اس ضلالت کو داخل نہ ہونے دیا جہاں تک معلوم ہوتا ہے اول جامیاں صاحب[1] لکھنؤ اور پورب کی صحبتوں سے اس طرف مائل ہوئے اور اب ان کی بارہ پشتہ کی نسل کی جو حالت ہے وہ میں اوپر بتا چکا ہوں اور حضرت سید شاہ آل حسین سچے میاں صاحب قدس سرہٗ کے بعد ان کے دوسرے بیٹے سید محمد تقی خاں صاحب سے ان کی نسل میں بھی شیعیت کی کچھ کچھ داغ بیل پڑنا شروع ہوئی اور اب فقیر کے علم میں اس نسل کا کوئی بھی ایسا نہیں جو شیعہ بتفاوت مراتب نہ ہو اور ہمارے حضرات کی صاحبزادیوں کی بھی جو نسل مارہرہ سے باہر گوات، بلگرام، باڑی ساندی وغیرہ میں ہے ان میں بھی ایک عرصے شیعیت گھس گئی ہے"

چونکہ آصف الدولہ کے دور میں علاقہ روہیل کھنڈ میں خاص طور سے اثنا عشری مسلک کی تبلیغ و اشاعت ہوئی اس لئے ہم نے اس کا قدرے تفصیلی جائزہ لیا ہے آصف الدولہ کو ان کے نائب سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خاں کی وجہ سے اس معاملہ میں خاصی دلچسپی تھی مولوی سید عبدالحی مصنف گل رعنا لکھتے ہیں[2]

"نواب آصف الدولہ کے زمانے کا یہ کارنامہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لہو و لعب میں مشغول ہونے کے ساتھ مذہب تشیع کی اشاعت میں انہوں نے دل سے کوشش کی ان کے نائب حسن رضا خاں بھی مذہبی آدمی تھے وہ بھی اس کوشش میں لگے رہتے تھے ان کی کوششوں سے ہزاروں

---

[1] جامیاں کا نام آل امام بن برکات ہے ۱۱۹۶ھ میں پیدا ہوئے ۸ رمضان ۱۲۴۸ھ میں فوت ہوئے تفصیل کے لئے دیکھئے خاندان برکات ۲۴-۲۵ - [2] گل رعنا از مولوی عبدالحی صفحہ ۱۶۲-۱۶۳ -

Marfat.com

نامہ ناسنی سے شیعہ ہو گئے اور ان کو جاگیریں ملیں در حقیقت شدید پرتا ثر رہے ان کی جاگیریں بادشاہان مغلیہ کے وقت سے چلی آتی تھیں ضبط کی گئیں۔

سید غلام علی نقوی مصنف عماد السعادت لکھتے ہیں[1]۔

" در بلاد ہندوستان نماز جمعہ و جماعت در اثنا	اثنا عشری شیعوں میں نماز جمعہ و
عشریان در لکھنو از حسن رضا	جماعت کی بنیاد حسن رضا
خان بود و جماعت در دیگر شہرے	خاں نے لکھنؤ میں رکھی ورنہ
از شہرہائے ہندوستان نماز	ہندوستان کے کسی دوسرے شہر
جمعہ و جماعت در مذہب	میں نماز جمعہ و جماعت امامیہ
امامیہ رائج نبود بلکہ کسے را	مذہب میں رائج نہ تھی بلکہ
گمان ایں ہم نبود کہ در ایران	کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی
و بلاد عرب نماز جماعت در	کہ ایران اور عرب کے شہروں میں
عشریان گزاردہ می شود۔	شیعوں میں نماز ادا کی جاتی ہے

سید کمال الدین حیدر شہیدی اس واقعہ کو قدرے تفصیل سے لکھتے ہیں[2]۔

" دوسرا امر خسارات دینی یہ ہوا کہ لکھنؤ میں مؤمنین برائے نام شیعہ تھے اور بنی عدم واقفیت سے اعمال عوام خلاف بھی کرتے تھے اس قدر ضروریات مذہب سے آگاہ نہ تھے اور بعض جو ز راہ علم سے واقف تھے طریقہ ہدایت پند و وعظ و جماعت نماز کی رو کس الاشہاد نہ کہہ سکتے تھے ہر چند اپنے ایمان میں کامل تھے یہ ترقی شریعت محمدی کی فقط مرزا حسن رضا خاں کی جہت سے ہوئی اتفاقاً اسی زمانے میں مرزا جوان بخت شاہزادے رفرزند شاہ عالم ثانی مہمان جناب عالی (آصف الدولہ) تھے کس واسطے کہ وہ سنی تھے پہلے نماز جمعہ جماعت میں جناب عالی

---

[1] عماد السعادت از سید غلام علی نقوی صفحہ ۱۳۷ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۶۴ء)

[2] قیصر التواریخ جلد اول ۱۱۳، ۱۱۴ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۶ء)

(آصف الدولہ) بھی شریک ہوئے جناب غفران مآب سید دلدار علی زیارت عتبات عالیات اور تحصیل کتب فقہ امامیہ اور اجازت جہاد (اجتہاد ؟) جناب میر سید علی صاحب طباطبائی نے کرائے تھے صائبین متقدسین جو اس زمانے میں صاحب احتیاط مشہور تھے ان کے صلاح و مشورے سے جناب غفران مآب کا جانا بھی عتبات عالیات کا ہوا تھا نظر باحتیاط امامت نماز اپنی گوارا نہ کی ان کے واسطے تجویز کی تھی وگرنہ جناب غفران مآب مرزا حسن خاں کے بیٹے کے معلم تھے غرض غفران مآب پیشوا و مقتدائے مؤمنین ہوئے چنانچہ ان کے فیضان صحبت سے بہت سے شیعہ نکلے بہت سے شاگرد رشید ہوئے جن کی تعلیم و تلقین سے اکثر جاہل ناواقف اپنے خیال خلاف سے باز آئے توفیق ہدایت پائی اور رواج درس و تدریس و تصانیف ہونے لگا اور رد و حفظ احکام مسائل اثنا عشریہ جاری ہوئے"۔

"صائبین و مقدسین" کی نشاندہی کرتے ہوئے سید عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں[۱]:

"شاہ اکبر علی چشتی مودودی کے مشورہ اور ملا محمد علی فیض آبادی کی تحریک سے نواب حسن رضا خاں نے جمعہ و جماعت قائم کر کے سب سے پہلے مولوی سید دلدار علی نصیر آبادی کے اقتدا میں ۱۳ رجب سنہ ۱۲۰۰ھ کو نماز ادا کی یہ پہلا دن ہے کہ وسط ہند میں شیعوں نے اپنا جمعہ و جماعت علیحدہ کر لیا نائب امام کی حیثیت سے مجتہدین کے ہاتھ میں زمام مذہب دی"۔

ملا محمد علی فیض آبادی کی مساعی جمیلہ کے سلسلہ میں مولوی مرزا محمد علی مؤلف نجوم السما لکھتے ہیں[۲]:

"وتیکہ جناب غفران مآب	جس وقت کہ غفران مآب نے ان شہروں
دراں بلاد بنائے اقامت جمعہ	میں نماز جمعہ قائم کرنے کی
و جماعت فرمودہ واشاعت شعائر	بنیاد رکھی اور شریعت کے طریقوں
شریعت نمودہ، باعث آں ملا	کو جاری کیا اس کا سبب
علی مذکور شد کہ بہ ترغیب و تحریص	ملا علی تھے کہ انہی کے کہنے سننے

---

[۱] گل رعنا صفحہ ۱۵۴ — [۲] نجوم السما از مرزا محمد علی صفحہ ۳۵۱ (مطبع جعفری لکھنؤ ۱۳۰۳ھ)

Marfat.com

و این امر خیر از نواب آصف	ہے یہ کارِ خیر نواب آصف الدولہ
الدولہ وزیرش نواب سرفراز	اور ان کے وزیر سرفراز الدولہ
الدولہ مرزا حسن رضا خان مرحوم	مرزا حسن رضا خان مرحوم و ملا
کہ از عقیدتمندانِ ملا علی بودند	علی کے عقیدتمندوں میں تھے ظہور
بظہور پیوست"	پذیر ہوا۔

ملا محمد علی فیض آبادی کی "ترغیب و تحریص" کے سلسلہ میں یہی مصنف رقمطراز ہے۔[1]

"و درین اثنا قدوۃ الافاضل و	اسی درمیان قدوۃ الافاضل فخر
فخر الاماجد والاماثل مقبول بارگاہ	الاماجد درگاہ خداوندی میں مقبول
الٰہ ملا محمد علی کشمیری ملقب بہ	محمد علی کشمیری جن کا لقب پادشاہ طلا
پادشاہ طلاب تراہ کہ در علم فقہ	ان کی قبر و نقشبندار کھے جو علم و فقہ
علم اشتہار برافروختہ و در فیض آباد	دین میں شہرت رکھتے تھے فیض آباد
رحل اقامت انداختہ بود در رسالہ	اقامت پذیر تھے ایک رسالہ نماز
در بیان فضیلت نماز جمعہ کہ	جمعہ کی فضیلت میں صحیح حدیثوں
از احادیث ماثورہ و حجت آن بادلہ	اور قانون شریعت سے ثابت
شرعیہ واضح است تالیف نمودہ	ہے تالیف کی اور نواب آصف الدولہ
و خطبہ آنرا بنام نامی جناب نواب	کے نام اس کا خطبہ مزین ہے
مرحوم آصف الدولہ مزین فرمودہ	اس میں پانچ باب تمام کئے
و در پنج باب مبوب گردانیدہ و	اور اس کے چوتھے باب
باب چہارم آنرا متضمن اسامی	میں تین نام جو ان کی تحقیق کی
سہ کس را کہ بر طبق تحقیق شان درین	بنا پر پیش نماز بننے کی

---

[1] نجوم السماء صفحہ ۳۴۷

بادِ قابلیت پیش نمازی داشتند
نوشتند باب پنجم را متضمن التماس
کہ بخدمت وزیر الممالک نواب
آصف الدولہ مرحوم کردہ و دراں
رسالہ مندرج ساختہ مرسل نمودہ"

قابلیت رکھتے تھے لکھے
اور پانچواں باب وزیر الممالک
نواب آصف الدولہ سے
التماس سے متعلق تھا رسالہ
خدمت کیا۔

ملا محمد علی فیض آبادی کے اس رسالہ کا خاطر خواہ اثر ہوا یہی مؤلف لکھتا ہے [1]

"سخن ملا علی در دل نواب مرحوم
آصف الدولہ استقرار یافت
و چناں تصمیم فرمود کہ ہر گاہ اتفاق
مراجعت جناب مولانا از وطن
بلدہ لکھنؤ افتد تکلیف گزاردن
نماز جماعت باں عالی جناب
نماید افتاد نواب جنت مکاں التماس
گزاردن نماز بجماعت فرمودہ
دریں باب مبالغہ از حد گزرانید"

ملا علی کی تجویز نواب آصف الدولہ
کے دل کو لگی اور پکا قصد کیا
کہ جب بھی جناب مولانا اپنے
وطن سے لکھنؤ آئیں نماز جماعت
ادا کرنے عالیجناب زحمت
فرمائیں۔ نواب جنت
مکان نے نماز کا حکم دیا
اور سختی سے عمل کیا۔

آصف الدولہ نے لکھنؤ میں دس لاکھ روپے کی لاگت سے ایک بڑا امام باڑہ تیار کرایا اور نجف اشرف میں دریائے فرات سے ایک نہر نکلوائی جس سے زوار کو پانی کی سہولت ہوئی آصفی دور کی سب سے اہم دریافت "درگاہ حضرت عباس" کا قیام ہے ایک شخص فقیرا نام نے ایک علم دریائے گومتی کے کنارے پوشیدہ دفن کر دیا اور مشہور یہ کیا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ "حضرت عباس کے ہاتھ میں جو علم معرکۂ کربلا میں تھا وہ فلاں مقام پر دفن ہے۔ تو اس کو نکال لے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ چند آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا تو علم نکلا رفتہ رفتہ اس بات کی شہرت

[1] نجوم السماء صفحہ ۳۴۹

ہوئی ضعیف الاعتقاد عوام منت مرادیں مانگنے گے اتفاق سے ایک روز نواب آصف الدولہ اپنے کسی خدمت گار سے خفا ہو گیا اور کہا کہ کل تیری ناک کٹوا دوں گا۔ وہ بھی بھاگا ہوا درگاہ عباس پر منت مانگنے پہنچ گیا۔ آصف الدولہ کو دوسرے دن یاد بھی نہ رہا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ مہربان ہو گیا ایک روز خادم نے باتوں باتوں میں نواب کو اپنی کا واقعہ یاد دلاتے ہوئے کہا "بعنایت خدا و بہ تصدق علم جناب عباس علیہ السلام" تقصیرات حضور ناک غلام کی بچ گئی۔ نواب آصف الدولہ نے علم کی کیفیت پوچھی، نواب آصف الدولہ نے فقیر کو بلا کر ایک ہزار روپیہ دیا۔ نجم الغنی خان لکھتے ہیں۔

"نواب آصف الدولہ ہزار جان و دل سے شہدائے کربلا کے جان نثار تھے اس علم کی زیارت کے لئے آئے گئے اور ایک گنبد اینٹوں کا وہاں تعمیر کر دیا یہ گنبد اور بھی موجب ترقی ہوا۔"

نواب آصف الدولہ کے سربرآرائے حکومت ہونے کے بعد ان کے بھائی سعادت علی خان عارف تھم ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء [illegible] کے صوبے داروں سے معزول ہو کر بنارس پہنچے تو سعادت علی خان نے منت کی کہ اگر آصف الدولہ کے بعد لکھنؤ کی حکومت مجھ کو ملی تو میں [illegible] وہاں درگاہ کو رونق دوں گا چنانچہ آصف الدولہ کے متبنیٰ وزیر علی خان کے علیحدہ ہونے کے بعد سعادت علی خان نواب وزیر بنے اور ان کی دلی مراد بر آئی۔ نواب سعادت علی خان نے درگاہ علم عباس کے گنبد کو طلائی کیا اور درگاہ کو وسعت دی۔ اس میں دو درجے زنانے اور مردانے قائم کئے اور وہاں کی رونق بہت بڑھ گئی۔ اس کے بعد غازی الدین حیدر کے زمانے میں نقار خانہ ہوا، نوبت اور گھڑیال رکھے گئے اندرون درگاہ دروازہ اور منبر چاندی کے بنائے گئے اور [illegible] سامان رکھا گیا۔ نصیر الدین حیدر کے وقت میں ملکہ زمانیہ نے درگاہ کا باورچی خانہ تعمیر کرایا[1] الغرض [illegible] درگاہیں قائم کر کے عوام کے لئے عقیدت کے آستانے فراہم کئے گئے[2]

---

[1] درگاہ علم حضرت عباس کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ اودھ از نجم الغنی خان جلد سوم صفحہ ۳۰۰، ۳۰۲، ۳۰۳

[2] ماہنامہ عارف" لاہور ستمبر ۱۹۶۲ء میں "رضاکار لاہور" مجریہ ۱۶ جولائی ۱۹۶۲ء سے ایک مضمون نقل ہوا ہے جس کا عنوان ہے "قافلہ بہوت لاہور میں" مضمون نگار کا نام حکیم خادم اسلم ہے جنہوں نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی صاحبزادی رقیہ زوجہ مسلم بن عقیل کی پانچ بیٹیوں کے ہمراہ واقعہ کربلا ۶۱ھ کے بعد ہندوستان آئیں اور لاہور میں "بیبیاں پاکدامناں" کی جو قبریں ہیں

(بقیہ اگلے صفحے پر)

Marfat.com

ہم نے اودھ کے پہلے چار حکمرانوں کے دور کا جائزہ لیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اثنا عشری مسلک کی اشاعت میں بھرپور کوشش کی آصف الدولہ کے زمانے میں اس مسلک کی سب سے زیادہ اشاعت ہوئی اس کے زمانے میں نظام حکومت تو بالکل ڈھیلا پڑ گیا۔ انگریزوں کی گرفت سخت سے سخت تر ہو گئی مگر اثنا عشری مسلک کی تنظیم کی بنیادیں خوب مضبوط ہو گئیں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں۔[1]

"نواب وزیر اودھ کے خاص محل کے ذاتی اثر نے اس (امامیہ مسلک) کو لکھنوی تمدن کا ایک نمایاں عنصر بنا دیا۔"

اسی زمانے میں دہلی میں ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیر الامرا (ف ۱۱۹۶ھ / ۱۸۸۲ء) شاہ عالم ثانی کی حکومت کے سیاہ و سپید کے مالک بنے ہوئے تھے ۱۷۷۲ء میں جب شاہ عالم ثانی دہلی آئے تو انگریزوں نے نجف خاں کو سپہ سالار فوج کی حیثیت سے بادشاہ کے ساتھ بھیجا امرا کی آپس کی کمزوری، انفاق اور دشمنی نے موقع دیا کہ وہ سب پر بازی لے گئے وہ اپنے عقائد میں نہایت متصلب اور متعصب تھے مرزا محمد علی مؤلف نجوم السما لکھتے ہیں۔[2]

"نواب نجف خاں مرحوم کہ سرآمد امرائے روزگار، او از شیعان ائمہ اطہار بود"	نواب نجف خاں جو اپنے عہد کے بڑے امرار میں سے تھے وہ شیعان ائمہ اطہار میں تھے۔

شیخ غلام ہمدانی مصحفی لکھتے ہیں۔[3]

"در عہد شاہ عالم بادشاہ کہ بہ سبب بودن امیر الامرار ذوالفقار	شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں امیر الامرار ذوالفقار الدولہ بہادر

وہ ان ہی خواتین کی ہیں مضمون میں کشف و کرامات اور افسانے کے سوا کچھ نہیں ہے تاریخ کا منہ چڑایا گیا ہے۔ حیرت تو ہمیں مدیر "عارف" عبدالرحمن شوق مصنف تاریخ اسلام پر ہے کہ انہوں نے اپنے موقر جریدہ میں کیسے نقل کر دیا، پیر غلام دستگیر نامی (ف ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) نے اس کی تردید فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ جلیلہ از پیر دستگیر نامی صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳ (لاہور ۱۹۶۰ء)

۱ لکھنؤ کا دبستان شاعری از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صفحہ ۲۸ (لاہور ۱۹۵۵ء) ۲ نجوم السما صفحہ ۳۵۲ —

۳ عقد ثریا از غلام ہمدانی مصحفی (مرتبہ مولوی عبدالحق) صفحہ ۵۵ (اورنگ آباد ۱۹۳۴ء)

الدولہ بہادر در دہلی علوی اہل	کی وجہ سے علوی شیعہ حضرات
تشیع بیشتر بود۔"	دلی میں بہت ہوئے۔

ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیر الامرا کا دس گیارہ سال تک دہلی میں استیلا اور غلبہ رہا ان کے زمانے میں ان کے مسلک کو بڑا فروغ اور سنیوں کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا مرزا مظہر جان جاناں لکھتے ہیں۔[1]

"حال مردم ایں شہر از روزیکہ	جس دن سے نجف خاں آئے اس
نجف خاں، است از شاہ	شہر میں امیر و غریب سب تباہ
تا گدا تباہ است"	حال ہیں۔

اکابر صحابۂ کرام مثل خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر حضرت مظہر جان جاناں جیسے شیخ کی موجودگی میں مرثیہ خواں تبرا کرتے تھے ملفوظات مظہری میں ہے[2]

"حضرت ایشان (مرزا مظہر	حضرت مرزا جان جاناں فرماتے تھے
جان جاناں) می فرمود کہ یک بار	کہ ایک دفعہ مجھ فقیر کا شیعہ مرثیہ
فقیر را بر جمع از مرثیہ خوانان	خوانوں کے مجمع کی طرف گذر ہوا
شیعی اتفاق گذر افتاد ناگاہ	اچانک ان میں سے ایک نے حضرت
یکے از آناں بے ادبی در جناب	عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	کی زبان کھولی، جس کے برداشت
کشود چو تاب تحمل و طاقت	کی قوت نہ رہی اور اختیار کی
ضبط آں نماند زمام اختیار	لگام ہاتھ سے جاتی رہی۔
از دست رفت۔"	

اس زمانے میں دہلی میں محرم کی مجالس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے عظام کے بعد حضرت

---

[1] کلمات طیبات (ملفوظات و مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں) مرتبہ ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی صفحہ ۵۷ (مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۰۹ھ)

[2] معمولات مظہریہ از مولوی نعیم اللہ بہرائچی صفحہ ۵۰ (مجتبائی نظامی کانپور، ۱۲۷۵ھ)

شاہ عبدالعزیز دہلوی پر تبرا ہوتا تھا[1] مرزا نجف خاں کے زمانے میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور و معروف بزرگ اور رجال شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی شہادت ہوئی حضرت مرزا نے اس دور میں شیعیت کے طوفان کو بڑی پامردی سے روکا تھا اور عقائد اہل سنت کی حکیمانہ انداز میں تبلیغ کی[2] مرزا صاحب کے مکتوبات اس پر شاہد ہیں[3]۔ ذوالفقار الدولہ نجف خان کے ایک لشکری فولاد خاں شیعہ[4] نے مرزا صاحب کو شہید کیا ایک ہم عصر تذکرہ نگار لکھتا ہے[5]

"در دورۂ نواب نجف خاں بہ سبب اختلاف مذہب از دست شخصے شیعہ بضرب طپانچہ رخصت شہادت یافت"

نواب نجف خاں کے عہد میں صرف مذہبی اختلاف کی وجہ ایک شیعہ کے ہاتھوں بندوق کی گولی سے شہید ہو گئے۔

ایک قریب العصر مورخ مولوی عبدالقادر رام پوری لکھتے ہیں[6]:

"جناب مرزا نواب نجف خاں کے ایک نادان شیعہ لشکری نے رات کے وقت آکر حضرت کو تنہا پاکر بندوق کی گولی مار دی اس شیعہ لشکری نے یہ کام مذہبی تعصب کی بنا پر کیا اس زخم نے مرزا مظہر جان جاناں کو ان کے بزرگوں کے پاس پہنچا دیا لکھتے ہیں کہ شاہ عالم

---

[1] اخبار زلمیں از سعادت یار خاں رنگین (مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق) صفحہ ۲۰ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۶۹ء) مرزا محمد رفیع سودا نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ہجو کی ہے۔ قصیدہ کا مطلع ہے ؎

رودِ چمن میں اگر جا کے غـزل خوانی تو بلبلیں ہوں مرے چہچہے کی دیوانی

تفصیل کے لئے دیکھئے "سودا" از شیخ چاند صفحہ ۲۵۵ (اورنگ آباد ۱۹۳۶ء)

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کلمات طیبات مرتبہ ابوالخیر محمد (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) و مقامات مظہری مرتبہ شاہ غلام علی مجددی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) و معمولات مظہریہ مرتبہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی (مطبع نظامی ۱۲۷۵ھ)

[3] آب حیات از شمس العلماء محمد حسین آزاد صفحہ ۱۴۴ (شیخ مبارک علی، لاہور)

[4] طبقات سخن از مبتلا میرٹھی بحوالہ مرزا مظہر جان جاناں اور ان کا اردو کلام صفحہ ۹۴

[5] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول صفحہ ۲۲۹ –

نے اس سانحہ کو سن کر انگریز ڈاکٹر کو معالجہ کے لئے تجویز فرمایا اور نجف خاں کو تاکید کی کہ ان کے قاتل کو پکڑ کر قصاص کے لیے حضور میں پیش کرے جناب مرزا نے اس حالت میں بادشاہ کو یہ مضمون لکھا۔

دست شیعہ کے زخم کا علاج عیسائی سے کرانا اپنے کی شکایت غیر سے ہے جس کو میں اچھا نہیں سمجھتا اور فقیر کا قاتل اگر گرفتار ہو جائے تو اس کو اس فقیر ہی کے حوالے کر دیں تاکہ بطریق معافی خود قصاص لے لوں۔[1]

علی ابراہیم نے گلزار ابراہیم میں لکھا ہے[2]

"گویند بہ سبب تعصب مذہب منع تعزیہ سید الشہدا علیہ السلام می نمود بدیں تہمت از دست یکے از ساکنان دہلی در سنہ یک ہزار و یک صد و نود و چہار ہجری کہ عمرش قریب صد بود کہ مقتول شد۔"

کہتے ہیں کہ مذہبی اختلاف اور سید الشہدا کے تعزیے کے منع کرنے کی وجہ سے دلی کے ایک باشندے کے ہاتھوں ۱۱۹۴ھ میں جس وقت آپ کی عمر سو کے قریب تھی قتل کر دیئے گئے۔

علی لطف اس سلسلہ میں کچھ مزید گوہر افشانی فرماتے ہیں۔[3]

"کہتے ہیں کہ ہفتہ روز عاشورہ کو لب بام پہ اپنے گھر میں سر راہ بیٹھے تھے۔ دو کوئی مزار روہیلوں کا بھی آیا تھا واسطے ان کی ملاقات کے ناگاہ گزر شدّوں کا ان کے زیر بام سے ہوا اس روہیلے نے کھڑے ہو کر سینہ زنی بھی کی اور موافقت اسلام سے ہوا اور مرزائے مذکور جس طرح بیٹھے تھے اسی طرح بیٹھے رہے بلکہ متبسم ہو کر فرمانے لگے کہ بارہ سو برس

---

[1] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اوّل صفحہ ۲۲۹

[2] گلشن ہند از مرزا علی لطف (تحشیہ و تصحیح از شبلی نعمانی و مقدمہ از مولوی عبدالحق) صفحہ ۲۱۶ (حیدر آباد دکن ۱۹۰۶ء)

[3] گلشن ہند صفحہ ۲۱۷ یہ تاریخ غلط ہے۔ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء کو یہ واقعہ ہوا۔

Marfat.com

جس مقدمہ کو ہو چکے ہوں ہر سال اسے زندہ کرنا کیا بدعت ہے اور لکڑیوں کو سلام و تسلیم کرنا نہایت عقل کی خفت ہے یہ گفتگو بجنسہ وہ لوگ جو علم اور رشدوں کے ساتھ تھے انہوں نے سُنی اور تعصب کی مرزائے مذکور کے امام باڑوں میں اور محفلوں میں دو تین شب گفتگو رہی آخر شب شہادت کو کہ عبارت شب چہاردہم عاشورہ سے ہے کوئی شخص ان کے دروازہ پر آیا اور ان کو باہر بلوایا جب باہر آئے تو بے گفتگو ایک چوٹ طپنچے کی نذر کی اور کام ان کا پورا کر کے ناودہ راہ اپنے گھر کی لی۔

غرض نجف خاں کی امیر الامرائی میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں جیسے اجل شیخ دن دہاڑے قتل ہوگئے جن کے ہزاروں مرید و معتقدین، پاک و ہند میں پھیلے ہوئے تھے خود دہلی میں ان کا بڑا اثر و قبولِ عام تھا اور پھر اس ظلم صریح کی داد نہ فریاد۔

شاہ غلام علی دہلوی لکھتے ہیں[۱]

"نجف خاں کہ بر تغافلے او
مرتکب ایں امر (شہادت مرزا)
شدہ بود ند دوسے دراجرائے
حد تغافل کرد، عنقریب مرد
و اتباع او باہم مجادلات نمودہ
رخت حیات بربستند نشانے
از آں ظالماں پیدا نیست۔"

نجف خاں کی شہ سے یہ جرم ہوا
اور مرزا کی موت واقع ہوئی اس
نے اس جرم پر حد جاری کرنے
سے تغافل برتا وہ خود بھی مرا
اور اس کے متبعین میں باہم
فسادات ہوئے وہ مرے کہ ان
ظالموں کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے[۲] ؏

نجف خاں نماند و نجف خانیش — نہ افراسیاب و نہ ہمدانیش

---

[۱] مقاماتِ مظہری از شاہ غلام علی دہلوی صفحہ ۶۲ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ)

[۲] معمولاتِ مظہریہ از محمد نعیم اللہ بہرائچی صفحہ ۱۴۲ (مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ)

Marfat.com

نہ شکر ماند و مرزا شفیع! شود حاکم تو بفضل ربیع

"نہ نجف خاں رہا اور نہ اس کی نجف خانی (ظالمیت) نہ افسر اسباب باقی رہا اور اس کے بھرّے دور ہو گئے۔ نہ فوج رہ گئی اور یہ بہار میں مرزا شفیع کی حکومت ہو گئی۔"

خود شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان کو نجف خاں کے زمانے میں شدائد و مصائب اختیار کرنے پڑے اس کا سبب شاہ صاحب کا شیعیت کے خلاف قلمی و لسانی جہاد میں حصہ لینا تھا شاہ صاحب کی جائداد اور املاک ضبط ہوئی اور وہ شہر دہلی سے نکالے گئے۔ مؤلف مناقب فخریہ کا بیان ہے[1]

"فرزندان شاہ ولی اللہ — شاہ ولی اللہ مرحوم مغفور کے فرزند
مغفور درانچہ متصدیان سلطانی — شاہی عمائد میں تھے حویلی ذاتی
حویلی علیحدہ ساختہ و حویلی را — تھی جو ضبط کر لی گئی تھی
بضبط آوردہ بودند"

امیر الروایات میں ہے[2]

"(نجف خاں) نے شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین کو اپنے قلمرو سے نکال دیا تھا اور یہ ہر دو صاحبان مع زنانوں کے شاہدرہ تک پیدل گئے تھے اس کے بعد مولانا فخر الدین صاحب کی سعی سے زنانوں کو تو سواری مل گئی تھی اور وہ پھاٹ رد نہ ہو گئے تھے مگر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز صاحب کو سواری نہ ملی تھی اور شاہ رفیع الدین صاحب پیدل لکھنؤ چلے گئے تھے ———— اور شاہ عبدالعزیز صاحب

---

[1] مناقب فخریہ از غازی الدین خاں نظام صفحہ ۱۶ (مطبع احمد دہلی ۱۳۱۵ھ)

[2] حکایات اولیا مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۴۲ (مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء)

شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین دہلوی کا دہلی سے نکالا جانا اور کسی تاریخی ماخذ یا ہم عصر لٹریچر میں نظر سے نہیں گزرا۔ پھر دہلی سے لکھنؤ یا جونپور جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ وہاں بھی نوابان اودھ کی حکومت تھی اگر جاتے تو روہیل کھنڈ (رام پور) وغیرہ جاتے اور پھر لکھنؤ یا جونپور کے اس دور کے کسی شخص نے ان بزرگوں کی آمد کا ذکر نہیں کیا ہے۔

Marfat.com

پیدل جونپور چلے گئے تھے کیونکہ ان دونوں بھائیوں کو نہ سوار ہونیکا حکم تھا اور نہ ساتھ رہنے کا۔"

اگرچہ یہ روایت قدرے مبالغہ آمیز ہے مگر ضبطی جائداد کا واقعہ صحیح ہے کیونکہ جائداد کے متعلق تحریری حوالہ ملتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی نے ۳۰ جون ۱۸۰۶ء کو ایک درخواست رزیڈنٹ دہلی کے توسط سے سیکریٹری پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ کو دی تھی کہ دہلی میں ان کی جائداد ضبط ہو چکی ہے وہ واگذشت کی جائے[1] اس درخواست کو قابلِ اعتنا سمجھا گیا چنانچہ کیفیت کے خانہ میں درج ہے۔

The Resident, Delhi forwards copy and letter from the Superintendent of the Assigned Territory and recommends that the land in Haveli Palam formerly owned by Maulvi Shah Abdul Aziz be restored to him.

شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ درخواست منظور ہو گئی اور ۱۰ جولائی ۱۸۰۶ء سیکریٹری پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ کی طرف سے رزیڈنٹ کو اطلاع دی گئی کہ گورنمنٹ شاہ عبدالعزیز کی جائداد واگزاشت ہونے کی تجویز منظور کرتی ہے[1] معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہ عبدالعزیز صاحب کو دہلی میں دوبارہ رہنے کی اجازت مل گئی تو وہ پرانی دہلی (کوچہ انبیاء) اور پھر حویلی خاں دوراں خاں. (کلاں محل) میں مقیم رہے چنانچہ پرانی دہلی کے قیام میں بھی شیعہ حضرات کی طرف سے ایذا رسانی کا سلسلہ جاری رہا۔[2] پھر مکانات واگذاشت ہو گئے ہوں گے اور صحرائی جائداد باقی رہ گئی ہو گی جو انگریزی حکومت کے قیام کے بعد واگزاشت ہوئی۔ مگر ان شدائد و مصائب کے باوجود شاہ عبدالعزیز نے اپنے تبلیغی اور اصلاحی مشن کو جاری

---

[1] جائداد اور اس کی واگذاشت ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو "پریس لسٹ آف اولڈ ریکارڈس ان دی پنجاب سیکرٹریٹ" جلد اوّل (دہلی رزیڈنسی ۱۸۰۶ء–۱۸۵۷ء) (لاہور ۱۹۱۱ء) ممکن ہے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ اصل درخواست لاہور کے ریکارڈ آفس میں موجود ہو۔

[2] ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبدالعزیز (ترجمہ مفتی انتظام اللہ شہابی، مولوی محمد علی) صفحہ ۵۵، ۱۱۲، ۱۱۶ (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز، کراچی ۱۹۶۰ء)

رکھا ملفوظات عزیزی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا:[1]

"غازی الدین حیدر جو منصب دعا گر مجھے طلب کرے تو میں جلت کو تیار ہوں بشرطیکہ تعرض نہ کرے انشاء اللہ خاتمت جن کو بڑی ہدایت ہوگی اور میں اپنی تقریروں میں مناسب تبدیلی کر کے ان کو مفید بنادوں گا ورنہ نمازی تقریریں کروں گا جو عوام میں مقبول ہوں گی اور لوگ فریفتہ ہوں گے۔"

اس زمانے میں شیعیت کے فروغ کے ساتھ "تفضیلیت" کا بھی باقاعدہ پرچار ہوا بلکہ شیعیت کا پہلا زینہ تفضیلیت ہی ہے یہ لوگ حضرت علیؓ کو شیخین السیدین حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر من حیث وجوہ فضیلت دیتے ہیں۔ پنجتن پاک اور چہاردہ معصوم کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ائمہ طاہرین کا ماتم بصورت اور محرم میں عزاداری کرتے ہیں۔ متصوفین کے ذریعے تفضیلیت کی تبلیغ واشاعت ہوتی ہے۔ اکبر کے زمانے کے مشہور صوفی شیخ میر عبدالواحد بلگرامی (۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۸ء) نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف سبع سنابل کا پہلا سنبلہ (باب) تفضیلی عقائد اور مفضلہ سادات ہی کے رد میں لکھا ہے شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں تفضیلی عقائد کی نشرو اشاعت میں حضرت شاہ فخرالدین دہلوی (م ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) نے سب سے زیادہ حصہ لیا۔ وہ باقاعدہ شیعہ حضرات کو بیعت کرتے اور ہاتھ جاتے ایک روپیہ نذر کرتے اور پانی کی سبیل لگاتے بلکہ شیعہ لوگ ان کو شیعہ اور سنی ان کو سنی سمجھتے تھے۔[2] ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز نے شیعوں کے بیعت کرنے پر شاہ فخر صاحب پر اعتراض کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ شیعہ اس سے (بیعت کرنے سے) سب وشتم اور تبرا سے باز آجاتے ہیں۔[3] اگرچہ یہ بات کسی حد تک درست ہو لیکن شیعوں کے دوسرے معتقدات کی اشاعت بھی عام سنیوں میں اسی اختلاط کی وجہ سے ہوئی اور عوام اہل سنت میں پنجتن پاک، ائمہ معصومین، چہاردہ معصومین، بارہ امام، امام ضامن، بی بی کی صحنک اور دوسرے شیعہ معتقدات و معمولات نے جڑ پکڑی اور پھر اس کا نقطۂ عروج مراسم محرم اور تعزیہ داری کی شکل میں ظاہر ہوا۔ حضرت شاہ فخر دہلویؒ کے خلیفہ شاہ نیاز احمد بریلوی (م ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء) روہیل کھنڈ میں تفضیلی عقائد کے سب سے بڑے مبلغ ہیں ان کے افکار سمجھنے کے لئے صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔[4]

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۱۱، [2] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۲۱، [3] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۹۷

[4] راز دنیا حصہ اوّل حالات و ملفوظات شاہ نیاز احمد بریلوی، مرتبہ نصیر الزماں خاں صفحہ ۶۹، نظامی پریس بدایوں سال طباعت ندارد۔

"ایک روز ایسا ہوا کہ آپ وقت معین پر خانقاہ میں تشریف نہیں لائے ظہر کا وقت گزر گیا اور عصر کا وقت قریب آگیا اس وقت خادمان و غلامان موجود خانقاہ اس خلاف معمول امر سے سخت پریشان ہوئے اور زنانہ مکان کی ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر سبب عدم تشریف آوری کا دریافت کرنے گئے آپ نے فرمایا کہ میرے خانقاہ نہ آنے کا یہ باعث ہے کہ تم خانقاہ میں ایسی کتاب لائے ہو جس میں مولا علی کی شان میں طریق گستاخانہ کا استعمال کیا ہے اس کتاب کو ہماری خانقاہ سے باہر کرو جب خانقاہ میں آئیں گے یہ سن کر حاضرین میں سے ایک صاحب نے معذرت کی کہ فی الحقیقت یہ خطا مجھ سے ہوئی ہے۔ آج دوپہر کو میں ایک دوست سے کتاب تحفہ اثنا عشریہ پڑھنے کے لئے خانقاہ میں لے آیا تھا اب فوراً کتاب واپس کرتا ہوں غرض جب کتاب خانقاہ سے چلی گئی۔ تب حضرت خانقاہ میں تشریف لائے کتاب تحفہ اثنا عشریہ درحقیقت تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ہے اگرچہ انہوں نے اس کو اپنے ایک شاگرد کے نام سے شائع کیا۔"

اس کے بعد مولف راز و نیاز نصیر الدین صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی مزید تخفیف، تنقیص بلکہ تبرا کیا ہے[1] اسی کے قریب زمانے میں حضرت شاہ دلدار علی مذاق بدایونی (م ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء) مشہور تفضیلی بزرگ گذرے ہیں۔[2] انہوں نے ردبیل کھنڈ میں سب سے پہلے علی کرم اللہ وجہہ کا میلاد شریف "میلاد مصطفوی و مرتضوی" لکھا اور مروج کیا اسی طرح حضرت علیؓ کا ایک سہرا لکھا جو اکثر شادی کے موقع پر گایا جاتا ہے اس سہرے کا پہلا شعر ہے ؎

علی نوشہ بنا سہرا بندھا مشکل کشائی کا

ملا خلعت نبی سے خلق کی حاجت روائی کا

اودھ میں تفضیلیت کی اشاعت تکیۂ کاکوری کے مشہور قلندریہ مشائخ کے ذریعہ ہوئی انہوں نے یہ

---

[1] راز و نیاز (حصہ اول) صفحہ ۶۹ - ۷۰ ، [2] شاہ دلدار علی مذاق کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرۃ الواصلین از رضی الدین بدایونی صفحہ ۲۶۲ - ۲۶۴ (نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء)

Marfat.com

نمو داتی بلند آہنگی سے جھونکا کہ جس کی صدائے بازگشت آج تک سنائی دیتی ہے۔ اضلاع سہارنپور، میرٹھ، مظفر نگر اور بلند شہر میں بھی تفضیلی عقائد تیزی سے پھیلے ان میں بعض تو شیعہ ہو گئے[1] دیو بند میں تو تمام شیخ عثمانی، تفضیلی تھے[2] نانوتہ کے صدیقی شیخ زادگان میں شیخ مفضل حسین بن شیخ علی محمد شیعہ ہو گئے تھے[3] شیعہ اور سُنی حضرات میں آپس میں شادی بیاہ ہوتے تھے مولانا محمد قاسم نانوتوی کہتے ہیں[4]

"بنواحے کہ زاد و بوم احقر است شیعیان وسنیاں چناں مخلوط اند کہ رشتہ روابط قرابت طرفین را بطرفین محکم ومستحکم است"	وہ علاقہ جو میری جنم بھومی اور وطن ہے وہاں شیعوں اور سنیوں میں بڑا خلط ملط ہے قرابت و رشتہ داری باہم مضبوط و مستحکم ہیں

دیو بند کے ایک عثمانی شیخ زادے شیخ احمد بن مولوی محمد وجیہہ الدین عثمانی نے تفضیلیت کے بعد شیعہ مسلک اختیار کیا اور اس کی تبلیغ کیلئے ایک کتاب الوار الہدیٰ لکھی اس کتاب کے آغاز میں وہ خود لکھتے ہیں۔[5]

"خاکسار ذرۂ بے مقدار شیخ احمد بن جناب مولانا مولوی محمد وجیہہ الدین صاحب عثمانی ساکن دیو بند ضلع سہارن پور مضافات صوبہ دارالخلافہ شاہجہاں آباد خدمت ارباب تحقیق میں عرض کرتا ہے کہ سن شعور سے ازروئے عقیدۂ آبائی یہ عاجز متمسک طریقہ اہل سنت و جماعت کا تھا اور اس مذہب کے حق ہونے پر نہایت درجہ غلو رکھتا تھا اور فرقہ شیعہ سے بالخصوص ایک قسم کی نفرت تھی مگر خارج از مذہب ایک یہ عقیدہ کہ جناب علی مرتضیٰ جمیع صحابہ سے افضل ہیں درحقیقت در شہ پدری میں پہنچا تھا اور اگرچہ متمسکان طریقہ امامیہ سے ایک کاوش تھی لیکن اس عقیدہ پر نہایت مستقل طور سے

---

[1] حکایات اولیاء صفحہ ۱۸۱ ، [2] سوانح قاسمی جلد اول از مولانا مناظر احسن گیلانی صفحہ ۶۱

[3] سوانح قاسمی جلد اول صفحہ ۶۲ ، ۶۳

[4] فیوض قاسمیہ از مولانا محمد قاسم نانوتوی ۵ / ۶ (کتب خانہ اعزازیہ دیو بند سال طباعت ندارد)

[5] انوار الہدیٰ از شیخ احمد بن مولوی وجیہہ الدین عثمانی صفحہ ۲ (مطبع اثنا عشری دہلی ۱۳۰۹ھ)

قائم تھا اب اس عقیدہ کا نتیجہ کیا نکلا وہ ملاحظہ ہو۔[1]

"اب بالکل یقین اس بات کا ہو گیا کہ مذہب اہل سنت والجماعت کسی طرح مذہب حق نہیں ہے بلکہ مذہب امامیہ اثنا عشریہ برحق ہے اور معلوم ہوا کہ میاں جعفر زٹلی کا یہ قول صحیح ہے کہ
"السنی متمسک مذہب ناحق بزور مجادلہ"

حضرت شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں بعض مشہور مشائخ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے، اوپر ہم نے حضرت فخرالدین دہلوی اور شاہ نیاز احمد بریلوی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ یہاں ہم ایک واقعہ مجالس رنگین سے نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ پیری مریدی کے ذریعہ سے بھی اثنا عشری مسلک کس خوبی سے پروان چڑھا سعادت یار خاں رنگین لکھتے ہیں۔[2]

"سہارن پور کے قریب ایک اشرافوں کا شہر ہے اس کو منہاروں کا رام پور کہتے ہیں اس میں ایک جدی آدھے سنی آدھے شیعہ آباد ہیں مگر ہمیشہ ان سب میں باحث دین کے نزاع رہتی ہے پر ہر ایک اپنے مذہب سے دل شاد ہیں ہر گاہ فرقہ سنیوں کا کچھ لکھنؤ میں زیادتی شیعوں کی سنیوں پر سنتے ہیں تو باہم نہایت غم کرتے ہیں اور آزردہ ہوتے ہیں اور جب فرقہ شیعوں کا کچھ رام پور جو افغانوں کا ہے اس میں کچھ زیادتی سنیوں کی شیعوں پر سنتے ہیں تو باہم مل کر ماتم کرکے روتے ہیں، قصہ کوتاہ اب کی سال جو فرقہ شیعوں نے سنا کہ میاں صابر بخش پیرزادے نے امام باڑہ بنا کر تعزیہ داری اختیار کی اور پیر محمدی صاحب کو جو بڑے مشائخ سنیوں کے تھے انہوں نے محرم میں سر بازار بھس اڑا کر اور سینہ زنی اور ماتم کرکے اپنی ماتم داری اظہار کی تو انہوں نے کمال اس بات کی شادی کی کہ سبحان اللہ ایسے دو مشائخ زبردست گروہ سنیوں میں سے اس مذہب کو اچھا جان کر داخل ہو کر ظاہر ہوئے اور فرقہ سنی یہ سمجھ کر نہایت خوش ہوئے کہ الحمد للہ کہ جو چور ہم میں چھپے ہوتے لوگوں کو مرید کرکے گمراہ کرتے تھے ہم ان سے باہر ہوئے۔"

---

[1] الزار الہدیٰ صفحہ ۴ ۔

[2] اخبار رنگین صفحہ ۱۸۰،۱۷ ۔

Marfat.com

شاہ میر محمدی (ف ۱۲۱۰ھ / ۱۷۹۵ء) جو شاہ فخرالدین دہلوی کے خلیفہ تھے[1] اور بڑ... (ف ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء) چشتی صابری سلسلے کے دہلی کے مشہور بزرگ ہیں[2] حضرت شاہ فخرالدین دہلوی کے ایک مرید و خلیفہ مشہور شاعر مرزا قمرالدین منت (ف ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۳ء) تھے۔[3] انہوں نے کھلم کھلا شیعہ مسلک اختیار کر لیا تھا۔ قمرالدین منت کے متعلق مولوی عبدالقادر رامپوری لکھتے ہیں:

میر قمرالدین منت قبل ازیں شاہ عبدالعزیز صاحب کے عزیزوں میں سے ہیں اور یکتائے آفاق جناب مولوی فخرالدین اورنگ آبادی مولد دہلوی مسکن کے طالب تراد کے مرید ہوئے اور ایک عالم کے مرشد ہوئے ... قمرالدین منت نے کچھ مدت کے بعد لکھنؤ میں نواب حسن رضا خان اور حیدر بیگ خان کا تقرب حاصل کر لیا۔ اپنی تشیع کو ظاہر کیا اور مسلک مذہب اہل سنت سے پھر گیا۔ حیدر بیگ خان کی رفاقت میں کلکتہ گیا اور مر گیا۔[4]

قمرالدین منت شاہ ولی اللہ کے پروردہ یافتہ اور شاہ عبدالعزیز کے عزیز و شاگرد تھے[5] شاہ صاحب نے فن حدیث کی مشہور کتاب "عجالۂ نافعہ" ان ہی کے لئے قلم بند فرمائی۔[6]

تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی وغیرہ کے زور و شور کو دیکھ کر شاہ غلام علی مجددی (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء)

---

[1] میر محمدی بیدار کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ دیوان بیدار از جلیل احمد قدوائی صفحہ ۲ ... ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد ۱۹۳۶ء، مجموعۂ نغز از قدرت اللہ قاسم مرتبہ پروفیسر محمود شیرانی صفحہ ۱۱۰، ...

[2] ملاحظہ ہو علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) صفحہ ۲۶۲، ۲۶۳، آثار الصنادید صفحہ ۱۲۲ ...

[3] قمرالدین منت کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو (۱) علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱ (۲) تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ ... تاریخ ادبیات ... از ابواللیث صدیقی صفحہ ۱۲۹، ۲۲ (لاہور ۱۹۵۵ء) (۳) مجموعۂ نغز جلد دوم صفحہ ۲۱۵، ۱م فخرالطالبین (ملفوظات شاہ فخرالدین دہلوی مرتبہ نورالدین حسینی صفحہ ۱۹-۲۰ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ)

[4] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱ -

[5] قمرالدین منت کے شاگرد ہونے کا اشارہ ملفوظات عزیزی میں بھی ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبدالعزیز ۹۲

[6] عجالۂ نافعہ از شاہ عبدالعزیز دہلوی صفحہ ۲ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۸ھ)

اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں[1]

"درویشان این شہر اسماع	اس شہر کے ایسے افراد جو خود کو
نخوانند و تعویذ ہا می نویسند	درویش کہتے ہیں تعویذیں لکھتے
برائے تسخیر و رجوع خلق و	ہیں قوالی کرتے ہیں اور اس طرح
تفضیل جناب امیر المؤمنین	مخلوق کی تسخیر کئے ہوئے ہیں اور
علی مرتضی رضی اللہ عنہ بر خلفاء	جناب علی مرتضیٰؓ کی فضیلت تینوں
ثلثہ رضی اللہ تعالے عنہم می	خلفاءؓ رضی اللہ عنہم پر لاتے ہیں
نمایند و تعزیہ ہای سازند و	تعزیے بناتے ہیں مرثیے سنتے ہیں
مرثیہ ہا می شنوند و امر می کنند	اور دونوں کاموں کا دوسروں
باین دو کار و شنیدن طنبور و	کو حکم دیتے ہیں طبلہ و سارنگی سننے
سارنگی و بدعتہا طریقہ دارند"	کی بدعت کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں۔[2]

"تعزیہ ساختن و مرثیہ خواندن	تعزیے بنانا مرثیہ و قوالی کرنا اپنے
و تصویر پیش خود داشتن و	سامنے تصویر رکھنا، پیغمبر صلی اللہ
تراشیدہ نام قدم پیغمبر خدا	علیہ وسلم کے قدم مبارک کے
صلی اللہ علیہ وسلم بر آں نہادہ	نقش کو اس پر رکھنا مخلوق کو
خلق را سنگ پرست ساختن	بت پرست بنانا، داڑھی کترانا
و قصر ریش کردن، و نماز	نماز کی برکت، قیام، جلسہ کی
تبرک قومہ و جلسہ و طمانیت	طمانیت کو ضائع کرنا، کھیل کود

[1] مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی مرتبہ رؤف احمد مجددی صفحہ ۱۶۱ (لاہور ۱۳۷۱ھ)

[2] ایضاً صفحہ ۱۵۹ ـ

سماع نمودن واہو باد مرغ	مرغ بازی، ستار وطنبورے کا سننا
جنگا نیدن ونغمہ تار طنبور	جوگیوں کی بے ہودہ اعتقادات
واعمال جوگیاں وانواع اذکار	جو قدماء سے ثابت نہیں ہیں
کہ از قدما مروی نیست معمول	اس کو اپنا نا صحابہ کا طریقہ
داشتن طریقہ صحابہ نیست۔	نہیں۔

ایک اور خط میں لکھتے ہیں[1]

"شنیدن تار ونغمہ وتعزیہ باد	تار ونغمہ سننا، تعزیہ بنانا
مرثیہ ہا وصور تصاویر معاذ	مرثیہ خوانی کرنا، تصویر سازی
اللہ اکابر چشتیہ وقادریہ	اللہ کی پناہ بزرگان سلسلہ چشتیہ
رحمۃ اللہ علیہم ما مریداں را	قادریہ رحمۃ اللہ علیہم نے ہم مریدوں
بایں بدعتہا نفرمودہ اند"	کو اس بدعت کا حکم نہیں دیا۔

یہ حضرات بعض اوقات امام مسجد اور پیش نماز بن کر بھی جمہور اہل سنت کی مساجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے اور اس طرح اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ ایک مشہور شیعہ مشنری لقا حیدری بدایونی (۱۹۶۲ء) اپنی خودنوشت حالات میں لکھتے ہیں[2]

"رنگوں کی مجالس کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پہلے دن چاند صاحب (مہتمم مجالس) نے فرمایا کہ بنگالی مسجد کے امام چاہتے ہیں کہ آپ کی تقریر سے قبل کچھ بیان کریں میں نے منظور تو کر لیا لیکن یہ اندیشہ ہوا کہ اگر انہوں نے کچھ ہمارے عقیدے (شیعی مسلک) کے خلاف بیان کیا تو مجبوراً جواب دینا پڑے گا۔ بہرحال وہ جناب مجلس میں تشریف لائے ان کا حلیہ یہ تھا، بہت لانبی داڑھی، عبا و قبا و جبہ و دستار سے مزین لانبا عصا ہاتھ میں متعدد رنگ برنگ کی تسبیحیں گلے میں ڈالے۔ لوگ تعظیم کو کھڑے ہوئے میں نے بھی تعظیم کی دعا دی چند منٹ کے بعد منبر پر تشریف لے گئے، پہلے ایک فارسی قصیدہ حضرت امیر المومنین کی شان میں شمس تبریز یا کسی دوسرے نامی صوفی کا

[1] ایضاً صفحہ ۱۴۹۔ [2] سرگزشت از لقا علی حیدری صفحہ ۳۶، ۳۷ (کراچی ۱۹۶۳ء)

Marfat.com

پڑھا۔ پھر چند منٹ کچھ فضائل اہل بیت اور خاتمہ پر جناب علی اصغر کی شہادت بیان کی تقریر کے بعد کہنے لگے۔ میں تقریر کرنے نہیں آیا تھا صرف حیدری صاحب کا بیان سننے آیا ہوں، وہ منبر سے اترے اور میں نے ایک گھنٹے کے قریب فضائل و مصائب حضرات اہل بیت اطہار بیان کئے تو بے حد متاثر ہوئے ختم تقریر کے بعد مجھ سے گلے ملے اور میرے کان میں کہا " نجم الحسن[1] سے کہہ دینا کہ علی حسین ملا تھا"۔ جب میں نے لکھنؤ پہنچ کر قبلہ وکعبہ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا یہ مفتی صاحب اعلی اللہ مقامہ کے شاگرد ہیں"۔

اس دور میں جو غیر مسلم داخل اسلام ہوتے تھے وہ اثنا عشری مسلک کے متبع نظر آتے ہیں اس سلسلہ میں نو حسین تحیل فرید آبادی (ف ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء) اور مکند رام ندری لاہور کی مثالیں موجود ہیں کہ یہ دونوں نو مسلم شیعہ تھے اور اس مسلک کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہندو مصنفین بھی حمد و نعت کے بعد منقبت علیؑ یا ائمہ اطہار لکھنی ضروری سمجھتے۔ وقائع عالم شاہی کا مؤلف کنور پریم کشور فراقی لکھتا ہے[2]۔

"صلوات بے غایات و نیاز	بے انتہا درود و نیاز حضورؐ کے چچا
بے نہایات بر ابن عم و وصی	کے بیٹے اور ان کے وصی اعظم پر
اعظم او کہ مظہر العجائب و	جو مظہر العجائب اسد اللہ الغالب
اسد اللہ الغالب و صاحب	صاحب ذو الفقار اور جنت
ذو الفقار قسیم الجنۃ والنار است"۔	تقسیم کرنے والے کو سزاوار ہیں'

دیا شنکر نسیم مثنوی گلزار نسیم میں لکھتے ہیں۔

پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے۔

یعنی کہ مطیع پنج تن ہے۔

---

[1] نجم الحسن مشہور مجتہد و مہتمم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔

[2] وقائع عالم شاہی از کنور پریم کشور فراقی (مرتبہ امتیاز علی خاں عرشی صفحہ ۲۰ رام پور ۱۹۴۹ء)

Marfat.com

راجا رتن سنگھ زخمی (ف ۱۲۶۷ھ) نے ایک قصیدہ بند حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں ۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء میں لکھا۔ اس کے آخری بند کے تین شعر درج ذیل ہیں[1]

تاب درد و غم ندارد بیش ازیں زخمی دگر
زود رحمے کن بحالش اے شہ والا مقام
تابکے ایں درد غربت تابکے ایں رنج سفر
در بریلی باز کے بینم دل خود را بکام
بر تو شاہا صد سلام و بر تو شاہا صد درود
زخمی غم دیدہ را بہر خدا دریاب زود[2]

زخمی اب اس سے زیادہ درد و غم برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے شہ والا مقام حضرت علی!
میرے حال زار پر جلد رحم فرمائیے۔ کب تک سفر کی سختیاں برداشت کروں اور مارا مارا پھروں۔ اپنے وطن
بریلی میں کب اطمینان و سکون کی زندگی بسر کرنے میں کامیاب ہو سکوں گا۔

شہ والا آپ پر سیکڑوں درود و سلام
غمگین زخمی کی مدد کو جلد پہنچئے۔

اس دور میں امارت و وزارت، جاگیرداری و منصب داری کے عہدوں پر شیعہ حضرات فائز تھے اور
رفاہ معیشت بھی ان کو حاصل تھی اس لئے فریقین اہل سنت و اہل تشیع میں مناکحت و مصاہرت کے رشتے بھی ہوتے
تھے اور اس طرح بھی ان کے مسلک کی اشاعت ہوتی تھی قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) اپنے وصیت
نامہ میں ان امور کی طرف خاص طور سے نشان دہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔[3]

"از جملہ تقدیم مصلحت دینی دینی مصلحت کو دنیوی مصلحت

---

[1] قصیدہ بند حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے دیکھئے مصنف علی گڑھ بابت ماہ اپریل ۱۹۳۶ء۔
[2] بعض حضرات کا خیال ہے کہ فراقی اور زخمی مسلمان ہو گئے تھے اگر ایسا ہے تو وہ فراقی اور ... کے ... ہوں۔
[3] مجموعہ وصایا اربعہ مرتبہ محمد ایوب قادری صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹ (شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ ۱۹۶۴ء)

Marfat.com

بر فضلیت دنیوی اَنست کہ
در مناکحت دینداری کار منظور
دارد و چوں دریں زمانہ
دریں شہر مذہب روافض
بسیار شیوع یافتہ است و شرفا
بیشتر بر علو نسب یا رفاہ معیشت
نظر می دارند اول رعایت ایں
باید کرد دختر بکسے رافضی یا
متہم برفض اگرچہ صاحب
دولت عالی نسب باشد نباید
داد روز قیامت سوائے دین
و تقویٰ ہیچ بکار نخواہد آمد و
نسب را نخواہند پرسید"

پر فوقیت دینے کا طریقۂ کار یہ ہونا
چاہیئے کہ شادی بیاہ میں دینداری کو
مقدم سمجھا جائے چونکہ اس دور اور
اس شہر میں شیعی مذہب بہت
زیادہ پھیل گیا ہے اور شرفا زیادہ
تر عالی نسبی اور دولت و ثروت
کو دیکھتے ہیں، پہلی فوقیت اس
بات کو دینی چاہیئے کہ اپنی بیٹی کو
رافضی یا شیعیت کے قائل شخص کو
نہ دینی چاہیئے. وہ کتنا ہی عالی نسب
اور دولتمند کیوں نہ ہو، قیامت کے دن
تقویٰ کے علاوہ سب کچھ بیکار ہے
نسب کی کوئی پرسش نہ ہوگی۔

قاضی صاحب اپنی معرکۃ الآرا تصنیف السیف المسلول کے آغاز میں "مذہب روافض بسیار شیوع یافتہ است" کی تشریح اس طرح کرتے ہیں[1]۔

"روافض خصوصاً اثنا عشریہ
و زیدیہ دریں وقت و
دیار مذہب اثنا عشریہ ظہورے
پیدا کردہ و بسبب جہل و حمق
اکثر اہل زماں خصوص بعض

رافضیوں اور خاص طور پر اثنا عشری
اور زیدیوں نے اس دور اور اس ملک
میں شیعی مذہب کو پھیلایا ہے۔ اور اپنی
بے علمی اور جہالت کے سبب اکثر اس دور کے
لوگ خصوصاً پانی پت کے باشندے جن کے

۱؎ السیف المسلول از قاضی ثناء اللہ پانی پتی صفحہ ۲ (مطبع احمدی دہلوی ۱۲۶۸ھ)

Marfat.com

ازاں بلدۂ پانی پت کہ آبا و
اجداد شاں اہل سنت دیانات
بودند گمراہ شدند فقیر خواست
کہ کتاب بعبارت فارسی آسان
در رد روافض نویسد تا ہر عامی
ازاں نفع گیرد و شاید کہ کسے
بزہ ہدایت آید و اجر و ثواب
براقم عاید گردد"

باپ دادا سنی مذہب رکھتے تھے گمراہ ہوگئے
اس لیے میں نے چاہا آسان
فارسی میں ایک کتاب رافضیوں
کے رد میں لکھوں تاکہ ہر آدمی
اور ان پڑھ اس سے فائدہ حاصل
کرے۔ شاید کہ کوئی شخص راہ
ہدایت پائے اور اس کے لکھنے
والے کو ثواب ملے۔

قاضی صاحب نے عبدالرحیم شیعی ملتانی کے رد میں ایک اور رسالہ "شہاب ثاقب لرد الروافض الشیاطین المارذین" تصنیف کیا جو مطبع محمدی دہلی میں طبع ہو چکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعیت و تفضیلیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو اس دور میں اکابر مشائخ نقشبندیہ شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں، حضرت شاہ غلام علی نقشبندی، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہم نے بڑی پامردی اور ہمت سے روکا اور ان حضرات کے بعد سب سے زیادہ کوشش اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز نے کی نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ یہ سیلاب بڑھتے بڑھتے خود ان کے خاندان میں داخل ہو چکا تھا[1] ان کے شاگرد اور رشتہ دار قمرالدین منت شیعہ ہو چکے تھے ان حالات میں شاہ عبدالعزیز نے قلمی جہاد فرمایا اس سلسلہ میں ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دو معرکۃ الآرا تصانیف ازالۃ الخفا اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین نے مشعلِ راہ کا کام دیا ہوگا شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد کے مشن کو جاری رکھا اور "ہرچہ پدر تمام نہ کند پسر تمام کند" کے مقولہ کو ثابت کر دکھایا۔ اس سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز کی سب سے معرکۃ الآرا تصنیف "تحفہ اثنا عشریہ" ہے جو اپنے موضوع پر نہایت مدلل، مفصل، متوازن اور واضح کتاب ہے۔ علمائے محققین اس کی تعریف میں رطب اللسان اور علمائے مخالفین اس کے دلائل و براہین کے سامنے عاجز ہیں شاہ صاحب کا انداز بیان نہایت حکیمانہ اور متاثر کن ہے، کلامی مباحث

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۹۲ ۔

Marfat.com

کو دل نشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ رشتہ اعتدال کو کہیں ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے حوالے نہایت ذمہ داری اور احتیاط سے نقل کئے گئے ہیں۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں[1]:

دریں رسالہ اخبار کتب معتبر	اس رسالے میں جو بھی شیعوں
شیعہ منقول است احتمال	کی کتابوں سے نقل کی گئی ہے،
افترا و بہتان را دراں گنجائش	اس میں افترا اور بہتان کی گنجائش
نہ بہ زیرا کہ کتب منقول	نہیں، اس لئے کہ وہ کتابیں جن
عنہا از مشاہیر کتب شیعہ	سے نقل کیا گیا ہے معتبر اور مشہور
و معتبرات ایشاں اند باید	شیعوں کی ہیں، اس لئے ان
کہ بے دماغی نفرمایند و نقل	سے بے اعتنائی نہ کریں اور نقل کو
را با اصل مطابقت دہند و	اصل سے ملا لیں اور اس سے
ازاں نترسد کہ اگر صحت نقل	نہ ڈریں کہ اگر نقل صحیح نکلی تو ماننا
ظاہر شود تقبل آں لازم گردد"	پڑے گا۔"

تحفہ اثنا عشریہ کے سبب تالیف کے متعلق خود شاہ صاحب لکھتے ہیں[2]۔

"غرض از تسوید ایں رسالہ	اس رسالے کو سیاہ کرنے اور اس
و تحریر ایں مقالہ آں است	مقالے کو تحریر کرنے کا مقصد یہ
کہ دریں بلاد کہ ما ساکن آنیم	ہے کہ اس ملک میں جس کے ہم
و دریں زماں کہ ما در آنیم	باشندے ہیں جس میں ہم ہیں اثنا
رواج مذہب اثنا عشریہ	عشری اور شیعیت کا رواج اس قدر
و شیوع آں بحدے اتفاق	بڑھ گیا ہے کہ شاید ہی کوئی گھر ہو

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ از شاہ عبدالعزیز صفحہ ۲۔ [2] تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲ (فخر المطابع دہلی ۱۲۶۹ھ)۔

اتفاق افتاده که کم خانه باشد که یک
دو کس از آن خانه پابند مذهب
متمذهب نباشند و راغب
باین عقیده نشوند لیکن اکثر
از جاهلین علم تاریخ و اخبار خود
غافل و از احوال اسلاف خود
اسلاف خود بے خبر و غافل
می باشند و هرگاه در محافل
و مجالس با اہل سنت و جماعت
گفتگو می نمایند کج مج می گویند
و شتر گربه می آرند حسبة للہ
تعالی بتحریر این رساله پرداخته
شد تا در وقت مناظره از جاده
خود بیرون نروند و اصول خود
را منکر نشوند و در بعضے از
امور واقعی شک و تردد را
راه ندهند و درین رساله التزام
کرده شد که در نقل مذهب
شیعه و بیان اصول ایشان و
والزاماتے که عائد بایشان می
شود غیر از کتب معتبره ایشان

جہاں ایک دو شخص اس مذہب
کے پیرو نہ ہوں یا اس مذہب کی
طرف ان کا رجحان نہ ہو۔ لیکن اکثریت
ان کی ایسی ہے جو زیورِ علم سے عاری
ہے۔ اپنی تاریخ سے ناواقف اور
اپنی روایات سے بے بہرہ ہیں اور
اپنے اسلاف سے بے خبر و غافل
بھی۔ جب گروہ اہلِ سنّت کی محفلوں
میں سُنیوں سے کسی معاملے میں گفتگو
کرتے ہیں و ر فوں کہتے ہیں اور
بے سر پیر کی ہانکتے ہیں۔ یہ خالصتاً
اللہ واسطے یہ رسالہ ضبطِ تحریر
میں لایا گیا ہے۔ تاکہ ایسی مناظرے
میں راہِ راست سے نہ ہٹ
سکیں۔ اور اپنے ہی اصول کے
منکر نہ بن سکیں اور بعض سچی باتوں
میں شک نہ کر سکیں اور اس میں
خاص طور پر یہ لحاظ رکھا گیا ہے
کہ مذہب شیعہ کے نقل میں اور ان
اصول کے بیان میں اور ان الزامات
میں جو ان پر عائد ہوتا ہے ان کے اپنی

منقول منہ نباشد" معتبر کتابوں کے علاوہ کوئی حوالہ نہ ہو

تحفہ کو بارہ اماموں کی نسبت سے مندرجہ ذیل بارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اوّل، در کیفیت حدوث مذہب تشیع و انشعاب آں بفرق مختلفہ

باب دوم، در مکائد شیعہ و طرق اضلال و تلبیس

باب سوم، در ذکر اسلاف شیعہ علماء و کتب ایشاں

باب چہارم، در احوال اخبار شیعہ و ذکر رواۃ اینہا

باب پنجم، در الہیات

باب ششم، در نبوات

باب ہفتم، در امامت

باب ہشتم، در معاد

باب نہم، در مسائل فقہ

باب دہم، در مطاعن خلفائے ثلثہ و ام المؤمنین و دیگر صحابہ

باب یازدہم، در خواص مذہب شیعہ، اوہام، تعصبات، ہفوات

باب دوازدہم، در تولا و تبرا

باب اوّل، شیعہ مذہب کی جڑ اور مختلف فرقوں سے ان کا لگاؤ۔

باب دوم، شیعوں کی حیلہ بازی ان کی گمراہی کے طریقے اور تلبیس

باب سوم، شیعہ کے قدیم علماء اور ان کی کتابیں۔

باب چہارم، شیعوں کے احوال اور ان کے راویوں کا تذکرہ۔

باب پنجم، مسئلہ الہیات۔

باب ششم، نبوات کے بارے میں

باب ہفتم، مسئلہ امامت کے بارے میں۔

باب ہشتم، مسئلہ آخرت کے بارے میں۔

باب نہم، فقہی مسائل کے بارے میں

باب دہم، خلفائے ثلاثہؓ کی شان میں برائی اور ام المومنین سیدہ عائشہؓ اور دیگر صحابہ کی مذمت میں۔

باب یازدہم، شیعہ مذہب کے خواص، اوہام، تعصبات اور خرافات کے بارے میں۔

باب دوازدہم، ولایت وتبرا کے بارے میں۔

شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ بارہویں صدی کے گذرنے کے بعد لکھا ہے خود فرماتے ہیں[1]

"بعد از انقضاء قرن ثانی عشر از ہجرت خیر البشر علیہ التحیۃ والسلام صورت تالیف پذیرفتہ وجلوہ ظہور گرفتہ۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بارہ سو سال بعد یہ کتاب تالیف ہو کر منظر عام پر آئی، یہ عجیب وغریب نسخہ (رسالہ) جس کا نام تحفہ اثنا عشریہ ہے

خاتمہ کتاب میں لکھتے ہیں[2]

"ایں نسخہ عجیبہ کہ مسمی بہ تحفہ اثنا عشریہ است بعد از گذشتن دوازدہ قرن صدی از ہجرت حضرت خیر الانام علیہ وعلی اہل بیتہ واصحابہ التحیۃ والسلام سمت تحریر یافت نقش اختتام پذیرفت۔"

یہ عجیب وغریب کتاب کہ جس کا نام تحفہ اثنا عشریہ ہے بارہ صدی ہجری کے گذرنے کے بعد ضبط تحریر میں آئی اور اختتام پذیر ہوئی۔

تحفہ اثنا عشریہ ۱۲۰۴ھ / ۹۰-۱۷۸۹ء میں تالیف ہوا کسی نے تاریخ تالیف کہی ہے[3]

۱؎ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۔۱۰۴، ۲؎ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۔۱۰۴، ۳؎ ملفوظات عزیزی صفحہ ۷۰۔

تحفہ رایک فن مداں کہ درد — سوئے ہر معرفت سراغ آمد
سوئے الفاظ معانی اش بنگر — ہست دریا کہ در ایاغ آمد
بسکہ نور ہدایت است دیقین — سال تصنیف او "چراغ" آمد

قطعہ تاریخ) تحفۂ اثنا عشریہ کو محض ایک فن پارہ نہ سمجھنا بلکہ اس سے معرفت کا پتہ ملتا ہے۔ اس کے الفاظ و معانی پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے چونکہ یہ کتاب یقین و ہدیت کا نور ہے اس رعایت سے اس کی تصنیف کا سال "چراغ" سے نکلتا ہے

تحفۂ اثنا عشریہ کے رد میں شاہ صاحب کے ایک معاصر حکیم مرزا محمد المتخلص بہ کامل دہلوی (ف ۱۲۳۵ھ / ۲۰-۱۸۱۹ء) نے سب سے پہلے قلم اٹھایا اور انہوں نے تحفۂ اثنا عشریہ کی تالیف کے دو سال بعد ایک کتاب نزہت اثنا عشریہ ۱۲۰۶ھ / ۹۱-۱۷۹۰ء میں تالیف کی۔[1] تحفۂ اثنا عشریہ ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خاں امیر الامرا کے مرنے کے بعد لکھا گیا۔ مرزا کا انتقال ۶ اپریل ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۲ء میں ہوا ہے۔

مرزا نجف خاں کے مرنے کے بعد دہلی کی سیاست پر مرزا نجف خاں کی بہن خدیجہ سلطان بیگم اور اس کی پارٹی کے چار ممتاز رکن افراسیاب، مرزا شفیع، نجف قلی خاں اور محمد بیگ ہمدانی پوری طرح اثر انداز رہے[2] اول الذکر افراسیاب اور مرزا شفیع نجف خاں کے مرنے کے بعد ہی دونوں امیر الامرائی کے منصب پر قابض ہوئے[3] ان دونوں کے خاتمہ کے بعد مہاداجی سندھیا اور غلام قادر روہیلہ کا عمل دخل ہوا مگر اس وقت بھی شیعہ امرا زین العابدین (برادر مرزا نجف خاں) نجف قلی خاں، محمد بیگ ہمدانی اور اسماعیل بیگ ملکی سیاست پر بری طرح چھائے ہوئے تھے ان لوگوں کے اقتدار، تشیع کے عام غلبہ اور اودھ کے نواب وزیر کے سیاسی اثر و استیلاء کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے تحفۂ اثنا عشریہ میں بحیثیت مصنف اپنا نام لکھنا مناسب نہ سمجھا اور

---

[1] نجوم السما کی تالیف ۱۲۸۶ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت وہ لکھتا ہے کہ نزہت اثنا عشریہ کی تالیف کو اسّی سال ہو گئے (ملاحظہ ہو نجوم السما صفحہ ۳۵۹)

[2] اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مغل ایمپائر جلد سوم صفحہ ۱۶۴، ۱۹۷، (کلکتہ ۱۹۵۲ء)

[3] اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مغل ایمپائر جلد سوم صفحہ ۱۶۴، ۱۹۷، (کلکتہ ۱۹۵۲ء)

Marfat.com

انھوں نے مصنف کی حیثیت سے اپنا خاندانی تاریخی نام غلام حلیم بن شیخ قطب الدین احمد رکھا ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ نے شیعیت اور تفضیلیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے میں بہت کام کیا۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں[2]

"غرض کہ منظور رسالہ ایں مذہب	اس رسالے کا مقصد شیعہ مذہب
بود کہ مردم بدیدن ایں	کا رد تھا تاکہ لوگ اس کتاب کو
کتاب در آں اعتقاد سست	دیکھ کر اس مذہب کے بارے میں
شوند یا ترک نمایند الحمد للہ	سست اعتقاد ہو جائیں یا اس کو
کہ ایں معنی حاصل شد منظور	چھوڑ دیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ مقصد
نقیر ازیں مقدمات سلوک	حاصل ہو گیا۔ اس فقیر کے پیش
ایں طریق جدید براہ یافتن	نظر اس کتاب کے ذریعے عقلمندوں
اولی الالباب و طالبان را	کو راہ راست دکھانا اور حق جویوں
صواب بود الحمد للہ کہ حاصل	کو سیدھی راہ دکھانی تھی۔ اللہ کا
شد۔"	شکر کہ وہ پوری ہوئی۔

مرزا محمد علی مولف نجوم السماء لکھتے ہیں[3]

"چوں فاضل عزیز تحفہ خود	جب فاضل عزیز (شاہ عبد العزیز) نے اپنے
را ظاہر نمود، ضلالت شیوع	تحفہ (تحفہ اثنا عشریہ) کو عام کیا تو شیعوں
گرفت و مردم جہال	نے گمراہ کن باتیں کیں اور علاقہ کے ناعاقبت
و ناحق بیں بطرف آں	اندیش لوگوں کو ان کی طرف کر دیا۔
گردیدند۔"	

---

[1] شاہ عبد العزیز کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام قطب الدین احمد بھی تھا۔

[2] فتاوی عزیزی جلد اول (بہ تصحیح مولوی محمد احسن نانوتوی) صفحہ ۱۳۱۔ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۱ھ)

[3] نجوم السماء صفحہ ۳۵۲ —

تحفۂ اثنا عشریہ کے متعلق سرسید احمد خاں (م ۱۸۹۸ء) لکھتے ہیں[1]

"اوائل حال میں فرقۂ اثنا عشریہ نے شورش کو بلند کیا اور باعث تفرقۂ خاطر جہال اہل تسنن کے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیز نے بسبب التماس طالبین کمال کے کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کہ غایت شہرت محتاج بیان نہیں بدل توجہ قلیل بصرف اوقات وجیز سے باین کثرت ضخامت تصنیف کی کہ وقت عبارت اس کتاب کی اس طرح سے زبانی ارشاد کرتے جاتے تھے کہ گویا ازبر یاد ہے اور حوالہ کتب شیعہ کے جن کو علمائے فرقۂ مذکور نے شاید کبھی نام کے سنا ہوگا باعتماد حافظہ بیان ہوتے جاتے تھے اور اس پر متانت عبارت اور لطائف و ظرافت جیسے ہیں ناظرین پر ہویدا ہے۔"

سرسید احمد خاں نے ۱۸۴۴ء میں تحفۂ اثنا عشریہ کے دسویں اور بارہویں باب کا اردو ترجمہ "تحفۂ حسن" کے نام سے شائع کیا[2] یہ دونوں باب خلفائے ثلثہ، ام المؤمنین اور صحابہؓ کے مطاعن کے جواب اور تولا و تبرا کے بیان میں ہیں۔ سرسید نے یہ ترجمہ اپنے استاد مولوی نورالحسن صاحب کی مدد سے کیا تھا چنانچہ سید صاحب خود اس میں لکھتے ہیں،

"مجھ میں ایسی قابلیت نہ تھی کہ جو میں اس کتاب کا ترجمہ کر سکتا لیکن استاذی مولوی نورالحسن کاندھلوی کی مدد سے یہ کام انجام کو پہنچا"[3]

یہ تحفۂ اثنا عشریہ کا (جزوی طور سے) پہلا اردو ترجمہ ہے جو سرسید احمد خاں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا کہ جنگ آزادی سے دس بارہ سال پہلے بھی اس مسلک کا اس قدر زور تھا کہ سرسید احمد خاں جیسے معتدل مصلح نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھنی ضروری سمجھی۔ حالانکہ جب علامہ شبلی نے "الفاروق" کی تالیف شروع کی تو سرسید احمد خاں کو خیال ہوا کہ کہیں شیعہ و سنی بحث پھر شروع نہ ہو جائے۔

---

[1] تذکرہ اہل دہلی (آثار الصنادید باب چہارم از سرسید احمد خاں) مرتبہ احمد میاں اختر جوناگڑھی صفحہ ۵۳، ۵۴۔ (انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۵۵ء)

[2] سیرت فریدیہ از سرسید احمد خاں (مرتبہ حکیم محمود احمد برکاتی صفحہ ۷، ارپاک اکیڈیمی، کراچی ۱۹۶۴ء)

[3] سرسید کا علمی کارنامہ از قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی صفحہ ۳۵ (ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی ۱۹۶۴ء)

Marfat.com

تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں۔[1]

"تحفہ اثنا عشریہ فی حقیقت ایک عہد آفرین کتاب ہے اور شاہ عبدالعزیز نے اس کی تالیف میں بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا۔ اس سے پہلے مختلف شیعہ سنی مسائل پر کتابیں تصنیف ہوئیں خود شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، ازالۃ الخفاء، بعض رسائل میں ان مسائل سے بحث کی تھی لیکن ایسی جامع و مانع کتاب کوئی نہ تھی۔ فی الحقیقت تحفہ اثنا عشریہ شیعہ سنی مسائل کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے کتاب کا مطبوعہ نول کشوری ایڈیشن بڑی تقطیع کے ساڑھے چھ سو صفحوں پر محیط ہے لیکن چونکہ بیان میں بڑے ایجاز و اختصار سے کام لیا گیا ہے اس لئے مطالب و معانی اور دلائل و حوالے بے شمار آگئے ہیں کتاب کے جامع و مانع ہونے کے علاوہ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ روایات و بیانات کے بیان میں فقط مستند اور معتبر شیعہ کتب پر انحصار کیا گیا ہے اور تواریخ و تفسیر میں سے فقط ان چیزوں کو چنا ہے جن پر شیعہ سنی دونوں فریق متفق ہیں کتاب کی زبان اور طرز بیان نہایت متین اور مہذب ہے علمائے شیعہ نے تحفہ کے رد میں پوری کوشش کی ہے مگر کسی نے ساتھ ہی شاہ عبدالعزیز کے علمی وقار و مرتبہ کو بھی مجروح کرنے کی مذموم سعی کی ہے کبھی یہ الزام تراشا کہ اس کی تصنیف میں دوسرے علماء بھی شریک رہے ہیں اور اس بات کو شہرت دی کہ یہ کتاب مسروقہ ہے اور خواجہ نصر اللہ کابلی کی الصواعق الموبقہ کا فارسی ترجمہ ہے[2]

لکھنؤ میں یہ اعتراض بڑی شد و مد سے کیا گیا۔ چنانچہ شاہ صاحب نے اپنے تلمیذ رشید مرزا حسن علی محدث لکھنوی (۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء) کے ایک استفسار کے جواب میں ایک طویل مکتوب ارقام فرمایا ہے جس سے نہ صرف یہ بے بنیاد اعتراض رفع ہو جاتا ہے بلکہ تحفہ اثنا عشریہ کے ماخذ اور اس کی ترتیب پر بھی روشنی پڑتی ہے شاہ صاحب لکھتے ہیں۔[3]

"در وقت تصنیف تحفہ اثنا تحفہ اثنا عشریہ کے تصنیف کے

---

[1] رود کوثر از شیخ محمد اکرام صفحہ ۵۷۱، ۵۷۲ (لاہور ۱۹۵۸ء)

[2] نجوم السماء صفحہ ۳۵۳، ۵۳۸، [3] فتاوی عزیزی جلد اول صفحہ ۱۲۹، ۱۳۱ —

عشریہ از کتاب ہائے اہل سنت
کہ در رد مذہب شیعہ و کتب
شیعہ کہ در رد مذہب اہل سنت
تالیف شدہ بر قسم بہم رسیدہ
بود قسم اول در مبادی ایں
مسئلہ خاص یعنی اثبات خلافت
خلفائے ثلاثہ و رد آں مثل
نواقض الروافض و مرافض
الروافض و صواعق محرقہ
و شرح تجرید از طرف اہل سنت
و مصائب النواصب و رد
شبہات الاعور و اظہار الحق
و سفینۃ النجات از طرف شیعہ
قسم دوم آں کتاب ہا است
کہ در مسئلہ امامت و شروط
آں و موانع آں بہ تفصیل
تصنیف شدہ مثل بحث
امامت در شرح مقاصد و
شرح مواقف و طوالع الانوار
و اربعین از طرف اہل سنت
و تصانیف علامہ حلی و مقداد

وقت اہل سنت کی کتابیں جو مذہب
شیعہ کے رد میں تھیں اور شیعوں
کی کتابیں جو اہل سنت کے جواب
میں تھیں ان کی تین قسمیں پیش نظر
تھیں، پہلی قسم اثبات خلافت
خلفائے ثلاثہ کے جھگڑے، اور
اس کے رد میں سنیوں کی طرف
سے جو کتابیں سامنے تھیں وہ
نواقض الروافض و مرافض الروافض
و صواعق محرقہ، و شرح تجرید از
طرف اہل سنت و مصائب النواصب
در رد شبہات الاعور و اظہار الحق
سفینۃ النجات شیعوں کی طرف سے
دوسری قسم ان کتابوں کی جس میں
مسئلہ امامت اس کی شرائط اور
موانع مفصل تصنیف ہوئی تھی
امامت کی بحث سے متعلق سنیوں
کی جانب سے شرح مواقف
طوالع الانوار و اربعین اور
تصانیف علامہ حلی و مقداد اور
شیعوں کی جانب سے حدائق موبقہ

Marfat.com

در الق موبقہ در رد صواعق — صواعق محرقہ کے جواب میں ہے

فرقہ دوم مقدار از طرف شیعہ — تیسری قسم ان تحفہ نویسوں کی ہے

قسم سوم آں است کہ تمام — جس میں تمام شیعوں کے مذہب

مذہب شیعہ رہم در الہیات — اعتقادات الہیات اور نبوت

دوم در معاد و ہم در امامت — حدیثوں کے روایت کو رد کیا ہے

دہم در روایت احادیث دہم

در اصول رد .. — تمت بالخیر

اصطلاحات

مسند جس روایت کی سند ابتداء سے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بیان ہو درمیان سے قطعاً منقطع نہ ہو۔

منقطع اگر درمیان سند سے ایک راوی گر جائے یا گرا دیا جائے تو اسے منقطع کہتے ہیں ... روایت محدثین کے نزدیک قطعاً ناقابل قبول ہوتی ہے۔ یعنی وہ روایت جس کی سند متصل نہ ہو

انقطاع درمیان سے جب راوی گرایا جاتا ہے تو اس کرنے کے عمل کو انقطاع کہا جاتا ہے۔

مرسل اگر روایت کی سند میں سے صحابی کا نام غائب کر دیا جائے۔ یعنی تابعی یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا یا ایسا کیا اور صحابی موجود نہ ہو تو اس روایت کو مرسل کہتے ہیں۔ اور محدثین کے نزدیک مرسل قابل قبول نہیں۔

مجہول درمیان سند میں کوئی راوی ایسا ہو جس کا حال کچھ بھی معلوم نہ ہو تو وہ راوی مجہول ہے۔ اور اس سند بھی مجہول ہے جس میں کوئی ایسا راوی پایا جائے۔ اور ایسا مادہ روایت بھی مجہول ہے جس

Marfat.com

کہ سند میں کوئی مجہول راوی پایا جاتا ہو۔

عنعنہ

جو روایت راوی عن فلان کے ذریعہ کرے۔

معنعن

جو روایت عن فلان عن فلان کے ذریعہ مروی ہو۔

تدلیس

درمیان سے راوی غائب کرنا۔ وہ روایت جس کی سند میں سے کوئی راوی غائب کر دیا جائے اسے مدلَّس کہتے ہیں۔ اور جو شخص یہ کام انجام دے رہا ہے اسے مدلِّس دال کے زیر کے ساتھ بولتے ہیں۔ جس روایت میں تدلیس کی جاتی ہے۔ اس میں چونکہ یہ بھی امکان ہوتا ہے کہ درمیان سے متعدد افراد حذف کر دئے گئے ہوں جس کا پڑھنے والے کو علم نہیں ہوتا۔ لہذا وہ روایت جس میں تدلیس پائی جاتی ہو قابل قبول نہیں۔ اور جس روایت کو مدلِّس عن کے ذریعہ روایت کرے اس کی وہ روایت بھی قابل قبول نہیں۔ مثلاً اہل کوفہ میں سے ابو اسحاق سبیعی اور اعمش وغیرہ مشہور مدلِّس ہیں۔ اسی طرح اہل بصرہ میں سے سعید بن ابی عروبہ، قتادہ اور حسن بصری مشہور مدلِّس ہیں۔ جب یہ حضرات کوئی روایت وہ بیان کریں جو انہوں نے نہ سنی ہو اور درمیان سے کوئی ضعیف راوی غائب کر دیا ہو اور وہ راوی ضعیف ہو۔ لہذا وہ روایت جو معنعن ہو اور اس میں راوی مدلِّس ہو تو قابل قبول نہیں۔

امام بخاری نے اصول تو یہ بیان کیا ہے کہ مدلِّس کی حدیث قابل قبول نہیں۔ لیکن اپنی صحیح میں مدلِّس کی حدیث معنعن نقل کرتے ہیں اور خاموشی سے آگے گزر جاتے ہیں۔ مثلاً عن سعید بن عروبۃ عن قتادہ عن فلاں۔

تدلیس لغت میں بیچنے کے وقت مال میں عیب چھپانے کو بولتے ہیں۔ خطیب کا کہنا ہے کہ علماء حدیث کے نزدیک تدلیس حرام ہے۔ اور وکیع بن جراح کا قول ہے کہ جب کپڑے کا عیب چھپانا جائز نہیں تو حدیث کا عیب چھپانا کیسے جائز ہوگا!

مرفوع

اگر سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے تو اسے حدیث مرفوع کہتے ہیں۔

Marfat.com

موقوف لیکن اگر بات صحابی پر پہنچ کر ختم ہو جائے تو اسے موقوف کہا جاتا ہے

مقطوع لیکن اگر یہ بات تابعی تک پہنچ کر ختم ہو جائے تو اسے مقطوع کہتے ہیں۔

سند راویوں کا وہ طریقہ جس کے ذریعے متن تک پہنچا جائے۔ یہ ذہن میں رہے [illegible] روایت [illegible] سند پائی باقی ہو، تعلق اس اعتبار سے ہے۔ [illegible]

متصل اگر روایت [illegible] سے بلا [illegible] پہنچ جائے تو اسے متصل کہتے ہیں

معضل اگر سند میں سے دو راوی گر جائیں تو اسے معضل کہتے ہیں۔

مردود لیکن اگر راوی ضعیف ہے اور روایت ایسی نقل کر رہا ہے جو دیگر معتبر راویوں کے خلاف ہے تو ایسی روایت کو مردود بولتے ہیں۔

عدالت راوی میں ایسا ملکہ پایا جائے کہ جو اعمال بد فسق و بدعت وغیرہ سے انسان کو [illegible] اور جس انسان میں یہ صفات پائی جائیں تو اسے عادل کہتے ہیں۔

موضوع جس روایت کے کسی راوی کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ حدیث [illegible] جھوٹ بولتا ہے۔ خواہ اس نے زندگی میں ایک بار ہی ایسا کیا ہو اس کی حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔

متروک اگر راوی اپنے کذب و افتراء میں مشہور ہو گیا ہو۔ اگرچہ حدیث میں اس سے جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو تو اس راوی کو بھی متروک کہتے ہیں۔ اور اس کی روایت کو بھی متروک بولتے ہیں۔

مبہم اگر راوی کا نام یا اس کی ذات کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ تو اسے مبہم کہتے ہیں۔ یہ امر ذہن میں رہے کہ مبہم راوی کی روایت قطعاً ناقابل قبول ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ مبہم شخص صحابی ہے تو پھر روایت قابل قبول ہے۔ کیونکہ صحابہ سب کے سب عادل ہیں۔

نوٹ :۔ یہ امر ذہن میں رہے کہ صاحب جامع الاصول نے تحریر کیا ہے کہ محدثین کے

Marfat.com

ایک جماعت نے خوارج، قدریہ، شیعہ، رافضی اور دیگر اہل بدعات کی روایت قبول کی ہیں لیکن ایک جماعت نے اس معاملہ میں ان فرقوں میں سے کسی شخص کی روایت قبول نہیں کی۔ اور انہوں نے ان سے روایت لینے میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ان فرقوں سے جو روایات لی جائیں گی وہ بہت احتیاط سے لی جائیں گی

تقاضائے احتیاط یہ ہے کہ ان فرقوں سے روایات نہ لی جائیں۔ کیونکہ یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ بعض لوگ اپنے مذہب کی تائید کے لئے احادیث گھڑتے رہے اور بہت سوں نے توبہ کے بعد اس کا اقرار بھی کیا۔ مقدمہ مشکوۃ ص۹۔

راوی اگر حدیث روایت کرے لیکن وہ روایت میں غلطیاں بہت کرتا ہو تو اس کے لئے حدیث میں کثرۃ الغلط اور غفلت کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

صحاح حدیث کی وہ مشہور کتابیں جن کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔ یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی ان پانچ پر تو اتفاق ہے۔ اس لئے صحاح کہتے ہیں۔ چھٹی کتاب میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک مؤطا، سنن ابن ماجہ اور سنن دارمی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے مقدمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔

کہ ان چاروں کتابوں یعنی ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں احادیث صحیح بھی ہیں، حسن بھی اور ضعیف بھی۔ اور انہیں صحاح ستہ اکثریت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ مصنف مصابیح نے ان چاروں کتابوں کی روایت کو حسن لکھا ہے۔ اور یہ لغوی معنی کے زیادہ قریب ہے۔ اور یہ ایک نئی اصطلاح ہے

بعض علماء لکھتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ چھٹی کتاب سنن دارمی کو شمار کیا جائے۔ کیونکہ اس کے بہت کم راوی ضعیف ہیں۔ بہت کم اس کی احادیث منکر ہیں۔ اس میں شاذ روایات بہت کم ہیں۔ اس کی اسنادات بھی عالی ہیں۔ اور بخاری سے زیادہ ثلاثیات اس میں پائی جاتی ہیں۔

اربعہ بخاری و مسلم کے علاوہ بقیہ چار کتابیں۔

صحیحین: صحیح بخاری و صحیح مسلم۔

کذاب: جس راوی کا حدیث کے معاملہ میں جھوٹ بولنا ثابت ہو۔

نکارت: منکر روایت بیان کرنا۔ ایسے شخص کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔

غالی: حد سے بڑھا ہوا یعنی بہت بدبو دار رافضی یا بہت بدبو دار خارجی وغیرہ۔

شیعہ: جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتا ہو۔ ایسے لوگ حضرت علی کے دور میں موجود تھے اور بعد میں آہستہ آہستہ کم ہوتے گئے۔

رافضی: جو خلفائے ثلاثہ کو برا کہتا ہو۔

تشیع: شیعہ ہونا۔

وضاع: احادیث وضع کرنے والا۔

حافظ: محدثین کی اصطلاح میں احادیث یاد رکھنے والے کو حافظ کہا جاتا ہے۔ یعنی حافظ الحدیث اس سے مراد حافظ القرآن نہیں ہوتی۔ ہم نے اپنی کتاب مذہبی داستان میں جہاں بھی یہ لفظ استعمال کیا ہے اس سے یہی مراد ہے۔ اور اگر حافظ سے مراد حافظ قرآن ہوتی ہے تو حافظ قرآن مع اللہ تعالیٰ کے بولتے ہیں۔

غریب: اسے خبر واحد بھی کہتے ہیں۔ یعنی جس حدیث کا صرف ایک راوی ہو۔ اگر وہ راوی ثقہ ہے تو فقہاء کے نزدیک ایسی روایت قابل عمل تو ہوتی ہے۔ لیکن اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اور اگر راوی ضعیف ہے تو وہ قابل عمل بھی نہیں۔ اور اگر وہ شدید ضعیف ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس کی نسبت بھی حرام ہے۔

امام: ہر ماہر فن کو بولتے ہیں۔ اگر وہ ماہر فقہ ہے تو امام الفقہ کہا جاتا ہے اور اگر ماہر حدیث ہے تو امام الحدیث مراد ہوتا ہے۔ ہم نے ہر جگہ یہ لفظ ماہر حدیث اور حدیث کے ... کے لئے استعمال کیا ہے۔

نوٹ: اگر کوئی روایت ضعیف ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ...

Marfat.com

یا اسے دین کا جز تصور کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو"

گویا قرآن کی رو سے ہر مسلمان پر ہر خبر کی تحقیق لازمی ہے۔ اور جب تک کسی روایت کی صحت کی تحقیق نہ ہو جائے اُس وقت تک اسے بیان کرنا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تسلیم کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"مگر وہ لوگ جو حق کی شہادت دیں اور انہیں اس کا علم بھی ہو"

پنج تن اور واقعہ مباہلہ

ماخوذ از

علامہ عبدالقدوس ہاشمی

سورۂ نوح میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝

اور وَدّ۔ سُوَاع۔ یَغُوث۔ یَعُوق اور نَسر کو نہ چھوڑو۔

اس آیت میں قوم نوحؑ کے پانچ بتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ وَدّ۔ سُوَاع۔ یَغُوث۔ یَعُوق اور نَسر یہ پانچوں حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ تو ان کے گھر والوں کو شیطان نے سمجھایا کہ ان کی یادگار منانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی قبریں بناؤ اور اس پر معتکف ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس طرح یہ پانچوں افراد قوم نوح کی ایک نمایاں شخصیت بن گئے۔ یہ پانچوں قبریں حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد کے ذریعہ قوم نوح کو ورثہ میں ملیں۔ بھلا ایک تقلید پرست قوم اپنے بزرگوں کو کیسے چھوڑتی۔ لہٰذا یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرتے کہ ان بزرگانِ دین کو نہ چھوڑنا۔ ورنہ کہیں کے نہ رہو گے۔

گویا یہ پانچوں شخصیتیں قوم نوحؑ کی نمایاں شخصیتیں تھیں جو بقول ابن عباسؓ قوم نوحؑ کو ادریس علیہ السلام کے ذریعہ ورثہ میں ملی تھیں۔ اور قوم نوحؑ نے انہیں معبود کا درجہ عطا کر دیا تھا۔ اس

طرح یہ قوم نوح کے الٰہ بن گئے تھے۔ ان میں سے سواع نامی ایک عورت تھی۔ جسے دیوی قرار دیا گیا۔ اور اس طرح تاریخ کے ذہن پنج تن وجود میں آئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آنے والی اقوام میں پانچ دیوتاؤں اور دیویوں سے مل کر ہر قوم نے ایک مجموعہ پنج تن یا پنچاننا کیا۔ اور دیو مالائی کہانیوں میں نہیں ایک بڑا [illegible] حاصل رہا۔ [illegible] ہیں [illegible] بہت سی ترمیمات ہو چکی ہیں لیکن ان کے باوجود آج جو [illegible] ہے [illegible] نے پانچ حصوں پر تقسیم کر رکھا ہے اور اس مجموعہ کو [illegible] کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ [illegible] کے پانچ مقدس [illegible] ہے۔ اس طرح ہندوؤں کا پنج تن جپ بھی ایک دیوی سیتا جی اور چار بزرگوں کے ناموں کا ذکر جہری ہے جو ایک خاص شکل میں بیٹھ کر سورج دیوتا کی طرف منہ کر کے کیا جاتا ہے۔ [illegible] آخر میں اس ذکر میں بائیں طرف سر جھکا کر قلب پر ضرب لگائی جاتی ہے۔ جیسے ہمارے صوفیا اور ذاکرین دل پر ضرب لگاتے اور خاص شکل میں بیٹھتے ہیں۔

رام بھگتی۔ یہ جپ پانچ اشخاص کے دو مجموعوں سے لگائی جاتی ہے۔ جس کی شکل حسب ذیل ہے۔

۱۔ جے رگھو نندن۔ جے سیاہ رام۔ لودکیشو۔ سیتارام

۲۔ جے رگھو نندن۔ جے سیاہ رام۔ بھرت۔ سیتا۔ سترگھن۔ سیتارام

پہلے مجموعہ میں چندر گھن اور سیتا کے دونوں بچوں کے اسماء گرامی شامل ہیں اور دوسرے مجموعہ میں سیتا کے دونوں فرزندوں کی بجائے رام چندر جی کے دونوں سوتیلے بھائیوں بھرت جی اور سترگھن جی کے نام شامل کئے گئے ہیں۔ الغرض ہر دو مجموعوں میں پانچ افراد ہیں۔ جن میں ایک خاتون سیتا جی شامل ہیں۔

اسی طرح مختلف اقوام قدیمہ کی دیو مالائی کہانیوں میں بھی پانچ مقدس ہستیوں کا نشان ملتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قوت۔ تسلط اور گرفت ظاہر کرنے کے لئے کہیں پنجہ کا نشان بنایا گیا ہے۔ اور کہیں پانچ الگ الگ نشانات بنائے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ آشوریوں نے اپنے مقدس بیل کے پانچ پیر

Marfat.com

رکھے تھے۔ ان کے بیل کا بت بہ زمین عراق میں دستیاب ہوا ہے۔ اس بیل کے دو ڈینے (رکھتی) بھی ہیں ہو سکتا ہے کہ سرزمین نینوی کے باشندوں نے اس پنج تن کو جنم دیا ہو۔ کیونکہ فرقہ سبائیہ کے نزدیک ان کے اندر علوم نینوی کے وارث تھے۔ لہذا یہ پانچ ٹانگ کے بیل کو پوجنے والے اسلام میں بھی اس پنج جنا کو گھسیٹ لائے۔ اور اس طرح پانچ ٹانگوں کے بیل کو پنج تن کے روپ میں ڈھال دیا گیا حتی کہ اگر آپ شیعہ کتب کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ حضرت حسین کو شہید نینوا بھی کہا جاتا ہے حالانکہ کربلا اور نینوا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر ہم حضرت حسین کو شہید نینوا مان لیں تو یہ بھی تسلیم کرنا ہو گا کہ حضرت حسین کی شہادت نہ کربلا میں ہوئی اور نہ ماہ محرم میں ہوئی۔

ظاہر ہے کہ دو ڈینوں والا پانچ پیروں کا بیل تو اشوریوں یعنی عراقیوں کو کہاں ملا ہو گا۔ یہ ان کی کافرانہ صورت گری کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

دیوی اور دیوتا کی پوجا کرنے والی اقوام کے دیومالائی تخیلات کے اظہار کی بڑی عجیب عجیب صورتیں مختلف دیومالاؤں میں ملتی ہیں۔ کہیں اس کرۂ ارض کو اپنے دانتوں پر اٹھائے ہوئے سور نظر آتا ہے اور کہیں ایک سینگ پر اٹھائے ہوئے ایک گائے ملتی ہے۔ اور اسی لئے ہندو گئو ماتا کے پجاری ہیں اور جب وہ بے چاری گائے تھک ہار کر زمین کو دوسرے سینگ پر لیتی ہے تو زمین میں زلزلہ پیدا ہوتا ہے۔ اور کہیں کنول کے پھول پر بیٹھی ہوئی لکشمی دیوی نظر آتی ہے۔

انسان جب سرچشمۂ ہدایت یعنی کتاب اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بیگانہ بن کر سوچتا ہے تو عقل انسانی کو جولانیوں کی چھوٹ مل جاتی ہے۔ اور شیطان کی ذہانت انسانوں کے افکار کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا۔

شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا	انسانی اور جناتی شیاطین دھوکہ دہی کی غرض سے دھوکہ دہی کی باتیں القا کرتے رہے ہیں۔

قیاس یہ کہتا ہے کہ پانچ کے تقدس اور اس کی اہمیت کا ابتدائی تصور انسانی ذہن میں خود اپنے ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے سے آیا ہو گا۔ انسان نے جب یہ دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چار انگلیاں

Marfat.com

اور ایک انگوٹھا ہے اور وہ ہر چیز انہی سے پکڑتا ہے لہٰذا اس نے اقتدار و قوت کا سرچشمہ ان پانچ انگلیوں کو قرار دیا۔ اور پنجہ ہی اقتدار اور گرفت کو ظاہر کرتا ہے۔ آج بھی ہماری پنجابی اور اردو زبان میں پنجہ گرفت اور اقتدار کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔

بت پرست انسان نے جب خالق کائنات کی صفات کو محسوس کیا۔ اور انہیں قابل ذکر شناس تو محسوس کیا تو اس کو ایک بادشاہ کا تصور پیدا ہوا جس نے پانچ وزراء کو اپنے ساتھ رکھا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد و قوت کے ساتھ موجود تھے۔ اور اس طرح وہ اللہ کے معین و مددگار بنے کوئی بارش کا مالک ہے۔ کوئی زمین کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہے۔ کوئی دولت کی دیوی ہے اور کوئی موت کا دیوتا۔

اس طرح انسان کے تخیلات نے اللہ تعالیٰ کی وزارت بنائی۔ اور اس کے پانچ ارکان قرار ہوئے۔ اس طرح دیومالا بن کر تیار ہوگئی۔ پھر رفتہ رفتہ پانچ کے عدد کو ایسا تقدس حاصل ہو گیا کہ والے بت پرست اپنے گزرے ہوئے لوگوں کو دیومالا میں پھنستے چلے گئے۔

جب انسان کے علم میں اضافہ ہوا اور اس نے اجرام فلکی کا مطالعہ شروع کیا تو اس نے چاند اور سورج کے علاوہ مزید پانچ ستارے معلوم کئے۔ ان ستاروں کو خمسہ متحیرہ کا لقب دیا گیا اور یہ تسلیم کیا گیا کہ زمین و آسمان میں جتنے حوادث پیش آتے ہیں وہ ان پانچ ستاروں کے تصرفات کے تحت ہوتے ہیں۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہم اپنے مسلم ہونے کے دعویدار ہیں لیکن حق بات تو یہ ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ ہر قسم کی لغویت پر ایمان رکھتے ہیں۔ آج بھی اخبار جنگ اور دیگر جرائد اسی ستارہ پرستی کی تعلیم میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور شاید کوئی اخبار اس کفر سے پاک ہو۔ اور جب سے ہمارے اخبار و رسائل پر رافضی اور شیعہ برادری کا قبضہ ہوا ہے۔ وہ اپنے اس مجوسی مسلک کو پھیلانے میں مصروف ہیں تاکہ قوم کا جو اللہ سے برائے نام تعلق ہے وہ بھی کالعدم ہو جائے۔

مختلف اقوام کے پنج تن

قوم نوح کی پانچ مقدس ہستیاں۔ وَدّ۔ سُواع۔ یغوث۔ یعوق۔ اور نسر۔ ان

Marfat.com

یں سے سُوآنغ نامی ایک دیوی ہے۔ اور باقی چار دیوتا ہیں۔ یہ سب سے پہلے پنج تن ہیں جو ہمیں قرآن میں ملتے ہیں۔

۲۔ سمیرین قوم کے پنج تن۔

ان لیل۔ اِن کی۔ ننا۔ اُتو۔ ماما

ن میں سے ماما دیوی ہے۔ اور باقی چار دیوتا ہیں۔ زمانۂ مابعد میں ننا کو بھی دیوی بولا جانے لگا۔

۳۔ اکادی قوم کے مقدس پانچ ارکان۔

ننگے۔ موگے۔ بیا۔ اروکی۔ ادو۔

ان میں سے ننگے دیوی ہے۔ اور باقی چار دیوتا ہیں۔

۴۔ بابلیوں کے مقدس پنج تن۔

شمس۔ سنی۔ نیبو۔ امرتوک۔ انی

ان میں سے شمس دیوی ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج تک عربی زبان میں شمس کو مونث بولتے ہیں۔ اور بقیہ چار دیوتا ہیں۔

۵۔ اشوریوں کے مقدس پنج تن۔

اشور۔ انو۔ بعل۔ بیا۔ ودل۔

یہ پانچوں دیوتا ہیں۔ ان میں کوئی دیوی نہیں۔ اشوریوں کا پرداربیل بھی پانچ پاؤں کا ہے جو پانچ اشخاص کی قوت کا مظہر ہے۔

۶۔ قدیم مصری دیومالا کے پنج تن۔

اسیرس۔ ہورس، اسلیس۔ را۔ ایتم

ان میں سے اسلیس نامی دیوی ہے۔

۷۔ چینی دیومالا کے پنج تن۔

یانگ۔ آسمان۔ سورج۔ چاند۔ ہوا۔

ان میں سے یانگ یعنی دھرتی ماتا دیوی ہے۔

۸۔ ہندو دیومالا کے مقدس پنج تن۔

پاربتی۔ سری تہرا۔ برہما۔ وشنو۔ مہیش رلیشو

ان میں سے پاربتی مادر عالم دیوی ہے۔

۹۔ ایرانی دیومالا کے مقدس پنج تن۔

امورامشردا۔ انگرینو۔ آگ۔ سورج۔ زمین۔

ان میں سے زمین دیوی ہے۔

۱۰۔ یونانی دیومالا کے مقدس پنج تن

زیوس۔ پوزیدان۔ ایرتش۔ اپولو۔ ڈیمٹر

۱۱۔ رومن دیومالا کے مقدس پنج تن۔

مرکری۔ اپالو۔ سیروفا۔ بیگی کش۔ سرنونو۔

ان میں سیروفا دیوی ہے۔

۱۲۔ ٹیوٹانی دیومالا کے مقدس پنج تن

تھور۔ وریلون۔ فرج۔ بالدور۔ فریز۔

ان میں سے فریزنامی دیوی ہے

۱۳۔ ساکوی دیومالا کے پنج تن۔

ہرکوماس۔ ایڈکوسٹ۔ سوآن۔ ددلوس۔ ڈیمی وودل

ان میں سے سوآن نامی دیوی ہے۔

۱۴۔ رام بھگتی دیومالا کے پنج تن

رام لچھمن۔ لود۔ کیشو۔ سیتا۔

ان میں سیتا ایک خاتون ہے۔ لود۔ کیشو۔ ان کے فرزند ہیں۔ ایک فی الواقع ان کا

بچے ہے اور دوسرا لے پالک۔ رام جی اوتار ان کے شوہر اور لچھمن جی ان کے وفادار دیور ہیں۔

۱۵۔ بابلی فلکیات والوں نے چاند، سورج کو باپ بیٹا مان کر سب سے اونچا درجہ دیا تھا۔ باقی پانچ مقدس ہستیاں یہ ہیں۔

عطارد۔ زہرہ۔ قہر سار (برہسپت) مشتری شرم، زحل۔ (پنچ)

یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر اس سلسلہ میں مزید کچھ تحقیقات کی جائے تو شاید اس فہرست میں مزید کچھ اور اضافہ ہو جائے۔

یہودیوں نے کتاب مقدس یعنی تورات کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور اپنے ابتدائی دور کے پانچ بزرگوں کو مقدس مقام عطا کر کے دیومالا کے مقدس پانچ ارکان کی تکمیل کی۔

دین اسلام کی بنیاد خالص توحید پر رکھی گئی تھی۔ اس میں کسی پنجا کی گنجائش نہیں تھی۔ یہ دین تین پانچ کی آلودگیوں سے پاک صاف تھا۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی مفترض الطاعت نہ تھا۔ اور نہ دین اسلام میں کسی پاپائے اعظم کی کوئی گنجائش تھی۔ اس دین میں مساوات کی تعلیم دی گئی تھی۔ نسلی طور پر یا پیدائش کے لحاظ سے کوئی مکرم نہ تھا۔ اور نہ دوسروں کو کمتر قرار دیا جا سکتا تھا۔

اسلام میں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں کہ کسی انسان کو نسلی لحاظ سے برتر یا کمتر قرار دیا جائے ایک حبشی اگر مسلمان ہو کر نماز پڑھنا اور پڑھانا سیکھ لے تو وہ نمازوں میں امامت کر سکتا ہے۔ اور بڑے سے بڑے عالم اور صحیح النسب ہاشمی وجعفری کو اس کی امامت میں نماز ادا کرنے سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عالم اور پیرو مرشد صاحب کا کیا مسئلہ ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور عبدالرحمانؓ بن عوف کی امامت میں نماز ادا کی ہے۔ اور بعد میں حضرت علیؓ اور حضرات حسنین ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے۔ اور جب حضرت علیؓ بقول سبائیہ منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو صحابہ کرام اسی اور نوے ہزار کے درمیان تھے لیکن پانچ چھ کے علاوہ کسی نے ان کی خلافت کو قبول نہیں کیا۔

Marfat.com

اسلام کی اس اصولی تعلیم کے بعد کسی کے لئے تین پانچ کرنے کی کوئی گنجائش موجود نہ تھی لیکن انسانی دماغ کی کارستانیوں نے بہرحال اپنا کام کر دکھایا۔ اور اکثریت کو تثلیث کے مرض میں مبتلا کر دیا۔ حضرت عثمانؓ ذی النورین کے آخری دور میں تثلیث کے فتنوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔

ایک یہودی عبداللہ بن سبا نے جو بعد میں مختلف قسم کے افکار پیدا کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور اولادِ علیؓ کے مقدس و محترم ہونے اور پیدائشی برتری کے عقائد پیدا کئے۔ اس مقصد کے لئے بہت سی جھوٹی روایات وضع کی گئیں جن میں سے ایک روایت مباہلہ کی ہے۔ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب ھ کے آخر یا ھ کی ابتدا میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ آیا۔ اور کسی طرح حق قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوا تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم	ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو
وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل	ہم اپنی بیویوں کو بلائیں اور تم اپنی بیویوں کو اور
لعنت اللہ علی الکاذبین	ہم اپنے دیگر ساتھیوں کو بلائیں اور تم دیگر ساتھیوں
	کو۔ پھر ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر یا کمبل میں حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو لپیٹ کر لائے۔ عیسائی ان بزرگوں کو دیکھ کر مباہلہ سے بھاگ گئے۔ اور مباہلہ پر راضی نہ ہوئے۔

یہ روایت بعض الفاظ کی کمی بیشی اور تغیر و تبدل کے ساتھ مختلف مجموعہ ہائے احادیث اور کتب تفاسیر میں منقول ہیں۔ ہماری کتب تفاسیر سدی اور کلبی رافضی کی تفاسیر کا خاکہ ہیں۔ لہٰذا وہ اس سے زیادہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ حالانکہ میں مذہبی داستان حصہ اول میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت حسینؓ ۹ھ کے آخری ماہ یا ھ کے ابتدا میں پیدا ہوئے۔ الغرض حضرت حسینؓ وفات رسول تک اتنی عمر کے نہ تھے کہ انہیں جہاں چاہیں روی کھینچ کر لے جائیں۔

جہاں تک مسلم کی روایت کا تعلق ہے تو عامر بن سعد بن وقاص سے سعید بن المسیب نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ آپ نے حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا اے علیؑ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔ یہ واقعہ حضرت سعدؓ سے ان کے صاحبزادے مصعب نے بھی نقل کیا ہے۔ اور عامر نے بھی نقل کیا ہے۔ عامر سے نقل کرنے والے سعید بن المسیب اور بکیر بن مسمار ہیں۔ سعید نے صرف وہ مختصر سا واقعہ نقل کیا ہے۔ لیکن بکیر نے متعدد کہانیاں حضرت سعدؓ کی جانب منسوب کر کے بیان کی ہیں۔ جبکہ سعید بن المسیب نے سوائے حضرت علیؑ کو حضرت ہارون سے تشبیہ کے علاوہ اور کوئی واقعہ بیان نہیں کیا۔ حضرت سعد سے اس واقعہ کو ان کے صاحبزادے مصعب نے بھی نقل کیا لیکن وہ بھی اس واقعہ کو بیان نہیں کرتے۔

پھر بکیر نے اس واقعہ کی ابتداء اس صورت میں کی ہے کہ امیر معاویہ نے سعد کو حکم دیا کہ تم علیؑ کو برا کیوں نہیں کہتے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے تین عذر پیش کئے جن میں سے ایک عذر یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ — ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ۔ فاطمہؑ۔ اور حسنؑ و حسینؑ کو بلایا اور فرمایا یہ میرے اہل ہیں۔ مسلم ج۲ ص۲۷۸

اول تو بکیر بن مسمار پر بعض محدثین نے اعتراض کیا ہے۔ مثلاً امام بخاری فرماتے ہیں اس کی حدیث پر اعتراض ہے۔ یہ ابن عمرؓ اور عامر بن سعد سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اور اس سے حاتم بن اسماعیل اور واقدی روایت کرتے ہیں۔ میزان ج۱ ص۳۵۸

بکیر سے یہ روایت حاتم بن اسماعیل نے نقل کی ہے۔ حاتم سے اگرچہ بخاری و مسلم نے روایت لی ہے لیکن نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ اسے ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس میں غفلت پائی جاتی ہے۔ میزان ج۱ ص۴۲۸

جب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ بکیر بن مسمار اور حاتم بن اسماعیل سے بڑا مقام سعید بن المسیب اور مصعب بن سعد کا ہے۔ لیکن وہ روایت کا مختصر سا حصہ نقل کرتے ہیں جو تبوک

Marfat.com

ہونے سے متعلق ہے۔ لیکن یہ راوی کہانی بیان نہیں کرتے۔ اس طرح یہ روایت پہلی روایت کے معارض ہوئی اور اگر راوی ثقہ بھی ہو لیکن اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہو تو اس کی وہ روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

گویا بشیر بن مسار نے اپنے سے زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے۔ لہٰذا اس کی روایت مصعب بن سعدؒ اور سعید بن المسیب کے مقابلے میں بے کار شے ہے۔ اور روایت کے ابتدائی الفاظ دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی حضرت علیؓ کا دشمن سوال کر رہا ہے جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب تشیع کی کارستانیاں ہیں جو اس شکل میں ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔

ہمارے نظریہ کے مطابق اگر حضرت حسینؓ پیدا بھی ہو گئے تھے تو زیادہ سے زیادہ ان کی عمر دو تین ماہ ہوگی۔ جب یہ وقوعہ پیش آیا تو حضرت حسنؓ بھی زیادہ سے زیادہ دو سال کے بچے ہوں گے جن کو ان کی والدہ یا ان کے والد گود میں اٹھا کر لے گئے ہوں گے۔ اس طرح دونوں بچے گود میں اٹھانے کے قابل ہوں گے۔ ان دونوں بچوں کو حضور فاطمہؓ کے ذریعے اٹھا کر لے گئے لیکن زینب بنت رسول کے صاحبزادے علیؓ بن زینب اور رقیہؓ بنت رسول کے صاحبزادے عبد الرحمانؓ بن رقیہ اور ام کلثومؓ کے صاحبزادے عبد اللہ بن ام کلثوم حیات تھے۔ آخر ان تینوں نواسوں سے وہ کون سا قصور کیا تھا جس کی انہیں اتنی بڑی سزا ملی کہ انہیں نواسۂ رسول ہونے سے خارج کر دیا گیا۔ غالباً انہیں یہ سزا ان کے اموی ہونے کی وجہ سے ملی ہے۔

پھر صاحبزادیوں میں امامہؓ بنت زینبؓ۔ زینب بنت فاطمہؓ۔ اور ام کلثوم بنت فاطمہؓ ان لڑکیوں نے اس کے علاوہ کون سا قصور کیا تھا کہ وہ لڑکی تھیں۔ اور پنجتن کی تاریخ دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پنجتن میں تاریخی لحاظ سے ایک عورت تو شامل ہو سکتی ہے۔ بقیہ چار تن کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ لہٰذا یہ تو لازمی تھا کہ عورتوں کو اس سے خارج کرنا تھا۔ رہا علیؓ بن زینبؓ اور عبد الرحمانؓ بن رقیہؓ کا مسئلہ ان کا سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ وہ اپنے باپ کے لحاظ سے اموی تھے۔ اور ہمیں سبق یہ پڑھایا گیا ہے کہ اموی ہونا ایک جرم ہے جو قابل معافی نہیں۔ لہٰذا

Marfat.com

سب سے پہلے یہ جرم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہوا کہ انہوں نے اپنی تین صاحبزادیاں امویوں میں دیں۔ اور ان سے اولاد بھی ہوئی۔ اور چونکہ یہ حضرات اموی تھے اور آپؐ نے غلطی سے اپنی صاحبزادیاں امویوں میں دی تھیں جس کا احساس بعد میں آنے والی نسلوں کو ہوا۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ اگر حضرت فاطمہؓ سے بڑی لڑکیاں اور امویوں میں ان موجود ہوتیں تو شاید حضرت فاطمہؓ بھی ان کے عقد میں ہوتیں۔

ان نواسے اور نواسیوں کے علاوہ آپ کے فرزند ابراہیم جو ماریہؓ قبطیہ سے تھے۔ ابھی حیات تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نواسوں اور نواسیوں کو چھوڑ کر صرف حسنؓ و حسینؓ کو عبا میں شریک کیا۔ اور تو اور خود حضرت فاطمہؓ کی دونوں صاحبزادیوں ام کلثومؓ اور زینبؓ کو بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی صفت قرآن نے رحمۃ للعالمین ہونا بیان کی ہے۔ وہ رحمۃ اللعالمین تو کیا ہوتے وہ تو بیاذ باللہ اپنی اولاد کے بھی قاتل ٹھہرے۔ یہ ہے وہ فارمولا جو اہل تشیع نے ہمارے ہاتھوں میں تھمایا اور سنی صاحبان عموماً اور خصوصاً پیر پرست طبقہ اس کی ترویج میں مشغول ہو گیا اور بطور دلیل واقعہ مباہلہ پیش کرنا شروع کر دیا۔

قرآن مجید میں ابناء۔ نساء اور انفس جمع کے صیغے ہیں۔ اور عربی زبان میں جمع کے لئے کم از کم تین ہونا شرط ہے۔ ان میں اکیلے حضرت علیؓ کیسے آ گئے انہیں نہ تو ابناء میں داخل کیا جا سکتا ہے اور نہ نساء میں۔

یہ امر بھی غور طلب ہے کہ آپ کی ازواج بھی موجود تھیں۔ جن کی کم از کم تعداد نو ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قطعاً لے کر نہیں جاتے۔ اور اس طرح ان کہانیوں کے بل بوتے پر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے قرآن کے مخالف خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتے ہیں

قرآن مجید کے تینوں الفاظ اسم جمع ہیں جو لازمی طور پر تین اشخاص یا اس سے زیادہ کے لئے آتے ہیں۔ لہذا اگر آپ مباہلہ کے لئے تشریف بھی لے گئے تھے۔ تو ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ آپ کے ساتھ کم از کم دو افراد مزید دعوت دینے والے ہوتے۔ اور اس طرح یہ تینوں حضرات

مل کر اپنے بیٹوں کو لے کر آتے۔ ان کے ساتھ ان کی بیویاں بھی ہوتیں۔ اور وہ کچھ مزید دور افراد کو بھی دعوت دیتے۔ اس طرح قرآن کے نقطۂ نگاہ سے یہ حکم عام ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن قربان جائیے اس سبائی ذہن کے کہ اس نے اس کہانی کے تار و پود بکھیر کر جھینپ دیئے۔

در حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی اس دعوت مباہلہ کو عیسائیوں نے قبول ہی نہیں کیا ان کے لئے اسے قبول کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو عبا یا کمبل میں چھپا کر نہیں لائے تھے۔ یہ سارا افسانہ پنج تن کا کھیل ہے۔ جس کے لئے قرآن کی صورت بگاڑی جا رہی ہے۔ یہ دیو مالائی پانچ اشخاص کا یہ مجموعہ دیگر اقوام کی طرح اسلام میں بھی پیدا کیا گیا۔ اور جب ایک بار پنج تن وجود میں آگئے تو اسے اتنی بار دہرایا گیا کہ ہر فرد بشر کے ذہن میں وہ بات رچ بس جائے اور دماغ اس کے خلاف سوچ بھی نہ سکے۔ الغرض پنجہ کا نشان بنایا گیا۔ گھوڑے کی تصویر پر سوار دکھایا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیان توحید دنیا کو اشخاص کی پرستش کی دعوت دیئے گئے۔

جب پنج تن وجود میں آگئے تو پھر ان کے لئے ولایت و امامت کے جھگڑے کھڑے کئے اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو اوروں پر فوقیت دی گئی۔ اور امویوں کو ذلیل و خوار کیا گیا تاکہ ہمارے سُنی حضرات حضورؐ کے ان نواسوں کا ذکر نہ کر سکیں۔ جن کے باپ اموی تھے۔ اسی لئے یہ نظریہ ترتیب دیا گیا کہ حضور کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھیں۔ بقیہ تین بیٹیاں دوسروں کے نکاح میں گئی تھیں۔ بلکہ وہ اولاد ہونے سے بھی خارج ہو گئیں۔

حالانکہ اگر غور سے اسلامی تاریخ اور ان حضرات کا مطالعہ کیا جائے جو آپ کے ساتھ اسلام لائے تھے تو یہ صاف محسوس ہوگا کہ ہمیشہ اسلام کی راہ میں جان قربان کرنے والے امویوں کی تعداد ہاشمیوں کے مقابلہ میں زیادہ رہی ہے۔ بلکہ اگر اس پر بھی غور کیا جائے کہ زوجیت رسول میں تمام خاندانوں کی عورتیں آئیں لیکن بنو ہاشم خاندان صرف اسی باعث اس سے محروم رہا کہ قرآن نے آپ کے لئے شرط یہ لگا دی تھی

Marfat.com

اِلَّا هَاجَرْنَ مَعَكَ — مگر انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو

گویا کہ آپ کے نکاح میں آنے کے لئے از روئے قرآن مہاجر ہونا شرط تھا اور کوئی ہاشمی لڑکی یا عورت مہاجرہ نہ تھی۔ اس لحاظ سے کوئی ہاشمی عورت آپ کے نکاح میں نہ آسکی اور کسی ہاشمی عورت کو امت کی ماں بننے کا فخر حاصل نہ ہو سکا۔ جب کہ بنو امیہ میں سے حضرت اُم حبیبہؓ کو امت کی ماں بننے کا فخر حاصل ہوا۔ اور یہ فخر ایسا ہے کہ قیامت تک قائم رہے گا۔ اور یہ اُم حبیبہؓ ابوسفیانؓ کی صاحبزادی۔ امیر معاویہؓ کی بہن اور یزید بن معاویہؓ کی پھوپھی ہیں

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضورؐ کی بقیہ صاحبزادیوں سے جو اولادیں ہوئیں وہ سب اموی ہوئیں نہ کہ ہاشمی۔ اس طرح بنو امیہ کو برا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضورؐ کے اُن نواسے اور نواسیوں کا ناتمہ کیا جائے جن کا تعلق بنو امیہ سے ہے اور حضورؐ کی تین صاحبزادیاں امویوں میں گئیں۔ اور ان کی اولاد اموی ہوئی۔

حضرت علی کی سپہ سالاری

حضرت عمرانؓ بن حُصین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس پر حضرت علیؓ بن ابی طالب کو عامل متعین کیا۔ حضرت علیؓ اس دستے کو لے کر گئے۔ انھوں نے ایک باندی حاصل کی۔ اس پر صحابہؓ نے ان پر اعتراض کیا اور صحابہ میں سے چار اشخاص نے عہد کیا کہ جب ہماری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگی تو حضرت علیؓ نے جو فعل کیا ہے اس سے حضورؐ کو مطلع کریں گے۔ اور صحابہؓ کا قاعدہ تھا کہ جب سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ کو سلام کرتے اور پھر اپنے گھروں کو جاتے۔ جب یہ سریہ واپس آیا تو اس نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ ان چاروں اشخاص میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ علیؓ بن ابی طالب کو نہیں دیکھتے کہ انھوں نے ایسی ایسی حرکت کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا۔ اس نے بھی شکایت پیش کی۔ آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا پھر تیسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے وہی بات دہرائی۔ آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا پھر چوتھے شخص نے کھڑے ہو کر وہی بات عرض کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور آپ کے چہرے سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا۔ اور آپ غصہ میں سوال فرما رہے تھے کہ تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو۔ تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو۔ تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو۔ علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں۔ اور میرے بعد تمام مومنوں کے ولی ہیں۔

امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اسے جعفر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۲۵

جیسا کہ ہم آگے لکھ رہے ہیں کہ واقعہ کی نوعیت کیا تھی۔ حضرت علیؓ کسی لشکر کے امیر نہ بنائے گئے تھے بلکہ انہیں خمس لینے کے لئے یمن بھیجا گیا تھا جہاں تک ترمذی کی اس روایت کا تعلق ہے وہ جعفر بن سلیمان ضبعی کی تیار کردہ ہے کیونکہ بقول امام ترمذی جعفر کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور جعفر بن سلیمان تبع تابعی ہے۔

وصول خمس کے بعد حضرت علیؓ کی واپسی حجۃ الوداع کے موقع پر ہوئی۔ اور حج کے بعد خم غدیر میں شکایات کا دفتر کھلا۔ حضور نے صحابہ کرامؓ کی شکایات پر یہ جواب دیا۔

فان له فی الخمس اکثر من ذالك　　کیونکہ خمس میں علیؓ کا اس سے بھی زیادہ حصہ ہے

اور اس واقعہ کے باعث حضرت بریدہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کا اقرار کیا کہ میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں جس پر حضورؐ نے حضرت بریدہؓ سے یہ الفاظ فرمائے کہ تو اس سے بغض نہ رکھ کیونکہ خمس میں اس کا بھی حصہ ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۲۳

واقعہ صرف اتنا تھا جس سے حضرت علیؓ کی بشری کمزوری اور غلطی ثابت ہو رہی تھی اور یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد خم غدیر کے مقام پر حضورؐ سے صحابہ کرامؓ نے حضرت علیؓ سے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ اور حضورؐ نے معاملہ کو رفع دفع کرنے کی کوشش کی تھی

Marfat.com

جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ تین ماہ کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو سب نے متفقہ طور پر ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا

لیکن شیعہ ذہن اس واقعہ کو جوں کا توں قبول نہ کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے خم غدیر کے موقع پر حضرت علیؓ کی ولایت اور وصیت کے اتنے افسانے وضع کیے کہ اہل سنت حضرات بھی اس سیلاب میں بہہ گئے۔ حتیٰ کہ موجودہ دور میں اہل سنت اور اہل تشیع میں کوئی فرق باقی نہیں رہا اور جو کمی رہ گئی تھی وہ تصوف کے ناطے پوری ہو گئی۔

ترمذی فرماتے ہیں اسے جعفر بن سلیمان الضبعی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور یہ تبع تابعی ہے اور مخالف کیمپ کا آدمی ہے جو واقعہ کو جوں کا توں کبھی قبول نہ کر سکتا تھا۔ اس لیے اس نے روایت میں اپنی جانب سے ایسے الفاظ داخل کیے جس سے تمام صحابہؓ پر حضرت علیؓ کی فضیلت ثابت ہو اور اصل شکایت پر پردہ پڑ جائے۔ پھر بعد میں اس واقعہ کو حضرت علیؓ کی ولایت کا ایک ذریعہ بنا لیا گیا۔

امام ترمذی نے اس روایت کو غریب یعنی خبر واحد قرار دیا۔ اور فرمایا اسے جعفر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ لہٰذا اس روایت کی صحت و عدم صحت کا تمام تر دارومدار جعفر بن سلیمان کی ذات پر موقوف ہے۔

جعفر بن سلیمان بنو حارث کا غلام تھا اس نے بنو ضبیعہ خاندان میں سکونت اختیار کی اسی لیے ضبعی کہلاتا ہے شیعہ ہونے کے باوجود اس کا شمار زاہد و متقی لوگوں میں ہوتا ہے بخاری کے علاوہ تمام محدثین سنہ نے اس سے روایات لی ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس میں کوئی خاص عیب نہیں، جب یہ صنعا پہنچا تو لوگوں نے اس سے علم حاصل کیا۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لیکن یحییٰ بن سعید القطان اسے ضعیف سمجھتے اور اس کی حدیث نہ لکھتے۔ ابن سعید کا بیان ہے یہ اگرچہ ثقہ ہے لیکن اس میں ضعف پایا جاتا ہے۔ اور شیعہ ہے۔

احمد بن المقدام کا بیان ہے کہ ہم یزید بن زریع کی مجلس میں بیٹھے تھے انھوں نے فرمایا جو شخص جعفر بن سلیمان اور عبد الوارث سے علم حاصل کرتا ہے وہ میرے پاس نہ آئے کیونکہ عبد الوارث معتزلی ہے اور جعفر بن سلیمان رافضی ہے۔

سہل بن ابی خدویہ کا بیان ہے کہ میں نے جعفر بن سلیمان سے دریافت کیا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو ابوبکر و عمر کو برا بھلا کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا گالی تو نہیں دیتا لیکن ان دونوں سے بغض رکھتا ہوں۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں جریر بن یزید بن ہارون کے ذریعہ سے جعفر کا یہ قول نقل کیا ہے اور اس کے بعد جریر بن یزید بن ہارون نے مزید فرمایا جعفر تو گدھے کی طرح رافضی ہے۔

عمر بن علی کا بیان ہے کہ میں نے امام عبداللہ بن المبارک کو دیکھا کہ وہ جعفر بن سلیمان سے سوال کر رہے تھے۔ انھوں نے سوال کیا کیا تو نے ایوب ابی تمیمہ کو دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں۔ امام ابن المبارک نے سوال کیا کیا ابن عون کو دیکھا ہے؟ جعفر نے جواب دیا۔ ہاں۔ ابن المبارک نے سوال کیا۔ کہ کیا تو نے یونس بن یزید کو دیکھا ہے؟ اس نے اس کا بھی اقرار کیا۔

امام عبداللہ بن المبارک نے فرمایا جب تو نے ان حضرات کو دیکھا تھا تو ان کی مجلس میں کیوں شریک نہیں ہوا۔ اور ان سے علم کیوں نہ حاصل کیا؟ تو نے ان حضرات کو چھوڑ کر عوف بن ابی جمیلہ سے روایات سنیں۔ اور عوف تو اس وقت تک خوش نہیں ہوتا جب اپنی ذات میں دو بدعتیں جمع نہیں کر لیتا۔ کیونکہ عوف بن ابی جمیلہ قدری بھی ہے اور شیعہ بھی۔

امام یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز عبدالرزاق بن ہمام سے ایسی بات سنی جو اس کے رافضی ہونے کا ثبوت تھی۔ میں نے عبدالرزاق سے سوال کیا کہ تیرے جتنے بھی استاد تھے مثلاً معمر، اوزاعی، سفیان بن عیینہ اور مالک بن انس یہ سب اہل سنت تھے پھر تجھ میں یہ تشیع کہاں سے آیا؟ عبدالرزاق نے جواب دیا۔ ہمارے پاس جعفر بن سلیمان آیا (یعنی صنعاء میں)، میں نے اسے فاضل اور نیک پایا

Marfat.com

لہٰذا میں نے اس سے یہ مذہب حاصل کیا۔

یعنی جعفر بن سلیمان نہ صرف خود رافضی تھا بلکہ زہد و تقوے کا لبادہ اوڑھ کر دوسروں کو بھی رافضی بناتا تھا یہی کہ عبد الرزاق بن ہمام جیسا محدث بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔

اس واقعہ سے یہ حقیقت بھی سامنے آگئی کہ شیعوں نے ہمیشہ زہد و تقویٰ اور تصوف کا لبادہ اوڑھ کر تشیع کا زہر پھیلایا ہے یہی وجہ ہے جو ہمارے صوفیا تشیع میں غرق نظر آتے ہیں یہی لبادہ عقائد شیعوں اور سنیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ بلکہ بسا اوقات یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے صوفیا فی الواقع جعفر بن سلیمان کا کردار ادا کر رہے ہوں۔ اور تقیہ کر کے زہد و تقویٰ کا لبادہ اوڑھ لیا ہو۔

امام حماد بن زید نے اس جعفر بن سلیمان کی روایت نہ لکھی جے۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ جعفر بن سلیمان شیعہ تھا وہ حضرت علیؓ کے فضائل میں احادیث بیان کرتا کیونکہ اہل بصرہ حضرت علیؓ کی مخالفت میں غلو کیا کرتے تھے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی اکثر احادیث منکر ہوتی ہیں اور علما کا اس کے بارے میں اختلاف ہے۔

ساجی کا بیان ہے کہ اس کے پاس دو باندیاں تھیں اور ان کا نام اس نے ابوبکرؓ و عمرؓ رکھا تھا۔ اور انہیں ہر وقت اذیت پہنچاتا رہتا۔ میزان الاعتدال ج اص ۱۹۲ برام

اس تمام تحقیق سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آگئی کہ جعفر بن سلیمان نے اصل روایت کی صورت بگاڑ دی ہے۔ اور ولایت علیؓ کے کرشمے سب کے سب اس کے خود ساختہ ہیں۔ لیکن جہاں تک اس واقعہ کا تعلق ہے کہ حضرت علیؓ کا یمن بھیجنا۔ یا مال غنیمت میں سے بلا تقسیم ایک باندی لینا اور اسے تصرف میں لانا یہ صحیح بخاری میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے جس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو حضرت علیؓ سے شکایت پیدا ہوئی تھی جبتی کہ حضرت بریدہؓ نے حضورؐ کے سامنے اس امر کا اقرار کیا کہ میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں۔ اور حضورؐ نے انہیں خارج از ایمان قرار نہیں دیا صرف اتنی بات فرمائی کہ بغض نہ رکھو۔

Marfat.com

کیونکہ مسلم سے بغض رکھنا جائز نہیں۔ اس لیے آپ نے ہدایت فرمائی کہ بغض نہ رکھو۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ بلا تقسیم باندی سے صحبت جائز ہے یا نہیں، تو اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ جائز نہیں لیکن اگر کسی نے ایسی حرکت کی تو اس پر حد جاری نہ ہوگی کیونکہ جس شے میں ملکیت کا کچھ نہ کچھ حق پایا جاتا ہو اس پر حد جاری نہیں ہوتی۔ جیسے اگر کوئی باپ کسی بیٹے کا مال چرا لے تو اس پر قطعاً حد جاری نہ ہوگی کیونکہ بیٹے کے مال میں باپ کا بھی حق ہے۔ اس طرح خمس میں ذوی القربیٰ۔ یتامیٰ۔ مساکین سائلین و مسافرین کا حق ہے۔ لہٰذا اس جرم پر حد جاری نہ ہوگی لیکن یہ حرکت خود خلاف قانون ہے۔ اور اس مال کا ذکر اتنی کہ امیر وقت مجاز ہے۔ لہٰذا اگر وہ کسی کو اجازت دیدے۔ اور لونڈی کو تقسیم کر دے تو اس شخص کیلئے اس کا استعمال جائز ہوگا۔ جیسے باندیاں بیع کی تقسیم سے جائز ہوتی ہیں۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خمس میں علیؓ کا اس سے زیادہ حصہ ہے تو یہ عمل خود ایک اجازت متصور ہوگا۔

ایک اہم سوال یہ ہے کہ دوران جنگ جو عورتیں ہاتھ آتی ہیں اگر کفیل امیر تقسیم کر دے تو وہ جائز ہو جاتی ہیں۔ لیکن اس میں ایک شرط یہ ہے کہ ان سے اس وقت تک صحبت جائز نہیں جب تک انہیں حیض نہ آجائے یا اگر حمل ہے تو وضع حمل نہ ہو تاکہ دو شخصوں کا نطفہ مخلوط نہ ہو جائے اسے اصطلاح شریعت میں استبراء کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے اس قانونی نقطہ کو کیسے نظر انداز کیا ممکن ہے۔ وہ لڑکی کنواری ہو جس سے استبراء کی ضرورت نہ ہو۔ اور لفظ جاریہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ جاریہ عربی زبان میں کنواری اور بالغ لڑکی کو کہتے ہیں۔

اس لحاظ سے یہ حرکت اگرچہ اللہ کی نظروں میں بری نہ ہو لیکن صحابہ کرامؓ جو حضورؐ کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھاتے تھے۔ انہیں یہ غیر اخلاقی حرکت ناگوار گزری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کے سبب اگرچہ صحابہؓ نے سکوت اختیار کر لیا مگر

Marfat.com

یک عام شخص کے ذہن میں یہ تخیل ضرور پیدا ہوگا کہ اگر حضرت علیؓ ابن عم اور داماد نہ ہوتے۔ یا ان کی اسلام کی خاطر اتنی قربانیاں نہ ہوتیں تو اس وقت حضورؐ کا ردعمل کیا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ تخیل کی پرواز نے عام لوگوں کے ذہنوں میں حضرت علیؓ کی جانب سے کیا تاثر پیدا کیا ہوگا۔ اور ایسی صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ اس واقعہ کے صرف ڈھائی ماہ بعد لوگ آپ کی خلافت کو قبول کر لیں گے۔ ہمارا ذہن تو یہ کہتا ہے کہ شاید ایک فرد بشر بھی اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اسی لئے شیعہ ذہن نے اس تاثر کو ختم کرنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لیا اور ولایت علیؓ کے ڈھنڈورے پیٹنے شروع کر دیئے۔

یہ ہے خم غدیر کی اصل حقیقت جو شیعہ پروپیگنڈے کے سبب سنیوں کے ذہنوں سے بھی محو ہو چکی۔ بلکہ پاک و ہند کا سنی اس مسئلہ میں شیعوں کا ہمنوا بنا ہوا ہے۔ بلکہ ہمارے علماء بھی ترمذی وغیرہ کی روایت کو دیکھ کر شیعوں کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں

ابو سریحہ یا زیدؓ بن ارقم کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں جس کا مولا ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں۔ ترمذی کہتے ہیں۔ اس روایت میں شعبہ کو شک ہے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ شعبہ نے یہ روایت میمون ابو عبداللہ کے واسطہ زید بن ارقم سے نقل کی ہے۔

ترمذی نے یہ بات کہہ کر اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے کہ شعبہ کو اس روایت میں شک وشبہ واقع ہو رہا ہے۔ اولیں شک تو یہ ہے کہ یہ روایت ابو سریحہ یعنی حذیفہ بن اسید سے مروی ہے یا زیدؓ بن ارقم سے۔

دوسرا شک یہ ہے کہ شعبہ نے یہ روایت سلمہ بن کہیل سے سنی یا میمون ابو عبداللہ سے۔ اس طرح اس روایت میں اضطراب ہے۔ اور جس روایت میں اضطراب ہو وہ مضطرب کہلاتی ہے جو شدید قسم کی ضعیف و ناقابل قبول ہوتی ہے خواہ اس کی سند کتنی ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو۔

ابن عدی اور ذہبی کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت سلمہ بن کہیل سے ہرگز مروی نہیں بلکہ یہ روایت میمون ابو عبداللہ سے مروی ہے کیونکہ شعبہ کے علاوہ اسے عوف نے بھی روایت کیا ہے۔ اور عوف نے میمون کا نام لیا ہے۔ اس لحاظ سے اس روایت کا تمام دار و مدار میمون ابو عبداللہ پر موقوف ہے۔

میمون ابو عبداللہ

علی بن المدینی کا قول ہے کہ یحییٰ بن سعید اس سے کوئی روایت نہ لیتے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ شخص لاشے ہے۔ خود شعبہ کا دعویٰ ہے کہ یہ ایک رذیل انسان ہے۔

تہذیب میزان جلد ۳ صفحہ ۲۳۵

حضرت براء بن العازب کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج فرمایا ہم اس حج میں شریک تھے۔ آپ نے راہ میں قیام کیا۔ اور لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا میں تمام مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ حقدار نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر یہ علیؓ بھی حقدار ہے۔ میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں (من کنت مولاہ فعلی مولاہ)۔ اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھ۔ اور جو علیؓ سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔ (ابن ماجہ مترجمہ - ۱۹ صفحہ ۵)

ترمذی نے حضرت براء عازب سے جو روایت نقل کی ہے وہ اس کہانی کے جواب کے

Marfat.com

لئے کافی ہے۔ انشاء اللہ ہم آئندہ سطور میں اسے زیر بحث کریں گے۔

عدی بن ثابت - براء سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا عدی بن ثابت ہے جو صحاح ستہ کا راوی ہے۔ احمد بن حنبل، احمد العجلی، اور نسائی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے۔

ذہبی اور ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شیعوں کا مجتہد۔ ان کا قصہ گو اور ان کی مسجد کا امام تھا۔ ان میں یہ سچا شمار ہوتا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر تمام شیعہ اس عدی جیسے ہو جاتے تو شیعوں کا شر کچھ کم ہوتا یعنی اس کا شمار دس نمبریوں میں نہیں تھا۔

مسعودی کا خیال ہے کہ یہ شیعوں کے خیالات کو جس انداز میں پیش کرتا ہے اس سے بہتر انداز میں کوئی دوسرا شیعہ بیان نہیں کرتا۔ (یہ ذہن نشین رہے کہ مورخ مسعودی خالص نمبر ایک رافضی ہے)

جوزجانی کا بیان ہے کہ عدی راہ حق سے ہٹا ہوا ہے۔ یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں سچا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۱

عبدالرحمن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد یعنی ابوحاتم رازی سے سنا ہے وہ فرماتے تھے اس کا دادا اس کی ماں کا نانا عبداللہ بن یزید تھا۔ اس نے احادیث براء بن العازب سے سنی ہیں۔ اس عدی سے احادیث نقل کرنے والے یحیٰی بن سعید الانصاری، مسعر اور شعبہ ہیں۔ میں نے اپنے والد یعنی ابوحاتم سے اس عدی کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا یہ سچا شخص ہے شیعوں کی مسجد کا امام اور ان کا قصہ گو ہے۔ (الجرح والتعدیل ج ۲)

محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب مسلک ایسی روایت بیان کرے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو وہ روایت ہرگز قابل قبول نہیں۔ اور شیعوں کے نزدیک حضرت علیؓ کی امامت وولایت سے بڑھ کر کوئی دوسری شئے نہیں۔ لہٰذا اس روایت کے مردود ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کا راوی عدی بن ثابت شیعہ ہے

اگر آپ حضرات یہ تصور کرتے ہوں کہ اس روایت کا راوی بخاری و مسلم کا راوی ہے

Marfat.com

لہذا یہ ناقابل قبول ہے۔ اگر فی الواقع یہ کچھ اہم ہوتا تو بخاری و مسلم بھی اس سے روایت نقل کرتے۔ لیکن ان کا نقل نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ بخاری و مسلم بھی شیعہ راوی کی وہ روایت قبول نہیں کرتے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو۔ اور چونکہ اس روایت سے شیعہ مسلک کی تائید ہوتی ہے لہذا اس شیعہ کی یہ روایت ناقابل قبول ہے

اگر آپ حضرات یہ تصور فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں اتنا معمولی سا فساد ہے۔ تو شیعہ مذہب کا یہ اصول پیش نظر رکھئے کہ دین کے دس حصوں میں نو حصے تقیہ یعنی جھوٹ بولنے پر موقوف ہے۔ یعنی شیعہ جو کچھ بھی کہتا ہے وہ سب کچھ جھوٹ ہوتا ہے اور ان کی بات کو سچا ماننے والا سب سے بڑا جھوٹا ہے جو خود فریب کا شکار ہے۔

اس روایت میں ایک اور بھی فساد موجود ہے اور اس مفسد کا نام علی بن زید بن جدعان

علی بن زید بن جدعان

اس کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ علی بن زید بن عبداللہ بن زہیر ابو ملیکہ بن جدعان ہے۔ اس کی کنیت ابوالحسن ہے۔ قبیلہ قریش کے خاندان بنو تیم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا شمار علماء تابعین میں ہوتا ہے اس سے بخاری کے علاوہ تمام محدثین نے روایات لی ہیں۔ یہ حضرت انسؓ، سعید بن المسیب اور ابوعثمان النہدی سے روایات نقل کرتا ہے۔

یہ شخص مختلف فیہ ہے جریری کا بیان ہے کہ بصرہ کے تین فقہا اچانک نابینا ہو گئے علی بن زید بن جدعان، قتادہ اور اشعث الحدانی۔

منصور بن زاذان کا بیان ہے کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ ان کی جگہ سنبھال لیجئے۔

شعبہ کہتے ہیں آخر عمر میں اسے اختلاط پیدا ہو گیا تھا۔ منصور بن زاذان کا بیان ہے کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ ان کی جگہ سنبھال لیجئے۔

Marfat.com

حماد بن زید کوفی کا بیان ہے کہ یہ احادیث میں تبدیلیاں کرتا تھا۔ فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان۔ اس کی روایت سے احتراز کرتے۔ امام سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

احمد بن حنبل کہتے ہیں ضعیف ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ ان کا ایک قول یہ ہے کہ یہ قوی نہیں۔ یزید بن زریع کا قول ہے کہ یہ تو رافضی ہے۔

احمد العجلی کا بیان ہے کہ یہ شیعہ ہے قوی نہیں۔ بخاری اور ابو حاتم کہتے ہیں یہ شخص حجت نہیں لیکن ابو حاتم کہتے ہیں: اس کی روایت لکھ لی جائے لیکن یزید بن ابی زیاد مجھے اس سے زیادہ پسند ہے

نسوی کا بیان ہے کہ بڑھاپے میں دماغ جواب دے گیا تھا۔ ابن خزیمہ کا بیان ہے کہ میں اس کی روایت خرابی حافظہ کے باعث قبول نہیں کرتا۔ ابن عدی نے اس کی کئی روایات کو منکر قرار دیا۔ ۱۳۱ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ میزان جلد ۳ صفحہ ۱۲۷

ابو حاتم کا بیان ہے کہ علی بن یزید بن جدعان ہم سے آج کچھ حدیث بیان کرتا اور کل کچھ اور اور وہ اس لائق نہ تھا کہ اس کی حدیث قبول کی جائے۔ ج ۲ صفحہ ۱۸۹

صالح کا بیان ہے کہ میرے والد امام احمد اسے قوی نہیں سمجھتے تھے۔ الجرح والتعدیل

ترمذی نے حضرت براءؓ سے جو کہانی نقل کی ہے۔ اس سے کچھ اور ہی حالات سامنے آتے ہیں۔ قارئین کرام اس پر بھی نظر ڈال لیں۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ فرمائے۔ ایک پر علیؓ بن ابی طالب کو امیر متعین کیا۔ اور ایک پر خالدؓ بن الولید کو اور فرمایا جنگ کے وقت علیؓ امیر ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے ایک قلعہ فتح فرمایا۔ اور اس قلعہ سے باندی لے لی۔ (یعنی اس سے ہمبستر ہوئے۔)

یہ واقعہ خالد بن الولیدؓ نے لکھ کر میرے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

Marfat.com

روانہ کیا جس میں علیؓ کی شکایت کی گئی تھی۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے جب خط پڑھا تو آپ کے چہرے کی رنگت تبدیل ہو گئی اور فرمایا

تو اس شخص کے بارے میں جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو اور جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت رکھتا ہو۔ ایسے شخص کے بارے میں مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

میں نے عرض کیا میں اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں میں تو صرف قاصد ہوں۔ اس پر آپ نے خاموشی فرمائی۔ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس ایک سند کے علاوہ کسی اور سند سے واقف نہیں۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۲۶

اس واقعہ میں کہاں تک حقیقت ہے۔ اور کہاں کہاں غلطی ہے ہم اس وقت اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے لیکن تمام روایات سے یہ یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے بلا اجازت مال غنیمت سے ایک لونڈی الگ کر لی تھی۔ اور اس سے بلا اجازت رسول ہمبستر ہو گئے تھے۔ اور مال خمس میں اصل حق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور آپ کی مرضی پر موقوف تھا کہ باندی کو کسی کی ملکیت میں دیں یا آزاد کر دیں۔ بہر صورت یہ نبی کی اجازت پر موقوف تھا اور یہاں بلا اجازت یہ فعل سرزد ہوا تو لوگوں کو اس پر غصہ واقع ہوا۔ اور صحابہ میں سے چار اشخاص نے تو یہ عہد کیا تھا کہ ہم واپس جانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شکایت پیش کریں گے۔

چونکہ حضرت علیؓ حجۃ الوداع سے قبل واپس نہ آ سکے تھے بلکہ سیدھے مکہ معظمہ پہنچے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حج میں مصروف تھے جب آپ حج سے فراغت کے بعد خم غدیر میں ٹھہرے تو وہاں شکایتوں کے دفتر کھلے جسے سبائیوں نے ابتدائی دور میں ردو بدل کر کے پیش کیا۔ اور جوں جوں ان کے اماموں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اتنا ہی ان روایات میں ردو بدل ہوتا گیا۔ ترمذی کی ایک اور روایت ملاحظہ کیجئے۔

جو حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے۔ حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس پر علیؓ ابن ابی طالب کو امیر بنایا۔ وہ لشکر لے کر چلے۔ اور راستہ میں ایک لونڈی سے ہمبستر ہوئے جس پر لوگوں نے اعتراض کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے چار صحابہ نے تو باہم عہد کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری ملاقات ہوگی۔ تو ہم علیؓ کی اس حرکت سے آپ کو مطلع کریں گے۔

مسلمانوں کا دستور یہ تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ پھر اپنے گھروں کو جاتے جب یہ لشکر واپس پہنچا تو انھوں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ ان چاروں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ علیؓ کو نہیں دیکھتے کہ انھوں نے ایسی اور ویسی حرکت کی رسول اللہ صلی اللہ نے منہ پھیر لیا۔ تو دوسرے شخص نے کھڑے ہو کر یہی بات عرض کی۔ آپ نے منہ پھیر لیا۔ پھر تیسرا شخص کھڑا ہوا۔ اس نے بھی شکایت کی۔ آپ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر چوتھا شخص کھڑا ہوا۔ اس نے شکایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور آپ کے چہرہ مبارک سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا۔ اور فرمایا۔ آخر تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اسے جعفر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵

ہمیں اس روایت پر بحث کرنا مقصود نہیں۔ ہمیں تو قارئین کے سامنے صرف اتنی بات عرض کرنی ہے کہ خم غدیر میں ولایت تقسیم نہیں ہو رہی تھی۔ بلکہ شکایات کے دفتر کھلے ہوئے تھے جس کا اقرار جعفر بن سلیمان جیسا رافضی بھی کر رہا ہے۔ جو حضرت عمرانؓ کی حدیث کا راوی ہے۔

Marfat.com

ہاں ہم قارئین کرام کی خدمت میں یہ عرض کریں گے کہ [illegible] تو وہ [illegible]

اور حضرت علیؓ کو ایسا بتایا گیا بلکہ حضرت علیؓ کو [illegible] حضرت [illegible] لہجہ کے [illegible]

کے لئے جتنا تھا جو یہ تمام جھگڑا درپیش آیا۔

صحیح بخاری میں حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کے پاس حضرت علیؓ کو خمس لینے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت بریدہؓ کا بیان ہے مجھے علیؓ سے بغض پیدا ہو گیا کیونکہ علیؓ نے غسل کیا تھا۔ یعنی خمس میں سے [illegible] کے ساتھ [illegible] ہوئے تھے اور میں نے خالدؓ سے کہا تم نے علیؓ کی یہ حرکت دیکھی۔

جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے اس بات کا آپ سے تذکرہ کیا۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تو علیؓ سے بغض نہ رکھ کیونکہ اس کا خمس میں اس کا حصہ اس سے زیادہ ہے۔ بخاری ج ۲ ص [illegible]

معلوم ہوا کہ غدیر میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی تقریر نہیں ہوئی تھی [illegible] تو سیکڑوں افراد شکایت کی کھڑے تھے جن کی شکایت و فتنہ کی بدولت بعض صحابہؓ کے [illegible] حضرت علیؓ کی جانب سے بغض پیدا ہو گیا تھا۔ اور خاص طور پر حضرت بریدہؓ اس معاملہ میں بہت مشہور ہیں جیسے شیعہ راویوں نے ان کی جانب فضیلت علیؓ کی روایات وضع کر کے منسوب کی ہیں۔

یہ ہماری کوئی نرالی منطق نہیں بلکہ علامہ شمس الحق افغانی صاحب جو علمائے دیوبند میں ایک مستند اور نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی ایک تقریظ میں اس کا اقرار کیا ہے۔ انھوں نے یہ تقریظ علامہ محمد نافع صاحب کی ایک کتاب حدیث الثقلین پر لکھی ہے موصوف کے الفاظ ہیں۔

درایتاً بھی عترت والی بات درست نہیں کیونکہ خم غدیر میں مقصود اصلی حضرت علیؓ پر اعتراضات کا دفعیہ تھا۔ اور اعتراضات کی اصلیت عداوت تھی۔ اللھم وال من والاہ او عاد من عاداہ کا تقابل

بتلا رہا ہے کہ اہل بیت مستحق محبت ہیں نہ محل عداوت۔ حدیث الثقلین ص۳۱

اب رہا یہ مسئلہ کہ مقام غدیر خم میں یہ سند کہ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ بھی اس کے مولیٰ ہیں تقسیم بھی ہوئی تھی یا نہیں۔ ہماری عقل ہرگز بھی یہ امر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اس قسم کے ناسازگار ماحول میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات فرمائیں گے۔ یہ تو سراسر خلاف حکمت ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے خلاف جو محاذ قائم ہو رہا تھا۔ اس کے تدارک کے لئے آپ نے یہ دعا فرمائی ہو۔ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ اے اللہ جو علیؓ سے محبت رکھے تو اس سے محبت فرما اور جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔ تو اس سے عداوت رکھ یہی بات مولانا شمس الحق افغانی نے فرمائی کہ یہاں محبت و عداوت کا تقابل ہو رہا ہے مقصود عداوت دور کرنا ہے تقسیم اسناد نہیں۔

حافظ جمال الدین زیلعی حنفی المتوفی ۷۶۲ھ مختلف روایات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے کی روایات اگرچہ بہت ہیں لیکن وہ سب کی سب ضعیف ہیں۔ اور کتنی ہی روایات ہیں جن کے راوی بہت ہیں اور ان کے طرق متعدد ہیں۔ مگر وہ سب ضعیف ہیں۔ جیسے حدیث طیر اور حدیث افطر الحاجم اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

بلکہ بعض اوقات کثرت طرق بجائے اس کے کہ نقصان ضعف کو پورا کرے اس ضعف کو اور آشکارا کر دیتا ہے۔ نصب الرایہ فی احادیث الہدایہ ج ۱ صفحہ ۳۶۰

امام ابن تیمیہ اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فلا یصح من طریق الثبوت اصلا — یہ روایت ثقہ اور معتبر طریقہ سے ہرگز ثابت نہیں

منہاج السنہ ج ۴ ص۸۶

ہم نے جہاں تک قرآن و سنت کا مطالعہ کیا ہے تو ہمیں اس روایت کے علاوہ جہاں بھی مولیٰ کا لفظ نظر آیا تو وہ یا تو اللہ کے لئے استعمال ہوا اور اگر کسی انسان کے لئے یہ مستعمل ہوا تو اس صورت میں ہوا جب کہ اس شخص کا کوئی زرخرید غلام پایا جاتا ہو۔ ارشاد الٰہی ہے۔

بل اللہ مولاکم وھو خیر الناصرین ۔ بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ بہترین مددگار ہے

نیز ارشاد ہے

ان اللہ ھو مولاکم نعم المولیٰ ونعم النصیر ۔ یقیناً اللہ ہی تمہارا مولیٰ ہے اور وہ اچھا مولیٰ ہے اور اچھا مددگار ہے۔

نیز ارشاد ہے

انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین ۔ آپ ہی ہمارے مولیٰ ہیں تو فتح دے ہم کو کافروں پر ہماری مدد فرما۔

نیز ارشاد ہے

مولاھم الحق الا لہ الحکم ۔ ان کا مولیٰ حق ہے اور حکم اسی کا ہے

اس لحاظ سے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہوا۔ اور اس معنیٰ کے لحاظ سے اس کا غیر اللہ کے لیے استعمال جائز نہ ہوگا۔ اور خاص طور پر ان حضرات کے لیے جو کسی انسان کے زرخرید غلام نہ ہوں۔

زمانۂ جاہلیت میں غلام اپنے آقا کو مولیٰ کہہ کر پکارتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا تقولوا لسیدکم یا مولای بل قولوا یا سیدی ۔ اپنے سردار سے اے میرے مولیٰ نہ کہو بلکہ اے میرے سید کہا کرو۔

اور مالک اپنے غلام کو ذلیل و خوار تصور کرتے۔ اور اسی تصور کو پیش نظر رکھتے ہوئے غلام کو یا عبدی کہہ کر پکارتے۔ اس صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک کے لئے لفظ مولیٰ کے استعمال کو منع فرمایا اور مالکین کو حکم دیا وہ اپنے غلام کو مولیٰ کہیں۔

اگر اس روایت من کنت مولاہ فعلی مولاہ میں جس کا مولیٰ ہوں۔ علیؓ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ میں مولیٰ کا مقصد مالک ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مالکین کے لئے اس لفظ کی ممانعت فرمائی۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اپنے لئے بلکہ حضرت علیؓ

Marfat.com

نے بھی ان الفاظ کو استعمال فرمایا۔ یہ تو ایک امر محال ہے اور نبی کریم صلی اللہ پر کھلا اتہام ہے بہرحال اس کہانی سے یہ نتیجہ ضرور نکلا ہوا کہ پاک و ہند میں کروڑہا افراد مولی بن گئے یعنی جس نے داڑھی رکھ لی۔ وہ مولی بن گیا۔ خواہ اس نے فرنچ کٹ داڑھی ہی کیوں نہ رکھی ہو۔ وہ مولی کہلایا۔ اس طرح حضرت علیؓ کے واسطے سے یہ لفظ نہ صرف عام ہوا بلکہ داڑھی رکھنے والوں کیلئے ایک اچھی خاصی گالی بن گیا۔

سب سے پہلے نماز پڑھنے والے حضرت علیؓ ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت علیؓ نے نماز پڑھی ہے۔

اگر یہ روایت بلحاظ سند درست بھی ہوتی تب بھی ہمارے لئے یہ حجت نہیں اس لئے کہ جس وقت حضرت علیؓ نے یہ نماز پڑھی ہوگی۔ اس وقت تک ابن عباسؓ وجود میں بھی نہ آئے ہونگے کیونکہ ابن عباسؓ ہجرت مدینہ سے ڈھائی تین سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ اور جس وقت حضرت علیؓ نے یہ نماز پڑھی ہوگی۔ تو شاید اس وقت ابن عباسؓ کے کوئی بڑے بھائی عالم وجود میں آنے کی تیاری فرما رہے ہوں گے۔ لہذا جھوٹ کے لئے ایک ہنر کی ضرورت ہے۔ اور یہ بھی ایک ہنر ہے کہ واقعہ کا ناقل اس شخص کو بنایا جائے جو عالم وجود میں بھی نہ آیا تھا۔

ترمذی اس کہانی کو نقل کرکے لکھتے ہیں۔ یہ روایت اس سند سے غریب ہے کیونکہ اسے شعبہ کے علاوہ کسی نے ابو بلج سے نقل نہیں کیا۔ اور شعبہ سے محمد بن حمید کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ اور ابو بلج کا نام یحییٰ بن سلیم ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۳

ہم نے اس کی سند دیکھی تو اس کی سند حسب ذیل سامنے آئی۔

محمد بن حمید، ابراہیم بن المختار، شعبہ، ابو بلج، عمرو بن میمون ابن عباسؓ

عمرو بن میمون اس کا آخری راوی عمرو بن میمون ہے۔ اسے قتادہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی روایت

منکر ہوتی ہے جہاں تک شعبہ کا تعلق ہے تو یہ کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ اب یہ خبر نہیں کہ حفص نے ایسے راوی سے روایت کیوں نقل کی۔ یا بعد کے راویوں نے ان کی جانب سے منسوب کردی۔ بہرحال ہم بعد کے راویوں کی چھان بین کرتے ہیں۔

ابراہیم بن المختار الرازی۔ اس کی کنیت ابو اسماعیل ہے۔ یہ ابن اسحاق کا شاگرد ہے۔ اس سے محمد بن حمید اور عمرو بن رافع القزوینی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ ابو غسان زنیج کہتے ہیں میں نے اس کی روایت ترک کردی ہے۔

ابو غسان زنیج سے مراد محمد بن عمرو بن بکر الرازی ابو غسان ہے۔ وہ اپنی کنیت اور لقب سے مشہور ہیں، ان کا شاگرد محمد بن حمید ہے۔

محمد بن حمید الرازی۔ ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہے۔ اس کا شمار حفاظ میں ہوتا ہے۔ ابن المبارک اور یعقوب قمی سے روایات نقل کرتا ہے اور یہ ضعیف ہے۔

یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ اس کے یہاں منکرات بہت ہوتی ہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایات پر اعتراض ہے۔ ابو زرعہ رازی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔

فضلک الرازی کا بیان ہے کہ میرے پاس ابن حمید کی پچاس ہزار روایات ہیں لیکن میں ان میں سے ایک حرف بھی بیان کرنا پسند نہیں کرتا۔

اسحاق الکوسج کا بیان ہے کہ محمد بن حمید نے ابن اسحاق کی کتاب المغازی مجھے سلمۃ الابرش کے واسطہ سے سنائی۔ اسحاق الکوسج کا بیان ہے کہ میں علی بن مہران کے

Marfat.com

باہر گیا۔ وہ ابن اسحاق کی وہ مغازی سنا رہا تھا جو محمد بن حُمَیْد نے سَلَمۃَ الا برش سے نقل کی ہے۔ اس نے جب یہ مغازی مجھ سے سنی۔ تو حیران ہو کر بولا۔ یہ کتاب تو محمد بن حمید نے مجھ سے سُنی ہے۔

کوسج کا بیان ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن حُمَیْد جھوٹا ہے۔

صالح جزرہ کا بیان ہے کہ ہم محمد بن حمید کو ہر معاملہ میں متہم سمجھتے ہیں۔ ہم نے اس شخص سے بڑھ کر اللہ سے بے خوف کوئی نہیں دیکھا۔ وہ لوگوں کی احادیث لیتا اور ان میں تبدیلیاں کرتا تھا۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ ہم سے ابن حمید نے بیان کیا ہے اور اللہ کی قسم وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اور دیگر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ حدیث چوری کیا کرتا تھا۔

نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ صالح جزرہ کا بیان ہے کہ میں نے ابن حمید اور ابن الشاذ کونی سے بڑھ کر جھوٹا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

ابو علی النیسا پوری کا بیان ہے کہ میں نے ابن خزیمہ سے سوال کیا کہ اگر آپ ابن حمید سے سند حاصل کرتے تو بہتر تھا کیونکہ احمد بن حنبل نے اس کی ثنا کی ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا۔ احمد اسے صحیح طور پر پہچانتے نہ تھے۔ اگر وہ اسے پہچان لیتے۔ جیسے ہم نے اسے پہچانا ہے تو کبھی اس کی تعریف نہ کرتے۔

ابو احمد العسّال کا بیان ہے کہ میں نے فَضْلَک الرازی سے سُنا ہے کہ میں محمد بن حمید کے پاس گیا وہ روایات کے لئے سندات وضع کر رہا تھا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ قرآن حفظ نہ رکھ سکتا تھا۔

ابو بکر الصنعانی سے دریافت کیا گیا کیا آپ محمد بن حمید سے روایات کرتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا۔ ہاں اس سے احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے روایات لی ہیں۔

محمد بن حمید کے شاگردوں میں محمد بن جریر طبری اور ابو القاسم البغوی ہیں۔ اس کا انتقال ۲۴۸ھ میں ہوا۔

Marfat.com

اب ذرا آپ ابو بلج کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ابو بلج الفزاری

یہ قبیلہ بنو فزارہ سے تعلق رکھتا ہے۔ [illegible]
اس کا نام یحییٰ بن سلیم [illegible] کے [illegible]
ہے [illegible] اصحاب سنن نے اس سے روایات لی ہیں۔ یہ عمرو بن میمون [illegible]
[illegible] سے روایت نقل کرتا ہے اور اس سے شعبہ اور ہشیم نے روایات [illegible]

اسے یحییٰ بن معین وغیرہ۔ ابن سعد ثقہ [illegible] دارقطنی نے ثقہ [illegible] ابو حاتم [illegible]
ہے کہ یہ حدیث میں اچھا ہے اس میں کوئی برائی نہیں۔ یزید بن ہارون [illegible]
ذکر کرتا تھا۔

امام بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ احمد کا بیان ہے کہ اس نے ایک منکر
روایت بیان کی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ خطا کیا کرتا تھا [illegible]
اس کی منکرات میں سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے علی کے دروازے کے علاوہ
سب دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔

اور اس کی خرافات میں سے ایک خرافات یہ بھی ہے کہ حضرت [illegible]
نے فرمایا جہنم پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اس کے دروازے آپس میں [illegible]
اور وہاں کوئی نہ ہوگا۔

ثابت البنانی کا بیان ہے کہ میں نے حسن بصری سے اس روایت کے بارے میں دریافت
کیا۔ انہوں نے اس روایت کو منکر قرار دیا۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ روایت بہت منکر ہے

میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۸۴

Marfat.com

حضرت علیؓ کی امارتِ حج

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ برارت کی دس آیات نازل ہوئیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو بلایا۔ اور انھیں اس کام پر مامور فرمایا کہ وہ جاکر اہلِ مکہ کو پڑھ کر سنائیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا۔ اور فرمایا جاؤ۔ ابوبکرؓ سے جلد ملو۔ اور ان سے جہاں بھی ملاقات ہو میری تحریر لے لینا۔ اور اس تحریر کو اہلِ مکہ کے پاس لے کر جانا۔ اور پڑھ کر سنانا حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ میں ابوبکرؓ سے جحفہ میں ملا۔ اور ان سے خط لے لیا۔ ابوبکرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بغیر حج کے لوٹ آئے۔

انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے متعلق کچھ نازل ہوا ہے۔ ارشاد ہوا کہ نہیں لیکن جبرائیل میرے پاس آئے تھے۔ اور مجھے حکم دیا کہ آپ کا کوئی قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ یا آپؐ خود جائیں یا اسے بھیجیں جو آپؐ میں سے ہو۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۱

یہ روایت امام احمد کے صاحبزادے عبد اللہ نے محمد بن سلیمان لوین سے نقل کی ہے اس طرح اس روایت کو امام احمد کی جانب منسوب کرنا تو غلط ہے۔ ہاں یہ روایت امام احمد کے صاحبزادے عبد اللہ کی جانب منسوب کی جا سکتی ہے۔

محمد بن سلیمان لوین نے یہ روایت محمد بن جابر سے نقل کی ہے۔ اس نے سماک سے اس نے حنش سے اور اس نے حضرت علیؓ سے ہم اسکے صرف دو راویوں پر کلام کریں گے۔ ایک حنش اور دوسرا ایک سماک۔

حنش بن المعتمر:۔ اسے ابن ربیعہ الکنانی الکوفی بھی کہا جاتا ہے۔ ہم نے ایصال ثواب نامی کتاب میں تحریر کیا تھا کہ حضورؐ کی جانب سے حضرت علیؓ کو دو مینڈھوں کی وصیت کا

بن ... یمنی شخص ہے۔ اس نے حضرت علیؓ، حضرت ابوذرؓ سے حدیث روایت کی ہے۔ اور اس سے حکم، سماک اور اسماعیل بن ابی خالد وغیرہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

اسے ابو داؤد نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن ابو حاتم کا بیان ہے اگرچہ یہ شخص نیک ہے لیکن اس نے محدثین کو دیکھا وہ اسے حجت نہ سمجھتے تھے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے اس کی حدیث حجت نہیں۔ یہ حضرت علیؓ سے عجیب عجیب کہانیاں نقل کرتا ہے۔ اور یہ کہانی ثقہ راویوں کی حدیث کے مطابق نہیں۔ تہذیب التہذیب ... ۲۱۶

اسے ابو داؤد نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن ابو حاتم کا بیان ہے اگرچہ یہ نیک شخص ہے لیکن میں نے محدثین کو دیکھا وہ اسے حجت نہ سمجھتے تھے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے اس کی حدیث حجت نہیں۔ یہ حضرت علیؓ سے عجیب عجیب کہانیاں نقل کرتا ہے۔ اور کہانی ثقہ راویوں کی حدیث کے مطابق نہیں۔ ذہبی میزان ۲۱۹

اور یہ بھی عرض کیا جاتا ہے کہ اگر حضرت علیؓ سے ابن یزید نقل کریں تو روایت اس وقت تک معتبر نہ ہوگی جب تک عبداللہ بن مسعود کے شاگرد اسے نقل نہ کریں کیونکہ حضرت علیؓ کے جتنے بھی ساتھی تھے یہ سب تالیفین غلط ہیں۔ اور سب جھوٹے ہیں۔ اسی لئے محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ پر جتنا جھوٹ بولا گیا اتنا کسی اور پر نہیں بولا گیا۔ لہذا اگر کوئی کوفی یا بالفاظ دیگر کوئی سبائی حضرت علیؓ سے روایت نقل کرتا ہے وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ امام نسائی کتاب الضعفاء والمتروکین میں لکھتے ہیں اس سے سماک روایت کرتا ہے۔ قوی نہیں ص۳۶۔ بخاری لکھتے ہیں حنش بن المعتمر الصنعانی۔ بعض لکھتے ہیں۔ اس کا نام حنش بن ربیعہ ہے اس نے حضرت علیؓ سے روایات سنی ہیں۔ اس سے سماک اور حکم کوفی نے روایت نقل کی ہے۔ محدثین اس کی حدیث میں کلام کرتے ہیں۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص۳۰

سماک بن حرب حنش سے یہ روایت نقل کرنے والا سماک ہے۔ اس کی کنیت ابو المغیرۃ الہذلی

Marfat.com

الکوفی ہے۔ بخاری کے علاوہ اس سے سب نے روایت کی ہے۔ یہ سچا ہے۔ نیک آدمی ہے۔

ابن مبارک نے سفیان سے نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے جریر الضبی کا بیان ہے کہ میں سماک کے پاس گیا میں نے اسے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔ میں واپس آگیا اور دل میں سوچا کہ اس کا دماغ سٹھیا گیا ہے۔ لہذا میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔

احمد بن ابی مریم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ سماک ثقہ ہے۔ امام شعبہ اسے ضعیف کہتے ہیں احمد کا بیان ہے کہ سماک مضطرب الحدیث ہے لیکن تب بھی یہ عبد الملک بن عمیر سے بہتر ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ صالح جزرہ کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔

نسائی کا بیان ہے کہ جب کسی اصل میں منفرد ہو تو یہ حجت نہیں۔ لیکن اس میں یہ عیب ہے کہ اسے تلقین کی جاتی تو وہ اس تلقین کو قبول کر لیتا۔

حجاج نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے سماک سے کہنا شروع کیا عکرمۃ عن ابن عباس وہ جواب دیتے ہاں۔

ابن عمار کا بیان ہے کہ حدیث میں غلطیاں کرتا۔ لوگ اس کی حدیث میں اختلاف کرتے ہیں عجلی کا بیان ہے۔ جائز الحدیث ہے۔ سفیان ثوری اسے تھوڑا بہت ضعیف کہا کرتے تھے۔ ابن المدینی کہتے ہیں اس کی روایت عکرمہ سے مضطرب ہے یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ یہ عکرمہ کے علاوہ اور لوگوں کی روایت میں نیک ہے لیکن ان لوگوں میں نہیں جن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

انا مدینۃ العلم وعلی بابہا

ترمذی نے حضرت علیؓ کے ذریعہ یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ انا دار الحکمۃ وعلی بابہا۔

Marfat.com

میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب و منکر ہے۔ اسے بعض راویوں نے شریک سے نقل کیا ہے۔ اور اس میں صنابحی کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ اور ہم نے ثقہ راویوں میں سے سوائے شریک کے کسی اور کے پاس یہ روایت نہیں پائی۔

شاید اسی لیے ترمذی نے اس روایت کو اسی لیے منکر قرار دیا ہے۔ ابن جوزی اور سراج القزوینی جنھوں نے جامع ترمذی پر حاشیہ لکھا ہے۔ وہ اپنے حاشیے میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔

شریک سے یہ روایت نقل کرنے والا محمد بن عمر الرومی ہے۔ البزار کہتے ہیں اس میں کمزوری پائی جاتی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں یہ محمد بن عمر الرومی ضعیف تھے۔ اس حدیث کو کس نے وضع کیا ہے۔ شریک نے یا محمد بن عمر الرومی نے یا اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری نے یہ مجھے معلوم نہیں۔ بہرصورت یہ روایت موضوع ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۶۶

اس کا آخری راوی اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے۔ جو ترمذی کا استاد ہے۔ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ ابن ابی شیبہ اور ہناد کا بیان ہے کہ یہ فاسق ہے۔ اور سلف کو گالیاں دیتا تھا۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۱

شریک سے یہ روایت نقل کرنے والے محمد بن عمران الرومی اور عبد الحمید بن بحر ہیں۔ ابن الجوزی اس روایت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اول تو یہ روایت سوید بن غفلہ سے نقل کیا۔ لیکن سوید نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ اور یہ روایت مضطرب ہے۔ اور سلمہ بن کہیل نے صنابحی سے کوئی روایت نہیں سنی۔

ابن جوزی لکھتے ہیں اس روایت کی تین سندات ہیں۔ پہلی سند میں محمد بن عمران الرومی ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے ایسی روایات کرتا ہے جو ان حضرات نے کبھی بیان نہیں کی تھی۔ اس سے کسی حال میں احتجاج جائز نہیں۔ دیگر سندات میں عبد الحمید بن بحر ہے۔ جو

Marfat.com

اسے شریک سے نقل کرتا ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ حدیث کا چور تھا۔ اور ثقہ راویوں سے ایسی روایات کرتا ہے جو انھوں نے کبھی بیان نہیں کیں۔ اس کی روایت کسی حال میں حجت سمجھنا جائز نہیں۔

اس روایت کی ایک سند یہ ہے کہ ابو بکر بن مردویہ نے محمد بن قیس کے ذریعہ اسے شعبی سے نقل کیا ہے۔ اور وہ حضرت علی سے ناقل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ لیکن اس کی سند میں محمد بن قیس مجہول ہے یعنی نادر روایتوں ہے۔ جناب شریک کا حال ابن الجوزی نے نقل نہیں کیا۔ ہم اس کا جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔

شریک بن عبداللہ النخعی۔ ابو عبداللہ الکوفی قاضی ہیں۔ حافظ ہیں۔ صادق ہیں۔ اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ علی بن الاقمر زیاد بن علاقہ اور متعدد تابعین سے احادیث روایت کرتے تھے علی بن المدینی نے یحییٰ بن سعید القطان سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ اس شریک کو انتہائی ضعیف قرار دیتے۔

ابن المثنیٰ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمن بن المہدی کو کبھی شریک سے حدیث روایت کرتے نہیں سنا۔

محمد بن یحییٰ بن سعید القطان نے اپنے والد یحییٰ بن سعید سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے شریک کے اصول میں بہت خلط ملط دیکھا ہے۔

عبدالجبار بن محمد کا بیان ہے میں یحییٰ بن سعید سے عرض کیا لوگوں کا گمان ہے کہ شریک کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اور آخر عمر میں خلط ملط کرنے لگا تھا اس پر یحییٰ بن سعید نے فرمایا وہ ہمیشہ ہی روایات میں خلط ملط کرنے کا مریض تھا۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ شریک بن عبداللہ بن سنان، بن انس النخعی۔ اس کا دادا، سنان بن انس حسین بن علی کا قاتل ہے۔

Marfat.com

یحییٰ بن عثمان کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی اس شریک سے روایت کرتے
عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں شریک کی حدیث کچھ نہیں۔ جوزجانی کا قول ہے کہ اس
شریک کا حافظہ خراب تھا۔ اسے حدیث میں اضطراب ہوتا اور تشیع کی جانب مائل تھا۔

ابراہیم بن سعید الجوہری کا بیان ہے کہ شریک نے چار سو احادیث میں غلطیاں کی ہیں
معاویہ بن صالح نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ شریک سچا ہے ثقہ ہے لیکن
اگر اس کی روایت میں کوئی اس کا مخالف ہو تو مجھے اس کا مخالف اس سے زیادہ محبوب ہے
ابوزرعہ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے سنا ہے کہ شریک ثقہ ہے لیکن
غلطیاں کرتا ہے اور احادیث میں احتیاط نہیں برتتا اور خود کو سفیان اور شعبہ سے
بڑھ کر تصور کرتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن شریک کا بیان ہے کہ میرے باپ شریک کے پاس دس ہزار
روایات تو جابر جعفی شیعوں کی کتابوں کا راوی کی تھیں اور دس ہزار غریب روایات تھیں
سعدویہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن المبارک کو یہ کہتے سنا ہے شریک اہل
کوفہ کی روایات سفیان سے زیادہ جانتا ہے۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ شریک ان روایات میں قوی نہیں جن کی روایت میں منفرد ہے
ابو توبہ الحلبی کا قول ہے کہ ہم رملہ میں تھے تو لوگوں نے باہم اس امر کا تذکرہ کیا کہ

اس وقت امت میں سب سے اہم کون شخص ہے کچھ لوگ بولے کہ ابن لہیعہ ہیں۔ کچھ لوگوں کی
رائے یہ ہوئی کہ وہ امام مالک ہیں ہم نے عیسیٰ بن یونس سے دریافت کیا وہ اس زمانے میں ہمارے
پاس آئے ہوئے تھے انھوں نے فرمایا اس امت کا اہم آدمی شریک ہے۔ اور شریک ابھی اس
وقت تک زندہ تھا۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے انھوں نے فرمایا ابو اسحاق کے معاملہ میں مجھے شریک زہیر سے

Marfat.com

زیادہ پسند ہے۔ اور عثمان بن سعید کا بیان ہے کہ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا ابو اسحاق کی روایت کے معاملہ میں مجھے شریک اسرائیل سے زیادہ پسند ہے۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ شریک سچا ہے مجھے ابو الاحوص سے زیادہ پسند ہے۔ لیکن غلطیاں کرتا ہے۔ بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابو زرعہ سے شریک کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا۔ احادیث بکثرت روایت کرتا ہے اسے وہم بھی ہوتا ہے کبھی کبھی غلطیاں کرتا ہے۔ اس پر فضل بن الصباح نے ان سے فرمایا کہ شریک نے واسطہ سے باطل احادیث روایت کی ہیں۔ امام ابو زرعہ نے اس پر فرمایا۔ ان روایات کو باطل نہ کہو۔

ابراہیم بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے دریافت کیا۔ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو یہ دعویٰ کرے کہ میں کسی صحابی کو کوئی فضیلت نہیں دیتا۔ اس نے جواب دیا یہ شخص احمق ہے۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ کو فضیلت دی گئی ہے۔

ایک روایت شریک سے یہ ہے کہ علیؓ کو ابو بکرؓ پر وہی شخص فضیلت دے سکتا ہے جو خوار ورسوا نہ ہو۔

ابو داؤد الرہاوی کا بیان ہے کہ انھوں نے خود شریک کو یہ کہتے سنا ہے کہ علیؓ خیر البشر ہیں۔ جو شخص اس سے انکار کرے۔ اس نے کفر کیا۔

عبدالسلام بن حرب کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے کہا کیا آپ اپنے بھائی کی عیادت نہیں کریں گے؟ اس نے سوال کیا۔ کون سا بھائی؟ میں نے عرض کیا، مالک بن مغول، اس نے جواب دیا۔ جو علیؓ اور عمارؓ پر نکتہ چینی کرے۔ وہ میرا بھائی نہیں۔

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے علی بن حکیم کے ذریعہ علی بن خادم سے نقل کیا ہے کہ عذاب ..... اور ایک اور شخص شریک کے پاس گئے۔ اور عرض کیا لوگ آپ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ آپ کو علیؓ کے حق ہونے کے معاملہ میں شک ہے۔ شریک نے جواب دیا اے احمق مجھے شک کیسے ہو سکتا ہے میں تو یہ پسند کرتا تھا کہ میں علیؓ کے ساتھ ہوتا۔ اور اپنی تلوار مخالفین کے خون سے

رکھیں گے۔ (یعنی زبیر، طلحہ اور امیر معاویہ)

حفص بن غیاث کہتے ہیں میں نے کہ شریک نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو مسلمانوں نے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کوئی شخص ابوبکرؓ سے افضل نہیں ہے تو سب ان پر متفق ہو گئے پھر ابوبکرؓ نے عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا اگرچہ ان کے بعد کوئی نہ کیا لیکن جب عمرؓ پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے چھ آدمیوں میں شوریٰ قائم کر دی اور وہ عثمانؓ پر متفق ہو گئے اگر ان لوگوں کو اس کا علم ہوتا کہ کوئی شخص ان میں سے عثمانؓ سے بھی افضل موجود ہے تو یہ وہ نہ کرتے۔

جب یہ بات عبداللہ بن ادریس تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ کے لئے ہیں جو انہوں نے شریک سے حکایت کیا واللہ شریک شیعہ ہے اور بخدا اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔

یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ ... نے شریک کے سامنے امیر معاویہؓ کا ذکر کیا اور کہا کہ امیر معاویہؓ بردبار شخص تھے اس پر شریک نے کہا وہ شخص کیسے بردبار ہو سکتا ہے کہ جس نے حق کو جھٹلایا اور علیؓ سے جنگ کی۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ محدث یحییٰ بن سعید اس شریک سے زیادہ ... نہیں سمجھتے شریک تو اس کی پرواہ بھی نہ کرتا کہ وہ کیسی احادیث بیان کرتا ہے

امام ذہبی فرماتے ہیں اس کے باوجود شریک علم کا ایک کشکول تھا نسائی کہتے ہیں اس شریک میں کوئی برائی نہیں ہے مسلم نے متابعت میں اس شریک کی حدیث روایت کی ہے ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا میزان ج ۲ ص ۲۷۰

جو روایت سطور بالا میں پیش کی گئی یعنی میں علم کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ اس روایت کے اگر دیگر راوی معتبر بھی ہوتے تب بھی یہ روایت شریک کے شیعہ ہونے

کے باعث مردود ہوتی۔ اور اس صورت میں جب کہ دیگر روایات قطعاً مجہول ہیں، اس شریک کی روایات کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

یہ روایت حضرت علیؓ کے علاوہ متعدد سندات سے ابن عباسؓ اور حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت کے الفاظ ہیں۔ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں"

یہ روایت ابن عباسؓ سے مجاہد نے نقل کی ہے۔ مجاہد سے اعمش اور اعمش سے ابو معاویۃ الضریر نے۔ اگرچہ اعمش اور ابو معاویہ ہر دو شیعہ ہیں لیکن چونکہ ان سے تمام ائمہ حدیث نے حدیث روایت کی ہے لہٰذا ہم بھی اسے قبول کر لیتے ہیں۔ ورنہ محدثین کا اصول یہ ہے کہ اگر راوی کوئی حدیث روایت کرے جس سے راوی کے مسلک کی تائید ہوتی ہو تو وہ روایت قابل قبول نہیں۔ اس لحاظ سے اعمش اور ابو معاویۃ الضریر کی روایت بھی قابل قبول نہیں لیکن ہم نے ان پر جرح اس لیے نہیں کیا کہ اہل سنت والجماعت کے بیشتر ارکان ان اہل تشیع کے مداح ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دیگر ایسے بھی راوی پائے جاتے ہیں جن پر ابن جوزی نے کلام کیا ہے۔ لہٰذا ہم اس کی تلخیص پیش کئے دیتے ہیں۔

ابن عباسؓ سے یہ روایت دس سندات سے مروی ہے۔ پہلی سند میں ابو معاویہ سے یہ روایت نقل کرنے والا جعفر بن محمد البغدادی الفقیہ ہے۔ لیکن وہ روایت کی چوری میں مشہور ہے۔

دوسری سند میں رجاء بن سلمہ ہے۔ رجاء بن سلمہ حدیث کی چوری میں متہم ہے

تیسری اور چوتھی سند میں عمر بن اسمٰعیل ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ کچھ نہیں کذاب ہے خبیث ہے۔ برا آدمی ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں۔ یہ متروک ہے۔

پانچویں سند میں ابوالصلت الہروی ہے اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ کذاب ہے۔ اس نے یہ روایت ابو معاویہ کے نام سے وضع کی اور پھر اس سے ایک جماعت نے اس روایت کو چوری

کیا اور روایت آگے بڑھائی۔

چھٹی سند میں احمد بن سلمہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ ثقہ راویوں کے سامنے باطل روایت نقل کرتا ہے اور دوسروں کی احادیث چوری کرتا ہے۔

ساتویں سند میں محمد بن عقبہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے اور غیر ثقہ ہے۔

آٹھویں سند میں ابو سعید العدوی ہے جو مشہور دجال ہے اور وضاع حدیث ہے۔

نویں سند میں اسماعیل بن محمد بن یوسف ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ احادیث چوری کرتا اور سندیں تبدیل کرتا ہے۔ اس کی روایت کو کسی صورت میں حجت سمجھنا جائز نہیں۔

دسویں سند میں حسن بن عثمان ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شخص احادیث وضع کیا کرتا تھا

رہی حدیث جابر، اس کی پہلی سند میں احمد بن عبداللہ المکتب ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ روایات وضع کیا کرتا تھا۔

دوسری سند میں احمد بن طاہر بن حرملہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔ یحیی بن معین کا بیان ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور ابوالصلت کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے اس روایت کو ایک جماعت نے چوری کیا اور آگے بڑھایا۔ ابو حاتم بن حبان کا بیان ہے اس خبر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور نہ ابن عباس اور مجاہد سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ اور نہ اعمش اور ابو معاویہ نے کوئی حدیث بیان کی۔ اور جس شخص نے بھی یہ حدیث بیان کی سب نے اسے ابو الصلت سے چوری کیا ہے اور اس کی سند تبدیل کر دی۔

اس روایت کے سلسلہ میں امام احمد حنبل سے سوال کیا گیا انھوں نے فرمایا اللہ تعالی ابوالصلت کی صورت بگاڑے۔

دار قطنی نے ان لوگوں کے نام گنائے ہیں جنھوں نے اس حدیث کو چوری کیا ہے ان

تیسرے محمد بن یوسف ہے، دوسرے محمد بن جعفر العبدی، ... بن عبدالرحمٰن بن ... ہے

جو ایک ... کا شیخ ہے۔ اس نے ایک مجہول شیخ کے ذریعہ ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے۔ چوتھا ایک

شامی شیخ ہے جو ہشام بن عمار کے ذریعہ ابو معاویہ سے روایت کرتا ہے۔ ابن حبان

نے ... راوی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا نام عثمان بن خالد العثمانی ہے۔ یہ شخص یہ روایت

عیسیٰ بن یونس ... کے ذریعہ اعمش سے روایت کرتا ہے اس کی روایت کو حجت سمجھنا جائز نہیں

دار قطنی کا بیان ہے عیسیٰ بن یونس سے عثمان بن عبداللہ الاموی نے بھی یہ روایت

بیان کی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن عدی نے ایک چھٹے شخص کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے اسے ابو الصلت سے احمد

بن سلمہ نے بھی چوری کیا ہے۔ اور یہ شخص ثقہ راویوں کے نام سے باطل احادیث روایت کرتا ہے

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اسے ساتویں شخص رجاء بن سلمہ اور آٹھویں شخص جعفر

بن محمد البغدادی اور نویں شخص ابو سعید العدوی اور دسویں شخص ابن عقبہ نے بھی روایت

کیا ہے اگرچہ ان سب نے اس حدیث کو روایت کیا ہے لیکن اس روایت کی کوئی اصل نہیں

موضوعات۔ ج ۱ ص ۳۴۹

یہ روایت خواہ کسی درجہ کی ہو لیکن ایک صحیح حدیث بھی جو بخاری وغیرہ نے ابن عمر رض

سے نقل کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرما لیجیے۔

ابن عمر کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ

میں سو رہا تھا۔ اچانک خواب میں میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے اس میں سے

دودھ پیا۔ حتیٰ کہ دودھ کی تری میرے ناخنوں سے ٹپکنے لگی۔ میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر کو دیدیا

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی تعبیر کیا ہوئی۔ فرمایا۔ علم

اگر اس روایت پر غور کیا جائے۔ تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ دراصل باب العلم حضرت عمر رض تھے

اور چونکہ عمر رض کے نام سے للّٰہی بغض تھا۔ لہٰذا حضرت علی رض کے لئے فرضی روایات وضع کی گئیں تاکہ

کی روایت کا جواب تیار ہو گئے۔ ورنہ دراصل باب العلم حضرت ہی تھے۔

اے علیؓ جو تجھ سے بغض رکھے وہ منافق ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا تھا کہ اے علی! تجھ سے بجز مومن کے کوئی محبت نہیں کر سکتا اور منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۲، ابن ماجہ ص ۱۲)

امام ترمذی نے حسب عادت اس روایت کو بھی حسن قرار دیا ہے لیکن محدثین کو اس روایت پر متعدد اعتراض ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی عدی بن ثابت ہے جو اگرچہ بخاری و مسلم کا راوی ہے اور اس سے تمام محدثین نے روایات لی ہیں لیکن یہ کٹر شیعہ ہے۔ نیز یہ شیعوں کا عالم ہے اور ان کا یہی مشہور ہے۔ ایک قصہ گو انسان ہے اور شیعوں کی مسجد کا امام تھا۔ اگر تقیہ شیعہ بھی ایسے ہی بن جائیں تو ان کا فتنہ محدود ہو جاتا۔

مسعودی کا بیان ہے کہ ہم نے عدی سے زیادہ درست بات کہنے والا کسی کو نہیں پایا۔ اتفاق سے یہ مسعودی کٹر شیعہ ہے یعنی گواہ بھی گھر کا ہے۔ امام احمد، نسائی اور احمد العجلی نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں کہ سچا ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ غالی رافضی ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ راہ حق سے ہٹا ہوا ہے (میزان ج ۲)

اگر عدی کو شیعہ اور رافضی ہونے کے باوجود صادق القول ہی تسلیم کر لیا جائے تب بھی محدثین کا ایک مسلمہ اصول یہ ہے کہ کسی بدعتی ثقہ کے راوی کی وہ روایت ہرگز قبول نہیں کی جاتی جس سے اس کی بدعت کی تائید ہوتی ہو۔ اس لحاظ سے یہ روایت ناقابل قبول ہے۔ [illegible]

Marfat.com

اپنی بدعت کی تائید میں حدیث روایت کرتا ہو۔ وہ متروک اور ضعیف تصور کیا جاتا ہے اور اس روایت سے تشیع کی تائید ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت قطعاً منکر ہے۔

عدی سے یہ سارا کہانی نقل کرنے والا سلیمان بن مہران الاعمش الکوفی ہے۔ ان کا نام سلیمان بن مہران ہے۔ اہلسنت بھی اسے امام مانتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ شیعہ ہے۔ اور درمیان سے اکثر ضعیف راویوں کو گرا دیتا ہے اس لحاظ سے یہ مدلس بھی ہے اور مدلس کی ایسی روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔ جو حرف عن کے ذریعہ مروی ہو۔ اور یہ روایت حرف عن سے مروی ہے۔

اس کا ایک راوی یحییٰ بن عیسیٰ الرملی ہے۔ جو اصلاً کوفہ کا باشندہ ہے۔ اور اس نے رملہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس لیے رملی کہلاتا ہے۔ امام احمد اس کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ ابومعاویہ کا قول ہے کہ اس کی حدیث لکھ لیا کرو۔ لیکن یہ ابومعاویہ خود ذہبی ثانی سے تعلق رکھتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی حدیث عمدہ ہوتی ہے۔

اس کے برعکس یحییٰ بن معین فرماتے ہیں وہ ضعیف ہے اور ایک بار فرمایا یہ کچھ نہیں احمد بن ابی مریم کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے اس یحییٰ بن عیسیٰ کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا اس کی حدیث نہ لکھو۔ نسائی لکھتے ہیں یہ یحییٰ بن عیسیٰ قوی نہیں ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت کہ علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔ اس کا راوی بھی یحییٰ بن عیسیٰ ہے۔ اس کی عام روایات منکر ہوتی ہیں اور کوئی دوسرا انھیں روایت نہیں کرتا۔ میزان ج ۴ ص ۴۰۳

اس کا آخری راوی عیسیٰ بن عثمان ہے جو یحییٰ بن عثمان الرملی کا بھتیجا ہے امام ذہبی نے اس کے سلسلہ میں کچھ تحریر نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں سچا آدمی ہے یعنی صدوق ہے۔ اور صدوق اس شخص پر بولا جاتا ہے جس کا جھوٹا ہونا ثابت نہ ہو۔ اور یہ ثقاہت کا سب سے ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ کیونکہ صدوق ہونے کے باوجود یہ ممکن ہے کہ وہ غلط روایات بیان

Marfat.com

کرے یا خود روایات میں غلطی کرے۔

اس تمام گفتگو سے یہ واضح ہو کر سامنے آیا ہے کہ دونوں شیعہ و اہل حدیث ہیں اور یہ روایت رد کی ہے۔

مگر اس کے ساتھ بخاری نے وہ حدیث بھی نقل کی ہے جو حضرت براء سے مروی ہے اور شیعہ نے ان الفاظ میں نقل کی ہے حضرت براء فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔

الانصار لا یحبھم الا مؤمن ولا یبغضھم الا منافق فمن احبھم احبہ اللہ ومن ابغضھم ابغضہ اللہ	انصار سے مومن کے علاوہ کوئی محبت نہیں کرتا اور ان سے منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھتا۔ جو ان سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔
بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۴	

بخاری کی ایک اور روایت حضرت انسؓ بن مالک سے ان الفاظ میں مروی ہے

آیۃ الایمان حب الانصار و آیۃ النفاق بغض الانصار	ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض ہے

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انصار کو دیکھ کر فرمایا تھا۔

اللھم انتم من احب الناس الی	اے اللہ تم تمام لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔
بخاری ج ۱ ص ۵۳۴	

اور یہ بات آپ نے تین بار فرمائی تھی۔ لیکن ہمیں حیرت اس پر ہے کہ ابوایوبؓ اور دیگر صحابہؓ کے نام کا ورد کرنے والے اس کے قائل ہیں کہ حضورؐ کی وفات کے بعد صرف پانچ آدمی مسلمان باقی رہ گئے تھے۔ یعنی حضرت علیؓ، حضرت سلمانؓ، حضرت مقدادؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت ابوذرؓ۔ اور اتفاق سے ان میں ایک بھی انصاری نہ تھا۔

Marfat.com

اب اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں الفت سے مسلمان بنے۔

پرندے کا گوشت کھانا

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ وہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ کے پاس ایک پرندے کا گوشت آیا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ مخلوق میں جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو اسے میرے پاس بھیج دیجئے۔ تاکہ وہ میرے ساتھ شریک ہو کر اس پرندے کا گوشت کھائے۔ اتنے میں علی آ گئے اور انھوں نے آکر حضور کے ساتھ وہ گوشت کھایا۔

ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ اگرچہ یہ روایت اور سندات سے بھی مروی ہے۔ لیکن ہم اس روایت کو اسی سند سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔

اور سدی کا نام اسمٰعیل بن عبدالرحمن ہے اس نے حضرت انس بن مالک کا زمانہ پایا ہے۔ اور حسین بن علی کو بھی دیکھا ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۶

سدی سے مراد سدی کبیر یعنی اسمٰعیل بن عبدالرحمن ہے۔ اس کے بارے میں یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدی لکھتے ہیں میرے نزدیک یہ سچا ہے۔ لیکن یحییٰ بن معین لکھتے ہیں۔ اس کی روایات میں ضعف ہوتا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔

سلام بن عبدالرحمن کا بیان ہے کہ ابراہیم نخعی اس سدی کے پاس سے گزرے۔ وہ قرآن کی تفسیر بیان کر رہا تھا۔ ابراہیم نے فرمایا۔ یہ تفسیر قرآن نہیں بلکہ تفسیر قوم ہے۔ لوگوں نے ابراہیم سے عرض کیا۔ اسے قرآن کا بہت بڑا علم حاصل ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ جہالت۔

عبدالرحمن بن مہدی کا بیان ہے کہ یہ سدی ضعیف ہے۔ لیث کہتے ہیں کہ کوفہ میں

Marfat.com

وہ شخص سب سے زیادہ جھوٹے ہیں۔ ایک سدی اور ایک کلبی۔

حسین بن واقد کا بیان ہے کہ میں سدی کے پاس روایت سننے گیا ابھی میں اس کی مجلس سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اس نے ابوبکر و عمر کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ میزان ج ۲۳۶

سدی سے یہ کہانی نقل کرنے والا عیسیٰ بن عمر ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے

عیسیٰ سے یہ کہانی نقل کرنے والا عبیداللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی ہے۔ یہ امام بخاری کا استاد ہے۔ صحیح بخاری میں اس سے روایات کی گئی ہیں یحییٰ بن معین اور ابوحاتم رازی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن ابوحاتم مزید فرماتے ہیں کہ عبیداللہ سے زیادہ محتاط تو ابو نعیم ہے۔

احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے کہ وہ قرآن کا زبردست عالم تھا۔ علم قرآن میں وہ استاد تصور کیا جاتا تھا۔ میں نے کبھی اسے اوپر سر اٹھاتے نہیں دیکھا۔ اور نہ اسے کبھی ہنستے ہوئے دیکھا۔

ابوداؤد سجستانی کا قول ہے کہ وہ تو ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ عبیداللہ احادیث میں خلط ملط کرتا ہے۔ اس نے بدترین قسم کی احادیث روایت کی ہیں۔ اور ان بلاؤں کا موجد وہ خود ہے۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اس سے حدیث سننا پسند نہیں کیا۔

ذہبی کہتے ہیں بظاہر بہت عابد و زاہد تھا۔ اور حرام سے بہت پرہیز کرتا تھا۔ ۲۱۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ ص ۱۶

محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ جب کوئی راوی کوئی ایسی حدیث روایت کرے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو تو اس کی وہ روایت ناقابل قبول ہوتی ہے اور خاص طور پر جب اس روایت سے شیعوں کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

محدثین کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ شیعہ راوی کی وہ روایت ہرگز قابل قبول نہ ہوگی

جس میں حضرت علیؑ اور ان کے اہل خاندان کی فضیلت یا اموی اور دیگر صحابہؓ کی مذمت ہو۔ اس قسم کی تمام روایات راویوں کا جھوٹ تصور کی جائیں گی۔ کیونکہ شیعہ مذہب میں دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین جھوٹ بولنا ہے اور جو شخص جھوٹ نہیں بولتا اس کا دینداری سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس فرقہ کا تمام جھوٹ صحابہ کرام کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اس لئے سعدی اور عبیداللہ بن موسیٰ کی کوئی ایسی روایت قابل قبول نہیں جس سے صحابہ کی مذمت یا مفروضہ اہل بیت کی فضیلت کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔

جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے کہ بخاری نے عبیداللہ بن موسیٰ سے روایات لی ہیں تو بخاری نے عبیداللہ بن موسیٰ سے کوئی ایسی روایت نقل نہیں کی جس سے مذہب تشیع کی تائید ہوتی ہو۔ بخاری و مسلم ایسے شیعہ راوی سے روایت لیتے ہیں جس سے دیگر رواۃ بھی روایت کر رہے ہوں۔ اس لئے بخاری نے عبیداللہ بن موسیٰ کی مناقب اہل بیت یا دیگر صحابہ کی مذمت میں کوئی روایت نہیں لی۔ بخاری و مسلم ان شیعہ راویوں سے عام طور پر ایسی روایات لیتے ہیں جو دوسرے راوی بھی روایت کر رہے ہوں۔

ہاں اگر اسے صرف شیعہ راوی روایت کر رہا ہو۔ اور اس شیعہ راوی سے جھوٹ بولنا بھی ثابت نہ ہو۔ اور وہ روایت شریعت کے کسی اصول کے خلاف نہ ہو تو اس شیعہ راوی کی روایت قبول کی جائے گی۔ عام محدثین کا فیصلہ یہی ہے اگرچہ بعض محدثین اس امر کے قائل ہیں کہ شیعہ راوی کی کسی قسم کی کوئی روایت قابل قبول نہیں۔ اس لئے کہ وہ لوگ تقیہ نامی جھوٹ کو عین دین اور کار ثواب تصور کرتے ہیں۔ اس کے برعکس خارجی، معتزلی، مرجئی وغیرہ جھوٹ کو جائز نہیں سمجھتے۔ اس لئے ان کی روایات قابل قبول ہیں۔ بشرطیکہ وہ اپنے مسلک کی تائید میں کوئی روایت نہ کریں

اس کا ایک اور راوی سفیان بن وکیع ہے اس کا کاتب اس کی روایات میں اضافہ کرتا رہتا اور یہ اپنے خراب حافظہ کے باعث وہ روایت جیسی لکھی پاتے اسے جوں کا توں بیان کر دیتے اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ اپنے والد وکیع بن الجراح الکوفی کی طرح شیعہ مذہب رکھتے ہوں

Marfat.com

اور اپنے جھوٹ کو کاتب کے سر منڈھتے ہوں۔

الغرض اس روایت کی سند میں چار راوی مجروح ہیں۔ اسی لئے ابن جوزی نے العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ اور صفی الدین خزرجی نے حاشیہ ترمذی میں اسے موضوع قرار دیا ہے۔ علامہ محمد طاہر پٹنی فرماتے ہیں اس کی تمام اسنادات باطل ہیں۔

ہمیں حیرت تو خطیب بغدادی پر ہے کہ انھوں نے حاکم مصنف مستدرک کو اس لئے رافضی قرار دیا ہے کہ انھوں نے یہ روایت المستدرک میں نقل کی۔ لیکن ترمذی نے اسے اپنی جامع میں نقل کیا ہے اور اسے غریب قرار دیا۔ لیکن خطیب نے ترمذی کے سلسلہ میں خاموشی اختیار کی حالانکہ ممکن ہے کہ حاکم نے ترمذی ہی سے اسے دیکھ کر نقل کیا ہو۔ اس طرح تشیع کے مجرم ترمذی بنتے ہیں۔ نہ کہ حاکم۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حاکم شیعہ تھے۔ لہذا ترمذی بھی تشیع سے کسی صورت میں خالی نہیں۔ اور کتاب المناقب میں حضرت علیؓ اور اہل بیت کے مناقب میں تو وہ کٹر شیعہ نظر آتے ہیں۔ واللہ اعلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینے میں مجھ سے ابتدا فرماتے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگتا تو آپ مجھے عطا فرماتے۔ اور جب خاموش رہتا تب بھی مجھ سے ابتدا فرماتے۔

ترمذی کہتے ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳

حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کرنے والا عبداللہ بن عمرو بن ہند ہے۔ جو کہ حضرت علیؓ کے کسی سے روایت نہیں کرتا اور اس سے عوف اعرابی کے علاوہ کسی اور شخص نے روایت نہیں کی۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔

اس عبداللہ بن عمرو بن ہند سے عوف اعرابی کے علاوہ دنیا کا کوئی شخص واقف نہیں۔

اس لحاظ سے یہ راوی مجہول ہے۔ اور مجہول راوی کی روایت قابلِ قبول نہیں۔

عوف الاعرابی کی مرویات اکثر کتب صحیح میں پائی جاتی ہیں۔ امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔ تو اگر چند ہمعصروں کا باہم موازنہ کرے جیسے ابن عون اور ایوب کا عوف بن ابی جمیلہ اور اشعث الحمرانی کے ساتھ، حالانکہ یہ چاروں حسن بصری اور محمد بن سیرین کے شاگرد ہیں۔ تو تو ان چاروں میں صحت نقل اور فضیلت علمی کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق پائے گا۔ اگرچہ عوف اور اشعث بھی صادق اور امین سمجھے جاتے۔ لیکن عوف و اشعث ہرگز ابن عون اور ایوب کے مقام کو نہیں پہنچے۔

محمد بن عبداللہ الانصاری کا بیان ہے کہ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ عوف کو مار رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے اے قدری۔

عبداللہ بن المبارک نے جعفر بن سلیمان الضبعی سے فرمایا جب تو نے ابن عوف یونس اور ایوب کو دیکھا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تو نے انھیں چھوڑ کر عوف بن ابی جمیلہ سے احادیث سنی۔ اللہ کی قسم عوف دو بدعتوں سے کم پر راضی نہیں ہوتا۔ یعنی وہ قدری بھی ہے اور شیعہ بھی۔

ایک بار بندار نے عوف کی حدیث پڑھ کر سنائی اور فرمایا عوف اللہ کی قسم قدری ہے رافضی ہے۔ شیطان ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۰۵

اس لحاظ سے یہ روایت عوف بن ابی جمیلہ رافضی کی وضع کردہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چار شخصوں کی محبت فرض تھی

حضرت بریدہ رض کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار شخصوں کی محبت کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ اللہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے آپؐ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان چار اشخاص کے نام بھی بتا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا

Marfat.com

ان میں علی رضؓ بھی ہیں۔ ان میں علیؓ بھی ہیں۔ یہ الفاظ تین بار دہرائے۔ پھر فرمایا۔ ابو ذر رضؓ مقداد رضؓ اور سلمان رضؓ۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی اطلاع دی ہے کہ اللہ ان سے محبت رکھتا ہے۔ ترمذی ۲ ص ۳۳۵

ملت سبائیہ اس کی قائل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ صرف چند اشخاص مسلمان باقی رہ گئے تھے اصول کافی کی ایک روایت کی رو سے ان کی تعداد تین ہے ایک روایت میں چار افراد کا ذکر ہے اور ایک میں پانچ کا۔ اس روایت میں حضرت عمارؓ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان سے کون سا ایسا قصور سرزد ہوا تھا جو ان کا شمار نہیں کیا گیا۔

مزید لطف یہ ہے کہ یہ روایت حضرت بُریدہ رضؓ کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ حالانکہ سابقہ صفحات میں بخاری کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ حضرت بُریدہ رضؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس امر کا اقرار کیا تھا کہ میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں۔ اور آپؐ نے ان کو یہ ہدایت فرمائی کہ بغض نہ رکھو۔

اگر واقعتاً یہ روایت درست ہے اور انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی تو یہ ہرگز ممکن نہیں ہو سکتا کہ ایک صحابی نبیؐ کی زبان سے ایسی بات سننے کے بعد حضرت علیؓ سے بغض رکھے۔ لازماً ان دونوں روایات میں سے ایک روایت یقیناً غلط ہے۔

امام ترمذی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اسے شریک کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔

جناب شریک صاحب کا حال سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اس کے اعادے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن عبداللہ بن ادریس کے یہ الفاظ ضرور ذہن میں رکھئے کہ انھوں نے فرمایا تھا۔ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔

اور ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم یہ روایت اس کے تشیع کا منہ بولتا ثبوت ہے

Marfat.com

اگر اس نے یہ روایت وضع نہیں کی۔ تب بھی اس روایت کی سند میں ایک اور زہریلا ناگ موجود ہے جس کا نام اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے۔

اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس پر بہت سے محدثین نے جرح کی ہے۔ کیونکہ یہ غالی شیعہ تھا۔ عبدان کا بیان ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور ہناد نے ہم پر اسمٰعیل کے پاس جانے پر اعتراض کیا اور فرمایا تم اس فاسق کے پاس کیوں جاتے ہو۔ جو اسلاف کو گالیاں دیتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۹۶

اس کی سند میں ایک اور راوی ابوربیعۃ الایادی ہے جس کا نام عمر بن ربیعہ ہے۔ ابوحاتم فرماتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۹۶

الغرض اس روایت کی سند میں دو راوی رافضی اور ایک منکر الحدیث ہے۔ ایسی صورت میں اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا بھی گناہ عظیم ہے۔

میرا قرضہ صرف علیؓ ادا کر سکتے ہیں

حضرت وحشیؓ بن جنادہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں۔ اور میری جانب سے کسی چیز کی ادائیگی یا علیؓ کرینگے یا میں خود کروں گا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۶۔ ابن ماجہ مترجمہ ج ۱ ص ۶۶

اس روایت کا پہلا راوی اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے کہ وہ صحابہؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ یہ سدی کذاب رافضی کا بھانجا ہے۔ دوسرا راوی وہی شریک بن عبداللہ بن سنان ہے جس کا تفصیلی زائچہ سابقہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے تیسرا راوی ابو اسحاق السبیعی ہے جو مشہور مدلس ہے۔ حتیٰ کہ امام عبداللہ المبارک نے یہاں تک فرمایا

Marfat.com

کہ اہل کوفہ کو تدلیس کے مرض میں مبتلا کرنے والے ابو اسحاق اور اعمش ہیں اور مدلس کی ایسی روایت قابل قبول نہیں جو حرف عن کے ذریعہ مروی ہو۔ ابن قتیبہ نے معارف میں ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابو اسحاق کو شیعہ قرار دیا ہے۔ ذہبی زبید بن زبید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ محدثین اہل کوفہ کی ایک جماعت ایسی ہے کہ جن کے مذہب کی ہرگز تعریف نہیں کی جا سکتی۔ انتہائی شیعہ ہونے کے باعث۔ لیکن اس کے باوجود وہ محدثین کوفہ کے سردار ہیں مثلاً ابو اسحاق شیبانی، منصور، زبید الیامی اور اعمش وغیرہ اور ان کے ہم عصر ان لوگوں کی صداقت کے باعث ان کی روایات قبول کی جاتی ہیں۔ لیکن مرسل روایات قبول نہیں کی جاتیں۔ : المراجعات ص۱۱ میزان ج ۱ ص ۶۶

گویا یہ چاروں افراد شیعہ ہیں اور ان چاروں کی روایات تمام کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ ان میں تشدد نظر نہیں آتا۔

جب ہم اس روایت پر معنوی حیثیت سے نظر ڈالتے ہیں تو دنیا یہ بات جانتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا سارا قرضہ ابوبکرؓ نے ادا کیا اسی طرح مسجد نبوی کی زمین کا پیسہ ابوبکرؓ نے ادا کیا۔ اور جب مسجد میں اضافہ کیا گیا اور زمین خریدی گئی تو اس کی ادائیگی عثمانؓ نے کی۔ تو کم از کم جھوٹ بولتے وقت کچھ عقل سے ہی کام لے لیا ہوتا۔ اسے تو لوگ خالص سپید جھوٹ تصور کریں گے۔

اس روایت کے تحت یہ جتنے قرضے ادا کئے گئے یہ سب کالعدم ہوئے۔ لہٰذا سبائی برادری ان قرضوں کی ادائیگی کا اہتمام کرے، جب وہ اہتمام کرے تو ہمیں ضرور مطلع کرے

حضرت علیؓ کی فضیلت

حضرت اسامہؓ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک علیؓ اور

عباسؓ اجازت طلب کرنے ہوئے آئے اور ان حضرات نے مجھ سے کہا کہ اے اسامہؓ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرو۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ علیؓ اور عباسؓ اجازت طلب کرنا چاہتے ہیں آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ دونوں کس لئے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی نہیں۔ فرمایا لیکن میں جانتا ہوں جاؤ انہیں آنے کی اجازت دو۔ میں نے انہیں جاکر اجازت دی وہ دونوں اندر داخل ہوئے ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں اس لئے آئے ہیں کہ آپ سے یہ سوال کریں کہ آپ کے اہل میں آپ کو کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے جواب دیا فاطمہؓ۔

ان دونوں حضرات نے عرض کیا ہم آپ سے آپ کے اہل کے بارے میں سوال کرنے نہیں آئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہستی ہے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا ہے اور میں نے بھی اس پر انعام کیا ہے۔ یعنی۔ اسامہؓ بن زیدؓ۔

ان دونوں حضرات نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ اسامہؓ کے بعد۔ فرمایا علیؓ بن ابی طالبؓ۔ اس پر حضرت عباسؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ نے اپنے چچا کو تو آخر میں ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا اس لئے کہ علیؓ نے آپ پر ہجرت میں سبقت کی ہے۔

ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور شعبہ عُمر بن ابی سلمہ کو ضعیف کہتے تھے ج ۲ ص ۲۴۶

امام ترمذی کے ان آخری الفاظ سے یہ امر واضح ہو کر سامنے آگیا کہ ان کے نزدیک حسن وہ روایت ہوتی ہے جس کا راوی ضعیف ہو یعنی وہ ضعیف روایت کے لئے حسن کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے۔ کاش ہمارے علماء امام ترمذی کے اس دعویٰ کو قبول فرمالیں۔ لیکن امام ترمذی نے خود اقرار کر لیا ہے کہ وہ ضعیف کو حسن کہتے ہیں

عمر بن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن

یہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے پوتے ہیں۔ ان کے والد ابو سلمہ کا شمار

Marfat.com

مدینہ کے فقہائے سبعہ میں ہوتا تھا۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ یہ مدینہ کے قاضی تھے سچے آدمی ہیں لیکن غلطیاں کرتے ہیں (تقریب ۴۵۵) گویا یہ روایت غلطی سے ہو گئی۔ امام ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ اس عمر بن ابی سلمہ کو شعبہ، یحییٰ بن معین، نسائی اور ابو حاتم نے ضعیف قرار دیا ہے اس نے ۱۳۲ھ میں اپنے ایک اموی حمایتی کے ساتھ مل کر بنو عباس کے خلاف بغاوت کی جو ناکام ہو گئی۔ اور عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس نے اسے تمام اہل قتل کر دیا۔ میزان ج ۳ ص ۲۰۲۔ نیز محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ عمر منکر روایات اپنے والد کی جانب منسوب کر کے بیان کرتا تھا۔

بلحاظ سند تو ہم اس پر زیادہ کلام اس لئے کرنا نہیں چاہتے کہ امام ترمذی نے خود ہی اس کے ضعف کی وضاحت کر دی ہے۔ اور شعبہ کا قول نقل کر کے جو خاموشی اختیار کی اس سے یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ امام ترمذی شعبہ کے ہمنوا ہیں اور ان کے نزدیک عمر بن ابی سلمہ ضعیف ہے۔

لیکن جب ہم اس روایت پر متن کے لحاظ سے غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ روایت خلاف عقل اور خلاف اصول باتوں کا ایک پلندہ نظر آتی ہے۔ قارئین بھی ان امور پر غور فرمائیں

ا۔ یہ آیت أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (اللہ نے بھی اس پر انعام کیا اور اے نبی آپ نے بھی اس پر انعام کیا) حضرت اُسامہؓ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ ان کے والد حضرت زید بن حارثہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہیں آپ نے آزاد کر کے اپنا متبنیٰ بنالیا تھا اور یہی آپ کا وہ انعام ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں کیا جا رہا ہے۔ اس روایت میں اس آیت کا تعلق حضرت اسامہؓ سے جوڑ دیا گیا ہے۔ جو تاریخ، تفسیر، حدیث، اور علماء کے متفقہ فیصلہ کے بالکل خلاف ہے۔ اگر اس کی سند بھی معتبر ہوتی تب بھی یہ روایت مردود ہوتی۔

۲۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے ایک سوال کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب دیا۔ ان دونوں نے عرض کیا ہم یہ سوال کرنا نہیں چاہتے تھے اور پھر ان دونوں حضرات نے دوبارہ یہی سوال نہ کر پایا اور دوبارہ اس سوال پر دوسرا جواب ملا۔

۳۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسامہؓ حضرت علیؓ سے افضل ہیں حالانکہ آج تک روئے زمین پر اس کا کوئی قائل نہیں رہا۔

۴ اس روایت کی رو سے آپ نے حضرت اسامہؓ کو اہل بیت میں شمار کیا اور چچا اور داماد کو اہل بیت سے خارج کیا۔ حالانکہ اگر اہل بیت سے مراد ازواج ہیں تو یہ سبھی خارج ہوتے ہیں۔ اور اگر اہل بیت سے مراد اہل خانہ ہیں تو یہ سب داخل ہوتے ہیں۔ آخر اس میں ایسی کیا پالیسی ہے کہ حضرت اسامہؓ تو اہل بیت میں داخل کئے جائیں۔ اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو اس سے خارج کیا جائے۔

ہمارے نزدیک اس میں پالیسی یہ ہے کہ بنو امیہ کے خلاف جو تحریک چلی وہ بنو علیؓ اور بنو عباسؓ نے مل کر چلائی۔ گویا یہ دونوں خاندان بنی امیہ کی مخالفت پر متفق ہوئے اور عمر بن ابی سلمہ نے بنو امیہ کے ساتھ مل کر اس نئی حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی وہ بنو علیؓ اور بنو عباسؓ کو اپنا مخالف تصور کرتا تھا۔ لہٰذا اس نے ان دونوں حضرات کی حیثیت گرانے کے لئے یہ روایت وضع کر ڈالی۔ اور اسی سیاست کے پیش نظر حضرت اسامہؓ کا مقام ان حضرات سے بلند کر کے دکھایا گیا۔

۵۔ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بلا اجازت داخل ہوتے اور چچا اور داماد کو اجازت طلب کرنی پڑتی جو ایک انتہائی حیرت ناک امر ہے۔

۶۔ اس روایت کی رو سے حضرت علیؓ حضرت عباسؓ سے اس لئے افضل ہیں کہ انھوں نے پہلے ہجرت کی۔ گویا جو پہلے ہجرت کرے گا وہ بعد کے مہاجرین سے افضل ہوگا

اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ تمام مہاجرین حبشہ حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔ اور اسی طرح وہ مہاجرین مدینہ بھی افضل ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ سے قبل ہجرت کی مثلاً حضرت مصعب بن عمیرؓ حضرت بلالؓ حضرت عمارؓ اور حضرت عثمانؓ بن مظعون وغیرہ [illegible] کے تحت صحابہ کرام کے مراتب [illegible] متعین کرنے ہوں گے

حضرت سعدؓ کا حضرت علیؓ کے بارے میں فیصلہ

عبد الرحمان بن [illegible] سے روایت ہے [illegible] سعد بن ابی وقاصؓ [illegible] حج [illegible] سے مدینہ تشریف لائے [illegible] معاویہؓ نے انہیں [illegible] گئے [illegible]

کہ وہ اس شخص کے بارے میں [illegible] نے [illegible] کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں اور میں نے آپؐ [illegible] علی تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں [illegible] ہے کہ میں آج اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے [illegible]

ہم نے جب ابن ماجہ کا ترجمہ کیا تھا اس وقت بھی اس روایت پر ایک حاشیہ تحریر کیا تھا لیکن [illegible] ہمیں اس حاشیہ سے کافی اختلاف ہے۔ اس لئے ہم اپنے قارئین کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ ترجمے کی پرانی کتابوں میں جو روایات نقل کی ہیں [illegible] ان پر دیانتداری سے [illegible] مثلاً ترجمہ ابن ماجہ۔ شرح حصن حصین۔ ترجمہ کتاب الاذکار۔ ترجمہ فتوح الغیب اور ترجمہ فوز الکبیر وغیرہ۔

یہ حدیث اتفاق سے صحیح مسلم میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن ابن ماجہ اور مسلم کی حدیث میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مسلم کی اصل روایت تو بہت مختصر ہے جو ان الفاظ میں مروی ہے۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو غزوہ تبوک میں پیچھے چھوڑ دیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو

Marfat.com

اس پر راضی نہیں ہے کہ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارونؑ موسیٰ کی جگہ تھے۔ مگر فرق یہ ہے کہ میرےؐ بعد کوئی نبی نہیں۔ (مسند احمد جلد ۳)

حضرت سعدؓ سے ہمیں ایک مختصر سی روایت مروی ہے جس کا تعلق غزوۂ تبوک سے ہے۔ اس میں سب و شتم کا کوئی تذکرہ نہیں۔ حضرت سعدؓ سے اس روایت کو ان کے صاحبزادے مصعب، ابراہیم اور امام سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں۔ اور ان سب سے یہ روایت متعدد صحیح سندات کے ساتھ مروی ہے۔ لیکن اس اصل روایت میں حضرت علیؓ کا کوئی تذکرہ نہیں لیکن صورت حال یہ پیش آئی کہ کذابین اور ضعیف راویوں نے حضرت سعدؓ کی اس اصل روایت میں اضافے شروع کر دئے۔ اور روایت کی صورت ہی بدل ڈالی۔

اس کا ثبوت خود مسلم کی ایک اور روایت سے ملتا ہے جو امام مسلم نے ایاس بن بکیر کے حوالے سے حضرت سعدؓ سے نقل کی ہے۔ ہم وہ ناظرین کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں۔

بکیر بن مسمار نے عامر بن سعدؓ کے ذریعہ حضرت سعدؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ امیر معاویہؓ نے سعدؓ کو حکم دیا کہ اے سعدؓ کیا وجہ کہ تم ابوترابؓ کو برا نہیں کہتے۔ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے لیے تین باتیں فرمائیں چونکہ مجھے وہ یاد ہیں اس لئے میں ہرگز برا نہیں کہہ سکتا۔ اگر مجھے ان میں سے ایک خوبی بھی حاصل ہو جاتی تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں انہیں پیچھے چھوڑ دیا حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میری جگہ ایسا ہی بن جائے۔ جیسا کہ ہارونؑ موسیٰ کی جگہ تھے۔ مگر فرق یہ ہے کہ میرےؐ بعد نبوت نہیں۔

اور میں نے خیبر کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں ہم نے اس کے لئے امیدیں وابستہ کیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس علیؓ کو بلاؤ۔ علیؓ لائے گئے تو ان کی آنکھیں دکھنے آ رہی تھیں۔ آپؐ نے ان کی آنکھوں میں تھوکا۔ اور انہیں جھنڈا عنایت فرمایا۔ اور اللہ نے ان کے ہاتھوں پر فتح عنایت فرمائی۔

اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

Marfat.com

نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ [illegible] ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلایا اور

فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ (مسلم [illegible])

یہ روایت [illegible]

بغیر راوی نے قبول نہیں کیا جا سکتا اور خود اس روایت میں ثابت [illegible]

[illegible] سے یہ امور [illegible] ہو جاتا ہے۔

یہ نو نمبروں کی باتیں ہیں جو تعجب کے قابل ہیں۔ ہمارے ذہن میں جو نئی موٹی باتیں آئی ہیں [illegible]

کر رہے ہیں۔

۱۔ راوی کہتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے سعدؓ کو حکم دیا۔ اور حکم بیان میں نہیں [illegible]

[illegible] ہے کہ یا تو راوی بھول گیا یا سسپنس پیدا کرنے کیلئے بات کو گول کر گیا۔

۲۔ امیر معاویہؓ نے حضرت سعدؓ سے جو خصوصاً سوال کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سعدؓ کے علاوہ [illegible]

سب تو حضرت علیؓ کو برا کہتے تھے۔ لیکن صرف ایک سعدؓ ایسے تھے جو یہ جرأت نہ کرتے تھے [illegible]

امیر معاویہؓ کو سوال کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس طرح ان دونوں باتوں میں تضاد ہے [illegible]

ایک جانب یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے انہیں برا کہنے کا حکم دیا لیکن دوسری جانب [illegible]

کرتا ہے کہ امیر معاویہؓ صرف وجہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے حکم کچھ نہیں دیا۔

۳۔ مباہلہ واقع نہ ہوا اور نہ اس کی ضرورت پیش آئی۔ گویا راوی صرف پنج تن کو ثابت کرنے کے لئے یکطرفہ

بیان کر رہا ہے۔

۴۔ راوی نے پوری آیت پیش نہیں کی۔ بلکہ آیت کا صرف وہ حصہ بیان کیا جس سے یہ چہار تن آیت کے تحت

داخل ہو جائیں۔

۵۔ نجران کا وفد ۹ھ میں آیا۔ اور اس وقت امیر معاویہؓ کاتب وحی کی حیثیت سے مدینہ میں موجود تھے۔ کیا یہ

بات ان کے علم میں نہ تھی

۲۔ اس روایت کو حضرت سعدؓ سے ان کے صاحبزادے عامر نے نقل کیا ہے۔ اور عامر سے بکیر بن مسمار نے اور سعید بن المسیب نے۔ اس عامر سے وہ مختلف الفاظ نقل کئے ہیں جو ہم نے شروع میں مسلم کے حوالے سے پیش کئے ہیں۔ اور بکیر بن مسمار اور سعید بن المسیب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کجا سعید اور کجا بکیر۔ اور محدثین کا اصول ہے۔ جب ایک ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف روایت بیان کرے تو اس کی روایت شاذ ہوگی۔ اور اس راوی کی روایت قبول کی جائے گی جو زیادہ ثقہ ہو۔ اور کمتر کی روایت مجروح ہوگی۔

اس روایت کو نقل کرنے والے سعید بن المسیب محدثین کے نزدیک سید التابعین ہیں۔ جب کہ بکیر بن مسمار کے بارے میں امام بخاری نے اس سے روایت نہیں لی۔ بلکہ انہوں نے فرمایا اس کی روایت قابل اعتراض ہوتی ہے۔

(میزان [illegible])۔

حاتم بن اسماعیل

بکیر سے اس روایت کو حاتم بن اسمٰعیل کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں اس سے بخاری و مسلم نے روایات لی ہیں۔ ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ مشہور ہے۔ لیکن نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔

اسے ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس میں غفلت پائی جاتی ہے

(میزان ج ۱ ص ۴۲۸)۔

گویا اس کی روایت سعید بن المسیب کی حدیث اور مصعب اور ابراہیم کی روایات کے مقابلہ میں ہرگز پیش نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ ایسی صورت میں یہ روایت خود مجروح ہوگی۔

مسلم کی روایات تو ضمناً زیر بحث آگئیں۔ تاکہ قارئین کے سامنے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ راوی کا جتنا مقام گرتا جاتا ہے۔ روایت میں اضافے ہوتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کی اصل ہیئت بدل جاتی ہے۔

اب ابن ماجہ کی روایت پر نظر ڈالیے تو آپ کو صاف طور پر نظر آ جائے گا کہ حضرت سعدؓ کی روایت میں چند باتیں زبردستی ٹانکی گئی ہیں۔

۱۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا جملہ حدیث میں زبردستی ٹانک دیا گیا ہے۔

۲۔ ابن ماجہ کی روایت میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کو برا کہتے۔

۳۔ جب امیر معاویہ نے بے حرمتی کی تو حضرت سعد کو بہت غصہ آیا۔ تب یہ الفاظ ادا ہوئے۔

۴۔ دیگر صحابہ بھی خاموش یہ تماشہ دیکھتے رہے۔ انہوں نے امیر معاویہ پر غصہ نہیں کیا اور نہ حضرت سعد کی کسی بات کا رد کیا۔

۵۔ ان تمام روایت میں یہ بات ہر جگہ موجود ہے۔ راویوں نے اپنی طرف سے یہ عبارت دونوں جملوں کے درمیان چھوڑ دی۔ انہیں حضرت علی کی ان کی تشریح ہی نہیں۔ حضرت سعد کی اصل روایت کو بھی بدل دیا اور ایسے الفاظ ہیں جو حضرت سعد کی جانب زبردستی منسوب کر دیے گئے ہیں۔

موسیٰ بن مسلم بن رومان

ابن ماجہ کی مذکورہ روایت کا ایک راوی موسیٰ بن مسلم بن رومان ہے۔ ابن عدی اور ذہبی نے بیان کیا ہے کہ یہ مجہول ہے۔ ازدی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۲۲۔

حافظ ابن حجر نے تقریب میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن اس پر کوئی کلام نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کے حال سے لاعلم ہیں۔

ابو معاویۃ الضریر

موسیٰ بن مسلم سے یہ روایت نقل کرنے والا ابو معاویہ ضریر ہے۔ اس کا نام محمد بن خازم ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بچپن ہی میں نابینا ہو گیا تھا۔ تمام کتب میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں یہ اعمش سے جو روایات نقل کرتے ہیں وہ درست ہوتی ہیں لیکن دوسروں کی روایات میں انہیں وہم ہوتا ہے۔ تقریب ص ۲۹۵۔

اور یہ روایت چونکہ وہ موسیٰ بن مسلم سے نقل کر رہے ہیں لہٰذا یہ روایت ہرگز صحیح نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ موسیٰ بن مسلم راوی انہی کے وہم کی پیداوار ہو۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ابن خراش کا قول ہے کہ ابو معاویہ اعمش کی روایت میں ثقہ ہیں۔ لیکن وہ جب اور لوگوں سے روایت کریں تو ان میں اضطراب ہوتا ہے۔ یہی امام احمد بن حنبل کا قول ہے۔ بلکہ وہ تو واضح الفاظ میں فرماتے کہ ابو معاویہ اعمش کے علاوہ کسی کی روایت کو صحیح یاد نہیں رکھ سکتا۔

Marfat.com

حاکم کہتے ہیں کہ ابو معاویہ سے اگرچہ بخاری و مسلم نے روایات نقل کی ہیں لیکن یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ عبید اللہ سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ یعقوب بن شیبہ اور عجلی کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ ثقہ تھا۔ لیکن مدلس ہے اور مرجی ہے۔ وکیع بن الجراح اس کے مرجی ہونے کے باعث اس کے جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ ابوداؤد کہتے ہیں یہ مرجی تھا۔ میزان ج ۴ ص [illegible]۔

حاصل کلام یہ کہ ابو معاویہ ثقہ نہیں۔ مدلس تھا۔ اور غالی قسم کا شیعہ تھا۔ اور کسی شیعہ کی ایسی روایت جو قابل قبول نہیں جس سے اس کے مذہب کی تائید ہوتی ہو۔ اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ شیعوں کا نظریہ ہے۔ لہٰذا یہ روایت تشیع کی تائید کرتی ہے۔ اور اس کا ایک راوی موسیٰ بن مسلم مجہول ہے۔

یہ روایت حضرت سعدؓ کی جانب منسوب کی گئی ہے حالانکہ حضرت سعدؓ ان صحابہ میں داخل ہیں۔ جنہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت تک نہیں کی حیرت کا مقام ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی ولایت سے واقف ہونے کے باوجود ان کا ساتھ تک دینے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ اس لحاظ سے بھی یہ حضرت سعدؓ پر اتہام ہے۔

اس مصنوعی روایت میں حضرت علیؓ کیلئے مولیٰ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ لغوی لحاظ سے مولیٰ مالک کو کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کی وضاحت کی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور مولیٰ نہیں ہو سکتا۔ ارشاد ہے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ	بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

نیز ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ۔	یقیناً اللہ ہی تمہارا مولیٰ ہے۔ وہ اچھا مددگار ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝	اے اللہ آپ ہمارے مولیٰ ہیں۔ کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

اس لحاظ سے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیر اللہ کو مولیٰ کہنا حرام ہے۔ خواہ

مولیٰ کہا جائے یا مربینا۔ زمانہ جاہلیت میں غلام اپنے آقا کو مولا کہہ کر پکارتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی۔ ارشاد فرمایا۔

لاتقولوا سیدکم یا مولای — تم اپنے سردار کو یا مولائی نہ کہو۔

یہ ممانعت اس لئے فرمائی کہ اس طرح مالک بنانے کا تصور ابھرتا ہے۔ اس تصور کو پیش نظر رکھتے ہوئے غلام کو عبد کہنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے مالک کے لئے لفظ مولیٰ کے استعمال کو منع فرمایا۔ بلکہ مالکین کو حکم دیا کہ اپنے غلاموں کو مولیٰ کہا کرو۔

لا تقولوا العبدکم یا عبدی بل قولوا یا مولای۔ — اپنے غلاموں کو تم یا عبدی نہ کہو بلکہ یا مولای کہو۔

اس سے مقصود یہ تھا کہ ایک جانب تو غلام احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوں اور دوسری جانب مالکوں کے دماغ پر اپنے مالک ہونے کی رعونت کا بھوت سوار نہ ہو۔ چنانچہ تاریخ میں یہ تصور اتنا عام ہوا کہ غلاموں کو مولیٰ کہا جانے لگا مثلاً بلال مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس، نافع مولیٰ ابن عمر وغیرہ۔ اس مولیٰ کی جمع موالی آتی ہے۔ تاریخ میں حضرت موالیین مشہور ہے۔

اگر اس روایت من کنت مولاہ میں مولیٰ کا مقصد مالک ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مالک کے لئے اس لفظ کے استعمال کی ممانعت فرما دی۔ اور قرآن نے بھی ... اس لفظ کا استعمال اللہ کے علاوہ کسی کے لئے نہیں ہونا چاہئے تو کسی صورت میں یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات فرمائیں۔

لیکن اگر اس روایت میں مولیٰ سے مراد غلام ہے تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کی مدح تو نہیں ہے۔ اس توجیہ پر تو ایسے اشخاص کو سزا دینی چاہئے۔ کیونکہ اس سے بڑی توہین کیا ہوگی کہ ان حضرات کو غلام قرار دیا جائے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علیؓ کسی انسان کے غلام نہ تھے۔

ہمارے علماء جو خود کو مولینا کہلوانے پر فخر کرتے ہیں ان سے پوچھنا چاہئے کہ اس لفظ کے کہلوانے سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ اگر آپ اس سے مراد مالک لیتے ہیں تو وہ معنی تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ

Marfat.com

مخصوص ہیں۔ اور اگر اس سے مراد غدار ہے تو ہم کون جو اس پہ اعتراض کریں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارے عوام اس سے واقف نہیں کاش آپ حضرات انہیں بتا دیتے تاکہ انہیں بھی یہ محسوس ہو جاتا کہ جنھیں وہ سر پر اٹھائے ہوئے ہیں وہ خود بخود عوام کے غلام بننے کے لئے تیار ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ عوام کے غدار نہیں۔ اس نے یزدویت کے غدار ہیں۔ اور یہی بات انہیں عوام کا غلام بننے پہ مجبور کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب حضرت علیؓ تھے

جُمیع بن عُمیر تیمی کا بیان ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے اُن سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟۔ انہوں نے فرمایا فاطمہؓ۔ پھر ان سے سوال کیا گیا کہ مردوں میں کون محبوب تھا۔ انہوں نے فرمایا ان کے خاوند علیؓ) اور جہاں تک میں جانتی ہوں وہ بہت روزہ رکھنے والے اور بہت قیام کرنے والے تھے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۵۰۔

اس کی سند پر تو ہم بعد میں بحث کریں گے۔ لیکن سب سے اول دو باتیں ذہن نشین کر لیں۔

۱۔ اول یہ کہ حضرت عائشہؓ کا اپنا ذاتی تخیل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں۔

۲۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ جب کہ انہوں نے جو اس کے مخالف روایات پیش کی ہیں۔ انہیں حَسَن صحیح کہا ہے۔ اور ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ ترمذی جب کسی روایت کو حَسَن صحیح کہتے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت متعدد سندات سے مروی ہیں۔ جس میں کچھ سندات صحیح ہیں اور کچھ حسن ہیں۔

ہم اس نقطۂ نگاہ سے جب دیکھتے ہیں تو ترمذی نے اس مضمون پر چند اور روایات بھی پیش کی ہیں۔ اولاً آپ انہیں ملاحظہ فرمالیں۔

ترمذی نے حضرت عمروؓ بن العاص سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو سب

Marfat.com

سے زیادہ محبوب کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا عائشہؓ میں نے عرض کیا مردوں میں کون محبوب ہے فرمایا ان کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵

نیز حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ فرمایا عائشہؓ۔ عرض کیا گیا کہ مردوں میں کون محبوب ہے۔ فرمایا اس کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵۔

تمام علمائے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ سے افضل تھے اور آپ سب سے بڑے رفیق اور محبوب تھے۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ حضورؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں اور اس بات سے ایک ایک صحابی واقف تھا اور یہ روایت صحیح ہے۔ اور صحیح کی موجودگی میں غلط روایت کیسے قبول کی جا سکتی ہے۔

پھر جمیع نے حضرت عائشہؓ کا قول پیش کیا ہے جو زیادہ سے زیادہ ان کی ذاتی رائے قرار پا سکتی ہے برخلاف وہ ان کا قول ہے اور حضرت عمرو بن العاص اور حضرت انسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پیش کر رہے ہیں۔ اور قول رسول کے مقابلہ میں قول صحابی کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اس صورت میں اس قول کو صحابی کی ذاتی رائے تصور کر کے رد کر دیا جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ اقرار فرما رہے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب عائشہؓ اور ان کے باپ ہیں۔ ایسی صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ ام المومنین اس کے برعکس اپنا کوئی اور خیال ظاہر فرمائیں۔ اگر واقعتہ ام المومنین نے ایسی بات فرمائی تھی تو پھر سبائی برادری کو ان سے آخر کیوں ناراضگی ہے۔ اور اگر ہے تو انہیں اب اس ناراضگی کو دور کر دینا چاہیے۔

حضرت عائشہؓ کے اس قول کو ان سے جمیع بن عمیر التیمی نے روایت کیا ہے۔ یہ کون ذات شریف ہیں۔ اس کا اتا پتہ حافظ ذہبی سے معلوم کیجئے۔

جمیع بن عمیر التیمی تیم اللہ بن ثعلبہ کا غلام تھا۔ اس سے ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ ترمذی نے اسکی بعض روایات کو حسن کہا ہے۔ اس کی سنن میں تین روایات

Marfat.com

پائی جاتی ہیں۔

ابو حاتم کہتے ہیں کوفہ کا باشندہ ہے۔ نیک آدمی ہے۔ شیعوں کا آزاد کردہ غلام ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایت ایسی ہیں جنہیں اور کوئی بیان نہیں کرتا۔

بخاری کہتے ہیں اس نے ابن عمرؓ و عائشہؓ سے احادیث سنی ہیں لیکن اس پر اعتراض ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں رافضی ہے۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن نمیر کا بیان ہے کہ یہ تو سب سے زیادہ جھوٹا انسان تھا۔ کہا کرتا تھا کہ کراکی نامی پرندہ فضا میں اڑتے ہوئے بچے دیتا ہے اور اس کے بچے زمین پر نہیں گرتے۔

یہ روایت کہ اے علیؓ تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے اسی کی پیش کردہ ہے۔ میزان ج ا ص ۴۲۱

یہ حضرات کہتے ہیں رافضی ہیں اور ان کی روایت پیش کر کے ترمذی نے جو حسن کہا ہے فریق مخالف اس پر کس طرح تالیاں پیٹتا ہے۔ وہ عبدالحسین شرف الدین موسوی کی زبانی سنئے۔

جمیع بن عمیر

ابن حبان لکھتے ہیں جیسا کہ میزان میں ہے رافضی ہے۔ اس سے علاء بن صالح، صدقہ بن المثنیٰ اور حکیم بن جبیر نے روایت نقل کی ہیں۔ اور یہ ان تینوں کا شیخ ہے۔ سنن میں اس کی تین روایات موجود ہیں۔ ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ اس کا اقرار ذہبی نے بھی کیا ہے۔ اس کا شمار تابعین میں بھی ہوتا ہے۔ اس نے ابن عمرؓ اور عائشہؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔ اور ابن عمرؓ سے اس نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علیؓ تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔ المراجعات ص ۴۸

شرف الدین کے قول کا مقصد یہ ہے کہ ہم کوئی نئی بات تو نہیں کہہ رہے ہیں ہم تو وہی بات کہہ رہے ہیں جو اسے سنیو تمہارے راویوں نے بیان کیں۔ اور تمہارے علماء نے انہیں اپنی کتابوں میں پیش کیا۔ اسی کو کہتے ہیں جس کا جوتا اسی کا سر۔ ۔ کاش ہمارے اہل سنت علماء کچھ سوجھ بوجھ سے کام لیں۔

اس جمیع سے یہ داستان نقل کرنے والا ابوالجحاف ہے۔ آئیے امام ذہبی کی زبانی اس کا حال بھی معلوم کریں۔

Marfat.com

ابوالجحاف اس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ ترمذی کے بعض نسخوں میں ترمذی کا یہ قول بھی موجود ہے کہ ہمارے استاد سفیان ثوری فرماتے ہیں یہ پسندیدہ انسان تھا۔ احمد اور یحییٰ ابن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کی روایات لی ہیں۔ لیکن

ابن عدی لکھتے ہیں یہ ان راویوں میں سے نہیں جن سے احتجاج ہوتا ہے کیونکہ اول درجہ کا شیعہ ہے۔ اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ مثلاً

اے علی جس نے مجھے چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا اور جس نے تجھے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔

اے علی تو اور تیرے تمام شیعہ جنت میں ہوں گے۔ میزان ج ۲ ص ۱۸۔

ہمارے اہل سنت بھائی غالباً اس شخص کے ساتھ انکار سے کام لیتے ہیں کہ شاید شیعوں کی مہربانی سے انہیں بھی کوئی کوٹھی مل جائے جو جنت میں ہے تو ہمیں کیا اعتراض ہے۔

عبدالحسین موسوی نے یہاں کیا مزے لوٹے ہیں؟ تو دیکھئے کہ آپ بھی مزے لوٹ سکتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔

ابن عدی نے اس داؤد کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ میرے نزدیک یہ قابل حجت نہیں۔ اس کی عام روایات فضائل اہل بیت میں ہوتی ہیں۔ یہ شیعہ ہے۔

یا معجوب غور کیجئے کہ ابن عدی کے اس قول کی کیا حیثیت ہے کہ ان ناصبیوں رشتوں میں سے —— سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری اور علی بن عابس نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔ جن کا شمار اس دور کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔ ابوداؤد اور نسائی نے اس کی حدیث کو حجت مانا ہے۔ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ کہا ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ذہبی نے یہ تمام اقوال نقل کئے ہیں۔ اور کیا ہمارے لئے اے سنیوں اتنی بات کافی نہیں کہ ابوداؤد اور نسائی نے اس سے روایات لی ہیں۔ المراجعات ص ۹۴۔

اسے عوامی زبان میں کہا جاتا ہے۔ بھیگا ہوا جوتا۔ ہم تو اپنے اہل سنت بھائیوں سے یہی عرض کریں

Marfat.com

سکتے ہیں کہ

؎ اس کو کو گ لگ گئی گھر کے چراغ سے

گویا اس روایت کے دو راوی سبائی ہیں۔ اور تیسرا تو بہت بڑا فنکار ہے۔

اسی مضمون کی ایک اور روایت حضرت بریدہؓ کی جانب منسوب ہے۔ جو ان الفاظ میں مروی ہے۔

حضرت بُریدہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے محبوب فاطمہؓ اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب علیؓ تھے۔ ابراہیم جوہری جو ترمذی کے استاد ہیں ان کا بیان ہے کہ اس محبت کا تعلق اہل بیت سے ہے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمیں اس کے علاوہ اس کی کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵۰۔

یہاں تک اس روایت کا تعلق ہے تو حضرت بریدہؓ اپنا تخیل ظاہر فرما رہے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ فی الواقع بھی ان کا تخیل صحیح ہو۔ یہ اُن کی ذاتی رائے ہے بشرطیکہ اسے تسلیم کر لیا جائے کہ انہوں نے اپنا اس قسم کا کوئی تخیل ظاہر فرمایا تھا۔ ہمارا تخیل یہ ہے کہ حضرت بریدہؓ کا اس قول سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بلکہ یہ بات ان کی جانب منسوب کر کے اندرونی راز پر پردہ ڈالا جا رہا ہے۔ . . .

کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس خمس کی وصول یابی کے لئے روانہ فرمایا. . . . اور میں علیؓ سے بغض رکھتا تھا کیونکہ انہوں نے غسل کیا تھا۔ (اس خمس کی ایک باندی کے ساتھ ہم بستر ہو کر) میں نے خالدؓ سے کہا کہ آپ نے اس شخص کی حرکت دیکھی . . . ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کی۔ آپ نے فرمایا اے بُریدہؓ کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں؟ آپ نے فرمایا علیؓ سے بغض نہ رکھو کیونکہ علیؓ کا خمس میں اس سے زیادہ حصہ ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۲۳۔

اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کے وقت پیش آیا۔ اگر حضرت بُریدہؓ کے نزدیک حضرت علیؓ سب سے زیادہ

Marfat.com

اگر واجب بھی ہوتے تو حضرت بریدہؓ ہرگز ان سے بغض نہ رکھتے۔ یہ بات ان کی جانب اس لئے منسوب کی گئی ہے تاکہ غدیر کی اصل کہانی پر پردہ ڈالا جا سکے۔

حضرت بریدہؓ کی اس روایت کا ایک راوی جعفر بن زیاد ہے۔

جعفر بن زیاد الاحمری الکوفی اس کی روایات ترمذی اور نسائی میں پائی جاتی ہیں۔ ابن حجر اسے کہتے ہیں صدوق یتشیع فرماتے ہیں۔ اس کی حدیث بھی ہوتی ہے۔ عثمان دارمی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن معین نے اسے بے کار قرار دیا۔

ابوداؤد کہتے ہیں سچا ہے لیکن شیعہ ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں نیک آدمی ہے لیکن شیعہ ہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں یہ بھاگ کر خراسان چلا گیا۔ وہاں حکومت کے خلاف سازش شروع کی۔ منصور کو اس کی اطلاع ملی۔ اس نے اس کے ساتھیوں کا قتل عام کیا۔ اور اسے جیل میں ڈال دیا۔ ایک زمانہ گزر جانے کے بعد چھوڑ دیا۔

اس کے پوتے حسین بن علی کا بیان ہے کہ میرا دادا خراسان کے شیعوں کا سردار تھا۔ ابوجعفر نے اسے حد بھی تحریر کیا تھا۔ پھر اسے ساجور مقام میں شیعوں کی ایک جماعت کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں یہ کافی طویل عرصہ قید رہا۔ ۱۶۷ھ میں اس کی موت واقع ہوئی۔ میزان ج ۱ ص ۴۰۔

گویا حضرت بریدہؓ کی یہ روایت ایک شیعہ کی عملداری میں تیار ہوئی۔ اور کیا محدثین کا یہ فرمان کہ فلاں شخص سچا ہے شیعہ ہے۔ یا فلاں شخص نیک ہے شیعہ ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی غلاظت دیکھ کر یہ کہے کہ یہ غلاظت ہے۔ لیکن اس میں سے خوشبو مہک رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں ہرگز جمع نہیں ہو سکتیں۔ اور کم از کم موجودہ دور میں ہماری عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔

عبداللہ بن عطاء جعفر الاحمری یہ روایت عبداللہ بن عطاء الکوفی سے نقل کرتا ہے۔ ازدی کہتے ہیں یہ عبداللہ متروک ہے۔ اور نسائی کہتے ہیں کہ ضعیف ہے میزان ج ۲ ص ۴۶۱

حافظ ابن حجر کہتے ہیں غلطیاں کرتا ہے۔ اور مدلس ہے۔ تقریب ص ۱۸۲۔

یہ عبداللہ بن عطا یہ روایت حضرت بریدہؓ کے صاحبزادے سے نقل کر رہا ہے۔ اور صاحبزادے

Marfat.com

کا نام بیان نہیں کرتا۔ اگر صاحبزادے سے مراد ان کا بیٹا سلیمان ہے تو انہوں نے اپنے والد سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ اور اگر صاحبزادے سے مراد بریدہ کے بیٹے عبداللہ ہیں تو اگرچہ وہ ثقہ ہیں لیکن محدثین ان کو پسند نہیں کرتے۔ وکیع کا قول ہے کہ عبداللہ سے بہتر ان کے بھائی سلیمان ہیں۔ سلیمان کی حدیث زیادہ صحیح ہوتی ہے۔

احمد بن محمد ہانی کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ان دونوں بھائیوں کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا سلیمان کی جانب سے تو میرے دل میں کوئی شک نہیں۔ لیکن عبداللہ ..... اس کے بعد امام صاحب خاموش ہو گئے۔ میزان ج ۲ ص ۲۹۶۔

ممکن ہے یہ روایت اس عبداللہ سے مروی ہو۔ اور راوی نے دھوکہ دینے کی غرض سے اس کا نام ذکر نہ کیا ہو۔ لیکن عبداللہ بن بریدہ اتنے گئے گزرے نہیں جتنا جعفر الاحمر شیعہ یا جتنا عبداللہ بن عطاء الکوفی۔ ظاہر ہے کہ یہ روایت ان دونوں میں سے کسی نے تیار کی ہے۔

جوتے بجانے والا

ربعیؒ بن حراش کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ نے رحبہ میں ہم سے بیان کیا کہ جب حدیبیہ کا دن آیا مشرکین کے کچھ افراد ہمارے پاس آئے جن میں سہیل بن عمرو بھی تھا اور مشرکین کے کچھ اور بھی سردار تھے۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ ہمارے بچوں، بھائیوں اور غلاموں میں سے کچھ افراد بھاگ کر آپ کے پاس آ گئے ہیں۔ اور ان میں دین کی کچھ سوجھ بوجھ نہیں ہے۔ یہ لوگ مالوں اور جائداد سے بھاگ کر آ گئے ہیں۔ آپ انہیں واپس کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے معشر قریش یا تو تم اپنی حرکات سے باز آ جاؤ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں اتار دے گا۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ایمان کا امتحان لے لیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے۔ ابوبکرؓ نے بھی عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ خاصف النعل ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنے جوتے دیئے تھے جنہیں وہ

Marfat.com

بچایا کرتے تھے۔

یہ قول بیان کرنے کے بعد حضرت علیؓ ہماری طرف متوجہ ہوئے [illegible]

[illegible] جو شخص مجھ پر [illegible] جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔

[illegible] اس روایت [illegible]

سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ صفحہ [illegible]

یہ روایت [illegible]

کہیں یہ کسی راوی کا کشف تو نہیں۔ [illegible]

دیکھا ہوگا۔ [illegible] حضرت علیؓ نے [illegible]

نے محمد رسول اللہ لکھا تھا جسے [illegible] کہ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مان لیتے تو [illegible]

باقی رہتا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ آپ نے اسے [illegible] محمد بن عبد اللہ لکھوایا۔

لیکن اس روایت کا راوی اس روایت کی بنا [illegible]

یعنی جب ان لوگوں نے آپ کو رسول اللہ مان لیا تھا تو پھر وجہ اختلاف کیا تھی۔

یہ بھی تاریخی اور حدیثی طور پر ثابت ہے کہ جو لوگ معاہدہ کے بعد مکہ سے بھاگ کر آپ کے پاس آئے آپ نے انہیں واپس فرمایا۔

ہمیں حیرت اس پہ ہے کہ حضرت علیؓ کی اس مشکل کشائی اور اسد اللہی کو [illegible] نہ اہل خاندان کو نہ غیر اہل خاندان کو۔ نہ مسلم کو اور نہ کافر کو۔ اگر حضرت علیؓ واقعی ان خوبیوں کے مالک تھے کہ تن تنہا کافروں کی گردن کاٹ کر پھینک سکتے تھے۔ تو بجائے اس کے کہ حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ تنہا حضرت علیؓ کو مکہ روانہ کر دیا جاتا۔ تاکہ وہ مکہ کو کفار سے پاک کر دیں۔ بلکہ یہ کام خیر ہجرت سے قبل ہی انجام دے لینا چاہیئے تھا۔ لیکن اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دب کر صلح فرمائی۔ [redacted]

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک تمام راوی ثقہ ہوں لیکن ہمارے نزدیک دو راوی ناقابل قبول ہیں۔ سفیان بن وکیع اور شریک بن عبد اللہ۔

Marfat.com

سفیان بن وکیع

اس سفیان سے ترمذی اور ابن ماجہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ یہ وکیع بن جراح کے نکمے صاحبزادے ہیں۔ امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں اس پر جھوٹی احادیث بیان کرنے کا الزام ہے۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو ان پر اس لئے اعتراض ہے کہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو اس میں اپنی طرف سے کوئی بات کہتے وہ بات بھی حدیث میں داخل کر دیتے۔ عبدالرحمان بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ یہ بڑے زاہد ہوا کرتے تھے۔ ان کا کاتب ان کی احادیث میں تبدیلیاں کر دیتا۔ اس طرح اس کاتب نے ان کی روایات کو غلط کر دیا۔ اور سفیان وہ روایات بیان کرنے لگے۔ (گویا یہ کوئی بہت پہنچے ہوئے صوفی تھے)

ابن عدی نے ان کی چند منکرات نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔ کہ ان کی روایات میں جو خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔ وہ ان کے کاتب کی کرم فرمائی کا نتیجہ ہے۔ وہ موقوف (قول صحابی) کو مرفوع (قول رسول) بناتا اور مرسل (جس میں سے راوی چھوٹ گیا ہو) کو موصول (جس کے پورے راوی موجود ہوں) بناتا اور سند میں تبدیلیاں کرتا۔

ابن حبان لکھتے ہیں۔ خود تو بہت فاضل اور سچے آدمی تھے۔ لیکن ان کی روایات میں تمام خرابیاں ان کے کاتب کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔ [illegible]

گویا حدیثیہ کی یہ داستان اسی کاتب کی وضع کردہ ہے۔ اس سفیان کی روایات تمام محدثین کے نزدیک ناقابل قبول ہیں۔ صرف امام ترمذی واحد شخص ہیں جنہوں نے اس کی روایت کو صحیح کہا ہے۔

اس روایت کا ایک اور راوی شریک بن عبداللہ ہے اس سے تمام محدثین نے روایات لی ہیں۔ لیکن ہماری نظر میں اس کی روایات قابل اعتماد نہیں اس لئے کہ وہ سبائیت کا علمبردار ہے۔ اور محدثین کے نزدیک کسی شیعہ کی وہ روایت ہرگز قابل قبول نہیں جس کا تعلق اہل بیت سے ہو۔

قاضی شریک

حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں۔ یہ شریک سچا آدمی ہے۔ واسط کا قاضی تھا۔ نہایت عادل۔ فاضل۔ عبادت گزار اور بدعات کی مخالفت میں بہت سخت تھا۔ آخر میں کوفہ کا قاضی بنا۔ اس وقت سے اس کا حافظہ

Marfat.com

خراب ہوگیا۔ تہذیب ص۱۴۵

کوفہ کی آب و ہوا بھی ماشاء اللہ ایسی ہی تھی کہ اچھے اچھوں کا نہ صرف حافظہ بلکہ ذہن تک خراب کر دیتی تھی تو ذہن آپ کا حافظہ بھی ... سے معلوم کریں۔ ان کا حافظہ خراب تھا ... [illegible] ... [illegible] ... اور امام ... [illegible] ... زیاد بن علاقہ اور منصور وغیرہ تابعین سے احادیث نقل کی ہیں۔

امام علی بن المدینی کا بیان ہے کہ امام یحییٰ بن سعید القطان شریک کو نہایت ضعیف قرار دیتے تھے۔ ابن ... کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمان بن مہدی کو شریک کی کوئی حدیث بیان کرتے نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن سعید القطان مزید فرماتے ہیں کہ شریک کی اصل روایات میں خلط ملط ہے۔

عبدالجبار بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے عرض کیا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ شریک آخر عمر میں روایات میں خلط ملط کرنے لگا تھا۔ انہوں نے فرمایا وہ تو ہمیشہ ہی خلط ملط کرتا رہا ہے۔ یعنی حافظہ کی خرابی کا تو بہانہ ہے۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ اس شریک کا نسب نامہ یہ ہے۔ شریک بن عبداللہ بن سنان بن انس النخعی ہے۔ اس کا دادا سنان بن انس قاتل حسین ہے۔ امام ابن المبارک کا بیان ہے کہ شریک کی حدیث کچھ نہیں۔ جوزجانی لکھتے ہیں۔ اس کا حافظہ بہت خراب تھا۔ اس کی حدیث مضطرب ہوتی ہے۔ یہ مائل تھا یعنی تشیع کی جانب۔

ابراہیم بن سعید الجوہری کا بیان ہے کہ اس نے چار سو روایات میں غلطیاں کی ہیں۔ معاویہ بن صالح نے یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ شریک ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ لیکن اگر کوئی اور اس کی روایت کے خلاف روایت کرے تو وہ دوسرا شخص ہمیں پسند ہے۔ ابویعلیٰ نے یحییٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شریک اگرچہ ثقہ ہے۔ لیکن غلطیاں کرتا ہے۔ اور حدیث کو صحیح طور پر یاد نہیں رکھتا۔ اور اس کے باوجود خود کو سفیان اور شعبہ سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔

Marfat.com

عبدالرحمن بن شریک کا قول ہے میرے باپ شریک کے پاس دس ہزار مسائل تو جابر جعفی کے بیان کردہ تھے (جابر جعفی مذہب شیعہ کا راوی ہے) اور ان کے پاس دس ہزار غریب روایات تھیں۔

امام عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ شریک سفیان سے زیادہ اہل کوفہ کی روایات کو جانتا تھا۔ دارقطنی کا قول ہے کہ جب شریک کوئی ایسی روایت بیان کرے جسے کوئی اور روایت نہ کرتا ہو تو شریک قوی نہیں۔ جن پر اس کا انفراد ہے ہمارے ہاں وہ منکر ہے۔

ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابوزرعہ سے دریافت کیا کہ کیا شریک کی روایت کو حجت سمجھا جائے؟ انہوں نے جواب دیا یہ بہت زیادہ احادیث روایت کرتا ہے۔ اسے وہم بھی بہت ہوتا ہے اور غلطیاں کرتا ہے [illegible] مشائخ نے ان سے فرمایا۔ اس نے واسط میں رہتے ہوئے تو باطل روایات بیان کی تھیں۔ [illegible]

ابراہیم بن معین کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے دریافت کیا کہ اگر کوئی کسی صحابی کو کسی پر فضیلت دے تو کیسا ہے۔ اس نے جواب دیا وہ احمق ہے کیا ابوبکرؓ و عمرؓ کو فضیلت نہیں دی گئی۔

ابو داؤد الرہاوی کا بیان ہے کہ میں نے شریک کو یہ کہتے سنا کہ علیؓ خیرالبشر ہیں، اور جو شخص اس سے انکار کرے اس نے کفر کیا۔

عبدالسلام بن حرب کہتے ہیں میں نے ایک روز شریک سے کہا کہ آپ اپنے بھائی مالک بن مغولؒ کی عیادت کو نہیں جائیں گے۔ اس نے جواب دیا جو علی اور عمار پر تنقید کرے وہ میرا بھائی نہیں۔

علی بن خادم کا بیان ہے کہ عتاب اور ایک اور شخص شریک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ لوگوں نے شریک سے سوال کیا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تجھے صحابہ کے معاملہ میں شک ہے۔ اس نے جواب دیا اے احمق میں شک کر سکتا ہوں۔ میری تو آرزو یہ تھی کہ کاش میں اس زمانہ میں ہوتا۔ اور علیؓ کے ساتھ شامل ہو کر ان صحابہؓ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگتا۔ (جس طرح شریک کے داداستان نے اپنے ہاتھوں کو حضرت حسین کے خون سے رنگا)

حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ میں نے شریک سے خود یہ بات سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

وفات ہوئی۔ [illegible] مسلمانوں نے [illegible] ایک [illegible] موجود ہے جو ابوبکر سے افضل ہے تو اگر تمہیں یہ معلوم ہوتا تو [illegible] سب سے بہتر ہے [illegible] ابوبکر [illegible]

اگرچہ [illegible] لیکن جب ان کی موت کا وقت آیا تو [illegible] جس [illegible] عثمان سے بھی افضل ہے تو وہ سب [illegible]

جب یہ بات عبداللہ بن [illegible] پہنچی [illegible] زبان سے وہ صحیح بات [illegible] اللہ کی [illegible]

پھر اس شریک کے بارے میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ [illegible] اور کہا وہ بہت بردبار تھے۔ اس پر شریک نے جواب دیا جس نے حق [illegible] نہیں ہو سکتا۔ یہ شریک ۹۵ھ میں پیدا ہوا اور [illegible] میں اس کا انتقال [illegible]

سید حسین شرف الدین موسوی کہتے ہیں

کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ شریک اہلبیت کے مذہب کی طرف مائل تھے [illegible] بیان کی ہیں میرے دشمن اور وراثت میں [illegible] کی شناخت کی۔ اور اسی شریک نے یہ روایت بیان کی ہے کہ [illegible] جب معاویہ کو تم میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔ [illegible]

ہمیں افسوس یہ ہے کہ شریک نے یہ روایت اس وقت بیان کی جب امیر معاویہ کی [illegible] سے اٹھ گئی تھی۔ اسے تو یہ روایت اس وقت بیان کرنی چاہئے تھی جب امیر معاویہ منبر رسول پر [illegible] تھے۔ اور اس وقت تک جناب شریک پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اور اگر پیدا بھی ہو جاتے تو [illegible] کی عدالت سے پاک رکھا تھا۔ کسی [illegible] سالہ بچہ کو اس کی ہمت نہ ہو سکی۔

[illegible] آپ سفیان بن وکیع اور شریک کا حال ملاحظہ کر چکے ہیں [illegible] سے تعبیر کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے۔ [illegible]

حضرت علیؓ منافقین کی پہچان کا ذریعہ ہیں

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں ہم انصار منافقین کو بغض علیؓ سے پہچانا کرتے تھے ترمذی کہتے ہیں یہ روایت غریب ہے اور شعبہ نے ابو ہارون عبدی کے بارے میں کلام کیا ہے۔ اور یہ روایت اعمش سے بھی روایت کی گئی ہے اور اعمش نے ابو صالح سے اور ابو صالح نے ابو سعید سے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵ ۔

یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت علیؓ نے منافقین کے خلاف کون سا خصوصی کارنامہ انجام دیا تھا۔ جو وہ تعارف کا ذریعہ بن گئے۔ اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ منافقین کی اصطلاح ان معنی میں استعمال ہوتی ہو۔ جن معنی میں یہ سبائی عموماً اس لفظ کو استعمال کرتا ہے۔ سبائیوں کے نزدیک منافقین سے مراد ابوبکرؓ و عمرؓ اور مہاجرین مکہ ہوتے ہیں۔

ترمذی نے خود اس روایت کو غریب قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کے راوی ابو ہارون العبدی کی ذات پر شعبہ کو اعتراض ہے۔

ابو ہارون العبدی

اس ابو ہارون کا نام عمارۃ بن جوین ہے۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ امام شعبہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مجھ سے یہ کہے کہ یا تو ابو ہارون کی روایت قبول کرو یا خود اپنا گلا کٹوانا منظور کرو تو مجھے اپنا گلا کٹوانا قبول ہوگا لیکن اس کی روایت بیان کرنا نہیں۔

یہی شعبہ فرماتے ہیں کہ میں ہر مسافر سے اس کا حال معلوم کرتا۔ اتفاق سے یہ ہمارے پاس آیا۔ اس کے پاس ایک کتاب تھی جس میں حضرت علیؓ کی فضیلت میں منکر روایات جمع تھیں۔ حماد بن زید کا قول ہے یہ ابو ہارون کذاب ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ کذاب ہے مفتری ہے امام احمد فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ یحیی ابن معین کہتے ہیں اس کی کسی روایت کو ہرگز سچا نہ مانا جائے نسائی لکھتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ متلوّن مزاج ہے کبھی خارجی بن جاتا ہے اور کبھی رافضی۔ اور ابن حبان لکھتے ہیں یہ حضرت ابو سعیدؓ خدری کے نام سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جو انہوں نے کبھی بیان نہیں کیں۔

شعبہ کہتے ہیں میں نے اس کے پاس جو کتاب دیکھی تھی اس میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی جانب یہ بات بھی

Marfat.com

منسوب کی گئی تھی کہ جب عثمانؓ کو قبر میں اتارا گیا تو وہ اللہ کا کافر بن چکا تھا۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں وہ یہی اس کتاب کو صحیفۃ الولی بتایا کرتا تھا۔ مسلم بن محمد کا قول ہے۔ ... ہے کہ یہ وہ صوفی ہے ... بیان نہ ہوسکے۔

ابو ... سے یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ جعفر بن سلیمان الضبعی سے ... اس کا بھی کچھ ... کر لیتے۔

جعفر بن سلیمان الضبعی

مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہیں۔ یہ بنو حارث کا غلام تھا۔ اور خاندان بنی ضبیعہ میں اس نے قیام کیا تھا۔ شیعہ ہونے کے باوجود اس کا شمار زاہد علماء میں ہوتا ہے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں جعفر ثقہ ہے۔ لیکن یحییٰ بن سعید اس کو ضعیف قرار دیتے اور اس کی کوئی روایت نہ لکھتے۔ امام احمد کہتے ہیں اس میں کوئی برائی نہیں۔ یہ صنعا گیا۔ وہاں کے لوگوں نے اس سے روایات نقل کیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں یہ امی تھا۔

ابن سعد لکھتے ہیں یہ ثقہ ہے اگرچہ اس میں کچھ ضعف ہے۔ اور یہ شیعہ تھا۔

احمد بن المقدام کا بیان ہے کہ ہم یزید بن زریع کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہم سے فرمایا جو شخص جعفر بن سلیمان اور عبدالوارث کے پاس جائے وہ میری مجلس میں نہ آئے۔ اس لئے کہ عبدالوارث معتزلی سمجھا جاتا تھا۔ اور جعفر بن سلیمان رافضی۔

سہل بن ابی حذیفہ کا بیان ہے کہ میں نے جعفر سے سوال کیا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تو ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ جعفر نے جواب دیا گالیاں تو نہیں دیتا لیکن بغض ضرور رکھتا ہوں۔

جریر بن یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ اپنے والد کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے پیغام دے کر جعفر الضبعی کے پاس بھیجا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ اس نے جواب دیا گالیاں تو نہیں دیتا لیکن بغض ضرور رکھتا ہوں۔ جریر بن یزید بن ہارون فرماتے ہیں یہ جعفر رافضی ہے اور تلفظاً گدھے کی طرح ہے۔

عمرو بن علی کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن مبارک کو دیکھا کہ وہ جعفر بن سلیمان سے کچھ سوالات کر رہے تھے۔ انہوں نے سوال کیا۔ تم نے ایوب بن ابی تمیمہ کو دیکھا ہے؟ جعفر نے کہا ہاں۔ کیا تو نے ابن عون کو دیکھا ہے؟ جعفر نے کہا ہاں۔ کیا تو نے یونس کو دیکھا ہے؟ کہا ہاں۔ ابن مبارک نے آخری سوال کیا کہ جب تو نے ان حضرات کو دیکھا تو تو نے ان کے پاس بیٹھ کر کیوں نہ علم حاصل کیا۔ اور عوف کے پاس بیٹھ کر علم حاصل کرتا ہے ... عوف اعرابی رفض تک خروج میں ہوتا جب تک اپنی ذات میں دو بدعات جمع نہیں کر لیتا کیونکہ وہ قدری بھی ہے اور شیعہ بھی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۹۰۔

اس طرح سے اس روایت کی تمام سند کی حیثیت قارئین کے سامنے آگئی ہے۔ اب ذرا ایک اور حدیث بھی اس پر نظر ڈال لیں تو بہتر ہے۔

خود ترمذی نے حضرت براء بن عازب انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ ان سے جو محبت کرے گا وہ مومن ہوگا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔ ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے ترمذی ج ۲ ص ۲۵۲۔ بخاری ج ۱ ص ۵۳۴۔

نیز بخاری نے حضرت انس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایمان کی علامت انصار کی محبت اور نفاق کی علامت انصار کا بغض ہے۔ بخاری ج ۱ ص ۵۳۴۔

اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ منافقین کی پہچان کا ذریعہ انصار ہیں حضرت علیؓ نہیں۔ اصل میں سبائی برادری کا ایک اصول یہ ہے کہ جہاں انہیں کسی صحابی کی کوئی فضیلت نظر آئی اس میں ترمیم کر کے حضرت علیؓ پر چسپاں کر دی۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی ذات ان فرضی اور مصنوعی فضائل سے بہت بلند ہے۔

اے اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میں علیؓ کو نہ دیکھ لوں

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا جس میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ اس لشکر کی روانگی کے بعد میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرتے سنا۔ اے اللہ تو مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک مجھے علیؓ کو نہ دکھا دے۔

امام ترمذی یہ روایت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہ روایت حسن غریب ہے۔ ہمیں اس کی اس سند

کے علاوہ کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۱۔

حضرت ام عطیہ عدویہ سے روایت کرنے والی عورت ام شمیل ہے یہ غیر معروف ہے اسے کوئی نہیں

جانتا۔ اور جابر بن صبیح کے علاوہ اس سے کوئی روایت نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ۴ ص ۶۱۲۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔ تقریب ص ۴۰۵۔

یعنی یہ عورت مفقود الخبر ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ امام ترمذی اس سے واقف تھے یا نہیں کیونکہ

امام صاحب نے اپنی کتاب میں بہت سے مجہول لوگوں کی طرح نکالی ہے۔ لیکن یہاں خود انہوں نے اس کی سند کی کوئی

تصریح نہیں کیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ امام ترمذی کو بھی اس کا کوئی علم نہیں۔ لیکن پھر یہ روایت

حسن کیسے بن گئی۔ اور حقیقت بات یہ ہے کہ امام ترمذی کی اصطلاح کے باوجود آج تک یہ نہیں سمجھ سکے کہ حسن آخر

کون سی ہے جو کبھی صحیح روایت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اور کبھی منکر روایت کے ساتھ۔ ترمذی کی

اصطلاح میں یہ عقدہ حل نہ کر سکے اور ہمارے متاخرین علماء جب کسی موضوع اور منکر روایت پر مسئلہ اجتہاد

کی بنیاد رکھتے ہیں تو سب سے اول اسے حسن قرار دیتے ہیں جس کی وجہ سے یہ سمجھا جاتا ہے

کہ یہ روایت عمدہ ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور امام ترمذی نے بہت سی روایات

کرم سے بڑے بڑے پتھر ہضم کروائے ہیں۔ حیرت تو ہمیں متاخرین علماء پر ہے جو

میں پتھر بھی چھین پیدا نہیں کر سکے۔ ہمارا تو ان روایات کا نام حسن کرنا غریب ہے۔

جابر بن صبیح

ام شمیل سے یہ کہانی نقل کرنے والا جابر بن صبیح ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں اس کی روایات ابوداؤد نسائی اور ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ ابوالعباس بن راشد بصرہ کا باشندہ ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لیکن ازدی کا قول ہے کہ اس کی روایت درست نہیں۔

میزان ج ۱ ص ۳۷۸۔

ابو الجراح البہزی

جابر بن صبیح سے یہ کہانی نقل کرنے والا ابو الجراح البہزی ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں یہ مجہول ہے۔ تقریب ص ۳۵۹۔ ذہبی لکھتے ہیں اس روایت کو ترمذی نے

حسن کہا ہے۔ لیکن اس ابو الجراح سے کوئی شخص بھی واقف نہیں۔ اور اس سے ابو عاصم کے علاوہ کوئی یہ روایت نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ۴ ص ۵۔

ابو عاصم

ابو الجراح سے یہ کہانی نقل کرنے والا ابو عاصم ہے۔ یہ کون ذات شریف ہیں؟ اس کا اتا پتہ بس کے فرشتے ہی بتا سکتے ہیں۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں۔ یہ کون شخص ہے دنیا کے تمام افراد ... اس سے ناواقف ہیں۔ اور جو عاصم سے مراد ابو عاصم الکابلی ہے تو ابن المدینی کہتے ہیں یہ شخص ... ابو عاصم عبدانی ہے جو عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے۔ حافظ عقیلی ... منکر حدیث ہے۔ میزان ج ۴ ص ۵۴۳۔

حافظ ابن حجر نے تقریب میں ابو عاصم ... کو کمزور قرار دیا ... ق کی علامت بنائی ہے تقریب ... ق کی علامت بنانے میں اس کی دلیل ہے کہ اس کی روایت ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ اگر ترمذی ... کی روایت موجود ہوتی تو ... اس کے نام کے ساتھ ت کی علامت بھی بناتے جس سے صاف ... ہے کہ یہ ابو عاصم ... کوئی موسمی پرندہ ہے جو یہ داستان گا کر چلا گیا۔ اور کسی کو یہ پتہ نہ چل سکا کہ یہ کون ... کہاں سے آیا تھا۔

ماحصل کلام یہ کہ اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں۔ تین راوی مفقود الخبر ہیں۔ اور ایک ضعیف ہے لیکن پھر بھی ہمارا اس پر ایمان ہے کیونکہ امام ترمذی نے اسے نقل کر کے حسن قرار دیا ہے ..... ہم نے راویوں کے حالات پیش کر دئے ہیں۔ اب علماء کا کام ہے کہ وہ فیصلہ کریں کہ اس روایت کا کیا درجہ ہے۔ یا قارئین خود فیصلہ کرلیں ..... ہمیں اس کے لئے مجبور نہ فرمائیں۔

حضرت علی سردیوں میں گرمیوں کے کپڑے استعمال فرماتے

حضرت عبد الرحمان بن ابی لیلی کا بیان ہے کہ حضرت ابو لیلیٰؓ حضرت علیؓ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ اور حضرت علی گرمیوں کے کپڑے سردیوں میں اور سردیوں کے کپڑے گرمیوں میں پہنتے تھے۔ ہم نے ابو لیلیٰ سے

[illegible]

[illegible] رسول اللہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہمارے خیال میں یہ [illegible] عقد [illegible]
[illegible] کے لئے اس نے یہ کہانی وضع کی ہے۔ ہم نعوذ باللہ [illegible]
کی سند ہے۔ کیونکہ انھیں اکثر [illegible] کے باعث [illegible]
لئے [illegible] تاریخی [illegible]
[illegible] کوئی وجہ پیش آیا نہیں۔ اگر ابن ماجہ [illegible]
روایت کی سند عمدہ ہوتی تو [illegible] ایک ثبوت قرار دیتے۔ لیکن اس کی سند [illegible]
جاسکے اس کی سند کے ابتدائی [illegible] عثمان بن ابی شیبہ [illegible] عبدالرحمن بن [illegible]

Marfat.com

عثمان بن ابی شیبہ ابوبکر بن ابی ابی شیبہ کے بھائی ہیں۔ ان کا شمار حدیث کے بڑے علماء میں ہوتا ہے ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ اکثر علماء نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ازدی کہتے ہیں یہ ایسی روایات نقل کرتے ہیں جنہیں کوئی دوسرا نقل نہیں کرتا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں عثمان کسی دوسرے مددگار کے محتاج نہیں۔ ان سے بہت زیادہ احادیث مروی ہیں جس سے ضعیف ہوتی ہیں۔ لیکن امام احمد نے ان کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔ ابن عدی نے بھی ان کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا۔ ان حضرات کو ہزارہا احادیث یاد تھیں۔ لیکن قرآن کی کبھی ایک آیت بھی صحیح طور پر یاد نہیں ہوئی۔ تفصیل کے لئے ان کا حال آپ ہماری کتاب "ایصال ثواب قرآن کی نظر میں" ملاحظہ کیجئے۔

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عثمان بن ابی شیبہ نے یہ روایت محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے نقل کی ہے۔ جو تاریخ میں ابن ابی لیلیٰ کے نام سے مشہور ہیں جو کوفہ کے بہت بڑے فقیہ اور پابند سنت انسان تھے۔ لیکن ان کا حافظہ خراب تھا۔

امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں۔ افسوس انہیں جتنا قوی ہونا چاہیے تھا یہ اتنے قوی نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں ان کی احادیث میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ امام شعبہ فرماتے ہیں میں نے اتنے کمزور حافظہ کا کوئی اور انسان نہیں دیکھا۔ نسائی، یحییٰ بن سعید القطان اور ترمذی نے ان کی روایات کو ضعیف قرار دیا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ان کا حافظہ خراب تھا۔ فحش غلطیاں کرتے جس کے باعث ان کی اکثر روایات منکر ہوتی ہیں۔ ۱۴۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ ص ۶۱۳۔

اس لحاظ سے یہ روایت ابن ابی لیلیٰ کی منکرات میں شمار ہوگی۔ لیکن ان سے زیادہ خطرناک عثمان بن ابی شیبہ ہے۔ کیونکہ ہمارا ذہن ہرگز یہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ جسے ہزارہا روایات یاد ہوں وہ قرآن کی کوئی آیت صحیح طور پر یاد نہ رکھ سکے۔ بلکہ وہ ہمارے نزدیک قرآن میں عمداً تحریف کرتا ہے۔ اور تقیہ کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے اور اس نے متعدد موضوع کہانیاں بیان کی ہیں۔ قرآن میں افترا کا حال ہم نے "ایصال ثواب قرآن کی نظر میں" پیش کیا ہے۔

Marfat.com

اوصیاء کا خاتمہ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے ذریعہ ہوا۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیؓ اور ان کی ذریت قیامت کے روز تک اوصیاء کو ختم کریں گے۔

اس روایت کا راوی ہی وحی لکھتا ہے۔ اور اس روایت کو وہ زہری سے نقل کرتا ہے۔ اور وہ عبدالرزاق سے۔ یہ دو روایت ایک ہی درجہ کی ہیں۔ اور ان کے راوی بھی وہی ہیں جو ساختہ روایات بیان کرتے تھے۔

چونکہ ہمارا تعلق اوصیاء سے نہیں اس لئے عرض یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی پانچ اولادیں ہوئیں یعنی حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ، زینبؓ اور ام کلثومؓ۔ لیکن لڑکیوں کو ان کی اولاد ہونے سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا گیا۔ محسنؓ بے چارے بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ رہ گئے حضرت حسنؓ چونکہ انہوں نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تھی۔ اس لحاظ سے ان کی اولاد وصایت و ولایت سے محروم ہوئی۔

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ اور چونکہ پہلی تینوں صاحبزادیاں امویوں کے نکاح میں گئیں۔ لہذا ان کے نام بھی لینا جرم ہے۔

اس طرح یہ وصایت و ولایت تین صاحبزادیوں اور ان کی اولاد کو محروم کر کے بلکہ انہیں اولادِ رسولؐ ہونے سے خارج کر کے ایک بیٹی اور اس کی اولاد پر یہ عمارت تعمیر کی گئی۔ لیکن حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادیاں چونکہ دشمنوں کے نکاح میں گئیں یا ان کے ساتھ رہیں۔ اس لئے وہ بھی ولایت و وصایت کے منصوبے سے خارج ہوئیں۔ اور چونکہ حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تھی۔ اور یہ سب معاملہ اس وقت پیش آیا جس وقت حسنؓ جانشین بن چکے تھے۔ اور انھوں نے ایک اموی سے صلح کی اور یہ ناقابل معافی جرم تھا۔ لہذا یہاں اولاد حسنؓ خلافت سے محروم ہوئی۔ وہاں ایک لازمہ یہ بھی قرار پایا کہ بنو امیہ ہمیشہ کے لئے مبغوض بن گئے۔ اور اس بغض کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایران اور برصغیر میں کوئی اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی کی اولاد قرار نہیں دیتا۔ ہاں یہ ضرور

Marfat.com

ہوتا۔ بلکہ تاریخ میں جب بھی کوئی انقلاب آیا تو کچھ نئے لوگ سید فرد بن گئے۔ اور خود کو اولادِ فاطمہ کہنے لگے۔ اس طرح تاریخ میں ہزاروں بار سادات کی پود میں اضافہ ہوتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ رافضی سید بن گیا جس کی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

ہر نبی کا ایک جانشین ہوتا ہے

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا گیا، کہ جس سے یہ بیان کیا گیا ہو کہ اس کے بعد یہ کام کس کی ذمہ داری میں ہوگا۔ کیا اللہ نے آپؐ سے بھی یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ آپ نے جواب دیا ہاں وہ شخص علیؓ ہے۔ میزان ج ا صـ۵۸۰

یہ کون سا اصول تھا جس کی تعلیم سلمانؓ کی زبانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جا رہی ہے۔

اگر واقعتاً یہ اصول ہمیشہ کارفرما رہاہے تو بتائیے کہ حضرت یوسفؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت یونسؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت عیسٰیؑ کے بعد کون ان کا جانشین ہوا، اور کون ان کے قریب رہا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ سلمانؓ سے یہ روایت حضرت ابوہریرہ نے نقل کی ہے ہمارے نزدیک بلحاظ علم حضرت ابوہریرہؓ کا مقام حضرت سلمانؓ سے بہت زیادہ ہے۔ اور کوئی ایسی روایت نہیں جو حضرت ابوہریرہؓ نے سلمانؓ سے نقل کی ہو۔

حکیم بن جُبیر اس کا راوی حکیم بن جبیر ہے۔ اس حکیم سے تمام اصحاب ستہ نے احادیث نقل کی ہیں۔ یہ سعید بن جبیر اور ابوجحیفہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شعبہ اور زائدہ وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ شیعہ ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے منکر الحدیث ہے۔ بخاری کہتے ہیں شعبہ کو اس پر اعتراض تھا۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ دار قطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ معاذ کہتے ہیں میں نے شعبہ سے عرض کیا کہ مجھے حکیم بن جبیر کی حدیث سنائیے فرمایا اس کی حدیث بیان کرنے سے مجھے جہنم میں جانے

کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

اس سے پتہ ثابت ہوتا ہے کہ بعد میں شعبہ نے اس کی روایت ترک کر دی تھی۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ میں نے یحیٰی بن سعید سے اس کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے فرمایا اس سے بہت تھوڑی سی روایات مروی ہیں شعبہ نے حدیث منکر ہونے کے باعث اس کی روایت ترک کر دی تھیں۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحیٰی بن سعید اس کی روایات بیان کرتے اور عبدالرحمٰن قطعاً نہ بیان کرتے اس سے بہت تھوڑی سی روایات مروی ہیں۔ اور اس میں بھی منکرات پائی جاتی ہیں۔

جوزجانی کا بیان ہے کہ حکیم بن جبیر کذاب ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے۔ اور حکیم نے اس روایت کو عبدالعزیز بن مروان کی جانب منسوب کیا ہے اور عبدالعزیز بن مروان تو حضرت علی کا مخالف تھا وہ ایسی کہانی کیسے نقل کرتا۔ میزان ج ا ص ۵۸۳

حکیم بن جبیر سے یہ کہانی نقل کرنے والا مشہور دجال زمانہ یعنی مؤرخ محمد بن اسحاق ہے جس کا حال بارہا پیش کیا جا چکا ہے۔

سلمۃ بن الابرش

مورخ ابن اسحاق سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا سلمۃ بن الفضل الابرش ہے۔ اس نے ابن اسحاق سے نقل کی ہے۔ اس کی روایات ترمذی اور ابوداؤد میں پائی جاتی ہیں۔

اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس کی بعض احادیث منکر ہوتی ہیں یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے غزوات کی روایات لکھی ہیں۔ اور غزوات کے سلسلہ میں اس سے زیادہ مکمل کسی کی کتاب نہیں۔ (بات مکمل کی نہیں ہو رہی ہے۔ بلکہ صحیح کی ہو رہی ہے)۔

نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ زنیج کا بیان ہے کہ میں نے سلمۃ الابرش سے سنا ہے کہ میں نے ابن اسحاق سے اس کی مغازی دو بار سنی ہے۔ اور تقریباً اتنی ہی تعداد میں ہیں لے اس کی اور

Marfat.com

روایات لکھی ہیں۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی کوئی روایت ایسی نہیں ملی جو از حد منکر ہو۔ لیکن علی ابن المدینی فرماتے ہیں ہم رَے سے جب واپس چلے تو ہم نے اس کی تمام لکھی ہوئی روایات لغو سمجھ کر زمین پر پھینک دیں۔

یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ یہ سلمہ رازی ہے شیعہ تھا۔ اس کی روایت لکھی جاتی ہیں بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں۔ اس کی حدیث قابل حجت نہیں۔ ابوزرعہ رازی کا قول ہے کہ رَے کے باشندے اسے پسند نہ کرتے تھے۔ کیونکہ اول تو اس کا مذہب بدترین تھا۔ اور دوسرے رَے کے لوگوں پر اس نے مظالم بھی بہت کئے تھے۔ ۱۹۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

سلمہ الرازی سے یہ روایت نقل کرنے والا محمد بن حمید الرازی ہے۔

محمد بن حمید الرازی

یہ مؤرخ ابن جریر کا استاد ہے۔ سلمۃ بن الابرش سے ابن اسحاق کی مغازی کا ناقل ہے۔ اسکی روایات ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں موجود ہیں۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں۔ معلومات اس کی کافی وسیع تھیں۔ یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ بخاری کہتے ہیں اس کی احادیث پر اعتراض ہے۔

امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں یہ کذاب ہے۔ فضلک الرازی فرماتے ہیں میرے پاس اس کی پچاس ہزار روایات لکھی ہوئی موجود ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی روایت کا بیان کرنا حلال نہیں سمجھتا۔

اسحاق الکوسج کا بیان ہے کہ ہمیں محمد بن حمید نے ابن اسحاق کی کتاب المغازی پڑھ کر سنائی اور دعویٰ کیا کہ اس نے یہ کتاب سلمۃ الابرش سے سنی ہے۔ اس کے بعد میرا علی بن مہران کے پاس جانا ہوا۔ وہ کتاب المغازی پڑھ کر سنا رہے تھے۔ ان کا بھی یہی دعویٰ تھا کہ انھوں نے یہ کتاب سلمۃ الابرش سے سنی ہے۔ میں نے سوال کیا۔ کیا محمد بن حمید نے بھی یہ کتاب سلمۃ سے پڑھی تھی؟ وہ حیرت میں

پڑھنے اور فرمایا اس نے یہ کتاب مجھ سے پڑھی ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن حمید جھوٹا ہے۔

صالح جزرہ کا بیان ہے کہ محمد بن حمید جتنی روایات بیان کرتا ہے ہم سب اس کی روایات کو جھوٹ سمجھتے ہیں۔ میں نے اس سے بڑھ کر کوئی ایسا انسان نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ اللہ سے بے خوف ہو۔ اس کے ہاں اللہ سے ڈر کا کوئی تصور نہ تھی۔ یہ دوسرے راویوں کی روایات لے کر ان میں ردو بدل کرتا اور پھر انھیں اپنی جانب منسوب کرتا۔

ابن خراش فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم ابن حمید جھوٹا ہے۔ دیگر ائمہ محدثین کا قول ہے کہ یہ نہ صرف جھوٹا ہے۔ دوسروں کی روایات چوری کرکے اپنی جانب منسوب کرتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں کہ غیر ثقہ ہے اور صالح جزرہ کہتے ہیں۔ میں نے محمد بن حمید اور ابن الشاذکونی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا یہ اس فن کے ماہر تھے۔

ابو علی النیسابوری کا بیان ہے کہ میں نے ابن خزیمہ سے عرض کیا۔ آپ محمد بن حمید کی روایات کیوں نہیں بیان کرتے۔ حالانکہ امام احمد بن حنبل تو اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔ انھوں نے کہا امام احمد کو اس کے حالات کی خبر نہ تھی۔ اگر انھیں اس کے صحیح حالات معلوم ہوتے تو کبھی اس کی تعریف نہ کرتے۔

امام فضلک الرازی کا بیان ہے کہ میں ایک روز محمد بن حمید رازی کے پاس گیا وہ اس وقت روایات کی سندات وضع کر رہا تھا۔ اس کا انتقال ۲۴۸ھ میں ہوا۔

اس تمام تفصیل سے یہ بات سامنے آئی کہ اس روایت کا ہر راوی شیعہ اور یہ راوی فارس وایران کا باشندہ ہے۔ اور تین راوی اپنے اپنے دور کے مشہور مورخ اور مشہور کذاب ہیں۔

علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں"۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ شعبہ سے اس

Marfat.com

سند کے علاوہ کوئی اور سند سے یہ روایت مروی نہیں۔

ہمارے نزدیک یہ کہانی اس صحیح حدیث کے جواب میں تیار کی گئی ہے جو حضرت ابوبکرؓ کے سلسلہ میں مروی ہے "کہ ابوبکر کی کھڑکی کے علاوہ تمام کھڑکیاں بند کر دو۔"

حافظ ابن حجر یعنی روایت پرستی کے زعم میں رقمطراز ہیں۔ اس روایت کی متعدد سندات ہیں جو ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہیں۔ لہذا یہ روایت حسن ہے۔

امام ابن الجوزی فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور اسے رافضیوں نے اس حدیث صحیح کے مقابلہ پر وضع کیا ہے جو حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت میں مروی ہے۔

ہمارے نزدیک ان سبائیوں کا یہ خاص دستور ہے کہ جہاں کہیں انھیں کسی صحابی میں کوئی فضیلت نظر آئی۔ فوراً حضرت علیؓ کے لئے وہ کہانی تیار ہو گئی۔ حافظ ابن حجر جو روایت پرستی کے مرض میں مبتلا ہیں اور صرف یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی متعدد سندات مروی ہیں یا نہیں تو سبائی بچوں نے تحریف قرآن کے سلسلہ میں دو ہزار روایات پیش کی ہیں اور تقریباً اتنی ہی روایات ولایت و امامت کے سلسلہ میں مروی ہیں تو کثرت سندات کے باعث ان پر بھی ایمان لانا فرض ہوگا۔ اس نظریہ کے بچاریوں کو ذرا سوچ سمجھ کر بات کہنی چاہئیے۔ اور عقل سے کام لے کر کوئی نیا اصول وضع کرنا ہوگا۔ ورنہ کثرت سندات کے باعث امامت اور تحریف قرآن پر ایمان لانا لازمی ہو جائے گا۔

ہمارے نزدیک اس روایت کے واضعین کو اتنی بھی عقل نہ تھی کہ ابوبکرؓ کا مکان مسجد کے قرب و جوار میں نہ تھا جو اس کے جواب کے لئے یہ دروازے والی کہانی وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ان کا مکان تو عقیق میں تھا۔ اور حضور کا یہ فرمانا کہ ابوبکر کی کھڑکی کے علاوہ سب کھڑکیاں بند کر دو۔ اس روایت میں کھڑکی سے مراد خلافت ہے جو ابوبکرؓ کو حاصل ہو کر رہی۔ سبائیوں کا اگر دل چاہے تو بیشک وہ حضرت علیؓ کے پورے گھر کو دروازوں میں تبدیل کر دیں ـــــ سنیوں کا مقصد تو حاصل ہو چکا۔

ترمذی کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کی ایک سند کے علاوہ کوئی اور سند نہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ بقیہ سندات جس سے ابن حجر بھی دھوکہ کھا گئے، ترمذی کے بعد تیار کی گئیں۔ ترمذی کے زمانہ

یعنی تیسری صدی ہجری تک ان [illegible] کا وجود [illegible] اگر [illegible] تو [illegible] عبدالرزاق [illegible] ترمذی [illegible] تھے

عمرو بن میمون

اس روایت کا دوسرا راوی عمرو بن میمون ہے جو [illegible] حدیث [illegible] ابن عدی [illegible] عبدالرحمن بن مہدی نے [illegible] ثقات سے حدیث روایت کرتا ہے [illegible] صالح بن [illegible] الرقی نے [illegible]

عبداللہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد [illegible] سے اس کے بارے [illegible] نہیں جانتا یہ کون ہے اور اس کی یہ حدیث منکر ہے۔ کتاب العلل ج ۲ صفحہ ۲۵

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں عمرو بن میمون [illegible] ہے اس کی حدیث منکر ہے۔ لسان المیزان ج ۴ صفحہ ۳۷۶

گویا ابوحاتم کے علاوہ کسی نے اس پر تبصرہ نہیں کیا۔

یحیی بن ابی سلیم الفزاری

اس کی کنیت ابوبلج ہے۔ [illegible] اسے یحیی بن معین، نسائی، دارقطنی اور [illegible] نے ثقہ قرار دیا ہے۔ یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ میں نے اسے دیکھا یہ اللہ اللہ کا ذکر کرتا رہا۔ لیکن امام بخاری فرماتے ہیں اس کی حدیث پر اعتراض ہے۔ امام بخاری یہ جملہ اس وقت فرماتے ہیں جب کسی راوی کو وہ جھوٹا سمجھتے ہوں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس نے یہ حدیث منکر روایت کی ہے۔ ابن عدی اور ذہبی کہتے ہیں یہ روایت اس کی منکرات میں داخل ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ غلطیاں کرتا ہے۔ ثابت البنانی کہتے ہیں میں نے اس روایت کا تذکرہ حسن بصری کے سامنے کیا۔ انھوں نے اس روایت کا انکار کر دیا۔

ابراہیم بن المختار الرازی

اس کی سند کا ایک راوی ابراہیم بن المختار الرازی ہے۔ یہ مؤرخ محمد بن اسحاق کا شاگرد ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ ابوغسان زنیج کہتے ہیں میں نے اس کی حدیث ترک کردی ہے۔ میزان ج ا ص ۶۵

ترمذی کی سند کا آخری راوی محمد بن حمید الرازی ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے محمد بن اسحاق کی مغازی نقل کی ہے۔ اور مؤرخ ابن جریر کا استاد ہے۔ ہم اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کرچکے ہیں

حاصل کلام یہ کہ امام محدثین کے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔

اس روایت کو امام احمد اور نسائی نے یحییٰ بن ابی سلیم کے ذریعہ عمرو بن میمون سے نقل کیا ہے اور عمرو بن میمون نے ابن عباس سے یہ بیان نقل کی ہے اور عمرو بن میمون ناقابل اعتبار ہے۔ اور یحییٰ بن ابی سلیم بھی تو ہیں موثق نہیں۔

امام احمد نے یہ روایت زید بن ارقم سے بھی نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ اس طرح پیش کئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کے دروازے مسجد میں کھلے ہوتے تھے۔ آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا علی کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کردو۔ یہ سنکر چند حضرات نے آپؐ سے اس سلسلہ میں کچھ گفتگو کرنی چاہی۔ آپؐ خطبہ دینے کھڑے ہوگئے اور اللہ کی حمد وثنا کی۔ پھر فرمایا۔ امابعد میںؑ نے ان دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا تھا لیکن تم میں سے بعض افراد نے اس پر اعتراض کیا۔ اللہ کی قسم نہ میںؐ نے اپنی مرضی سے بند کئے اور نہ اپنی مرضی سے کھولے لیکن مجھےؐ جس چیز کا حکم دیا گیا میںؑ نے اس کی اتباع کی ہے۔

یہ روایت حضرت زیدؓ بن ارقم سے میمونؓ ابوعبداللہ نے نقل کی ہے۔ اور میمون سے نقل کرنے والا عوف بن ابی جمیلہ ہے اور اس سے محمد بن جعفر نے روایت کی ہے۔ جس سے امام احمد روایت کررہے ہیں۔ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۴۲

Marfat.com

میمون ابو عبداللہ

یہ حضرت عبدالرحمان بن سمرہ کا غلام تھا۔ اس کی روایت نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن محمد بن سعید القطان اس سے روایت نہ لیتے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایت منکر ہوتی ہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ شعبہ کہتے ہیں یہ تو ایک ذلیل انسان تھا۔ میزان ج ۴ ص ۲۳۵

عوف الاعرابی

میمون سے یہ روایت نقل کرنے والا عوف بن ابی جمیلہ ہے جو بصرہ کا باشندہ ہے۔ ابو سہل اس کی کنیت ہے۔ تمام اصحاب ستہ نے اس سے روایت کی ہیں۔ اس سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں اور ایک جماعت نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

عمرو بن علی الفلاس کا بیان ہے کہ میں نے ابن المبارک کو دیکھا وہ جعفر بن سلیمان سے کہہ رہے تھے۔ تو نے ابن عون، ایوب اور یونس کو دیکھا ہے آخر کیا وجہ ہے کہ تو ان کے پاس نہیں بیٹھا اور ان سے علم حاصل نہیں کیا اور تو نے انہیں چھوڑ کر عوف کی صحبت اختیار کی۔ اللہ کی قسم عوف کا دل ایک بدعت پر خوش نہیں ہوتا جب تک وہ دو بدعتیں اختیار نہ کرے۔ تو وہ قدری ہے اور ایک شیعہ ہے۔

امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ جب تو چند لوگوں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کا مقابلہ ابن عون اور ایوب کا مقابلہ عوف بن ابی جمیلہ اور اشعث الحمرانی سے کرے گا، یہ دونوں حسن بصری کے شاگرد ہیں جس طرح ابن عون اور ایوب ان کے شاگرد ہیں۔ تو ان دونوں گروہوں میں تجھے زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ بلحاظ فضیلت بھی اور بلحاظ نقل روایات بھی اگرچہ عوف اور اشعث کی روایات کو بھی رد نہیں کیا جاتا لیکن ان دونوں میں احتیاط کا وہ مادہ نہیں پایا جاتا جو ابن عون اور ایوب میں موجود ہے۔

محمد بن عبداللہ الانصاری کہتے ہیں۔ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ عوف کو مار رہے تھے

اور کہا ہے نیز اسے قدری ۔

بندار یعنی محمد بن جعفر لوگوں کو اس عوف کی روایات سنا رہے تھے۔ سنانے کے بعد انھوں نے فرمایا اللہ کی قسم عوف قدری تھا۔ رافضی تھا۔ شیطان تھا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳۰۵

اتفاق سے عوف سے یہ روایت بندار ہی نے نقل کی ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی بیان کردیا ہے۔ کہ وہ رافضی ہے۔ اور یہ روایت اس کی رافضیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس روایت کے راوی شیعہ ہیں۔

یہ بتا رہا تھا کہ عوف نے اس روایت کو حضرت زیدؓ بن ارقم کی جانب منسوب کیا اور ابوالاشہب بیان کرتا ہے کہ اس نے یہ روایت حضرت براءؓ بن عازبؓ کی جانب منسوب کی۔ اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ دو روایتیں تیار ہو گئیں۔ ابوالاشہب کا نام جعفر بن الحارث ہے۔ محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابویعلیٰ موصلی نے یہ روایت حضرت سعدؓ سے ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں۔ لوگوں نے اس پر باتیں بنائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں نے یہ دروازہ خود نہیں کھولا بلکہ اسے اللہ نے کھلوایا ہے۔

ہمارے لئے تو اس روایت کی تردید کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں اور صحابہ کرام اس پر اعتراض کریں اور اسے تسلیم نہ کریں۔ یہ خالص سبائی منطق ہے ابویعلیٰ نے جو سند بیان کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سعد سے اسے نقل کرنے والا خیثمہ ہے۔ یہ کون ذات شریف ہیں۔ ان کے والد محترم کون ہیں اور یہ کہاں کے باشندے ہیں یہ سب کچھ لوگ کے راوی نے اپنے پیٹ میں ہضم کر لیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارا ہاضمہ خراب ہو گیا۔ اور ہم نے تمام خیثمہ نامی افراد کو تلاش کر ڈالا معلوم ہوا خیثمہ نامی چار افراد گزرے ہیں۔

Marfat.com

خیثمہ بن خلیفہ

یہ نبوءُ الزانیہ سے روایت نقل کرتا ہے۔ الواقعی الازدی کہتے ہیں یہ [illegible] نہایت ضعیف ہے۔ یہ امام مالک کا ہم عصر ہے۔ [illegible] اس نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا کیونکہ نبوء الزانیہ جو اس کے استاد ہیں [illegible] سے [illegible] حضرت انس کو دیکھا ہے جن کا انتقال ۹۳ھ میں ہوا اور حضرت سعد تو ۵۵ھ میں وفات پا چکے تھے۔

خیثمہ بن محمد الانصاری

[illegible]

خیثمہ بن ابی خیثمہ

[illegible]

خیثمہ بن عبدالرحمٰن الکوفی

[illegible] بعد اس کا انتقال ہوا۔

یا اسماء الرجال میں کوئی ایسا خیثمہ موجود نہیں جس نے حضرت سعد [illegible] بھی یہ روایت نقل کی ہو۔ [illegible] سے کسی خیثمہ کو [illegible] کی نسبت قطعاً جھوٹ ہے۔

ہمیں حیرت حافظ ابن کثیر پر ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو [illegible] سے اجازت دی تھی جو آپ کی حیات تک تھی لیکن جب آپؐ کی وفات ہو گئی تو یہ اجازت ختم ہو گئی تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ اجازت وفات رسولؐ کے بعد بھی موجود تھی؟ اس کے علاوہ حافظ صاحب نے اس کا وجود تسلیم کر لیا۔ اور ان روایات پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ جبھی تو ان کے شاگرد ابن حجر نے یہ فرمایا کہ یہ روایت حسن ہے۔

خیثمہ سے یہ بیان نقل کرنے والا مسلم نامی کوئی فرد ہے۔ ہم نے جب مسلم نامی افراد پر نظر ڈالی تو حقیقت یہ کھلا کہ مسلم نامی ایک درجن افراد کا ذکر حافظ ابن حجر نے اپنی تقریب میں کیا ہے۔ اور سترہ افراد کا ذکر ذہبی نے میزان میں کیا ہے۔ اب ہم نے اس مسلم کی تلاش کرنی شروع کی جو خیثمہ سے روایت نقل

Marfat.com

کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ معلوم کرنا تو بہت آسان ہے کہ یہ فلانے کھیت کی مولی ہے۔ لیکن ایسے مستم کو تلاش کرنا اس سے بھی زیادہ دشوار ہے۔

ہم نے اس سے آگے بڑھ کر مسلم کے شاگرد غسان بن بشر الکاہلی کو تلاش کرنا شروع کیا۔ معلوم ہوا کہ ہم اتنے قابل الوجود ہیں کہ اب ہمیں مزید کسی کاہلی کی کوئی حاجت نہیں۔ مجبور ہو کر ہم نے ان کاہلی کے شاگرد محمد بن اسمعیل بن جعفر الطحان کی تلاش شروع کی تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ سب ہی موہوم پرندے تھے۔ ان کی تلاش میں زندگی ختم ہو جائے گی۔ افسوس تو یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر جیسے حضرات اس کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

حضرت علیؓ کو علم کے ایک ہزار باب تعلیم دیئے گئے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علم کے ایک ہزار باب تعلیم دیئے جس میں سے ہر باب سے مزید علم کے ایک ہزار باب کھلتے تھے۔ میزان ج ا صفحہ ۶۲۴

اس روایت کا راوی حیی بن عبداللہ بن شریح بن معاذ حی المصری ہے۔ ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں۔

بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس میں کچھ حرج نہیں۔ ترمذی نے اس کی ایک روایت کو حسن کہا ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایت میں کوئی برائی نہیں بشرطیکہ اس سے نقل کرنے والا ثقہ ہو۔

حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ ابن عدی نے انصاف سے کام نہیں لیا کہ اس کی تقریباً بیس روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان روایات میں تمام شک بعد کے راویوں کی جانب سے پیدا

Marfat.com

ہوا ہے۔ یہ تمام روایات عبداللہ بن لہیعہ نقل کرتا ہے۔ لہٰذا یہ الزام عبداللہ بن لہیعہ پر قائم ہوتا ہے نہ کہ یحییٰ بن عبداللہ بن بُکیر پر۔ گویا امام ذہبی کے نزدیک ایسی بے ہودہ روایات کا مجرم عبداللہ بن لہیعہ ہے۔ لہٰذا خود حافظ ذہبی کی زبانی اس کا خاکہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ بن لہیعہ

اس کی کنیت عبدالرحمٰن ہے۔ مصر کا قاضی تھا اور وہاں کے علماء میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس نے کبار تابعین سے علم حاصل کیا تھا۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے اور اس کی روایات حجت نہیں۔ حمیدی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اسے ہیچ تصور کرتے۔ نعیم بن حماد کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے تھے۔ میں ابن لہیعہ سے جو بھی روایت سنتا ہوں اس کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا۔ علی المدینی نے عبدالرحمان بن مہدی سے نقل کیا ہے کہ میں ابن لہیعہ کی کوئی روایت لینے کے لئے تیار نہیں۔

یحییٰ بن بکیر کا بیان ہے کہ سنہ میں اس کے مکان میں آگ لگ گئی۔ اور اس کی سب تحریرات جل گئیں۔ لہٰذا اس کے بعد اس نے حافظہ پر بھروسہ کرتے ہوئے احادیث بیان کیں جس میں غلطیاں کیں۔

عثمان بن صالح کا بیان ہے کہ یہ بھی ابن لہیعہ کا ایک جھوٹ ہے کہ اس کی تحریرات جل گئیں۔ اس کے مسودات میں کوئی آگ نہ لگی تھی میں نے عُمَارَۃ بن غزیہ نے روایات اس کی تحریرات سے آگ کے واقعہ کے بعد نقل کیں ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہوا تھا کہ جب اس کے گھر میں آگ لگی تھی تو اس کے روبرو چند اوراق رکھے ہوئے تھے وہ جل گئے تھے۔ (اس نے اس معمولی سی بات کا افسانہ بنا دیا۔ بلکہ اس واقعہ کو اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لئے بطور ہتھیار استعمال کیا)

عثمان بن صالح مزید فرماتے ہیں میں اس کی اصل بیماری سے واقف ہوں۔ قصہ یہ

Marfat.com

پیش آیا تھا کہ میں اور عثمان بن عتیق نمازِ جمعہ کے لئے جا رہے تھے۔ ہمارے آگے ایک گدھے پر سوار ابن لہیعہ جا رہا تھا۔ اچانک اس پر فالج گرا۔ اور وہ زمین پر گر پڑا۔ عثمان بن عتیق یہ دیکھ کر جلدی سے لپکے اور ابن لہیعہ کو اٹھا کر بٹھایا۔ اور ہم اسے اٹھا کر گھر لے گئے یہیں سے اس کی بیماری کی ابتدا ہوئی۔ غالباً عثمان بن صالح کا مقصد یہ ہے کہ فالج گرنے کے باعث اس کا دماغ جواب دے گیا تھا۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس نے عمرو بن شعیب کی حدیثیں محمد بن مثنیٰ سے سنی تھیں۔ بعد میں دعویٰ کرنے لگا کہ اس نے عمرو بن شعیب سے یہ حدیثیں براہ راست سنی ہیں۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے عبداللہ بن لہیعہ آگ لگنے سے پہلے بھی ضعیف تھا۔ اور آگ لگنے کے بعد بھی ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ مجھے بشر بن السری نے نصیحت کی کہ اگر تیری ملاقات ابن لہیعہ سے ہو تو اس کی کوئی روایت نہ لینا۔

فلاس کہتے ہیں آگ لگنے سے قبل اس کی روایات معتبر ہیں۔ اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر اس سے ابن المبارک اور مقری وغیرہ روایت کریں تو صحیح ہے۔ لیکن ابو زرعہ کہتے ہیں یہ بات قابل اعتبار نہیں۔ رہا ابن المبارک اور ابن وہب کا اس سے روایت لینا تو اس کا سبب یہ نہیں کہ وہ معتبر تھا۔ بلکہ یہ دونوں خود امام الحدیث تھے۔ وہ صرف اس سے صحیح روایات لیتے

ابن ابی مریم کا قول ہے کہ میں آخر عمر میں ابن لہیعہ کے پاس گیا۔ اُس وقت اس کے پاس بربریوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ اور یہ انہیں احادیث سُنا رہا تھا۔ اور یہ تمام احادیث منصور اعمش اور اہل کوفہ کی تھیں۔ میں نے ابن لہیعہ سے سوال کیا تم نے اہل کوفہ کی احادیث کہاں سے سُنیں تیرے تو تمام استاد مصری ہیں۔ کہنے لگا ایسے ہی کان میں پڑ گئی تھیں۔ میں انھیں لکھ نہ سکا تھا۔ اس لئے بیان کر رہا ہوں۔ حالانکہ محدثین کے نزدیک ایسی صورت میں روایت

Marfat.com

بیان کرنا جائز نہیں۔

جوزجانی کہتے ہیں ابن لہیعہ کی روایت میں کوئی نور نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کی روایت قابل حجت ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ ۹۶ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۱۷۴ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ خود نیک آدمی تھا لیکن اس میں عیب یہ تھا کہ ضعیف راویوں سے روایت لیتا اور پھر ان کے نام درمیان سے حذف کر دیتا۔

ابن عدی کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ غالی شیعہ تھا۔ اور یہ ساری آفات تو اس کی ڈھائی ہوئی ہیں

میزان ج ۲ ص ۴۷۵

عبد الحسین شرف الدین موسوی نے اپنی کتاب میں اس کا شمار شیعہ علما میں کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ابن قتیبہ نے المعارف میں اسے شیعہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ اس کی روایات صحیح ابو داؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ پھر عبد الحسین نے اس کی ایک روایت پیش کی جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ شیعہ ہے۔ المراجعات ص ۹۹

ابن عدی نے بھی وہ روایت پیش کی اور ذہبی نے بھی بیان کی [illegible] نے اسے غالی شیعہ قرار دیا۔ ہمارے قارئین کرام بھی اس روایت کو ملاحظہ فرمائیں۔

عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں فرمایا میرے بھائی کو بلاؤ تو ابوبکرؓ بلائے گئے۔ آپ نے ان کی جانب سے منہ پھیر لیا۔ پھر فرمایا میرے لئے میرے بھائی کو بلاؤ تو عثمانؓ بلائے گئے۔ آپ نے ان کی جانب سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر علیؓ بلائے گئے آپ نے انہیں اپنے کپڑے میں چھپا لیا اور ان پر جھک گئے۔

جب علیؓ آپ کے پاس سے باہر آگئے تو لوگوں نے ان سے سوال کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا حضورؐ نے مجھے علم کے ایک ہزار باب تعلیم فرمائے ہر باب سے ایک ہزار باب کھلتے تھے۔ میزان ۲ ص ۴۸۲ ، المراجعات ص ۹۹

Marfat.com

یہی روایت شیعوں کی امامت اور صوفیاء کے علم سینہ بسینہ کا ماخذ ہے۔ گویا تیئس سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ اور حضرت علیؓ کو تعلیم دیتے رہے وہ تو ایک لایعنی شے تھی۔ اصل تعلیم تو یہ تھی جو چند منٹ میں پھونک مار کر پلا دی گئی۔ جس طرح عثمان ہرونیؒ نے معین الدین اجمیریؒ کو پھونک مار کر انگلی شہادت میں اٹھارہ ہزار عالم دکھا دئے تھے۔ اور وہ انہوں نے پلک جھپکتے میں گن بھی لئے تھے ہمارا خیال یہ ہے کہ استاد اور شاگرد دونوں میں کچھ کمزوری تھی جو صرف اٹھارہ ہزار عالم نظر آئے۔ ورنہ ایک ہزار کو ایک ہزار سے ضرب دو تو ایک لاکھ بنتے ہیں۔ حضرت علیؓ اور پھر اجمیری صاحب نے ایک پھونک میں سلوک کی منزلیں طے کرلیں اور پھر اس کے بعد پھونک کا تماشا پھیلا کہ مادر زاد ولی پیدا ہونے لگے۔

حضرت علیؓ کی زرہ کا قصہ

حضرت علیؓ کے بارے میں ایک قصہ مشہور ہے کہ ان کی زرہ ایک یہودی نے اٹھا لی۔ مقدمہ قاضی کے یہاں پہنچا۔ لیکن حضرت علیؓ مقدمہ ہار گئے۔ حضرت علیؓ کے اس عدل و انصاف کو دیکھ کر وہ یہودی مسلمان ہوگیا قصہ نویسوں نے اس قصے کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔ لیکن قارئین اب آپ اصل قصہ جو راوی نے بیان کیا تھا حافظ ابن عدیؒ اور حافظ ذہبیؒ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

راوی نے ابراہیم تیمی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ یہودی کے پاس دیکھی اور اسے پہچان لیا۔ اور فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے جو فلاں روز گر گئی تھی۔ اس پر یہودی نے جواب دیا یہ میری زرہ ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ لہٰذا میرا اور آپ کا فیصلہ قاضی المسلمین کر سکتا ہے۔

الغرض یہ دونوں قاضی شریح کی عدالت میں پہنچے۔ جب قاضی شریح نے حضرت علیؓ کو دیکھا تو اپنی کرسی عدالت چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور حضرت علیؓ ان کی جگہ بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا۔

اگر میرا دشمن مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ نہ تو غیر مسلموں کو مجلس میں اپنے ساتھ بٹھاؤ۔ اور نہ ان کے مریضوں کی عیادت کرو۔ بلکہ انھیں

Marfat.com

راہوں میں بھی تنگ سے تنگ جگہ چلنے پر مجبور کردو۔ اگر وہ تمہیں برا کہیں تو ان کی پٹائی کرو۔ اور اگر وہ تمہیں ماریں تو انہیں قتل کردو۔ پھر اس یہودی کی جانب متوجہ ہوکر فرمایا یہ میری زرہ ہے۔

یہودی نے عرض کیا۔ امیر المؤمنین آپ سچ کہتے ہیں لیکن گواہ لائیے۔ حضرت علیؓ نے اپنے خادم قنبر اور اپنے بیٹے حسنؓ کو بلایا۔ انہوں نے شہادت دی۔ اس پر قاضی شریح نے فرمایا غلام کی شہادت تو قبول ہے لیکن بیٹے کی باپ کے حق میں شہادت قبول نہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تو نے عمرؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سنا کہ حسنؓ و حسینؓ نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے۔ شریح نے جواب دیا اللہ کی قسم ایسا ہی ہوا تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا تو حسنؓ کی شہادت قبول نہیں کرتا۔ اللہ کی قسم تو بھی ہمارے پاس فیصلہ لے کر آئے گا۔ یقیناً اس کے گھر والوں کے درمیان چالیس روز کے اندر فیصلہ کردیا جائے گا۔ یہ کہنے کے بعد آپ نے زرہ یہودی کو دے دی۔

اس یہودی نے عرض کیا ایک تو امیر المؤمنین آپ میرے کہنے سے قاضی کے پاس جانے پر راضی ہو گئے پھر آپ کے خلاف فیصلہ ہوا۔ آپ اس پر بھی راضی ہو گئے تو یہ آپ ہی کی زرہ ہے جو آپ سے گر گئی تھی۔ یہ لیجئے۔ اور اس کے بعد وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا جاؤ یہ زرہ بھی تیری۔ جاؤ یہ گھوڑا بھی لے جا۔ اور پھر حضرت علیؓ نے اس کا وظیفہ متعین کردیا۔ آخرکار وہ یہودی جنگ صفین میں قتل ہوا۔ میزان ج ا ص ۵۹۵۔

ہم اس کی سند اور اس کے رواۃ پر تو بعد میں بحث کریں گے۔ ذرا تو اس کی معنوی حیثیت پر غور کرلیا جائے کہ عدل و انصاف کے نام سے کیا کیا خرافات جمع کی گئی ہیں۔

۱۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ حسنؓ و حسینؓ نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے تو یہ روایت قطعاً منکر ہے۔ اور حضرت عمرؓ سے تو یہ سرے سے مروی نہیں۔ اور اگر یہ روایت بالفرض درست بھی ہو تو اس سے عدالتوں کے فیصلوں میں کیا فرق واقع ہوتا ہے۔ اسلامی فقہ کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ بیٹے کی باپ کے حق میں اور باپ کی بیٹے کے حق میں شہادت قبول نہیں۔ کیا اس قانون کو توڑنے کا نام عدل و انصاف

Marfat.com

ہے۔ میرے نزدیک تو یہ حضرت علیؓ کی ذات پر ایک بہت بڑا اتہام ہے۔ جس سے ان کی عظمت میں بھی فرق آتا ہے اور اسلام کا بھی مذاق اڑتا ہے۔

۲۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ غیر مسلموں کے نہ برابر بیٹھو، نہ ان کی تیمارداری کرو، بلکہ انہیں تنگ راستہ پر چلنے پر مجبور کرو۔ اگر ان میں سے کوئی تمہیں برا کہے تو مارو اور اگر وہ تمہیں ماریں تو انہیں قتل کردو۔ یہ روایت پڑھنے کے بعد ہمیں برہمن مذہب یاد آگیا۔ ان کے یہاں اسی قسم کے اصول اچھوتوں کے ساتھ اختیار کئے جاتے ہیں۔ ہمیں تو قرآن نے غیر مسلموں کے سلسلہ میں یہ حکم دیا ہے۔

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۔ البقرہ	اگر وہ تم پر زیادتی کریں تو تم ان پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی انہوں نے کی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کفار و مشرکین بھی آکر بیٹھتے، آپ ان کے بیماروں کی تیمارداری فرماتے۔ تمام صحابہ کا اس پر عمل رہا۔ آپ کے اور صحابہ کے یہ اخلاق دیکھ کر لوگ مسلمان ہوئے۔ جہاں تک برا کہنے پر مارنے کا تعلق ہے تو ارشاد الٰہی ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۔	برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے۔ لیکن اگر کسی نے معاف کیا اور صلح کی کوشش کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ کیونکہ اللہ ظالموں سے محبت نہیں فرماتا۔

لہٰذا یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک صریح جھوٹ ہے۔ جس نے پورے دین اسلام کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔ بلکہ یہ روایت جس نے وضع کی وہ کوئی انتہائی قسم کا جاہل ہے یا اول درجہ کا دجّال ہے۔ جس نے حضرت علیؓ کے عدل و انصاف کے پردے میں ان کے علم کا مذاق اڑایا ہے بلکہ ان کی عزت کو داغدار کیا ہے۔

۳۔ یہ کون سا شرعی اصول اور انصاف ہے کہ جب کوئی امیر مدعی بن کر عدالت میں جائے تو قاضی یا جج کو کرسی سے ہٹا کر خود جج بن کر بیٹھ جائے اور جب جج قانونی اعتراض اٹھائے تو مدعا علیہ کو دھونس دی جائے۔ اور اسے اس کے بیوی بچوں سے علیٰحدہ کرنے کی دھمکی دے جائے۔ ایسا اصول تو آج کل کے

Marfat.com

ہمارے قانون میں بھی نہیں پایا جاتا۔

۴۔ بیٹے بیٹے کی باپ کے حق میں شہادت قبول نہیں۔ اسی طرح غلام کی مالک کے حق میں شہادت قابل قبول نہیں۔ یہ دونوں ہی شہادتیں باطل تھیں۔

۵۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت علیؓ قاضی کی عدالت میں پہنچے تو قاضی شریح انہیں دیکھ کر کھڑے ہوئے۔ حالانکہ ان کا یہ فعل قانون عدالت کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں ان کا کوئی فیصلہ قابل قبول نہیں۔

۶۔ جب قاضی شریح نے اپنی کرسی چھوڑ دی اور حضرت علیؓ اس پر بیٹھ گئے۔ تو مدعی اور مدعا علیہ برابر کہاں رہے۔ اور جب عدالت مدعی کا ساتھ دے۔ تو اس فیصلہ کی پوزیشن کیا ہے۔ اس خبیث راوی نے حضرت علیؓ اور قاضی شریحؒ دونوں کو بدنام کیا ہے۔

۷۔ کیا کوئی سبائی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ یہ واقعہ کس جگہ پیش آیا۔ اور وہ کونسی سرزمین تھی جہاں مسلمان یہود کے ساتھ آباد تھے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ واقعہ کوفہ کا ہے تو اس حد تک بات درست ہے کہ شریح کوفہ کے قاضی تھے۔ اور یہ بھی تسلیم کہ حضرت علیؓ کا دار الخلافہ کوفہ تھا۔ ممکن ہے کہ اس وقت وہاں کچھ یہودی بھی بستے ہوں لیکن ہماری معلومات تو یہ کہتی ہے کہ جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے شام کا رخ کیا۔ اور شام کی سرحد پر چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ پھر ۳۷ھ میں جنگ صفین واقع ہوئی اور اس جنگ میں وہ یہودی قتل بھی ہو گیا۔

حضرت علیؓ جمل و صفین کے درمیان صرف چند روز کے لئے کوفہ آئے تھے۔ بقول مورخ طبری چند روز کوفہ میں قیام کر کے اور لشکر تیار کر کے شام کی جانب روانہ ہو گئے۔ تو کیا اس دوران میں یہ سانحہ پیش آ گیا۔

کیونکہ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ واقعہ جنگ صفین کے بعد پیش آیا۔ تو وہ یہودی نومسلم جنگ صفین میں قتل ہو چکا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسے مقتول ہونا ہی تھا کیونکہ اگر وہ زندہ رہتا تو تردید کا امکان باقی رہتا۔ اسی لئے اس کا نام پتہ تک بیان نہیں کیا گیا۔

Marfat.com

۸ - اس روایت میں ہے کہ اس کا وظیفہ بھی متعین کیا گیا۔ لیکن وہ اس کی وصولی سے قبل ہی چل بسا۔

۹ - اس واقعہ کو نقل کرنے والے آخری راوی ابراہیم تیمی ہیں جو اس واقعہ کے ناقل بیان کئے جاتے ہیں۔ ابراہیم تیمی سے مراد ابراہیم بن محمد بن طلحہ التیمی ہیں۔ یہ مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۱۰ھ میں چوہتر سال کی عمر میں ہوا۔ تقریب ص ۲۳۔ اس لحاظ سے یہ ۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور جس وقت جنگ صفین پیش آئی اور وہ یہودی مقتول ہوا تو یہ اس وقت مدینہ میں اپنی والدہ کا دودھ پی رہے تھے اور چند ماہ کے بچہ تھے۔ لہذا یہاں دو ہی امکان پیدا ہو سکتے ہیں۔

۱ - یا تو کسی نے یہ واقعہ گھڑ کر ان کی جانب منسوب کیا۔

۲ - یا انہوں نے یہ واقعہ کسی گھڑے پڑے راوی سے سنا تھا۔ انہوں نے اس کا نام بیان نہیں کیا۔ اور اس طرح بلا تحقیق یہ روایت مرسلاً بیان کر دی۔ اور لوگوں میں پھیل گئی۔ اور ابراہیم اکثر مرسل روایات بیان کرتے ہیں۔

ابراہیم تیمی سے یہ روایت نقل کرنے والے اعمش ہیں۔ ان کے ثقہ ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے لیکن اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ تدلیس سے کام لیتے اور ضعیف اور سبائی بچوں سے روایات لیتے اور درمیان سے ان کا نام غائب کر دیتے۔ حتیٰ کہ امام ابن المبارک اور مغیرہ کا بیان تو یہ ہے کہ اہل کوفہ کو خراب کرنے والے یعنی تدلیس کا مرض پیدا کرنے والے دو شخص ہیں۔ ابو اسحاق سبیعی اور اعمش۔ اور ویسے بھی ماشاءاللہ وہ شیعہ تھے۔ اور اس روایت کے راوی وہی ہیں کہ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے روز میں جنت اور دوزخ تقسیم کروں گا۔ ان کا تفصیلی حال تو ہم اور کسی جگہ پیش کریں گے۔ ان کا انتقال ۱۴۸ھ میں ہے۔ ہاں ہمیں یہ شبہ ضرور ہے کہ ابراہیم تیمی مدنی سے ان کی کب اور کہاں ملاقات ہوئی جو انہوں نے اعمش کو یہ افسانہ سنا ڈالا۔ ہو سکتا ہے کہ اعمش اور ابراہیم کے درمیان اسی طرح ایک راوی غائب کر دیا گیا ہو جس طرح حضرت علیؓ اور ابراہیم کے درمیان غائب کر دیا گیا۔

اگر ابراہیم سے مراد ابراہیم النخعی ہیں جو اعمش کے استاد ہیں اور کوفہ کے عالم ہیں تو وہ تو حضرت علیؓ کی شہادت کے چار سال بعد پیدا ہوئے۔ اور ان کی ذات اس قسم کی لغویات سے پاک ہے۔

Marfat.com

حکیم بن خزام

انسؓ سے اسے نقل کرنے والا حکیم بن خزام ہے۔ قواریری کا بیان ہے کہ میں اس سے ملا ہوں یہ اللہ کا ایک بہت نیک بندہ تھا۔ ابو حاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ا ص ۵۸۵۔

نیک بندہ ہونا بظاہر بہت اچھی بات ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ مدح نہیں ہے کیونکہ محدثین جب یہ کہتے ہیں کہ فلاں بہت نیک آدمی تھا تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عبادت کے باعث حفظ حدیث کی جانب اس کی توجہ نہ تھی۔ نیک لوگ جو بات سنتے اس کو حدیث بنا دیتے۔ اس لئے نیک لوگوں کی روایت پر کوئی اعتماد نہیں کیا جاتا۔ امام یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں میں نے نیک لوگوں سے زیادہ حدیث میں جھوٹا کسی کو نہیں دیکھا۔ امام مسلم اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ لوگ عمداً تو جھوٹ نہ بولتے لیکن ان کی زبان پر ہر وقت جھوٹ جاری رہتا۔

اس کی تصدیق کرنی ہو تو صوفیاء کی کتابوں کی روایات کا رجال اور کتب حدیث کی روایات سے مقابلہ کر کے دیکھ لیجئے تو آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اگر ایک فی صد بھی صحیح روایات مل جائے تو یہ بھی ایک معجزہ ہوگا کیونکہ صوفیاء کا ایک طبقہ حدیث میں جھوٹ بولنے کو کار ثواب تصور کرتا رہا۔ حکیم بن خزام سے یہ کہانی نقل کرنے والا ایک مجہول شخص ابو الاشعث العجلی ہے۔

الغرض یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ اور زمانی شریح سب پر تہمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس شر سے محفوظ رکھے۔

حضرت علیؓ نے نبوت کے دوسرے روز نماز پڑھنی شروع فرما دی تھی

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے روز مبعوث ہوئے۔ اور منگل کے روز حضرت علیؓ نے نماز پڑھی۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اور اسے مسلم الاعور کے علاوہ کوئی

Marfat.com

روایت نہیں کرتا۔ اور مسلم الاعور محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ نیز اس مسلم نے یہ روایت حبہ کے ذریعے حضرت علیؓ سے بھی نقل کی ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۔

محدثین کا دستور ہے کہ اگر کسی راوی کی سند میں متعدد راوی ضعیف ہوں تو وہ صرف ایک راوی پر جرح کر کے اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ امام ترمذی نے یہاں صرف مسلم پر جرح کی ورنہ اس روایت کی سند میں اور بھی ضعیف راوی موجود ہیں۔

سب سے اوّل سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت انسؓ کی جانب منسوب کیا گیا ہے جو مدینہ کے باشندہ تھے اور وہ اس وقت تک پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ اس طرح یہ روایت مرسل صحابی ہوئی۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ جب حضرت علیؓ اسلام لائے تو ان کی عمر کیا تھی بعض مؤرخین نے پانچ اور بعض نے سات سال بیان کی ہے اور بعضوں نے اس سے کچھ زیادہ بھی لیکن اس سے بھی اہم مسئلہ یہ ہے کہ جب غار حرا میں سورۃ علق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو اس کے بعد ایک سال تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا۔ اور سورۃ علق کی ابتدائی آیات میں نماز کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔ ایک سال بعد سورۃ مدثر نازل ہوئی۔ پھر سورۃ مزمل۔ سورۃ مزمل میں رات کو نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ گویا نماز کی ابتدا نبوت کے ایک سال بعد ہوئی تو حضرت علیؓ نے اکیلے روز نماز کیسے پڑھ لی۔ یہ سبائی طبقہ اس قسم کی بے پر کی گپیں اڑا کر لوگوں کو اسلام سے متنفر بناتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس طبقہ کے شر سے بچائے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں اس کا راوی مسلم الاعور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ بلکہ یہ اپنے دل سے روایت اور سند وضع کرتا ہے۔ امام جعفر بن غیاث کا بیان ہے کہ اس نے میرے سامنے ایک حدیث بیان کی۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ تو نے یہ حدیث کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا ابراہیم نخعی سے اور وہ علقمہ سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے سوال کیا علقمہ نے کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا عبداللہ بن مسعودؓ سے۔

یہاں تک تو بات درست معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ ابراہیم علقمہ کے شاگرد ہیں اور علقمہ عبداللہ بن

Marfat.com

مسعود کے۔ لیکن جعفر بن غیاث نے فوراً سوال کیا۔ عبد اللہ بن مسعودؓ نے کس سے سنا۔ اس نے جواب دیا عائشہؓ سے۔

حالانکہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے حضرت عائشہؓ سے ایک روایت بھی نہیں سنی۔ انہوں نے ایک آدھ روایت حضرت ابوبکرؓ سے سنی ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور صحابی کو عبد اللہ بن مسعودؓ کے استاد ہونے کا فخر حاصل نہیں۔ بلکہ بڑے بڑے صحابہ کو ان کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

گویا یہ مسلم الاعور یہ تو نہیں کہ ناواقف تھا جسے اتنی سی معمولی بات کی بھی خبر نہ تھی۔ مگر وہ جاہل نہ تھا تو پھر دس نمبر یہ چال باز تھا۔ اور روایات خود وہاں سے وضع کر کے بڑے بڑے اسلاف سے منسوب کرتا۔ حتیٰ کہ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ جھوٹ اسی وقت کھل بھی سکتا ہے۔

فلاس کہتے ہیں یہ متروک الحدیث ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایت قطعاً نہیں لی جاتی۔ یحییٰ کہتے ہیں ثقہ نہیں ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں محدثین لوگ اس پر معترض ہیں۔ نسائی وغیرہ کہتے ہیں متروک ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۰۶۔

علی بن عابس

مسلم الملائی سے اس داستان کو نقل کرنے والا علی بن عابس ہے۔ امام ترمذی نے اس کے سلسلہ میں سکوت اختیار کیا ہے۔ اس کا تعلق بنو اسد سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی، جوزجانی اور ازدی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں فحش غلطیاں کرتا ہے۔ لہٰذا یہ ترک کر دینے کا مستحق ہے۔ تہذیب التہذیب ۱۳۶

اسمٰعیل بن موسیٰ

اس کا ایک راوی اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے۔ جو خود کو سدی کا نواسہ کہتا ہے۔ ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔

امام ابوحاتم رازی کہتے ہیں کہ یہ بھی جھوٹ ہے کہ یہ سدی کا بھانجا ہے۔ سدی سے اس کی بہت دور کی قرابت ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں محدثین نے اس کی حدیث کا انکار کیا ہے۔ کیونکہ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔

عبدان کا بیان ہے کہ ہم پر سناد اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اعتراض کیا کہ کیونکہ ہم اسماعیل سے احادیث سننے جاتے. انہوں نے ہم سے فرمایا تم اس فاسق کے پاس جاتے ہو جو اسلاف کو گالیاں دیتا ہے میزان ج ۱ ص ۲۵۰ ۔

عبدالحسین موسوی نے اسے علمائے شیعہ میں شمار کیا ہے (المراجعات)

اللہ تعالیٰ نے باشندگان زمین سے صرف دو شخصوں کو پسند کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر رخصت کیا گیا تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا. آپ نے میرا نکاح ایسے فقیر سے کیا جس کے پاس کوئی مال نہیں۔

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں صرف دو شخصوں کو انتخاب کیا ہے ایک تیرے خاوند کا اور ایک تیرے باپ کا۔

ابراہیم اس کا راوی ابراہیم بن الحجاج ہے جو اسے عبدالرزاق سے روایت کر رہا ہے۔ اسے کوئی شخص نہیں جانتا اور اس کی روایت باطل ہے۔ اور یہ ابراہیم بن الحجاج نہ شامی ہے اور نہ نیلی ہے۔ بلکہ کوئی تیسرا شخص ہے جسے کوئی نہیں جانتا۔

عبدالسلام بن صالح اس روایت کو عبدالرزاق سے عبدالسلام بن صالح نے روایت کیا ہے جو ہلکین میں سے ایک ہے۔ امام ذہبی کے الفاظ میں یہ عبدالسلام بن صالح کون ہے۔ ذہبی اس کے حال میں لکھتے ہیں۔ اس کی کنیت ابوالصلت ہے۔ ہرات کا باشندہ ہے. علی رضا سے روایت کرتا ہے۔ بلکہ کٹر شیعہ ہے. علی رضا کے نام سے اس نے ایک کتاب وضع کی ہے جس میں متعدد خرافات بھری ہوئی ہیں۔

Marfat.com

ابو حاتم رازی کہتے ہیں یہ شخص میرے نزدیک سچا نہیں۔ ابو زرعہ نے اس کی روایت پر خط [illegible] ہاتھ مارا۔ عقیلی کا بیان ہے کہ رافضی ہے خبیث ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ متہم ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ دار قطنی کہتے ہیں رافضی ہے خبیث ہے۔ احادیث وضع کرتا تھا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ صحابہ کی مذمت میں روایات وضع کرتا تھا۔ اس نے ایک کتاب دمشق کی جامع [illegible] کے ساتھ یہ بات بھی کہی ہے کہ معمولی سی توہین [illegible]۔ میزان ج ص ۶۱۲۔

ابراہیم بن ابی یحییٰ اور عبدالسلام بن صالح۔ یہ دو شخص یہ روایت عبدالرزاق بن ہمام سے نقل کر رہے ہیں۔ ان کی صحیح حیثیت کیا ہے۔ اگر ہم اس پر کچھ جرح کریں گے تو اہل علم حضرات ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔ لہٰذا ہم خود کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ امام ذہبی نے ان کے بارے میں اچھا یا برا جو کچھ لکھا ہے۔ وہ ہم قارئین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔ اگرچہ ذہبی نے اپنی جانب سے کچھ نہیں لکھا بلکہ ابن عدی کی تلخیص پیش کی ہے۔

عبدالرزاق بن ہمام

امام ہیں۔ ان کی کنیت ابوبکر ہے۔ قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ صنعا کے باشندہ ہیں مشہور لوگوں میں سے ایک ہیں ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور بیس سال کی عمر میں طلب علم میں مشغول ہوئے۔ سات سال تک امام معمر سے حدیث حاصل کرتے رہے۔ تجارت کی غرض سے شام گئے اور حج بھی کیا۔ اور دوران سفر ابن جریج۔ عبید اللہ بن عمر۔ عبد اللہ بن سعید ابی ہند۔ ثور بن یزید۔ اوزاعی اور ایک بڑی جماعت سے علم حاصل کیا۔ اور بہت زیادہ احادیث لکھیں اور ایک کتاب جامع کبیر تصنیف کی۔

ان سے علم حاصل کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل۔ محمد بن یحییٰ ذہلی۔ اسحاق بن راہویہ اور رمادی جیسے حضرات نے سفر کر کے ان سے علم حاصل کیا۔

ابو زرعہ دمشقی کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے دریافت کیا۔ کہ کیا عبدالرزاق معمر کی احادیث یاد رکھتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ ان سے دریافت کیا ابن جریج کے بارے میں کون زیادہ قابل اعتماد ہے۔ ابن جریج یا برسانی۔ انہوں نے جواب دیا عبدالرزاق۔ اور ہم عبدالرزاق کے پاس ۲۰۰

سے تبادلے نہیں۔ اس وقت تک اس کی بینائی بھی خراب نہ ہوئی تھی ۔ اور جن لوگوں نے عبدالرزاق سے بینائی جانے کے بعد روایات سنی ہیں۔ وہ قابل اعتماد نہیں۔ اس لئے کہ وہ سننے میں ضعیف تھا۔

ہشام بن یوسف کا بیان ہے کہ ابن جریج ۲۱۸ھ میں جب یمن پہنچا تو عبدالرزاق اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اثرم کا بیان ہے کہ ابو عبداللہ (یعنی احمد بن حنبل) سے دریافت کیا گیا کہ یہ روایت النار جبار کی کیا پوزیشن ہے۔ انہوں نے جواب دیا یہ روایت باطل ہے۔ اسے عبدالرزاق سے کس نے روایت لیا ہے۔ میں نے عرض کیا اسے احمد بن شبویہ نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ان لوگوں نے عبدالرزاق سے جو روایات سنی تھی وہ اس کے نابینا ہونے کے بعد سنی تھیں۔ یہ روایات اس کی کتابوں میں موجود نہیں۔ ان لوگوں نے عبدالرزاق سے ایسی مسند احادیث بیان کی ہیں جو عبدالرزاق کی کتاب میں موجود نہیں۔ ہوتا یہ تھا کہ عبدالرزاق کے نابینا ہونے کے بعد لوگ اسے جو بتاتے تھے وہ اسے اپنی حدیث سمجھ کر لوگوں سے بیان کرتا۔ اور ان لوگوں نے اس طرح اس کی روایات اپنی کتابوں میں درج کرلیں۔

نسائی کا بیان ہے۔ جن لوگوں نے اس سے بعد میں روایات لکھیں ان کی روایات پر اعتراض ہے۔ ان سے متعدد منکر روایات مروی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ انہوں نے فضائل میں ایسی روایات بیان کی ہیں جن پر ان کی کوئی موافقت نہیں کرتا۔ اسی طرح کچھ صحابہ کی مذمت میں روایات بیان کیں۔ اور محدثین اسے تشیع کی جانب منسوب کرتے ہیں۔

دارقطنی کا قول ہے کہ یہ عبدالرزاق اگرچہ ثقہ ہے لیکن یہ معمر کی احادیث میں غلطیاں کرتا ہے۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے۔ کہ میں نے یحییٰ سے سنا ہے۔ کہ عبدالرزاق یمن میں احادیث بیان کرتا۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ کیا یہ تمام روایات تم نے اپنے اساتذہ سے سنی ہیں۔ وہ بولا کہ اس میں سے بعض سنی ہیں۔ بعض اساتذہ کے سامنے پیش کی گئیں۔ اور بعض کا ان کے سامنے تذکرہ آیا۔

اور اس طرح کی سی ہوتی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے میں نے عبدالرزاق سے اس کی کتاب کے علاوہ کوئی روایت نہیں لکھی، بجز ایک حدیث کے۔

امام بخاری کا بیان ہے کہ عبدالرزاق نے اپنی کتاب سے جو روایات لکھی ہیں وہ صحیح ہیں۔

محمد بن ابی بکر المقدمی کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق سے وہ روایات نہیں لیں جو معتمر بن سلیمان وغیرہ نے برباد کر کے اس سے بیان کی تھیں۔

ابو زرعہ عبیداللہ نے عبداللہ المسندی سے نقل کیا ہے کہ میں نے جب مکہ سے سفر کا ارادہ کیا تو سفیان بن عیینہ نے رخصت طلب کی اور ان سے کہا کہ میں آپ کے پاس سے عبدالرزاق کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ تم ان لوگوں میں داخل نہ ہو کہ جن کی دوڑ دنیاوی زندگی میں برباد ہو چکی ہے۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے دریافت کیا کیا عبدالرزاق غالی شیعہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں نے اس قسم کی کوئی بات اس سے نہیں سنی لیکن وہ ایک شخص تھا جسے لوگوں کی بیان کردہ باتیں زیادہ پسند تھیں۔

عقیلی نے بواسطہ مخلد الشعیری سے نقل کیا ہے ان کا بیان ہے میں عبدالرزاق کے پاس بیٹھا ہوا تھا کسی نے اس کے سامنے امیر معاویہ کا تذکرہ کیا تو اس نے کہا ہماری مجلس کو ابو سفیان کی اولاد کے ذکر سے ناپاک کرو۔ یعنی تم یہی روایات سنانا چاہتے ہو۔

محمد بن عثمان الثقفی البصری کا بیان ہے کہ جب عباس بن عبدالعظیم العنبری صنعاء سے عبدالرزاق کے پاس سے لوٹ کر ہمارے پاس آئے تو اس وقت ہمارے پاس ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ انہوں نے فرمایا: ہم ایک مدت تک ساتھ عبدالرزاق کے پاس سے اس کے پاس جاتے رہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں کہ عبدالرزاق کذاب ہے اور واقدی اس سے زیادہ سچا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس قسم کے معاملات میں امام مسلم نے عباس بن عبدالعظیم کی تابعت

Marfat.com

کی ہے۔ اور تمام علماء اس کی روایات کو حجت سمجھتے ہیں۔ لیکن ان متعینہ منکرات میں جو شمار ہو سکتی ہیں اسے حجت نہیں مانتے۔

عقیلی کا بیان ہے کہ میں نے علی بن عبداللہ بن المبارک صنعانی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زید بن مبارک عبدالرزاق کے پاس ایک عرصہ تک رہے اور اس سے کافی روایات لکھیں۔ پھر عبدالرزاق کی کتابیں پھاڑ دیں۔ اور محمد بن ثور کی خدمت میں رہنے لگے۔

ہم نے علی بن عبداللہ سے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ پیش آئی۔ انہوں نے جواب دیا ہم عبدالرزاق کے پاس بیٹھے تھے اس نے مالک بن اوس بن حدثان کی حدیث بیان کی۔ لیکن جب حضرت عمرؓ کا یہ قول بیان کیا کہ انہوں نے علی اور عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تو یعنی عباسؓ تو اپنے بھتیجے کی میراث طلب کر رہا تھا اور یہ علیؓ اپنی بیوی کی جو اسے باپ کی جانب سے ملنی چاہیے تھی میراث طلب کر رہا تھا عبدالرزاق نے اس پر یہ جملہ کہا کہ اس احمق کو دیکھو کہ بھتیجا اور بیوی کا باپ کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتا۔ زید بن المبارک کا بیان ہے کہ میں اس کے بعد عبدالرزاق کے پاس نہیں گیا اور نہ میں اس سے کوئی روایت نقل کرتا ہوں۔

جعفر بن ابی عثمان الطیالسی کا بیان ہے کہ انہوں نے یحیٰی بن معین سے یہ بات سنی کہ میں نے عبدالرزاق سے کچھ ایسی گفتگو سنی جس سے میں اس کے شیعہ ہونے کا استدلال کر سکتا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تیرے جتنے بھی استاد تھے وہ سب اصحاب سنّت تھے۔ مثلاً معمر، مالک، ابن جریج سفیان۔ اور اوزاعی۔ تو آخر یہ بدعت کن افراد سے سیکھی۔

اس نے جواب دیا ہمارے پاس جعفر بن سلیمان الضبعی آیا۔ میں نے اسے فاضل اور اچھی ہدایت والا پایا۔ میں نے یہ تمام باتیں اسی سے سیکھیں۔

احمد بن ابی خیثمہ کا بیان ہے کہ میں نے یحیٰی بن معین سے یہ بات اس وقت سنی کہ امام احمد یہ فرماتے تھے کہ عبید اللہ بن موسیٰ نے تشیع کے باعث اس کی حدیث رد کر دی تھی۔ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ کی قسم عبدالرزاق تو عبید اللہ سے سو درجہ زیادہ غالی ہے بلکہ سو درجہ سے بھی زیادہ میں نے عبدالرزاق

Marfat.com

سے ایسی باتیں سنی ہیں جو [illegible] نہیں سنی۔

سلمہ بن شبیب کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق کو کہتے سنا [illegible]
[illegible]

[illegible] کا بیان ہے [illegible] عبدالرزاق [illegible]
[illegible]
[illegible]

محمد بن ابی السری کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق سے [illegible] تفضیل
کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا سفیان اور مالک ابوبکر و عمر کہتے اور خاموش ہو جاتے اور
[illegible] کہتے ابوبکر و عمر اور خاموش ہو جاتے۔

ابو صالح محمد بن اسماعیل الضراری کا بیان ہے کہ ہم صنعاء میں عبدالرزاق کے پاس تھے کہ ہمیں
پتا چلا کہ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے عبدالرزاق کی حدیث ترک کر دی ہے یا [illegible]
سے کنارہ کر لیا ہے ہم اس بات سے بہت غمزدہ ہوئے اور ہم نے کہا ہم نے پیسہ خرچ کیا اور ہم نے
اس کے لئے سفر کیا [illegible] اور [illegible] برداشت کی [illegible] [illegible]
ملاقات یحییٰ سے ہوئی میں نے ان سے اس معاملہ [illegible]

انہوں نے جواب دیا اے ابو صالح اگر عبدالرزاق اسلام سے مرتد بھی (یعنی الٹا) ہو جاتے ہ
تب بھی ہم اس کی حدیث ترک نہیں کر سکتے۔

عبدالرزاق نے سفیان ثوری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''کہ اگر یہ لوگ علی کو اپنا ولی بنائیں تو اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت
یافتہ پائیں گے۔''

عبدالرزاق سے سوال کیا کہ کیا تم نے یہ روایت سفیان ثوری سے سنی ہے؟ اس نے جواب دیا
مجھ سے نعمان بن ابی شیبہ اور یحییٰ بن العلاء نے بیان کی تھی۔

نعمان مجہول ہے۔ اور یحییٰ بن العلاء بلاشبہ جھوٹ پھیلانے والا ہے۔

... سے اسرائیل نے ابو اسحاق سے۔ اسرائیل سے عبدالحمید ... نے نقل کیا ہے۔ نیز زید بن الحباب نے فضیل بن مرزوق کے ذریعہ ابو اسحاق سے ... ہے ... ابو اسحاق سے ... بیان ابو اسحاق کے ... بارے میں کسی جرح سے واقف نہیں۔ لیکن یہ روایت منکر ہے۔

امام ابو جعفر ... امام احمد کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں جس نے عبدالرزاق سے اس کے نابینا ہونے کے بعد روایات سنی ہیں وہ قابل اعتبار نہیں۔ میں نے اس کی متعدد احادیث دیگر کے ذریعہ عبدالرزاق سے نقل کی ہیں۔ جنہیں میں منکر تصور کرتا ہوں جنہیں میں یہاں بیان کرنا ضروری نہیں سمجھتا ہوں۔

ان میں سب سے بدترین روایت ہے جسے محمد بن ابی الازہر نے عبدالرزاق سے نقل کیا ہے اور عبدالرزاق نے تنہائی میں معمر عن الزہری عن عبیداللہ بن ابن عباس کی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے علیؓ کی جانب دیکھا اور فرمایا: تو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار رہے گا ... اے علیؓ ... سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اس کے متعدد اور بھی روایات ہیں جو ہم نے حذف کر دی ہیں۔ عبدالرزاق کا انتقال ۲۱۱ھ میں ہوا۔

ان مذکورہ روایات میں ذہبی نے عبدالرزاق کے واسطے سے یہ روایت نقل کی جو ہم نے بطور نمونہ پیش کی ہے۔ اگرچہ ذہبی نے اس کا سہرہ ابوالصلت الہروی کے سر باندھا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۶۰۹

زید بن یثیع اس سے ترمذی کے علاوہ صحاح میں سے کسی نے روایت نہیں لی۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتا ہے حضرت علیؓ اور حضرت ابوذرؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اور ابو اسحاق کے علاوہ اس سے کسی نے روایت نہیں لی۔ بعض حضرات نے اس کا نام ابان بن تغلب بن زید بن نُفیع بیان کیا ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے میزان ج ۲ ص ۱۰۱

Marfat.com

ابن ابی حاتم نے اس کا نام زید بن نفیع بیان کیا ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ یہ حضرت علیؓ حضرت ابوذرؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے ابو اسحاق کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے سنا ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۵۶۳۔

الغرض اس روایت کے تمام راوی جو اسحاق کے علاوہ ہیں یا وہ سب باطل ہیں یا مختلف فیہ ہیں اور عبدالرزاق سے نقل کرنے والے راوی باطل اور کالعدم ہیں۔ لہٰذا یہ روایت باطل ہوئی۔

ایسی صورت میں اس روایت کا کیا مقام ہے۔ اس کا فیصلہ خود قارئین فرمائیں۔ ہمارے نزدیک تو یہ حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمان غنیؓ پر تبرا ہے۔ کیونکہ ہر دو داماد صاحب مال و زر تھے۔ یعنی حضرت ابوالعاصؓ اور عثمانؓ۔ اسی لئے حضرت علیؓ کے فقر و فاقہ کو جھوٹ کے پردے میں چھپانے کی ضرورت پیش آئی۔ اور چونکہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کے یہاں ہمیشہ تنگی اور فقر و فاقہ میں گزاری۔ اس لئے حضرت فاطمہؓ کی زبان سے حضرت علیؓ کے خلاف تبرا بھی کیا گیا کہ اس کے پاس مال نہیں۔ لیکن ساتھ ہی اسے پردے میں چھپا لیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو تیرے باپ اور علیؓ کے علاوہ کوئی محبوب نہیں۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ حقیقت لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپتی۔ اگر حضرت فاطمہؓ نکاح کے وقت انکار فرما دیتیں تو ہو سکتا ہے کہ حالات تبدیل ہو جاتے۔ اور ہماری تاریخ کے اتنے اوراق سیاہ اور رنگین نہ ہوتے اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت عبدالرزاق جیسے بھی سنی ہوتے۔

حضرت علیؓ سے سرگوشی

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے روز علیؓ کو بلایا اور ان سے سرگوشی فرماتے رہے۔ اس پر لوگوں نے آپس میں کہا کہ آج تو آپ نے اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ بہت طویل سرگوشی کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں نے اس سے کوئی سرگوشی نہیں کی۔ اس سے تو اللہ نے سرگوشی کی ہے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے اور اسے اجلح کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور

Marfat.com

محمد بن فضیل کے علاوہ جن لوگوں نے اجلح سے روایت نقل کی ہے انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس جملے "... ں سے اللہ نے سرگوشی کی ہے" کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے مجھے علیؓ کے ساتھ سرگوشی کا حکم دیا تھا۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۶۔

اس روایت میں وہ راوی جو ترمذی کا استاد ہے وہ علی بن المنذر الطریقی ہے۔

علی بن المنذر

اس سے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ عبدالرحمان بن ابی حاتم کہتے ہیں یہ ثقہ ہے سچا ہے۔ لیکن نسائی نے اگرچہ اس سے روایت لی ہے لیکن وہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ خالص شیعہ ہے۔ ۲۵۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ ص ۱۵۷

عبدالحسین عراقی نے اسے شیعہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ المراجعات ص ۱۰۹۔

محمد بن فضیل بن غزوان

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں یہ ضبیّ ہے کوفی ہے۔ سچا عارف ہے لیکن اسے شیعہ کہا جاتا ہے اس سے تمام اصحاب ستہ نے روایات لی ہیں۔ تقریب ص ۳۱۵۔

ذہبی لکھتے ہیں۔ یحییٰ بن معین اسے ثقہ کہتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی احادیث اچھی ہوتی ہے لیکن یہ شیعہ ہے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ بعض محدثین اس کی حدیث کو حجت نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ وہ شیعہ ہے۔ اور ابوداؤد کہتے ہیں یہ تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۰

ابن قتیبہ نے اپنی معارف میں اسے شیعہ علماء میں شمار کیا ہے۔ عبدالحسین موسوی نے بھی اپنی کتاب میں اس کے شیعہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ المراجعات ص ۱۱۵

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں اسے اجلح بن عبداللہ بن حجیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابو حجیہ ہے قبیلہ کندہ کا ایک فرد ہے۔ اس کی روایات اربعہ میں موجود ہیں لیکن شیعہ ہے۔ تقریب ص ۲۵۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یحییٰ بن معین اور احمد بن عبداللہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے اور بدترین مذہب رکھتا تھا۔

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں۔ میرے دل میں تو اس کی جانب سے شک ہے۔ ابن عدی کہتے

Marfat.com

ہیں اگرچہ سچا ہے لیکن شیعہ ہے جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ زبردست افترا پرداز ہے ۱۴۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۴۰۔

اس طرح اس روایت کے تینوں راوی شیعہ ہوئے۔ اور اس میں مزید خرابی یہ ہے کہ ابن بلج نے یہ روایت ابو الزبیر سے نقل کی ہے اور ابو الزبیر اسے عن جابر کہہ کر نقل کر رہے ہیں اور وہ مدلس ہیں۔ اور یحییٰ بن معین کا دعویٰ ہے کہ اگر ابو الزبیر سے لیث نقل کریں تو وہ روایت صحیح ہوتی ہے۔ ورنہ ابو الزبیر کی بقیہ روایت میں تدلیس ہوتی ہے۔

اے علیؓ تو عیسیٰ بن مریم کی طرح ہے

حضرت علیؓ کا کہنا ہے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تجھ میں عیسیٰ کی مثال پائی جاتی ہے کہ ان سے یہود کو اتنا بغض پیدا ہوا کہ ان کی ماں پر تہمت لگا بیٹھے اور ان سے نصاریٰ نے اتنی محبت کی کہ انھیں اس منزل پر پہنچا دیا جس پر وہ نہ تھے۔

خبردار میرے معاملے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا کہ مجھ پر وہ باتیں منسوب کرے جو مجھ میں نہیں پائی جاتیں۔ اور دوسرا عداوت رکھنے والا جو میرے حق کو برداشت نہیں کر سکے حتیٰ کہ مجھ پر تہمت لگانا شروع کر دے۔ خبردار میں نہ تو نبی ہوں اور نہ میرے پاس وحی کی جاتی ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ حدیث صحیح نہیں۔

حکیم بن عبد الملک یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عبد الملک ثقہ نہیں بلکہ یہ کچھ بھی نہیں۔ ابو داؤد کا قول ہے یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۸۲۔ حکم بن عبد الملک قوی نہیں کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۳۰۔

خالد بن مخلد: امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ (پہلے حال گذر چکا)

سفیان بن وکیع نسائی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں جب اسے بات کی تلقین کی جاتی تو یہ وہی اختیار کر لیتا ہے۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ یہ جھوٹ کے ساتھ متہم ہے۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۲۷۔

ان تین راویوں کے علاوہ اس روایت کے اور بھی راوی ناقابل اعتبار ہیں مثلاً حارث بن حصیرہ رجعت پر ایمان رکھتا۔ ابو صادق اور ربیعہ بن ناجد یہ سب مجہول لوگ ہیں۔ ہاں یہ روایت ایک اور سند سے بھی ان الفاظ میں مروی ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

اے علیؓ اس امت میں تیری مثال عیسیٰ بن مریم کی طرح ہے۔ جس سے ایک قوم نے محبت کی اور اس میں افراط سے کام لیا اور ایک قوم نے اس سے بغض رکھا تو اس میں حد سے بڑھ گئے اور ان لوگوں نے بھی مذاق اڑانا شروع کر دیا جو عیسیٰؑ کے پاس موجود تھے۔ اس پر کفار مکہ بولے ذرا اس پر غور کرو کہ یہ اپنے چچا کے بیٹے کو عیسیٰؑ سے کیسے تشبیہ دے رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل کی۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ۝

اور جب ابن مریمؑ کی مثال بیان کی جاتی ہے تو تیری قوم اس سے اعراض کرتی ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب ہے۔ جو اپنے باپ دادا کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ اسے حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۲۸۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ اسے مبارک بھی کہا جاتا۔ یہ متروک الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۱۵

تیرا بھائی علیؓ بہتر بھائی ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ جب مجھے ساتویں

Marfat.com

آسمان پر پہنچایا گیا تو مجھ سے جبرئیلؑ نے کہا اے محمد آگے بڑھئے اللہ کی قسم اس مقام پر کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل آج تک نہیں پہنچا۔ وہاں پردہ اٹھا کر رب نے مجھ سے کچھ باتیں فرمائیں۔ لیکن جب میں واپس لوٹا تو ایک منادی نے پردہ کے پیچھے سے مجھے آواز دی۔ تیرا باپ بڑا اچھا باپ تھا۔ اور تیرا بھائی علیؑ تیرا اچھا بھائی ہے۔ اسے نیکی کی وصیت کرنا۔

میں نے کہا اے جبرئیلؑ میں قریش کو بتا دوں کہ میں نے اپنے رب کی زیارت کی ہے۔ جواب ملا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ قریش میری تکذیب کریں گے۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان میں ابوبکرؓ بھی موجود ہیں جو اللہ کے نزدیک صدیق ہیں۔ اور وہ آپ کی تصدیق کریں گے اور عمرؓ سے بھی مدد لے لینا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ مسلم بن خالد کچھ نہیں۔ العلل المتناہیہ ج ا ص ۲۲۰۔

حافظ ابن حجر کا بیان ہے۔

مسلم بن خالد المخزومی ان کے مالک مکہ کے باشندہ تھے زنجی کے لقب سے موسوم ہیں۔ فقیہ ہیں سچے ہیں لیکن انہیں وہم بہت ہوتا ہے۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔ تقریب التہذیب ص ۳۲۵۔

بخاری کا بیان ہے مسلم بن خالد الزنجی۔ اس کی کنیت ابو خالد ہے۔ ہشام بن عروہ اور ابن جریج سے روایات نقل کرتا ہے۔ منکر الحدیث ہے کتاب الضعفاء الصغیر ص ...۔

نسائی رقم طراز ہیں۔ مسلم بن خالد الزنجی ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۹۸

امام ذہبی لکھتے ہیں۔

مسلم بن خالد الزنجی المکی۔ فقیہ ہیں۔ ان کی کنیت ابو خالد ہے بنو مخزوم کے غلام ہیں۔ ابن ابی ملیکہ اور عمرو بن کثیر سے روایات نقل کرتے ہیں۔ ان سے شافعی، حمیدی، مسدد اور دیگر مخلوق نے روایات لی ہیں۔

Marfat.com

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں اور ایک بار فرمایا یہ ثقہ ہیں۔ لیکن ایک بار فرمایا ضعیف ہیں ساجی کا بیان ہے کہ بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ تقدیر کے منکر تھے بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کی روایت حجت نہیں۔ اور ابو داؤد نے اسے ضعیف کہا ہے۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

ازرقی کا بیان ہے کہ یہ فقیہ ہیں۔ عابد ہیں۔ ہمیشہ روزے رکھتے۔ ابراہیم الحربی کا قول ہے کہ یہ اہل مکہ کے فقیہ تھے۔ ابن سعد کہتے ہیں یہ بہت سپید تھے۔ انھیں جو لقب دیا گیا وہ ضد میں دیا گیا۔ ۱۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۴ ص ۱۰۲

حضرت علیؓ سید العرب ہیں

سلمۃ بن کہیل کا بیان ہے کہ علیؓ بن ابی طالب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزر ہوا۔ اور اس وقت آپ کے پاس عائشہؓ موجود تھیں۔ آپ نے عائشہؓ سے فرمایا اے عائشہؓ اگر تو سید عرب کو دیکھنا چاہے تو علیؓ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا آپ سید العرب نہیں۔؟ آپ نے ارشاد فرمایا میں امام المسلمین اور سید المتقین ہوں تو اگر سید عرب کو دیکھنا چاہے تو علیؓ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

ابن جوزی کہتے ہیں اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ اس کی سند منقطع ہے۔ اور **محمد بن حمید** کو ابن وارہ اور ابو زرعہ نے کذاب کہا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ لوگوں سے روایات میں تبدیلیاں کرکے نقل کرتا ہے۔ العلل المتناھیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۱۶۔

Marfat.com

یہ محمد بن حمید مشہور مورخ ہے جس نے ابن اسحاق کی مغازی نقل کی ہے۔ ہم اس کی تفصیل ذرا پہلے پیش کر چکے ہیں۔ اس لئے اعادے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔

اس موضوع پر ایک اور روایت ابن عباس سے ان الفاظ میں مروی ہے:

ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں اور علی عرب کے سردار ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یحییٰ کہتے ہیں کہ خارجہ بن مصعب ثقہ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اسے تو حجت میں بھی پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ا ص ۲۱۶۔

خارجہ بن مصعب

اس کی کنیت ابوالحجاج السرخسی ہے۔ فقیہ ہے۔ اس کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

اسے امام احمد نے واہی اور یحییٰ بن معین نے غیر ثقہ قرار دیا تھا کہ ایک بار فرمایا یہ کذاب ہے۔ بخاری کا کہنا ہے کہ اسے ابن المبارک اور وکیع نے چھوڑ دیا ہے۔ دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ لیکن ابن عدی کہتے ہیں یہ ان لوگوں میں داخل ہے جن کی روایات لکھی جاتی ہیں۔

ابن عدی نے اس کی بیس کے قریب منکر [illegible] اور غریب روایات نقل کیں اور اس کے بعد کہا اس سے بہت سی روایات مروی ہیں جن میں سے کچھ منکر ہیں اور کچھ منقطع۔ بہر صورت یہ ان لوگوں میں داخل ہے جس کی روایات لکھی جاتی ہیں۔ یہ ان میں غلطی کرتا ہے لیکن عمداً ایسا نہیں کرتا۔ اس کا ۱۶۸ھ میں انتقال ہوا۔ اور خراسان میں یہ بہت بڑا آدمی شمار ہوتا تھا۔ میزان ج ا ص ۶۲۵۔

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔ خارجہ بن مصعب۔ اس کی کنیت ابوالحجاج ہے۔ متروک ہے اور کذاب لوگوں سے تدلیس کرتا۔ یحییٰ بن معین نے اسے کذاب کہا ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں۔ تقریب التہذیب ص ۸۷۔

دارقطنی لکھتے ہیں خارجہ بن مصعب سرخسی ہے متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۵ ۔

بخاری رقمطراز ہیں خارجہ بن مصعب اس کی کنیت ابوالحجاج ہے خراسانی ہے ضبعی ہے۔ زید بن اسلم سے روایات نقل کرتا ہے۔ وکیع نے اس کی روایت ترک کی۔ یہ خارجہ غیاث بن ابراہیم سے تدلیس کرتا ہے اور غیاث کی حدیث ردی ہوتی ہے اور اس خارجہ کے علاوہ غیاث سے کوئی صحیح طور پر نقل نہیں کرتا۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص۳۱ ۔

نسائی لکھتے ہیں۔ خارجہ بن مصعب خراسانی ہے متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۳۷ ۔

میری اولاد علیؑ کی پشت سے پیدا کی گئی ہے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی پشت میں رکھی ہے لیکن میری اولاد علی کی پشت میں رکھدی ۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

یحیی بن العلاء کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ اس کی مرویات موضوع ہوتی ہیں العلل المتناہیہ ج ۱ ص۲۱۵ ۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ یحیی بن العلاء بجیلہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ رے کا باشندہ ہے یہ زہری اور زید بن اسلم سے روایات لیتا۔ اس سے عبدالرزاق اور جبارۃ بن المغلس روایات نقل کرتے ہیں۔ اس کی مرویات ابوداؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں یہ بہت فصیح تھا اور بولنے میں خوب ماہر تھا اس کا شمار عاقلوں میں ہوتا تھا۔

ابوحاتم کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ ابن معین اور ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے دارقطنی کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے یہ کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

Marfat.com

یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ شخص قابل اعتماد نہیں۔ عبدالرزاق کا بیان ہے کہ میں نے وکیع سے اس یحییٰ بن العلاء کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ تو اس کی ضمانت نہیں چاہتا۔ میں نے سوال کیا کہ اب آپ اس کی روایت ناکیوں ... ہیں انہوں نے جواب دیا کہ یہی بات کافی ہے کہ وہ لیث کے وقت ... جھوٹی احادیث بیان کرتا ہے۔

اس نے ایک تو یہ حدیث بیان کی۔ اور ایک یہ روایت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ سے حق کے بارے میں مجھے تین باتوں کی ... اول یہ سید المسلمین ہیں، دوسرے امام المتقین ہیں ... ہے ان لوگوں کے جن کے ... میزان ...

امام بخاری لکھتے ہیں کہ اس یحییٰ کے بارے میں وکیع نے کلام کیا ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۳۱۔

نسائی لکھتے ہیں یحییٰ بن العلاء الرازی متروک الحدیث ہے۔ ... کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ...

دارقطنی کا بیان ہے یحییٰ بن العلاء الرازی البجلی متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ...

حافظ ابن حجر ... میں یحییٰ بن العلاء البجلی ... اس کی کنیت ابو عمرو یا ابو سلمہ ہے۔ ... ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ تقریب التہذیب ص ...

قرآن نے ہمیں اس امر کا حکم دیا ہے کہ لوگوں کو باپوں کے نام سے پکار دیہ اللہ کے نزدیک بہت منصفانہ بات ہے۔

میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں

یعلی بن مرہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان بھائی چارہ کرایا اور علی کو چھوڑ دیا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے لوگوں کے درمیان بھائی چارہ کرایا اور مجھے

Marfat.com

چھوڑ دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے تمہیں کس لئے چھوڑا ہے تجھے معلوم ہے؟ تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں۔ اگر تجھ سے اس سلسلہ میں (چچازاد بھائی ہونے میں) کوئی جھگڑے۔ تو تم کہنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ تیرے بعد جو اس کا دعوی کرے وہ کذاب ہے۔

یعنی میرے بعد جو اللہ کا بندہ ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب ہے۔ یا بھائی ہونے کا دعویٰ کرے تو غضب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ چچا تھے اور ان سب کے اولاد تھی۔ اور ان میں سے بعض حضرت علی کی وفات کے وقت تک حیات تھے حتی کہ حضرت علیؓ کے بڑے بھائی عقیلؓ چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ حیات تھے۔ گویا کہ یہ سب معاذ اللہ جھوٹے لوگ تھے۔

حالانکہ دراصل جھوٹے لوگ تو یہ روایت کرنے والے ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا راوی

عمر بن عبداللہ بن یعلی سے امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں عمر کوئی شے نہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے متروک ہے۔ السلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ج ا ص ۲۱۷۔

بخاری لکھتے ہیں کہ عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ اس سے مسعودی وغیرہ نے روایات لی ہیں۔ یہ اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتا ہے۔ محدثین کو اس میں کلام ہے۔ الضعفاء الصغیر ص ۸۰۔

نسائی لکھتے ہیں کہ عمر بن عبداللہ بن یعلی ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۸۲

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔ عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ۔ قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا باشندہ۔ کبھی یہ اپنے دادا کی جانب منسوب ہوتا ہے۔ ضعیف ہے۔ اس سے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ تقریب التہذیب ص ۲۵۵۔

دارقطنی لکھتے ہیں۔ عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ ثقفی اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ______ اس کے باپ کو کوئی نہیں جانتا صرف اس کے بتانے سے اس کا علم ہوا۔ اس نے زیاد بن علاقہ کے ذریعہ

Marfat.com

عثمان بن عروہ سے بھی روایت کی ہے [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

حضرت علیؓ ہر مسلم کے مولیٰ ہیں

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ جس شخص نے اٹھارہ ذی الحجہ کا روزہ رکھا [illegible] اس کے لئے ساٹھ ماہ کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا۔ اور یہ غدیر خم کا دن ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کیا میں مومنین کا مولیٰ نہیں ہوں [illegible] نہیں آپ نے ارشاد فرمایا ہیں جس کا مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں تو [illegible] الیوم اکملت لکم دینکم۔ اور جس نے ستائیس رجب کا روزہ رکھا اس کے لئے ساٹھ ماہ کے روزے لکھے جائیں گے۔ اور یہ پہلا روزہ ہے کہ جبرئیل[2] محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت لے کر نازل ہوئے۔

ہم پہلے وضاحت سے بیان کر چکے ہیں کہ عربی زبان میں لفظ مولیٰ دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اول اللہ کے معنی میں اور قرآن کی متعدد آیات ہم نے پیش کیں۔ یا دوسرے غلام یا آزاد شدہ غلام کے معنی میں۔

۱۔ پہلے معنی کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علیؓ کے لئے اس کا استعمال صریح کفر

Marfat.com

ہے۔ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی توہین ہے جو ممنوع ہے۔

۲۔ اٹھارہ ذی الحجہ کو حضرت عثمانؓ شہید ہوئے۔ شیعہ ان کی شہادت کی خوشی منانے کے لئے خم غدیر کا نام لیتے ہیں اور حضرت عثمانؓ اکیس تاریخ کو دفن کئے گئے ان تین روز تک شیعہ عید غدیر کے نام سے خوشیاں مناتے حتیٰ کہ رات کو نازیبا حرکات جو سب حلال ہو جاتی ہیں۔

۳۔ یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم صبح کے وقت عرفہ کے میدان میں ۹ ذی الحجہ کو نازل ہوئی نہ کہ ۱۸ ذی الحجہ کو۔

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت ماہ رمضان میں ملی جیسا کہ قرآن اس پر شاہد ہے۔ شیعوں نے ستائیس رجب مشہور کی حتیٰ کہ ہمارے سنی بھائی بھی اس رات خوشیاں منانے لگے۔

۵۔ اس روایت میں حبشون بن موسیٰ اور ابوہریرہؓ کے درمیان متعدد ضعیف راوی ہیں۔ جس کے باعث اس حدیث کو حجت میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔

محدثین نے ان راویوں پر جو کلام کیا ہے اس پر تفصیلی بحث کرنے سے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ایک اجمالی خاکہ پیش کر دیا جائے۔

شہر بن حوشب قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۵۶۔

مطر بن طہمان الوراق قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۹۸۔

یہ ہم نے صرف دو اشارے کئے ہیں۔ ورنہ اس روایت میں اور بھی ضعیف راوی موجود ہیں۔ پھر سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ روزوں کی فضیلت حضرت ابوہریرہؓ کی جانب منسوب کی گئی ہے اور حضور کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا۔ تو ابوہریرہؓ کو ان فضیلتوں کا کیسے علم ہوا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کو بطور حجت پیش کرنا بھی جائز نہیں۔ اور حبشون اور ابوہریرہؓ کے درمیان متعدد راوی ضعیف ہیں۔ اور آیت بلاشک وشبہ عرفہ کے روز نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین میں مروی ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص۲۲۶۔

ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ یہ روایت کئی وجوہات سے منکر ہے۔ جس میں سے ایک وجہ آیت

الیوم اکملت لکم دینکم کا نزول ہے جو عرفہ کے دن نو ذی الحجہ کو نازل ہوئی۔ اس کے مثل ایک روایت ابوسعید خدری سے بھی مروی ہے لیکن ان میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں

بلکہ ثابت یہ ہے کہ یہ آیت عرفہ کے دن نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین میں حضرت عمر سے مروی ہے۔

[illegible] منسوب [illegible]

علی ان سے مروی ہیں ان سب کی سندات ضعیف ہیں البدایہ والنہایہ ج۵

یہ روافض [illegible] ۱۸ ذی الحجہ شیعہ طبقہ عید غدیر کے نام سے خوشیاں مناتا ہے یعنی عثمانؓ کی شہادت کی خوشی میں۔

اللہ تعالیٰ نے علیؓ کی مخصوص طور پر مغفرت فرمائی ہے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی شام ہمارے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدولت تم پر فخر کیا ہے اور تم لوگوں کی عام طور پر مغفرت فرمائی اور علیؓ کی خاص طور پر مغفرت کی ہے۔ میں اللہ کی طرف سے تمہاری جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ نہ اپنی قوم سے ڈرتا ہوں اور نہ اپنے قرابت داروں سے محبت کرتا ہوں۔ یہ جبرائیل ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں کہ نیک بخت وہ ہے جو علیؓ سے ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد محبت کرتا ہو اور بدبخت وہ ہے جو علیؓ سے ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد بغض رکھتا ہو۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت صحیح نہیں۔ اور عباد الکلبی کوئی شے نہیں۔ نسائی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ العلل المتناہیہ فی الاحادیث الموضوعہ ج۱ ص۲۴۰۔

حضرت علیؓ تاویل قرآن پر جنگ کریں گے

حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔

Marfat.com

وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے چپل ٹوٹ گئے تھے۔ آپ نے وہ چپل علی کو مرمت کے لیے دے دی اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص تاویل قرآن پر اس طرح جنگ کرے گا جس طرح میں نے اس کے نزول پر جنگ کی ہے۔ ابوبکرؓ بولے یا رسول اللہ کیا وہ شخص میں ہوں گا۔ عمرؓ بولے کیا وہ شخص میں ہوں گا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ لیکن وہ شخص یہ جوتے والا ہے۔

اسمعیل بن رجاء

دارقطنی کا بیان ہے کہ اسمٰعیل بن رجا ضعیف ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ثقہ راویوں سے ایسی باتیں نقل کرتا ہے جو انہوں نے نہیں کہی ہوتیں۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۴۲۔

مؤمن کے صحیفہ کا عنوان علیؓ ہیں

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے وہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ مؤمن کے صحیفہ کا عنوان علیؓ بن ابی طالب کی محبت ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ اور ابن جوزی مجہول راویوں سے روایت نقل کرتا ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۴۵۔

خطیب لکھتے ہیں کہ یہ شخص مجہول ہے اور اس کی روایت میں غریب اور منکرات کافی پائی جاتی ہیں۔ حاشیہ العلل المتناہیہ۔

اے علیؓ تیرا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام میرے نام پر ہوگا

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؓ تیرا ایک لڑکا ہوگا

جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ اور جس کی کنیت بھی میری کنیت پر ہوگی۔ (یعنی محمد بن حنفیہ)

حسن بن بشر بجیلہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کی پیداوار ہے۔ اس سے بخاری نسائی اور ترمذی نے روایات لی ہیں۔ اس کی کنیت ابو علی الکوفی ہے۔ یہ اسباط بن نصر اور زہیر بن معاویہ سے روایت کرتا ہے اور اس سے بخاری، ابراہیم حربی اور متعدد افراد نے روایات نقل کی ہیں۔

ابو حاتم وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ سچا ہے۔ ابن خراش کہتے ہیں منکر الحدیث۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ امام احمد بن حنبل کو اس میں تردد ہے۔ ۲۵۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۱۔

نسائی کا بیان ہے کہ حسن بن بشر بن سلم قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۳۴۔

میں نے اللہ تعالیٰ سے علیؓ کے بارے میں پانچ امور کا سوال کیا تھا

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؓ میں نے تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ سے پانچ چیزوں کا سوال کیا تھا تو اللہ نے مجھے چار چیزیں عنایت کیں اور ایک چیز سے منع کر دیا۔

اس نے مجھے تیرے بارے میں جو چیزیں عطا کیں ان میں سے اول یہ ہے کہ تو سب سے پہلا وہ شخص ہے جس کی قیامت کے دن قبر پھٹے گی اور تو میرے ساتھ ہوگا۔ تیرے ساتھ لواء الحمد ہوگا اور تو اسے اٹھائے گا۔ اور مجھے یہ بھی عطا کیا کہ تو میرے بعد ولی المومنین ہوگا۔

گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے کرام بھی حضرت علیؓ کے بعد قبر سے برآمد ہونگے۔ اسی باعث حضرت علیؓ لواء الحمد اپنے ہاتھ میں سنبھال لیں گے۔ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نعمت سے محروم ہوں گے۔ جیسا کہ مذہب شیعہ میں یہ سب حقوق حضرت علی کے لئے مخصوص ہیں

ابن جوزی کا بیان ہے۔ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ اور ہم نے پہلے

Marfat.com

ابن حبان کا قول نقل کیا تھا کہ . . .

عیسیٰ بن عبداللہ بن عمر بن علی بن ابی طالب اپنے باپ دادا کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا تھا العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۲۴۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ اسے مبارک بھی کہا جاتا ہے۔ اس نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اسے مجھ سے محبت ہے اور وہ علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۱۵

اے علیؓ تیری منزل میری منزل کے سامنے ہوگی

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کا بیان ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے سامنے تشریف لائے۔ آپ کے صحابہ جمع تھے آپ نے ان سے فرمایا اے اصحاب محمد اللہ نے مجھے اس جگہ پر تمہاری منزلیں دکھادی ہیں۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کا ہاتھ تھاما اور فرمایا۔ اے علیؓ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ جنت میں تیری منزل میری منزل کے سامنے ہوگی؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان کیوں نہیں یارسول اللہ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں میری منزل تیری منزل کے بالمقابل ہوگی۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ کیونکہ

عمار بن سیف الضبی یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے یہ متروک ہے

محاربی اس کا نام عبدالرحمان بن محمد المحاربی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ مجہول راویوں سے منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث

Marfat.com

الاصابہ ج ص ۲۵۱ ۔

ذہبی لکھتے ہیں ۔

عمار بن سیف

بنو ضبہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے ۔ کوفہ کا باشندہ ہے ۔ اس کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے ۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں ۔ احمد عجلی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے ۔ ابوزرعہ اور ابوحاتم کا بیان ہے ضعیف ہے ۔ عثمان بن یحییٰ بن معین نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے ثقہ ہے لیکن احمد بن زہیر نے یحییٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں ۔ ابوداؤد کا بیان ہے یہ مہمل انسان تھا ۔ صرف عجلی کا یہ بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے ثابت ہے عبادت گزار ہے ۔ سنت کا پابند ہے ۔ میزان ج ۳ ص ۱۶۵ ۔

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں ۔

اس کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے کوفہ کا باشندہ ہے حدیث میں کمزور ہے عبادت گزار ہے ثوری طبقہ سے تعلق رکھتا ہے ۔ تقریب ص ۲۵۰

محاربی کا نام عبدالرحمان بن محمد المحاربی ہے ۔ اس کی کنیت ابو محمد ہے ۔ کوفہ کا باشندہ ہے مدلس تھا ۔ تقریب التہذیب ص ۲۰۹ ۔

ذہبی لکھتے ہیں ۔

عبدالرحمان بن محمد المحاربی سے تمام اصحاب صحاح نے روایات لی ہیں ذہبی لکھتے ہیں اکثر اہل حدیث کے ماہر ہیں ۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ مجہول راویوں سے منکر روایات نقل کرتے ہیں

ابوحاتم رازی کہتے ہیں یہ سچے ہیں لیکن مجہول راویوں سے منکر احادیث نقل کرتے [illegible] اس سے ان کی حدیث خراب ہوگئی ۔ وکیع کہتے ہیں یہ طویل روایتوں کے کتنے بڑے حافظ ہیں ۔

ابونعیم کا بیان ہے کہ ہم سفیان کے پاس ہوتے ۔ سفیان جب ایسی حدیث سے گزرتے جس کا تعلق احادیث زہد سے ہوتا تو کہتے یہ روایت تم لے لو ۔ اس کا تعلق ذہب سے ہے ۔ عبداللہ بن احمد کا بیان ہے انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ محاربی تدلیس کرتا اور یہ [illegible] جانتے

Marfat.com

کہ اس نے معمر سے کوئی روایت سنی ہے۔ ان کا انتقال ۱۹۰ھ کے بعد ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۵۸۵
اس کی روایت سے بچنا ضروری ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۵۱۔

اس روایت کا ایک راوی علی بن الحسن الغروجردی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس نے حضرت علیؓ کی فضیلت میں ایک جھوٹی روایت نقل کی ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۲۲

سب سے پہلے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عرش کی داہنی طرف حضور اور بائیں طرف حضرت ابراہیمؑ اور درمیان میں ہمیں خبر نہیں کہ عرش معلی پر اللہ تعالیٰ ہوگا یا حضرت علیؓ ہوں گے۔

ہم بے خبر اس لئے ہیں کہ پہلی روایت کی رو سے دونوں کے محل جنت میں ہوں گے اور حضرت علیؓ درمیان میں اور اس روایت کی رو سے یہ تمام قصہ عرش کے ساتھ پیش آئے گا۔ اور چونکہ درمیان میں اللہ تعالیٰ کا عرش ہوگا۔ اس لئے وہاں حضرت علیؓ کو بٹھایا گیا کہتے ہیں جب حضور معراج کو گئے تو عرش پر سے ایک ہاتھ نکلا جو حضرت علیؓ کا ہاتھ تھا۔

علیؓ بن ابی طالب جنت میں صبح کے تارے کی طرح چمکتے ہونگے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علیؓ جنت میں ایسے چمکتے ہوں گے جیسا کہ اہل دنیا کے لئے صبح کا ستارہ چمکتا ہے۔

ابن الجوزی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات صحیح طور پر ثابت نہیں۔ اور فاطمی متہم ہے اور ابراہیم بن ابی یحییٰ متروک ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۵۲۔

اس روایت کے ایک راوی حماد بن سلمہ ہیں اگرچہ ان کے ثقہ اور محدث ہونے پر سب کا اعتماد ہے۔ لیکن یہ بھی متفق علیہ مسئلہ ہے کہ ان سے بے پناہ غلطیاں ہوئی ہیں۔ اور اسی باعث بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔

Marfat.com

اگر اس روایت کا سابقہ روایات کے پیش نظر مطالعہ کیا جائے تو ہمارے قارئین کرام اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ یہ تمام روایات ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور دروغ گوئی کا ایک مقابلہ ہو رہا ہے کہ کون زیادہ جھوٹ بولتا ہے۔ آپ حضرات بھی ان جھوٹوں کا مطالعہ کریں اور اس جھوٹ پر ان حضرات کو نمبر عنایت کریں۔

علیؓ تمہیں صراط مستقیم پر چلائے گا

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اگر ابوبکرؓ کو والی بناؤ گے تو انہیں دنیا میں زاہد اور آخرت پر راغب پاؤ گے۔ اگرچہ ان کے جسم میں کمزوری پائی جاتی ہے اور اگر تم عمرؓ کو ولایت سپرد کرو گے تو انہیں قوی پاؤ گے امین پاؤ گے۔ اللہ کے معاملہ میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں گے۔ اور اگر تم علیؓ کو دلی بناؤ گے تو انہیں ہدایت کرنے والا ہدایت پر چلنے والا پاؤ گے اور وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

حضرت حذیفہؓ سے یہ روایت زید بن یثیع نے نقل کی ہے اور ان سے ابو اسحاق نے دراصل یہ روایت سفیان نے ابو اسحاق سے نقل کی ہے اور وہ زید بن یثیع سے نقل کرتا ہے۔ اور زید بن یثیع کبھی حذیفہؓ کا نام لیتا ہے۔ کبھی سلمانؓ کا اور کبھی علیؓ کا گویا اس زید کو خود یہ خبر نہیں کہ یہ روایت کس سے مروی ہے۔

ایک روایت میں یہ زید بن یثیع حضرت علیؓ سے ناقل ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد کس کو امیر بنایا جائے۔ آپ نے فرمایا اگر تم ابوبکرؓ کو امیر بناؤ گے تو اسے امین پاؤ گے۔ دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب پاؤ گے۔ اگر تم عمرؓ کو امیر بناؤ تو اسے قوی امین پاؤ گے اللہ کے معاملہ میں وہ کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہ کرے گا اور اگر تم علیؓ کو امیر بناؤ گے لیکن میرا خیال ہے کہ تم ایسا نہ کرو گے تو اسے ہادی پاؤ گے مہدی پاؤ گے وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

Marfat.com

اس زید بن یثیع نے حضرت سلمانؓ فارسی سے یہ آخری الفاظ نقل کئے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخر وقت فرمایا کہ اگر تم ابوبکرؓ کو خلیفہ بناؤ گے تو اسے اللہ کے کام میں قوی اور اپنی ذات کے معاملہ میں کمزور پاؤ گے۔ اور اگر تم عمرؓ کو خلیفہ بناؤ گے تو انہیں اللہ کے کام میں بھی قوی پاؤ گے اور اپنی ذات کے معاملہ میں بھی۔ اور اگر تم علیؓ کو خلیفہ بناؤ گے اور تم ہرگز بھی ایسا نہ کرو گے تو اسے ہادی اور مہدی پاؤ گے وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

اس روایت کے الفاظ پر غور کیجئے تو ان میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ اور ہر روایت میں حضرت عثمانؓ کا نام ضرور حذف کیا گیا ہے کیونکہ ان کا نام سامنے آنے سے دوسرا داماد سامنے آتا ہے اور وہ ڈبل داماد تھے اور ان کا تعلق بنوامیہ سے ہے۔ لہٰذا اس کا حل یہی ہے کہ ان کے نام کو حذف کر دیا جائے۔

ہمارے قارئین پہلے تو یہ ذہن میں رکھیں کہ زید بن یثیع سے ابواسحاق کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا اور نہ انہیں کوئی جانتا ہے۔ جہاں تک ابواسحاق کا تعلق ہے انھیں اگرچہ ثقہ مانا جاتا ہے لیکن یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ مدلس ہیں۔ اور مدلس کی وہ حدیث قابل قبول نہیں جو عن کے ذریعہ مروی ہو۔ اور یہ روایت بھی عن کے ذریعہ مروی ہے۔

علیؓ مقتول ہو کر مریں گے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بیمار تھے۔ میں ان کی عیادت کے لئے گیا۔ وہاں ابوبکرؓ و عمرؓ پہلے سے بیٹھے تھے۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ابھی کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ بھی ایک جگہ بیٹھ گئے اور علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنے لگے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ علیہما السلام نے حضور کی جانب دیکھ کر فرمایا اے اللہ کے نبی ہم آپ کو رنجیدہ دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے علیؓ تو اس وقت ہرگز نہ مرے گا اور تیری موت قتل

Marfat.com

کی حالت میں ہوئی۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کا راوی۔

ناصح ہے یحیی بن معین کا بیان ہے کہ یہ ناصح ثقہ نہیں۔ فلاس کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں اس نے بہت سی موضوع روایات بیان کیں اس لئے

اسمعیل بن ابان

ہم نے اس سے روایات لینا چھوڑ دیا۔ یحیی بن معین اور ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ اسمعیل کذاب ہے۔ بخاری، مسلم، نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات بیان کرتا ہے۔ موضوعات ج ا ص ۴۰۲

ذہبی لکھتے ہیں کہ ناصح کے باپ کا نام عبد اللہ ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یہ جولاہا تھا۔ یہ سماک بن حرب اور یحیی بن ابی کثیر سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے اسمٰعیل بن عمر والبجلی روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔

نسائی وغیرہ کا بیان ہے ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ فلاس کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ یحیی بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ اور ایک بار فرمایا یہ ثقہ نہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ عبادت گزار لوگوں میں سے تھا۔ حسن بن صالح نے اس کا ذکر کیا اور فرمایا یہ نیک آدمی ہے اچھا آدمی ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی تین منکر روایات پیش کیں۔ جن میں سے دو روایات ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۲۴۰۔

اس کا دوسرا راوی اسمٰعیل بن ابان الغنوی الکوفی ہے۔ یہ درزی تھا۔ اسے یحیی ابن معین نے کذاب کہا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ ہم نے پہلے اس کے ذریعہ ہشام بن عروہ کی روایات لکھی ہیں پھر اس نے فطر وغیرہ سے موضوع روایات نقل کیں۔ لہٰذا ہم نے اس کی روایات چھوڑ دی۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ یحیی ابن معین کا کہنا ہے اس نے سفیان کے نام ایسی روایات منسوب کیں جو سفیان نے بیان نہ کی تھیں۔ مسلم اور نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ اور نسائی نے ایک بار کہا ثقہ نہیں

Marfat.com

ہے۔ میزان ج ا ص۲۱۱۔

بخاری کہتے ہیں کہ ناصح بن عبداللہ یہ سماک وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص۱۱۶۔

نسائی لکھتے ہیں۔ ناصح بن عبداللہ۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ ضعیف ہے۔ الضعفاء الصغیر ص۱۱۱

ناصح بن عبداللہ اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص۱۶۷۔ للنسائی

اسمٰعیل بن ابان الغنوی۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ حکم، عطیہ اور فضیل بن عمرو الخیاط کے ذریعہ ہشام بن عروہ سے نقل کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۵۷۔

اسمٰعیل بن ابان ہشام بن عروہ سے روایات لیتا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ متروک الحدیث کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۱۶۔

اس طرح دونوں راوی ناقابل اعتبار ہیں۔

علیؓ تو حضورؐ کا نفس ہیں

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد سب سے بہتر کون ہے آپؐ نے جواب دیا ابوبکرؓ۔ میں نے عرض کیا ابوبکرؓ کے بعد کون بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا عمرؓ۔ فاطمہؓ کا بیان ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے علیؓ کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے فاطمہؓ علیؓ میرا نفس ہیں اور کوئی شخص اپنے نفس کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضع کی گئی ہے۔

اس روایت کا راوی

Marfat.com

خالد بن اسمٰعیل ثقہ راویوں کے نام سے روایات وضع کرتا۔ ابوالفتح الازدی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔

محمد بن المہدی ۔ دارقطنی کہتے ہیں محمد بن المہدی کذاب ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۰

ن ادریس اسمٰعیل یہ مدینہ کا باشندہ ہے۔ بنی مخزوم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی کنیت ابوالولید ہے۔ ہشام بن عروہ، ابن جریج اور ایک جماعت سے روایات نقل کرتا ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کیا کرتا۔ دارقطنی کا بیان ہے متروک ہے اور ابن حبان کا بیان ہے کہ اس سے کسی حال میں احتجاج جائز نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۶۲۷

شیعہ مذہب کی رو سے حضرت علیؓ کو امام ہونے کی حیثیت سے وہی مقام حاصل ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے بلکہ بعض صورتوں میں حضرت علیؓ کا مقام حضورؐ سے بڑھ کر ہے۔

سب سے پہلے جس کی روح نے مجھے سلام کیا وہ علیؓ کی روح تھی

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے تمام ارواح جسموں سے دو ہزار قبل پیدا فرمائی تھیں۔ پھر وہ عرش کے نیچے گھومنے لگیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں میری اطاعت کا حکم دیا۔ تو سب سے قبل جس روح نے مجھے سلام کیا وہ علیؓ کی روح تھی۔

یہ روایت موضوع ہے۔

عبداللہ بن ایوب ازدی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن ایوب اور اس کا باپ دونوں کذاب ہیں جن سے روایت نقل کرنا حلال نہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۰۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

Marfat.com

عبداللہ بن ایوب بن ابی علاج الموصلی۔ سفیان بن عیینہ اور امام مالک سے روایات نقل کرتا ہے۔ بہت بڑے نیک لوگوں میں سے تھا۔ یعنی پہنچا ہوا بزرگ تھا۔ لیکن مشہور کذاب تھا۔ وضع حدیث میں مشہور تھا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ بہت عبادت گزار تھا۔ دعا کیا کرتا اور اس میں نگینے پڑھتا۔ اور جو کچھ اس کی روزی سے فاضل ہوتا وہ صدقہ کر دیتا۔ اس کے بعد ابن عدی نے اس کی متعدد موضوع اور منکر روایات پیش کیں جو ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں۔ اور یہ باطل روایات ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے علی بن حرب کی والدہ کو کہتے سنا کہہ رہی تھیں کہ اس عبداللہ بن ایوب سے توبہ کراؤ اور اسے ادب سکھاؤ۔ (یعنی پارسا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ہر کو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیا جائے جو ہمیشہ صوفیا کرتے رہے)

ایوب بن ابی علاج اس عبداللہ بن ایوب کے والد ایوب بن ابی علاج ہیں۔ یہ ابوجعفر محمد بن علی سے (یعنی جنہیں امام باقر کہا جاتا ہے) روایات نقل کرتا ہے۔ یہ جھوٹ کے ساتھ متہم ہے۔ ساقط الاعتبار ہے اور ان کے صاحبزادے عبداللہ بن ایوب اس سے کہیں زیادہ واہی ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۲۶۲۔

رکوع کی حالت میں زکوٰۃ کی ادائیگی

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے جن میں کچھ رکوع میں تھے اور کچھ قیام میں اور ایک سائل سوال کر رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا کیا تجھے کسی نے کچھ دیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ مگر اس رکوع کرنے والے نے اور اس نے علیؓ کی جانب اشارہ کیا کہ

Marfat.com

انہوں نے مجھے اپنی انگوٹھی دی ہے۔

عیسیٰ بن عبد اللہ یہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ ذہبی نے اس کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔

ابن حبان کا قول ہے کہ یہ اپنے باپ دادا سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ [۱]

یہ روایت ابن مردویہ، ابن جریر اور عبد الرزاق بن ہمام نے بھی نقل کی ہے۔ اس کی اسناد حسب ذیل ہے۔ عبد الرزاق۔ عبد الوہاب بن مجاہد۔ مجاہد بن جبیر۔ ابن عباس۔

لیکن ذہبی عبد الوہاب بن مجاہد کے حالات میں رقم طراز ہیں۔ کہ ابن ابی مریم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ اس عبد الوہاب کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد نے یہ ان کا قول نقل کیا ہے کہ یہ کچھ نہیں ضعیف ہے۔

امام بخاری نے وکیع سے نقل کیا ہے کہ اس عبد الوہاب نے اپنے والد سے کوئی روایت نہیں سنی۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جن کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ میزان ج ۲ [۲]

عبد الرزاق آخر عمر میں رافضی ہو گیا تھا اور ۲۱۰ھ میں نابینا بھی ہو گیا تھا۔ اس لئے اس کی روایات قابل قبول نہیں۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ روایت کسی سند سے ثابت نہیں ہے اور نہ حضرت علی کی فضیلت میں قرآن کی کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ اور ان لوگوں نے جو یہ بات پھیلا رکھی ہے کہ یہ آیت

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ	تو تو اے نبی ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لئے ہدایت ہے۔ (رعد آیت ۷)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝	اور لوگوں کو محبت کے باوجود مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اور اسی طرح یہ آیت

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ	کیا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کی عمارت

Marfat.com

وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ تعمیر کرنا کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے
اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔

اسی طرح کچھ اور آیات حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اس میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں اور اسی طرح ابن عباسؓ کا یہ قول کہ علیؓ کے بارے میں جتنا قرآن نازل ہوا ہے اتنا کسی کے بارے میں نازل نہیں ہوا نیز یہ روایت کہ علیؓ کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئیں۔ ان میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے نہ یہ اور نہ وہ۔ البدایۃ والنہایہ ج ۷ ص ۳۵۸

حضرت علیؓ کو مولینا کا خطاب

امام احمد نے رباح بن الحرث سے نقل کیا ہے کہ رحبہ میں حضرت علیؓ کے پاس ایک جماعت آئی اور کہنے لگی۔ السلام علیک یا مولانا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں تمہارا مولا کیسے بن سکتا ہوں حالانکہ تم تو عرب قوم ہو۔

انہوں نے عرض کیا ہم نے غدیر خم کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں۔

رباح بن الحرث کا بیان ہے جب یہ لوگ چلے گئے تو میں نے ان لوگوں کا پیچھا کیا اور لوگوں سے ان کے بارے میں دریافت کیا یہ کون لوگ تھے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ انصار کی ایک جماعت تھی جس میں ابو ایوبؓ انصاری بھی تھے۔ البدایۃ والنہایہ ج ۷ ص ۳۴۸۔

حافظ ابن کثیر نے مسند احمد کے حوالہ سے البدایہ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ لیکن مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے یہ روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ کہ رباح بن الحرث کا بیان ہے کہ ہم رحبہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں آپ کے پاس ایک شخص آیا جس پر سفر کے نشانات تھے اور اس نے آکر کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلَايَ۔ لوگوں نے پوچھا یہ مولا کون ہے ابو ایوبؓ نے

جواب دیا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا میں جس کا مولا ہوں علیؓ اس کے مولا ہیں
البدایۃ والنہایہ ج ۵ ص۲۳۰۔

یعنی اس بے چارے رباح بن الحرث کو یہ بھی معلوم نہیں آنے والے کتنے حضرات تھے۔
کبھی ایک جماعت کی حاضری کا دعویٰ کرتا ہے اور کبھی اکیلے ابوایوبؓ کی آمد۔ ورنہ بھی غالباً حضرت
علیؓ کی مولایت کے اظہار کے لئے تشریف لائے تھے اور یہ بات کہتے ہی فوراً واپس چلے گئے۔

سب سے اہم اس روایت میں نکتہ یہ ہے کہ بقول راوی حضرت علیؓ صرف اس کے مولیٰ بن
سکتے ہیں جو عرب نہ ہو۔ جس کا تعلق عربوں سے ہو وہ اس کے مولیٰ نہیں ہو سکتے۔ لہذا ہندوستان
میں جتنے علوی۔ صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری اور اہل عرب کی نسل سے پائے جاتے ہیں حضرت
علیؓ ان کے مولیٰ نہیں بن سکتے اور جن کا تعلق کوفہ اور ایران سے ہو بے شک حضرت علیؓ انکے مولیٰ بن
سکتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان غلاموں کے مالک رہے
ہوں۔ اور جن کے وہ مالک نہیں رہے ان کے مولیٰ نہیں بن سکتے۔ کم از کم ہم تو اس روایت کا مطلب یہی
سمجھتے ہیں

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے راویوں میں سے ایک راوی

حنش نامی ہیں۔ انھیں حنش بن المعتمر بھی کہا جاتا ہے۔ ابوداؤد۔ نسائی اور ترمذی نے ان
سے روایات لی ہیں۔ یہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابوذرؓ سے روایات
نقل کرتا ہے۔ اس سے حکم، سماک، اسمٰعیل بن ابی خالد اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

اسے ابوداؤد نے ثقہ کہا ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ نیک آدمی ہے لیکن محدثین اس کی
حدیث کو حجت نہیں سمجھتے نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث
میں کلام ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں یہ حضرت علیؓ سے ایسی نرالی
باتیں نقل کرتا ہے جو ثقہ راویوں کی روایات کے مشابہ نہیں ہوتیں بخاری نے اس کا کتاب الضعفاء
میں تذکرہ کیا ہے۔

Marfat.com

اس نے حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی جانب سے دو مینڈھے ذبح کروں۔ اور میں اس کام کو کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ میزان ج ۱ ص ۶۱۹

بخاری لکھتے ہیں حنش بن المعتمر الصنعانی۔ اس کی کنیت ابو المعتمر ہے۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ اس کا نام حنش بن ربیعہ ہے۔ اس سے سماک اور حکم بن قتیبہ کوفی روایت کرتے ہیں۔ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۳۸۔

نسائی کا بیان ہے کہ حنش بن المعتمر اس سے سماک نقل کرتا ہے۔ یہ قوی نہیں ص ۳۶۔

حضرت حسنؓ اور حضرت علیؓ کا مکالمہ

طبری نے اپنی سند سے ایک مکالمہ نقل کیا ہے۔ اس کا راوی طارق بن شہاب ہے

واقعہ بیان کرنے سے قبل ہم یہ بتانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مؤرخ طبری نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ سے حضرت حسینؓ کے واقعہ تک جو بھی قصے نقل کئے ہیں ان میں بیشتر واقعات میں یہ نظر آئے گا کہ فلاں واقعہ فلاں داستان مجھے فلاں نے لکھ کر روانہ کی گویا طبری نے صرف اتنا کام کیا ہے کہ وہ داستانیں قارئین کے سامنے پیش کر دیں۔

گویا جن راویوں سے انہوں نے یہ روایات نقل کی ہیں ان میں سے بیشتر حضرات سے انہوں نے ملاقات بھی نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے اپنے گھر کو دفتر اطلاعات بنا رکھا تھا کہ جس نے جو چاہا لکھ کر بھیج دیا۔ اور جناب طبری نے آنکھیں بند کر کے اسے نقل کر دیا اور خاص طور پر سری بن اسمٰعیل کی جتنی روایات ہیں وہ سب سری کے مراسلات ہیں جو اس نے طبری کو قبر ہی سے لکھ کر روانہ کئے ہیں۔ کیونکہ یہ سری بن اسمٰعیل عامر شعبی کا چچا زاد بھائی ہے اور شعبی حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں پیدا ہوئے لازماً ان کا یہ چچا زاد بھائی اگر ان سے بیس سال بھی چھوٹا ہوا تب بھی یہ ۱۵۰ھ سے قبل مر گیا ہوگا۔ اور تحریرات لکھ کر بھیج رہا ہے طبری کو جو ۲۲۴ھ میں پیدا ہوا۔ لیکن پھر بھی طبری

Marfat.com

نے ان تمام روایات کو عوام الناس کے سامنے یوں حقائق کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ ان جعلی روایات کی داستانوں میں سے ایک داستان ... صاحب نے مقتولین کی مذمت میں پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔ یہ داستان عمرو بن شمر نے اپنی روایات کے ذریعہ ڈیڑھ سو سال بعد ... کو گمراہ کرنے کے لئے داستان روانہ کی تھی۔ ... نے وہ داستان اپنی کتاب میں تحریر کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر دی۔

اس داستان کے آخری راوی طارق بن شہاب ہیں جن کے بارے میں ابو داؤد کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے مگر یہ صحابی رسول نہیں ہیں۔ ان کا انتقال ۸۳ھ میں ہوا۔

حضرت طارق بن شہاب کا بیان ہے کہ میں حج کے لئے کوفہ سے جا رہا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب حضرت عثمانؓ شہید ہو چکے تھے۔ میں ربذہ پہنچا۔ صبح کا وقت تھا۔ دیکھا لوگ چلا چلا کر ایک دوسرے کو پکار رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا یہ کون صاحب ہیں

لشکری۔ یہ امیر المومنین ہیں۔

طارق۔ آخر امیر المومنین کا کہاں جانے کا ارادہ ہے

لشکری۔ طلحہؓ و زبیرؓ نے بغاوت کی ہے۔ امیر المومنین ان دونوں کے مقابلہ کے لئے جا رہے ہیں تاکہ انہیں واپس لوٹا لائیں لیکن ربذہ میں حضرت علیؓ کو یہ خبر ملی کہ طلحہ و زبیر نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا ہے۔ اس وقت حضرت علیؓ نے ان دونوں کا پیچھا کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اپنے دل میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی۔ اور یہ سوچنے لگا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں علیؓ کے ساتھ مل کر طلحہ و زبیر اور ام المومنین حضرت عائشہؓ سے جنگ کروں۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے ساتھ مل کر علیؓ کے مقابلہ پر کھڑا ہوں۔

میں حضرت علیؓ سے ملنے کے لئے اپنے خیمہ سے باہر نکلا تو نماز کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت علیؓ آگے بڑھے اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی۔

Marfat.com

حضرت علیؑ نے جب نماز کا سلام پھیرا تو ان کے صاحبزادے جناب حسنؓ کھڑے ہوئے اور رونے لگے۔

"میں نے آپ سے ایک بات کہی تھی لیکن آپ نے میری بات نہ مانی۔ نتیجۃً آپ بھی کل بے بس ہو کر قتل کر دئے جائیں گے اور آپ کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(یہ ترجمہ آزاد ہے۔ ورنہ اصل میں عبارت کے معنی تو یہ ہیں کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا وغیرہ وغیرہ)

حضرت علیؑ: تو تو ہمیشہ لونڈیوں کی طرح روتا رہتا ہے۔ آخر وہ کیا بات تھی جو تو نے مجھ سے کہی تھی اور میں نے اس کی نافرمانی کی ہے۔

حضرت حسنؓ: جب حضرت عثمانؓ محصور ہوئے تھے تو میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ مدینہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ آپ کی موجودگی میں حضرت عثمانؓ کا قتل ہونا آپ کے لئے بہتر نہیں۔ جب عثمانؓ قتل ہو گئے تو میں نے آپ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ ہرگز اس وقت تک خلافت قبول نہ کیجئے۔ جب تک تمام شہروں سے آپ کی خلافت کے لئے وفد نہ آجائیں۔ اور تمام اہل شہر آپ کو متفقہ طور پر خلیفہ منتخب نہ کرلیں۔ پھر جب طلحہؓ و زبیرؓ نے آپ کی مخالفت کی تھی تو میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ اب آپ اپنے گھر بیٹھ جائیں۔ اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں کہ وہ خود فیصلہ کریں میں نے آپ سے یہ بھی عرض کیا تھا کہ بہتر یہ ہے کہ فساد کی بنیاد آپ کے ہاتھوں نہ ہو۔ اس کی بنیاد کوئی اور ہی رکھے تو اچھا ہے۔ لیکن آپ نے ان تمام امور میں میری مخالفت کی۔

حضرت علیؑ: اے میرے بیٹے حضرت عثمانؓ محصور تھے تم نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ میں عثمانؓ کے قتل سے قبل ہی مدینہ سے چلا جاؤں تو اللہ کی قسم اگر ہم مدینہ چھوڑ کر جانا چاہتے تو ہمیں بھی اسی طرح گھیر لیا جاتا جیسے عثمانؓ کو گھیر لیا گیا تھا۔ (لہٰذا بہترین حل یہ تھا کہ قاتلین کے اشاروں پر چلا جائے)

تم نے جو یہ مشورہ دیا تھا کہ میں اس وقت تک خلافت قبول نہ کروں جب تک تمام شہروں کے لوگ میری بیعت پر راضی نہ ہوں تو دراصل بیعت اہل مدینہ کی بیعت ہے (یہ ہر جگہ نمائندے

کھڑے کرنا ایک حماقت ہے۔ اور میں یہ پسند نہ کرتا تھا کہ یہ خلافت تم لوگوں کے ہاتھوں سے نکل جائے۔

تم نے تو یہ مشورہ دیا تھا کہ زبیرؓ، طلحہؓ اور دیگر لوگوں کو خود جمع کر لینے دو تو یہ اہل اسلام کے لئے بہت بڑی کمزوری کا سبب ہوتا۔

اللہ کی قسم مجھ پر شروع سے قہر توڑے جاتے رہے اور جب خلافت ملی تو وہ بھی ناقص۔ میرے نزدیک ان مخالفین کی کوئی حیثیت نہیں۔

تم نے تو یہ کہا تھا کہ میں گھر بیٹھ جاؤں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جب لوگ میرے ساتھ ہوں اور میں اس گوہ کی طرح کیسے چھپ کر بیٹھ جاؤں جسے ہر طرف سے گھیر لیا گیا ہو۔ اور اس گوہ کو پکڑنے والے یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں کہ یہاں گوہ موجود ہی نہیں۔ اور جب شکاری واپس چلے جائیں تو وہ باہر نکل آئے۔ اور جب یہ خلافت مجھے مل گئی تو میں اس کی فکر نہ کروں گا تو اور کون اس کی فکر کرے گا۔

اے میرے بیٹے اب تم ان مشوروں سے باز آجاؤ۔ تاریخ طبری ج ۳۔ ج ۲ ص ۸۲۔

ہمیں اس روایت میں بظاہر کوئی ایسا عیب نظر نہیں آتا جو اس پر تنقید ضروری ہو۔ ہاں اس روایت میں صرف ایک جملہ ہے جو خلاف واقعہ ہے اور کم از کم اہل سنت کا نظریہ تو یہی ہے کہ حضرت علی پر کسی قسم کا کوئی قہر نہیں توڑا گیا۔۔۔

اب اگر کسی فرقے کے نزدیک حضرت علیؓ پر قہر توڑا جاتا رہا۔ اور ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ ان پر ظلم توڑتے رہے، تو پھر یہ سب ہی حضرات ملوکیت کی راہ ہموار کرتے رہے۔ اور حضرت علیؓ اہل مدینہ کے سواء کسی کی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ اور اہل مدینہ ان کی بیعت کرنے کے لئے تیار نہیں۔۔۔ ورنہ اہل مدینہ میں سے سعد بن ابی وقاصؓ، ابن عمرؓ، عبیداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمان بن ابی بکرؓ، زبیرؓ اور ان کی اولاد، طلحہ اور ان کا خاندان، زید بن ثابت۔ ابوسعید خدری۔ جابر بن عبداللہ اور سہل بن سعد وغیرہ حضرات نے حضرت علیؓ کا کیوں ساتھ نہیں دیا۔ اور یہ تمام حضرات ملوکیت کی راہ ہموار کرتے

Marfat.com

رسب ۔ اگرچہ حضرت علیؓ اہل مدینہ کے سوا کسی کی رائے بھی سننے کے لئے تیار نہ تھے ۔

اس واقعہ سے چند امور سامنے آتے ہیں ۔

۱۔ حضرت علیؓ ابتدا ہی سے خلافت کے متمنی تھے ۔ اور اس کے حصول کے لئے ہر اقدام کرنے کے لئے تیار تھے اور اگر کوئی ان کو نیک مشورہ دیتا تو تمنائے خلافت میں اسے بھی سننے کے لئے تیار نہ تھے

۲ حضرت حسنؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ ، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ، حضرت عبداللہ بن سلام اور قیسؓ بن سعد کے مختلف مشورے تاریخ میں موجود ہیں ۔ لیکن حضرت علیؓ نے صحابہ میں سے کسی کے مشورے کو قابل اعتنا تصور نہ کیا ۔ بلکہ اس اختلاف کو تلوار کے زور سے ختم کرنا چاہا ۔ نتیجۃً اس نے ایک سیلاب کی صورت اختیار کر لی ۔

۳۔ حضرت حسنؓ اس معاملہ میں حضرت علیؓ کے حامی نہ تھے ۔

۴۔ حضرت حسنؓ اس معاملہ میں حضرت علیؓ سے زیادہ سمجھ دار تھے ۔

طبیعت تو یہ چاہتی تھی کہ میں اس روایت پر کوئی تنقید نہ کروں اور اسلام کے ٹھیکہ داروں کے روبرو بطور تحفہ پیش کر دوں ۔ لیکن مجھے عوام الناس کے ذہن خراب نہیں کرنے ہیں ۔ بلکہ انھیں یہ بتانا مقصود ہے کہ تاریخ اسلام جس چڑیا کا نام ہے ۔ یہ چڑیا ایک خاص قسم کے ذہن کے لوگوں نے بنو عباس کے دور میں تیار کر کے ہوا میں اڑائی تھی اس پر یقین کرنا اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے اور علی الخصوص صحابہؓ کے معاملہ میں ۔

صحابہ کرام کے بارے میں اس تاریخ سے فیصلہ کرنا اسی وقت ممکن ہے کہ جب ہم قرآن و سنت کو خیر باد کہہ دیں ۔ کیونکہ قرآن نے صحابہ کا جو مقام بیان کیا ہے وہ تاریخ کے ان نظریات کے قطعاً مخالف ہے ۔ یا ہمیں قرآن چھوڑنا ہوگا یا اس تاریخ کو خیر باد کہنا ہوگا جو محمد بن اسحاق ۔ سلمۃ بن الابرش محمد بن حمید الطبری ۔ مسعودی ۔ واقدی وغیرہ جیسے رافضیوں کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے ۔

ہم تاریخ کے اس حصہ کو ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں جس سے صحابہ کی اس عظمت میں فرق

نا ہو جو قرآن نے ان کی بیان کی ہے۔ اور پھر تاریخ پر یہ فیصلہ کر کہ راویوں کی تحقیق و تنقید بھی نہ کریں
من و عن اسے قبول کرتے جائیں یہ وہ ذہنیت ہے جو سبائی کی زبانی تو برداشت ہو سکتی ہے۔ لیکن اس
شخص کے لئے ہرگز یہ مناسب نہیں جو اپنی پیشانی پر اہل سنت کا لیبل چپکائے ہو کم از کم اس بات
کا خیال کرنا چاہیے۔ ورنہ اب تو بہت سے افراد یہی کرتے ہیں ۔۔۔۔ صاحب نے زندگی
بھر تقیہ میں گزارا اور آخر میں خلافت و ملوکیت پر کتاب لکھ کر تقیہ کے جامہ سے باہر آئے اور
کی امامت کو تسلیم کر کے مرتے وقت اپنی سبائیت کا ثبوت پیش کر گئے۔ یہ اللہ
کر ۔۔۔ کی تھی۔ لیکن ان کی خلافت و ملوکیت نے جو نقصان پہنچایا حقیقت
سب سے بڑا فساد یہی ہے جو آگے یہ باعث شیعوں کی امامت کی بھی تائید ہو گئی۔ اگرچہ اب
۔۔۔ اس میں اب کچھ رخنے پڑ گئے ہیں۔ اب آپ نے اس روایت کے راویوں پر بھی
۔۔۔ لیا ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی ۔۔۔ ہے جس ۔۔۔

سری بن اسمٰعیل ۔۔۔

حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں

سری بن سعید الہمدانی الکوفی متروک الحدیث ۔۔۔

نسائی کتاب الضعفاء میں ذکر کرتے ہیں۔

سری بن اسمٰعیل کوفی ہے۔ متروک الحدیث ہے شعبی سے روایات نقل کرتا ہے ۔۔۔
یحییٰ بن سعید کا قول ہے کہ اس کا جھوٹ ۔۔۔ مجلس میں ظاہر ہو چکا ہے (کتاب الضعفاء والمتروکین)

بخاری لکھتے ہیں۔ سری بن اسمٰعیل کوفی متروک الحدیث ہے۔ (الضعفاء الصغیر)

ذہبی رقم طراز ہیں۔

سری بن اسمٰعیل شعبی سے روایات کرتا ہے۔ یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ ایک مجلس میں اس
کا جھوٹ ظاہر ہو چکا۔ امام احمد کا قول ہے لوگوں نے اس کی حدیث ترک کر دی ۔۔۔

Marfat.com

ہیں متروک ہے۔ یحیٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۲ ص۱۱۷۔

عبدالرحمان بن ابی حاتم رقم طراز ہیں۔

سری بن اسمٰعیل شعبی سے روایت کرتا ہے۔ اس سے جریر، یزید بن ہارون اور حیاج بن بسطام وغیرہ نے روایات لی ہیں۔ عمرو بن علی کا بیان ہے کہ یحیٰی بن سعید القطان اور عبدالرحمان بن مہدی اس سے روایت نہ لیتے۔

حسن بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ابن المبارک کو یہ فرماتے سنا کہ جریر بن عبدالحمید سے اس سری کی کوئی روایت نہ لکھو۔ ابن المبارک نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ سری بن اسمٰعیل قوی نہیں۔ لیکن مجھے عیسیٰ الحناط سے زیادہ پسند ہے۔ ابو طالب کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد سے سری بن اسمٰعیل کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا محدثین نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔

عباس بن محمد الدوری کا بیان ہے کہ یحیٰی بن معین کہا کرتے تھے کہ سری کچھ نہیں۔

عبدالرحمان کا بیان ہے کہ میرے والد ابو حاتم سے سری بن اسمٰعیل کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا وہ ردی ہے۔ زکریا بن ابی زائدہ اور مجالد سے کم ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۴ ص۲۸۲۔

اس قصہ کا دوسرا راوی سیف بن عمرو التمیمی ہے۔ یہ بھی کوفہ کی یادگار ہے۔ مؤرخ ہے۔ ضعیف الحدیث ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں تاریخ میں اچھا ہے لیکن ابن حبان کا کہنا ہے یہ بدترین انسان ہے۔ تقریب ص۱۴۲۔

بخاری لکھتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء للبخاری ص۵۱۔

ذہبی رقم طراز ہیں۔

سیف بن عمرو بنو ضبہ قبیلہ کی ایک شاخ اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ اس کا تعلق بنو تمیم سے ہے۔ یہ ہشام بن عروہ اور دیگر مجہول راویوں سے روایات نقل کرتا ہے۔

Marfat.com

مشہور موضع ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ ضعیف ہے بلکہ ایک پیسہ بھی اس سے بہتر ہے۔ ابو داؤد کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے ابن حبان کہتے ہیں یہ تو زندیق ہے۔ اسلام کا دشمن ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات منکر ہوتی ہیں ابن نمیر کہتے ہیں یہ تو روایات وضع کیا کرتا تھا۔ یہ زندیق ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۵۵۔

شعیب اس روایت کا تیسرا راوی شعیب ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کے باپ کا نام ابراہیم ہے۔ اس سے سیف روایات نقل کرتا ہے۔ مجہول ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۲۵

یہ ہے طبری کا وہ تحقیق شدہ مواد جو چھان پھٹک کر جمع کیا گیا ہے۔ اسی لئے تو یہ اصول وضع کیا گیا کہ اگر تاریخ میں رجال کی تحقیق اور علل کو اپنایا گیا تو پھر اتنی طویل کتابیں کیسے تیار ہوں گی۔ اور خلافت و ملوکیت جیسی نامی کتابیں کیسے وجود میں آئیں گی۔ ہم تو اللہ کے شکر گزار ہیں کہ عوام کے سامنے مؤرخین اور ان کے راویوں کے نجس چہرے سامنے آگئے۔

سب سے اوّل حوض پر حضرت علیؓ آئیں گے

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب سے پہلے حوض پر وہ آئے گا جو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا۔ یعنی علیؓ بن ابی طالب ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں۔

ابو معاویۃ الزعفرانی: امام احمد فرماتے ہیں ابو معاویۃ الزعفرانی حدیث میں کچھ نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔ بخاری و مسلم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث ردی ہوتی ہے۔ ابو زرعہ فرماتے ہیں کذاب ہے۔ ابو علی بن محمد کا بیان ہے کہ یہ حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۴۰

اس روایت کو ابو محمد الزعفرانی کی طرح سیف بن محمد نے بھی نقل کیا ہے اور سیف تو ابو معاویہ سے زیادہ بدمعاش ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۴۰

ذہبی نے میزان میں اس ابومعاویہ کے حال میں تحریر کیا ہے کہ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ نیشاپور اور بغداد جا کر اس نے حمید اور ابن عون سے روایات نقل کر کے بیان کیں۔ اس سے صنعانی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

عبدالرحمان بن مہدی اور ابوزرعہ نے اسے کذاب کہا ہے بخاری کا بیان ہے کہ اس کی حدیث بے کار ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ حاکم نے مستدرک میں اس کی ایک منکر حدیث نقل کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۵۹۳۔ نسائی لکھتے ہیں عبدالرحمان بن قیس الزعفرانی متروک الحدیث ہے۔ بدوی ہے۔ نیشاپور چلا گیا تھا۔ کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی ص ۶۰۔ دارقطنی لکھتے ہیں اس عبدالرحمان بن قیس الزعفرانی کی کنیت ابومعاویہ۔ بصرہ کا باشندہ ہے لیکن نیشاپور چلا گیا تھا۔ متروک ہے الضعفاء والمتروکین دارقطنی ص ۱۱۱

سیف بن محمد الکوفی۔ یہ سفیان ثوری کا بھانجا ہے۔ اس سے ترمذی نے روایات لی ہیں۔ یہ عاصم حول اور اعمش سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے محمود بن خداش احمد بن ابی سریج اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔

عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ سیف کذاب ہے۔ عثمان نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ کذاب خبیث ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ خود تو کذاب ہے۔ لیکن اس کا بھائی عمار ثقہ ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ دارقطنی وغیرہ کہتے ہیں متروک ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ سیف اور عمار ہر دو سفیان ثوری کے بھانجے ہیں لیکن دونوں قوی نہیں بلکہ قوی ہونے کے قریب بھی نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۲۵۶

دارقطنی لکھتے ہیں سیف بن محمد سفیان ثوری کا بھانجا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ اعمش حصین اور ثوری سے روایت کرتا ہے متروک ہے، الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۰۳۔ محشی حاشیہ لکھتے ہیں کہ امام احمد کہتے ہیں کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ نسائی کہتے ہیں متروک ہے

ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ ابن حبان کہتے ہیں انسان جب بھی اس کی حدیث سنے تو اسے اس کی گواہی دینی چاہیئے کہ یہ روایت سیف نے وضع کی ہے۔ حاشیہ کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی ص۱۰۳

نسائی لکھتے ہیں کہ سیف بن محمد ثقہ اور مامون نہیں ہے متروک ہے۔

کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۵

اے علیؓ تو میرا وارث ہے

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ تو میرا وارث ہے۔

غالباً ابن عباسؓ نے یہ بات حضرت علیؓ کے اٹھ جانے کے بعد کہی ہو گی ورنہ ہم نے تو تاریخ میں یہ پڑھا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو بصرے کی گورنری سے معزول کیا تو وہ بصرہ کا تمام خزانہ اپنے ساتھ لے گئے اور یہ بھی کہتے چلے گئے کہ ابھی تو میں نے اپنا حق وصول بھی نہیں کیا۔

اس لحاظ سے ابن عباسؓ خود کو وارث سمجھتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب عجم نے خفیہ اسکیم کے تیار ہوا۔ ورنہ شاید یہ اختلاف واقع نہ ہوتا۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ یہ روایت مامون کے زمانہ تک خلفاء بنی عباس میں چکر کاٹتی رہی۔ اور کسی عباسی کو یہ خیال نہیں آیا کہ وہ وراثت لوٹا دیتا۔ بلکہ جو اولاد علیؓ میں سے وراثت کا نعرہ لگا کر مقابلہ پر آ رہے تھے انہیں قتل کیا جاتا رہا۔

ابن الجوزی لکھتے ہیں یہ روایت ابن آزری نے تیار کی ہے۔ اور وہ کذاب تھا۔ موضوعات ج ۱ ص۳۴۶۔ ابن آزری صاحب کا حال ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے بقول حضورؐ نے معراج میں جنت کے سب پھل کھائے ان سے آپ کی پشت میں پانی تیار ہوا۔ واپس آ کر خدیجہؓ سے ہم بستر ہوئے اور فاطمہؓ وجود میں آئیں۔ اور چونکہ معراج ہجرت سے ایک سال

Marfat.com

قبل ہوئی جب کہ خدیجہ وفات پا چکی تھیں۔ لہذا پہلے آپ چراغ زیبا لے کر یہ تلاش کیجئے کہ فاطمہؓ کی والدہ کون ہیں۔

ثانیاً اس اعتبار سے جب فاطمہؓ ڈھائی سال کی ہوئیں تو حضرت علیؓ سے نکاح ہوا۔ اس طرح فاطمہؓ اپنے بیٹے حسنؓ سے بقول شیعہ زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین سال بڑی تھیں۔ اسے سنیو تم اب بھی نہیں سمجھے تو تم کو خدا سمجھے۔

علیؓ کی خلافت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں اس رات حضورؐ کے ساتھ تھا جس رات جنات آئے حضورؐ لمبے لمبے سانس لینے لگے اور فرمایا میرا سانس رک رہا ہے اے ابن مسعودؓ۔ میں نے عرض کیا تو آپ کسی کو خلیفہ بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کسے خلیفہ بناؤں۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے۔ جب ایک ساعت گزر گئی تو آپؐ نے پھر زور زور سے سانس لینے شروع کر دیئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ کیا بات ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے میرا سانس رکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا تو جلدی سے آپ خلیفہ بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کس کو میں نے عرض کیا علیؓ بن ابی طالب کو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم علیؓ کی اطاعت کرو گے تو سب کے سب جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

تاریخ میں لیلۃ الجن کے نام سے جو واقعہ مشہور ہے وہ ابتدائے نبوت میں ہے اور کوئی صحابی اس میں شریک نہ تھا۔ اگر آپؐ واقعتاً علیؓ بن ابی طالب کو اس وقت خلیفہ بنا رہے تھے تو خود سبائی بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ تو علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے لیکن لوگوں کے ڈر سے ایسا نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ خم غدیر کے موقعہ پر آپؐ کو ڈانٹ پلائی گئی تو آپ نے اعلان فرمایا۔ اور لیلۃ الجن کے موقعہ پر حضرت علیؓ خود بچہ تھے اور اس وقت تک وہ حضورؐ کے داماد بھی نہ بنے تھے۔ بلکہ بقول شیعہ حضرت فاطمہؓ بھی پیدا نہ ہوئی تھیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور تمام الزام مینا پر واقع ہوتا ہے۔

مینا:- وہ مینا عبد الرحمٰنؓ بن عوف کا غلام ہے حد درجہ غالی شیعہ تھا۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ مینا ثقہ نہیں۔ یہ تو اپنی ماں کی پیشاب گاہ چاٹتا تھا جبکہ اس نے صحابہ کرام کے بارے میں جو بولنا شروع کر دیا۔ ابو حاتم رازی کا بیان ہے یہ جھوٹ بولتا تھا۔ موضوعات ج ا صفحہ ۳۴۶۔ یہ غالی شیعہ تھا تمام ناقدین حدیث اس کے کذاب ہونے پر متفق ہیں۔ حاشیہ کتاب الضعفاء للدار قطنی صفحہ ۱۵۱ کتاب الضعفاء للنسائی صفحہ ۔

یہ تو عبد الرزاق بن ہمام کے دادا کا حال تھا۔ عبد الرزاق کا تفصیلی حال پہلے عرض کیا جا چکا ہے حتیٰ کہ یحییٰ بن معین جیسے سخت انسان بھی یہ کہتے تھے کہ اگر عبد الرزاق مرتد بھی ہو جائے تو ہم اس کی روایت ترک نہ کریں گے۔ غالباً ہمارے قارئین مرتد ہونے کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے لیکن یہ ضرور سوچتے ہوں گے کہ دادا اور اس کے پوتے کے حال سے تو ہم واقف ہو گئے لیکن درمیان کی کڑی یعنی باپ جان کا کیا حال ہے۔ کیونکہ یہ روایت اپنے باپ جان کے واسطے سے پیش کر رہے تھے تو اس کا حال بھی امام ذہبی کی زبانی سن لیجئے۔

ہمام:- یہ عبد الرزاق کے والد ہیں۔ ان سے عبد الرزاق کے سوا کسی نے روایت نہیں کی۔ ان کی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث محفوظ نہیں۔ میزان ج ۴ صفحہ ۳۰۷

اے علیؓ جب تم عائشہؓ پر غالب آؤ تو اسے امن کی جگہ پہنچا دینا

حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ عنقریب تیرے اور عائشہؓ کے درمیان ایک معاملہ پیش آئے گا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں یہ سن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے ساتھ۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ میں نے دوبارہ عرض کیا میرے ساتھ۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اس وقت تو میں بہت ہی بدبخت ہوں گا۔ آپؐ نے فرمایا

Marfat.com

نہیں۔ (یعنی تم بدبخت نہیں ہو گے) لیکن جب ایسا واقعہ پیش آئے تو عائشہؓ کو امن کی جگہ لوٹا دینا۔ مسند احمد ج ۶ ص ۳۹۳

ابو اسماء:- حضرت ابو رافعؓ سے یہ کہانی نقل کرنے والے ابو اسما مولیٰ بنی جعفر ہیں۔ اتفاق سے مجھے ان کا حال تلاش کے باوجود نہیں ملا۔

محمد بن ابی یحییٰ:- ابو اسماء سے یہ کہانی نقل کرنے والے محمد بن یحییٰ سمعان الاسلمی ہیں مدینہ کے باشندہ تھے۔ ان سے ان کے بیٹے ابراہیم اور قطان نے روایات لی ہیں۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ قطان نے اس پر کلام کیا ہے۔ میزان ج ۴ ص ۶۶

اس کے علاوہ کوئی اور محمد بن ابی یحییٰ مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔

فضیل بن سلیمان:- یہ نمیری بصری ہیں۔ ان سے اصحاب ستہ نے روایات لی ہیں۔ انہوں نے منصور بن ابی صفیہ، عمرو بن ابی عمرو اور موسیٰ بن عقبہ سے روایات لی ہیں۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ابو زرعہ کا بیان ہے کہ یہ کمزور ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کی چند احادیث گنوائیں جن میں غرابت پائی جاتی تھی۔ میزان ج ۳ ص ۳۶۱

رہے امام احمد کے استاد حسین بن محمد وہ بھی بہت سے ہیں جن میں سے کچھ ثقہ ہیں اور بیشتر ضعیف ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ روایت ابو اسماء مولیٰ بن رافع نے وضع کی ہے جس کا کوئی اتہ پتہ معلوم نہیں۔

پیتل کا بُت اکھاڑنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے یہاں تک ہم خانہ کعبہ پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا بیٹھ جاؤ اور آپ میرے مونڈھے پر چڑھ گئے میں آپ کو لے کر اٹھنے لگا۔ لیکن مجھے کمزوری محسوس ہوئی۔ آپؐ نیچے اتر آئے اور خود بیٹھ گئے۔ اور فرمایا میرے

Marfat.com

مونڈھے پر چڑھ جاؤ۔ میں آپ کے مونڈھے پر چڑھ گیا اور آپ مجھے لے کر کھڑے ہو گئے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں آسمان کے افق کو چھو لوں گا۔ حتیٰ کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر سوار ہو گیا۔ وہاں ایک پیتل یا تانبے کا بت تھا۔ میں نے اسے دائیں بائیں آگے پیچھے زور سے ہلایا یہاں تک کہ میں نے اسے اپنے قبضے میں کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اسے پھینک دو۔ میں نے اسے نیچے پھینک دیا۔ وہ اس طرح ٹوٹ کر ٹکڑے ہو گیا جیسے شیشہ چکنا چور ہو جاتا ہے۔ پھر میں نیچے اتر آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں دوڑتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ہم مکانوں کے درمیان روپوش ہو گئے۔ ہمیں ڈر تھا کہ کوئی ہمیں دیکھ نہ لے۔

ل مسند احمد ج ۱ ص ۱۴

واقعہ کی نوعیت سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ مکہ میں تھے۔ تبھی تو یہ صورت ہوئی کہ دوڑتے ہوئے نیچے اترے تاکہ بغیر کسی کے دیکھے گھروں میں روپوش ہو جائیں۔ یعنی آپ روپوش رہنا چاہتے تھے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مکہ میں اس قسم کی کوئی بات کی جاتی تو اس کا شبہ لازماً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا جاتا۔ لہٰذا یہ اصل واقعہ پر پردہ ڈالنے والی بات ہے۔ تاکہ لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھائی جا سکے کہ کعبہ کے بت اکھاڑنے والے سب سے پہلے علیؓ ہیں۔ حالانکہ اگر ہجرت سے قبل اس قسم کا حادثہ رونما ہوتا تو اہل مکہ آپ کو زندہ نہ بخشتے۔ لیکن راوی اس حقیقت کو بھول گیا۔

ہم پہلے حصہ میں بیان کر چکے ہیں کہ جس شخص کو حضورؐ نے کندھے پر اٹھایا تھا وہ علی بن زینبؓ تھے۔ علیؓ بن ابی طالب نہ تھے اور یہ واقعہ فتح مکہ کے وقت پیش آیا تھا۔ راویوں نے اس بات کو محسوس کر کے انہوں نے اس واقعہ کو حضرت علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ جوڑ دیا۔ لیکن قصہ گھڑتے وقت یہ بھول گئے کہ ہجرت سے قبل یہ ممکن ہی نہ تھا۔

۲۔ یہ بھی غور طلب ہے کہ پیتل یا تانبے کا بت یا برتن وہ کبھی شیشے کی طرح چکنا چور نہیں ہوتا۔ بے شک اس کی صورت و ہیئت تو بگڑ جائے گی لیکن وہ اس طرح ٹوٹتا نہیں۔ اور ہم حضرت علیؓ

Marfat.com

کو اتنا کم عقل تصور نہیں کرتے جو اتنی بات بھی نہ سمجھ سکتے ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس واقعہ کے راوی نے کبھی شیشے کا برتن بھی نہ دیکھا ہو۔ اور چونکہ ہم ہندوستان کے رہنے والے ہیں۔ ہم ان دھاتوں کی خصوصیات سے بھی واقف ہیں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کعبہ کی بلندی سے جو بت بنا کر چھپایا گیا تھا وہ شیشے کا بنا ہوا ہو۔ لیکن اس کی آواز اتنی ہیبت ناک ہوگی کہ قرب و جوار کے سینکڑوں لوگ اٹھ گئے ہوں گے۔

ابومریم :- حضرت علیؓ سے اس کہانی کو نقل کرنے والا ایک ابومریم ہے۔ جس کا حال یہ ہے کہ ہم ابھی تک اس کے حال سے باخبر نہیں ہو سکے۔

نعیم بن حکیم :- ابومریم سے یہ کہانی نقل کرنے والا نعیم بن حکیم ہے۔ اس کی روایات ابوداؤد میں مروی ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ ابومریم سے نعیم روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ ازدی کہتے ہیں اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ ابن سعد لکھتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی کا بیان ہے یہ قوی نہیں۔ میزان ج ۴ ص ۲۶۸

اسباط بن محمد القرشی :- کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کا تعلق موالی قریش سے ہے۔ اعمش اور ایک جماعت نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ اس سے امام احمد اور ابن نمیر وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ مصنفین صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔

ابن عمار موصلی کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے تین ہزار روایات سنی ہیں۔

یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ کہا ہے لیکن اہل کوفہ اسے ضعیف کہتے

نسائی کا بیان ہے کہ اس راوی میں کوئی حرج نہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے لیکن اس میں کچھ کمزوری پائی جاتی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اسے بسا اوقات وہم ہوتا ہے۔

حسن بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ابن مبارک سے اسباط اور ابن فضیل کے بارے میں دریافت کیا۔ وہ خاموش ہوگئے لیکن چند روز کے بعد جب مجھے دیکھا تو بولے اے حسن ہم اپنے ساتھیوں کو ان دونوں سے راضی نہیں پاتے۔

Marfat.com

ابن سعد کا بیان ہے کہ اس کا ۲۰ھ کی ابتداء میں انتقال ہوا۔ ہارون بن حاتم کا بیان ہے کہ یہ ۱۰۵ھ میں پیدا ہوا۔

آخری وصیتیں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ایک طباق لاؤں جس میں ایسی باتیں تحریر کر دی جائیں کہ امت آپ کے بعد گمراہ نہ ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خطرہ پیدا ہوا کہ حضور اس سے قبل ہی وفات نہ پا جائیں۔ لہذا میں نے عرض کیا آپ ارشاد فرمائیں میں ہوشمندی کے ساتھ یہ باتیں یاد رکھوں گا۔ آپ نے نماز، زکوٰۃ اور لونڈی غلاموں کے بارے میں وصیت کی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۹۰)

اصل میں تقیہ جزو ایمان ہے۔ لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے تقیہ کیا۔ اور عام باتوں کا حکم دے کر چلتا کر دیا۔ حالانکہ وفات کے وقت کچھ پوشیدہ امور بیان کرنے چاہیں تھے۔ لیکن اتفاق یہ پیش آیا کہ حضرت علیؓ وہاں موجود ہی نہ تھے۔ بخاری نے اسود بن یزید سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے ام المؤمنین عائشہؓ کے روبرو اس کا تذکرہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنا وصی بنایا ہے۔ انہوں نے فرمایا حضرت علیؓ کو کب وصیت کی تھی۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینہ سے لگائے بیٹھی تھی کہ آپ نے پانی کا طشت مانگا اور میری گود میں جھک پڑے مجھے معلوم بھی نہ ہو سکا کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ تو انہوں نے وصیت کس وقت کی تھی۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۸۲)

یعنی وفات کا آخری وقت حضرت عائشہؓ کے پاس گزرا۔

یہ بھی حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ام المؤمنینؓ کے سینہ پر ٹیک لگائے تھے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اپنے باپ ابوبکرؓ اور بھائی عبدالرحمانؓ کو بلا لے تاکہ میں ان کے لئے کچھ لکھ دوں میں نے اٹھنا چاہا لیکن آپ اپنے سہارے نہ بیٹھ سکے تو آپ نے فرمایا اچھا رہنے دے کیونکہ اللہ اور مسلمان ابوبکرؓ کے علاوہ کسی کو قبول نہ کریں گے

Marfat.com

اسی لئے تو میں نے عرض کیا تھا کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو دیکھ کر تقیہ کر لیا ہوگا۔ اور پھر صحابہ بھی تقیہ کرتے رہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو کبھی خلیفہ نہ بننے دیا۔ اور یہ تقیہ قاتلین عثمانؓ کے ذریعہ ختم ہوا تو چونکہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین تقیہ ہے۔ لہٰذا ہم آج تک اس پر عمل پیرا ہیں۔

سورۂ توبہ کا قصہ

زید بن یثیع نے حضرت ابوبکرؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اہل مکہ کے پاس سورت براءت دے کر روانہ کیا کہ یہ سورۃ اہل مکہ کو سنا دینا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا ننگے طواف نہ کرے اور جنت میں مسلم کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔ اور جس کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی مدت معین ہو تو وہ اپنی مدت تک رہ سکتا ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ابوبکرؓ لوگوں کو لے کر تین رات تک چلے۔ پھر آپ نے علیؓ سے فرمایا جاؤ ابوبکرؓ سے ملو اور اسے میرے پاس بھیج دو اور تم خود اہل مکہ کے سامنے اس اعلان کو پہنچاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ علیؓ نے یہی کیا۔

ابوبکرؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو رونے لگے اور بولے یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں کوئی نئی بات واقع ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تمہارے بارے میں خیر کے علاوہ کوئی بات نازل نہیں ہوئی لیکن مجھے حکم دیا گیا تھا کہ ان آیات کو میرے یا اس شخص کے علاوہ کوئی نہ پہنچائے جو مجھ سے ہو۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۳۔

زید بن یثیع الہمدانی:- حضرت علیؓ اور ابوذرؓ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے ابو اسحاق کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ اس کی روایات ترمذی اور مسند احمد میں پائی جاتی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۰۷۔

ذہبی نے اس کے علاوہ کچھ تحریر نہیں کیا لیکن میزان میں ذکر کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسے ضعیف سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمیں آج تک اس کی جتنی روایات نظر آئی ہیں ان سب کا

تعلق فضائل علیؓ سے ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی سبائی بچہ ہے۔

اتفاق سے اس روایت کا کوئی راوی ایسا نہیں ہے جو تشیع کے اثرات سے پاک ہو۔ لیکن ہمارے نزدیک ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابوبکرؓ جب درمیان راہ سے واپس آئے تو ان کے حج کا کیا ہوا۔ راوی اپنے شوق میں یہ بھی بھول گیا کہ اس طرح سے ابوبکرؓ ایک [illegible] ہو جاتے ہیں۔ اور اس [illegible] کا کہیں ذکر نہیں۔

ابن خلدون کی ایک دوسری روایت حنش نے حضرت علیؓ سے نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سورت براءت کی دس آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو بلایا اور انہیں اس کام کے لئے بھیجا کہ یہ آیات اہل مکہ کو سنائیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب کیا اور فرمایا تمہیں ابوبکرؓ جہاں ملیں ان سے دستاویز لے لینا اور اہل مکہ کے پاس لے جانا اور انہیں پڑھ کر سنانا۔ [illegible] میں جحفہ پہنچ کر ملا۔ ان سے وہ دستاویز لی۔ ابوبکرؓ وہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے [illegible] جبرئیل میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے فرمایا آپ کی طرف سے [illegible] رسالت یا تو آپ خود کریں گے یا آپ کے خاندان کا کوئی فرد کرے گا [illegible]

حنش:- اس روایت کو حضرت علیؓ سے نقل کرنے والا حنش [illegible] ہے جو حنش السبائی کے لقب سے مشہور ہے۔ دمشق [illegible] انتہا پسند [illegible] تھی۔ اسے ابن عبداللہ اور ابن علی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی [illegible] فرقے [illegible] متعصب ہو گیا تھا۔ بخاری کے علاوہ تمام اصحاب صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔

اس نے حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، فضالہؓ بن عبید اور دیگر لوگوں سے روایت کی ہے۔ اور اس سے بکر بن سوادہ، ابو کبیر الجلاحی، قیس بن الحجاج اور اہل مصر روایات لیتے ہیں۔

اسے ابو زرعہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو حاتم نے بھی اسے نیک کہا ہے لیکن [illegible]

کوایسے نبت نجتے نہیں دیکھی۔ اس نے سنہ میں افریقہ میں انتقال کیا۔

سماک!: اس کی کنیت ابوالمغیرہ ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

محمد بن جابر!: سماک سے نقل کرنے والا محمد بن جابر الیمامی الحیمی ہے۔ حبیب بن ابی ثابت قیس بن طلق اور یحییٰ بن ابی کثیر سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے اس کے اساتذہ میں سے ایوب اور ابن عون۔ سفیان اور شعبہ جو اس سے مقدم ہیں اور بعد کے لوگوں میں لوین مسدد اور اسحاق بن اسرائیل وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ قوی نہیں۔ ابوحاتم لکھتے ہیں اس کا آخر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اور اس کے لکھے ہوئے مسودات ضائع ہو گئے تھے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ اس سے بھی زیادہ بدمعاش ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں اس سے تو وہی احادیث روایت کرے گا جو اس سے زیادہ شری ہو گا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ دراصل یہ نابینا تھا۔ اس کی لکھی ہوئی یادداشتوں میں لوگ روایات ملاتے رہتے۔ اور جب اس کے سامنے ان روایات کا ذکر آتا وہ انہی کو بیان کرنا شروع کر دیتا۔
اسحاق بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن جابر سے ایک روز شریک کی ایک روایت کے بارے میں مذاکرہ کیا۔ تب نے اس کی دستاویز دیکھی تو دو سطروں کے درمیان عمدہ خط میں کچھ تحریر تھا۔

اس محمد بن جابر نے اعمش اور ابو الوداک کے واسطے سے حضرت ابوسعید سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ہم میں قائم ہو گا۔ ہم میں منصور ہو گا۔ ہم میں سفاح ہو گا اور ہم میں مہدی ہو گا۔ قائم کو خلافت ایسے ملے گی کہ ایک ڈھال بھی خون بہانا نہ پڑے گا جہاں تک منصور کا تعلق ہے اس کا کوئی جھنڈا لوٹایا نہ جائے گا۔ سفاح خوب مال اور خون بہائے گا۔ اور مہدی زمین اس طرح عدل سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم سے بھری ہو گی۔

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرے۔

تمیم بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible]

انہیں اس بات کا حکم دیا کہ لوگوں کو سورت برات پڑھ کر سنائیں۔

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ علیؓ نے ہمارے ساتھ مل کر قربانی کے دن سورت برات کا اعلان کیا۔ اور اس بات کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا ننگے طواف نہ کرے۔ (بخاری ج ۱ ص ۶۷)

اس روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نہ ابوبکرؓ واپس آئے تھے اور نہ حضرت علیؓ امیر کی حیثیت سے گئے تھے بلکہ صرف سورۂ برات سنانے کے لئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی برادری سسٹم قائم نہ تھا جس پر عمل پیرا ہونے کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا گیا ہو۔

اے اللہ اس آنے والے کو علیؓ بنا دے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ فرمایا

عنقریب تم پر ایک جنتی داخل ہوگا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے۔ پھر فرمایا عنقریب تم پر ایک جنتی جوان داخل ہوگا۔ جابرؓ کا بیان ہے کہ عمرؓ آگئے۔ پھر فرمایا عنقریب تمہارے پاس ایک جنتی آئے گا۔ پھر اس کے بعد فرمایا۔ اے اللہ اس آنے والے کو علیؓ بنا دیجئے۔ نیجتاً علیؓ آگئے۔

مسند احمد صفحہ ۳۸ ج ۳

اوّل تو اس روایت میں متعدد عیوب ہیں۔

۱۔ اس کا ایک راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب ہے۔ اس سے ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ ایک جماعت نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے بن محمد بن عقیل ضعیف ہے۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ امام مالک نے اپنی کتابوں میں ابن عقیل کا ذکر تک نہیں کیا لیکن احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ نے اسے حجت سمجھا ہے۔

ابوحاتم وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں کمزور ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں میں اسے حجت نہیں سمجھتا۔ ترمذی کہتے ہیں سچا آدمی ہے لیکن بعض حضرات نے حافظہ کے باعث اس پر کلام کیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کا حافظہ بہت ردی تھا۔ حدیث کو صحیح طور پر بیان نہ کر سکتا لہٰذا اس کی روایات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

ترمذی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ احمد بن حنبل۔ اسحاق بن راہویہ اور حمیدی اس کی حدیث کو حجت سمجھتے۔ لیکن علی بن المدینی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اس کی حدیث بیان نہ کرتے۔ کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ عبداللہ بن عقیل نیک شخص تھا۔ عابد تھا، فاضل تھا لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔ ابواحمد الحاکم کا بیان ہے کہ محدثین کے نزدیک یہ قابل اعتماد نہ تھا۔

ابوزرعہ کا بیان ہے کہ یہ سند میں اختلاف کرتا تھا۔ فسوی کا بیان ہے اگرچہ یہ سچا ہے لیکن اس کی حدیث میں ضعف ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۴۸۴

اس عبداللہ بن محمد بن عقیل سے یہ روایت شریک بن عبداللہ نے نقل کی ہے۔ اس کا

Marfat.com

ہم تفصیلی حال بیان کر چکے ہیں کہ یہ نہایت بدبودار قسم کا رافضی تھا۔ اور میرے نزدیک اس روایت میں تمام گڑبڑ اسی نے پھیلائی ہے۔ اور اصل روایت اس طرح مروی تھی۔

حضرت ابوموسیٰؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغیچہ میں داخل ہوئے۔ اور مجھے باغیچہ کی نگرانی کے لئے متعین فرمایا۔ اتنے میں ایک شخص اجازت طلب کرتا ہوا داخل ہوا۔ آپ نے فرمایا اسے اجازت دو اور جنّت کی بشارت دو۔ اچانک دیکھا تو وہ ابوبکرؓ تھے۔

پھر ایک اور شخص اجازت طلب کرتا ہوا حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اسے بھی اجازت دو۔ اور جنّت کی بشارت دو۔ دیکھا تو وہ عمرؓ تھے۔ پھر ایک اور شخص اجازت طلب کرتا ہوا حاضر ہوا۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا اسے بھی اجازت دو اور ایک بڑی آزمائش کے بعد جنّت کی بشارت دو۔ اتفاق سے وہ عثمانؓ بن عفان تھے۔ بخاری ج ا صـ۵۲۲۔

شریک نے پہلی گڑبڑ تو یہ کی کہ روایت کو ابوموسیٰؓ کے بجائے جابرؓ کی جانب منسوب کر دیا اور عثمانؓ کی بجائے علیؓ کا نام لے دیا حالانکہ ایک اور روایت ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکرؓ کے برابر کسی کو نہ سمجھتے۔ ان کے بعد پھر عمرؓ پھر عثمانؓ اور اس کے بعد ایک صحابی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہ دیتے تھے۔ بخاری ج ا صـ۵۲۳

الغرض اس روایت میں عثمانؓ کے بجائے علیؓ کا نام شریک بن عبداللہ نے اپنی جانب سے لگایا ہے۔ کیونکہ ابوداؤد والرہاوی نے اس سے یہ عقیدہ نقل کیا ہے۔ "کہ علیؓ خیرالبشر ہیں اور جس نے اس سے انکار کیا اس نے کفر کیا" اس لحاظ سے یہ بھی اس کی کرم فرمائی ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام باقی رہ گیا۔

اللہ اعلیٰ ہے اور علیؓ علی ہیں

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور علیؓ نور سے پیدا کئے گئے تھے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا اس سے دو ہزار سال قبل ہم عرش

Marfat.com

کے دائیں طرف تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ہمیں مردوں کی پشتوں میں ڈال دیا۔ چنانچہ ہمیں عبدالمطلب کی پشت میں کیا۔ پھر ہمارے نام اپنے نام سے وضع کیے۔ پس اللہ محمود ہے میں محمدؐ ہوں اور اللہ اعلیٰ ہے اور علی علیؑ ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کو جعفر بن احمد بن علی بن بیان نے وضع کیا ہے۔

جعفر بن احمد ابن یہ رافضی تھا۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ ہمیں اس امر کا یقین ہے کہ یہ جعفر احادیث وضع کرتا۔ الموضوعات ج ۱ ص ... اور لطف یہ ہے کہ اس جعفر کا دادا بھی علی تھا۔

ذہبی میزان الاعتدال ج ۱ رقمطراز ہیں۔

جعفر بن احمد بن علی بن بیان بن زید بن سیابہ۔ اس کی کنیت ابوالفضل ہے۔ یہ ابن ابی العلا کی نسبت سے مشہور ہے۔ ابن عدی نے اس کا نسب بیان کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ میں نے ۳۰۰ھ اور ۳۰۴ھ میں اس سے روایات لکھی تھیں اور میرا خیال ہے کہ اسی سن میں اس کا انتقال ہوا اس نے بہت سی موضوع احادیث بیان کی ہیں ہم اس پر وضع حدیث کا الزام لگاتے بلکہ ہمیں اس امر کا یقین ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا۔ یہ رافضی تھا۔

ابن یونس کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا۔ احادیث وضع کیا کرتا۔

اس کے بعد ذہبی نے اس کی منکرات پیش کیں۔ میزان ج ۱ ص ۴۰۸

صدیق اکبر حضرت علیؓ ہیں

جعفر بن محمد نے اپنے باپ دادا کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔ آپؐ نے فرمایا میثاق (الست) میں میرے روبرو میری امت ذرّوں کی شکل میں پیش کی گئی مجھے پیش ہونے والوں کے نام بھی بتائے گئے اور ان کے باپوں کے نام بھی۔ تو سب سے اوّل جو مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تصدیق کی وہ علیؓ بن ابی طالب تھے۔ لہٰذا دنیا میں بھی

Marfat.com

مجھ پر سب سے اوّل ایمان لانے والا اور میری تصدیق کرنے والا علیؓ ہے۔ لہٰذا یہی صدیق اکبر ہے۔

یعنی یہ سنیوں کا ایک فریب ہے کہ انہوں نے ابوبکرؓ کو صدیق اکبر بنا لیا۔ ابن جوزی کا بیان ہے ہمیں اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ روایت جناب ذارع نے تیار کی ہے۔

ذارع :- اس کا نام احمد بن نصر ہے ذارع کے لقب سے مشہور ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ کذاب تھا احادیث وضع کیا کرتا تھا موضوعات ج ۱ ص ۳۴۳

ذہبی لکھتے ہیں اس نے ایسی احادیث روایت کی ہیں جو منکر ہیں۔ جو اس کے ضعیف ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ دجال ہے۔ اس کی کنیت ابوبکر ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی متعدد موضوع روایات نقل کیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۶۱

صدقۃ بن موسیٰ بن تمیم :- یہ اپنے باپ کے واسطے سے حماد بن سلمہ سے بھی روایات نقل کرتا ہے۔ ذہبی اس سے بجز ذارع کے کسی نے روایت نہیں لی۔ اور وہ کذاب ہے۔ بلکہ ذارع اکثر روایات اسی سے نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۱۳

ہمیں سبائی برادری سے صرف یہ سوال کرنا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو حضرت علیؓ نابالغ تھے اور نابالغ کا ایمان اور عدم ایمان قابل مواخذہ نہیں ہوتا۔ اگر اس بات پر حضرت علیؓ کے ایمان کو اتنا ہی اچھالنا ہے تو حضورؐ کی صاحبزادیاں کس زمرے میں شمار ہوں گی۔

رہا صدیق اکبر ہونے کا مسئلہ تو اگر وہ اس وقت بالغ ہوتے تو شاید یہ مسئلہ کبھی حل ہو جاتا۔ جب کہ بیان کرنے والے یہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان ۲ھ میں جنگ بدر کے وقت حضرت علیؓ کی عمر ۲۲ سال تھی تو اعلان نبوت کے وقت ان کی عمر پانچ سال ہوئی۔ ہاں بقول ملا باقر جب وہ پیدائش کے تیسرے دن سورۃ المؤمنون کو اس وقت تلاوت کر سکتے ہیں جب کہ حضورؐ کو ابھی نبوت بھی نہ ملی تھی تو اس لحاظ سے بے شک وہ پہلے مومن ہوں گے۔ لیکن اس صورت میں اشکال یہ واقع ہوگا کہ بقول ملا باقر ان کی والدہ تو اس وقت ایمان لے آئیں تھیں جب حضرت علیؓ پیدا بھی

Marfat.com

نہ ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے سب سے پہلی مومنہ فاطمہؓ بنت اسد ہوئیں۔

یہ روایت ابزاری نے ابن عباسؓ سے بھی نقل کی ہے ان کے الفاظ ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ بات کہتے سُنی۔ علیؓ کو کچھ کہنے سے باز رہو کیونکہ علیؓ میں کچھ ایسی خصلتیں ہیں کہ آل خطاب میں ان میں سے ایک بھی ہوتی تو وہ مجھ پر سورج طلوع ہونے سے بہتر ہوتی۔

صورت حال یہ ہے کہ میں، ابوبکرؓ اور ابوعبیدہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ گئے اور اُم سلمہؓ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ اور علیؓ اس وقت دروازے پر سو رہے تھے۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے سے آئے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا وہ ابھی تمہارے پاس آئیں گے۔

اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ہم آپ کی طرف بڑھے آپ نے حضرت علیؓ پر ٹیک لگا لی۔ پھر علیؓ کے مونڈھے پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا۔

اے علیؓ تو جھگڑنے والا ہے اور تجھ سے لوگ جھگڑیں گے۔ پہلی بات تو تو سب سے اول ایمان لایا۔ تو اللہ کے دنوں کو سب سے زیادہ جانتا۔ تو سب سے زیادہ عہد پورا کرنے والا۔ سب سے زیادہ تقسیم کرنے والا، رعیت پر سب سے زیادہ مہربان، اخلاق کے لحاظ سے تو سب سے زیادہ عظیم، تو میرا بازو، مجھے غسل دینے والا، مجھے دفنانے والا، ہر سخت اور مکروہ کام میں سب سے آگے اور میرے بعد تو کافر نہ بنے گا (اگرچہ بقیہ صحابہ سب کافر ہو جائیں گے۔) تو لواء الحمد لے کر میرے آگے چلے گا۔ اور تو لوگوں کو میرے حوض سے ہٹائے گا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب علیؓ کی وفات ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ زندگی گذارنے میں کشادہ ہاتھ۔ مفلسوں پر مال خرچ کرنے والے۔ تنزیل کے عالم۔ تاویل کے فقیہ اور ہم عصروں میں سب سے بہتر تھے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث باطل ہے۔ اور یہ ابزاری کی تیار کردہ ہے۔ اور وہ کذاب تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۴۴۔

Marfat.com

ذہبی حسن بن عبید اللہ الابزاری کے حالات میں لکھتے ہیں۔ اس سے ابن جہضمی نے روایت لی ہے۔ یہ کذاب ہے۔ اس کے پاس تو حیا بھی کم تھی۔ ذہبی مزید لکھتے ہیں کہ اس کا اصل نام حسن بن عبید اللہ نہیں۔ بلکہ حسین بن عبید اللہ ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۰۲

پھر ذہبی حسین بن عبید اللہ بن الخصیب الابزاری البغدادی کے حال میں ترجمہ کرتے ہیں کہ یہ ہناد بن السری وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ احمد بن کامل کا بیان ہے کہ یہ کذاب تھا۔

اس کے کذب و اختراع میں سے یہ روایت بھی ہے کہ جس رات مجھے معراج ہوئی جبرئیل مجھے جنت میں لے کر گئے۔ اور جنت کے سب پھل کھلائے۔ جس سے میری پشت میں پانی پیدا ہوا۔ نتیجۃً خدیجہؓ فاطمہؓ سے حاملہ ہوئیں۔ جب میں فاطمہؓ کو پیار کرتا ہوں تو مجھے ان پھلوں کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۴۲۔

معراج ہجرت سے ایک سال پیشتر ہوئی۔ جب حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ تو پہلے تو ہمیں یہ بتایا جائے کہ فاطمہؓ کی ماں کون ہیں۔ اور جب فاطمہؓ کا حمل معراج کے بعد ٹھہرا تو ہجرت سے دو ایک ماہ قبل فاطمہؓ پیدا ہوئیں یعنی جب حضرت علیؓ کے نکاح میں گئیں تو ان کی عمر دو سال تھی اور جب ان کے صاحبزادے حسنؓ پیدا ہوئے تو ان کی عمر تین سال تھی۔ تو بات یہ ہے کہ یہ سبائی ہیں اور کہانیاں گھڑ لائے ہیں۔ لہٰذا اب عمر عائشہؓ کے بجائے یہ مسئلہ پیدا ہوگا کہ کیا حضرت فاطمہؓ تین سال کی تھیں جب ان کے بچہ پیدا ہوا؟

یہ روایت حضرت ابوذرؓ سے بھی مختلف الفاظ میں مروی ہے۔ جس کے الفاظ ہیں کہ میں نے علیؓ بن ابی طالب کے لئے حضورؐ کو یہ فرماتے سنا۔

اے علیؓ تو سب سے پہلے مجھؐ پر ایمان لایا اور تو قیامت کے روز سب سے اوّل مجھؐ سے مصافحہ کرے گا۔ تو ہی صدیق اکبر ہے۔ تو ہی فاروق ہے جو حق و باطل میں فرق کرتا ہے۔ اے علیؓ تو مومنین کا چھتّہ ہے اور مال کافروں کا چھتّہ ہوتا ہے (لہٰذا ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ اور تمام مہاجرین و انصار چونکہ مال دار ہیں۔ لہٰذا کافر ہیں بلکہ ہر وہ شیعہ بھی کافر ہے جس کے پاس مال ہو)۔

Marfat.com

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ اس روایت کا راوی

عباد بن یعقوب: ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ مشہور لوگوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے لہذا مستحق ترک ہے۔

علی بن ہاشم: اس کا ایک راوی علی بن ہاشم ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ مشہور لوگوں سے منکر روایت نقل کرتا ہے۔ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔

محمد بن عبید اللہ: اس کا ایک راوی محمد بن عبید اللہ ہے۔ یحیی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ عباد بن یعقوب سے بخاری نے بھی اپنی صحیح میں روایات لی ہیں۔ موضوعات ج ۱ صفحہ ۳۹۶۔

ہم عباد بن یعقوب اور محمد بن عبید اللہ کا حال پہلے تفصیلاً پیش کر چکے ہیں۔ لہذا علی بن ہاشم کا حال ملاحظہ ہو۔

علی بن ہاشم بن البرید: اس کی کنیت ابو الحسن ہے کوفہ کا باشندہ ہے خزاز ہے۔ قریش کا غلام ہے۔ ہشام بن عروہ وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔

اس سے امام احمد اور ابن ابی شیبہ کے دونوں بیٹوں نے روایات لی ہیں۔ اس کی مرویات بخاری کے علاوہ تمام صحاح میں پائی جاتی ہیں۔

یحیی بن معین وغیرہ کا بیان ہے یہ ثقہ ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں ثقہ ہے لیکن شیعہ ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ خود بھی اور اس کا باپ دونوں غالی شیعہ ہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ تھا ثقہ لوگوں کے نام سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ اس کے غلو فی التشیع کے باعث بخاری نے اس کی روایات سے اجتناب کیا۔ وہ اکثر رافضیوں سے اجتناب کرتے ہیں گویا انہیں تقیہ کا خوف لاحق رہتا ہے۔

جعفر بن ابان کا بیان ہے کہ میں نے ابن نمیر کو یہ کہتے سنا کہ علی بن ہاشم تشیع میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔ منکر الحدیث تھا۔ میزان ج ۳ ص ۱۶۰

Marfat.com

اے علیؓ میرا اور تیرا جھگڑا نبوت میں ہے

حضرت معاذ بن جبل کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اے علیؓ میں تجھ سے نبوت میں جھگڑا کروں گا کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اور نبوت اور ولایت میں اصل جھگڑا نبوت کا ہی رہتا ہے اور اس سے مومنوں کے پاس تو کچھ نہیں رہتا سب کچھ نبی لے جاتا ہے، اور تو لوگوں سے سات چیزوں میں جھگڑے گا اور قریش میں سے کوئی شخص بھی تجھ سے جھگڑ نہیں سکے گا۔ تو ان سب سے پہلے ایمان لایا اور پیدائش کے لحاظ سے ان سب میں تو عہد الٰہی کو ان میں سب سے زیادہ پورا کرنے والا ہے اور تو سب سے زیادہ امر الٰہی پورا کرنے والا ہے سب سے زیادہ امر خدا پر قائم رہنے والا، سب سے زیادہ برابر تقسیم کرنے والا، سب سے زیادہ رعیت کے معاملے میں عادل، سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا اور قیامت کے روز اللہ کے نزدیک بلحاظ مرتبہ سب سے بلند ہوگا۔

ہمارے نزدیک مذہب سبائیہ میں حضرت علیؓ کا مقام سب سے بلند و بالا ہے۔ ... جبرائیل ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اس لئے حضورؐ کی غیر حاضری میں ... علیؓ کے پاس وحی لاتے رہے۔ اور اس طرح سے چالیس پاروں کا قرآن ... میں کم کر کے وہ وحی تو ہم کو ... میں نہیں آئیں جو حضرت علیؓ پر نازل ہوتی رہیں ... کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اور اس کے وضع کرنے کا الزام

بشر بن ابراہیم پر ہے۔ ابن عدی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۴۳

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ یہ بشر بن ابراہیم انصاری ہے۔ اس پر فالج گر گیا تھا۔ ابو عمرو اس کی کنیت ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ اوزاعی سے ایسی موضوع روایات نقل کرتا ہے جنہیں اور کوئی نقل نہیں کرتا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میرے نزدیک اس کا شمار احادیث وضع کرنے والوں میں ہوتا

Marfat.com

بن حبان کا بیان ہے کہ اس سے علی بن حرب نے حدیث روایت کی ہے اور دراصل یہ ان لوگوں میں سے ہے جو ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتے ہیں۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی متعدد موضوع روایات نقل کیں جن میں سے پہلی روایت تو یہ ہے کہ جب حضور کسی کام کا ارادہ کرتے تو اپنی انگلی میں دھاگا باندھ لیتے اور آخری روایت وہ ہے جو ہم نے پیش کی۔ میزان ج ۱ ص ۳۱۱

غالباً اسی باعث آج کل بہت سے افراد کرتے کے دامن میں یا رومال میں گرہ باندھ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں اس سے بات یاد آجائے گی۔

حضرت علیؓ کی محبت شجر وحجر پر لازم ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم ایک روز بازار میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ایک تربوز دیکھا۔ انہوں نے ایک درہم نکال کر بلالؓ کو دیا اور ان سے کہا یہ تربوز لے لو۔ بلالؓ نے وہ تربوز خرید لیا۔ پس حضرت علیؓ چلے اور ان کے ساتھ ہم بھی چلے حتیٰ کہ انکے مکان پر پہنچ گئے۔ بلالؓ تربوز لے کر آئے علیؓ نے ان سے تربوز لے لیا اور اسے کاٹا۔ پھر اسے چکھا تو وہ کڑوا تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اے بلالؓ یہ تربوز لو اور اسے لوٹا کر ہمارا درہم لے کر آؤ۔ تاکہ میں تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں۔ جب بلالؓ واپس آگئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا اے بلالؓ مجھ سے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور اس وقت آپؐ کا ہاتھ میرے مونڈھے پر تھا۔

اے ابوالحسن اللہ تعالیٰ نے تیری محبت ہر بشر، ہر درخت، ہر پھل اور ہر جنگل پر لازم کردی ہے۔ جو تیری محبت کو قبول کرے گا وہ میٹھا ہوگا اور مزیدار ہوگا۔ اور جو شئے تیری محبت قبول نہ کرے گی وہ خبیث ہوگی اور کڑوی ہوگی۔ اور میرا خیال ہے کہ اس تربوز نے میری محبت کو قبول نہیں کیا۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس روایت کا واضع برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہے۔ کیونکہ عہد وپیمان ان چیزوں سے لئے جاتے ہیں جن میں عقل ہو گویا اس روایت کے واضع کو اتنی بھی عقل نہ تھی۔

Marfat.com

جندی: اس روایت کا راوی ابوالحسن احمد بن محمد بن عمران بن موسیٰ ہے جو جندی کے لقب سے مشہور ہے ابوبکر خطیب کا بیان ہے کہ وہ روایت میں ضعیف سمجھا جاتا اور اس کے مذہب پر بھی اعتراض ہے۔ میں نے اس ابن جندی کے بارے میں ازہری سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا یہ کچھ نہیں۔ عتیقی کا بیان ہے یہ تشیع میں مشہور تھا۔ موضوعات ص ۲۶۹

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں یہ بغداد میں ابن صاعد کا آخری شاگرد ہے۔ شیعہ ہے۔ خطیب کہتے ہیں یہ روایت میں بھی ضعیف تھا اور اس کے مذہب پر بھی اعتراض تھا۔ ازہری کا بیان ہے کہ یہ کوئی شئے نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ بغوی سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے تنوخی نے روایت لی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۲۸

اچھا ہوا کہ ہمیں بھی ایک نئی پہچان کا علم ہو گیا۔ اب جو بھی پھل کڑوا نکلا تو ہم یہی سمجھ جائیں گے کہ یہ حضرت علیؓ کا دشمن ہے اور اگر میٹھا نکلا تو ہم اسے حضرت علیؓ کا محب سمجھ کر مزے سے کھائیں گے اور اللہ کا شکر ادا کریں گے کہ حضرت علیؓ کے طفیل میں میٹھا پھل حاصل ہو۔

حوض کوثر پر حضرت علیؑ کا جھنڈا

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حوض کوثر پر امیر المومنین اور وہ لوگ جن کے ہاتھ پاؤں سپید ہوں گے ان کے امام علیؓ بن ابی طالب کا جھنڈا حوض کوثر پر آئے گا میں اپنی جگہ سے کھڑا ہوں گا اور علیؓ کا ہاتھ پکڑوں گا جس سے ان کا چہرہ اور ان کے ساتھیوں کے چہرے سپید ہو جائیں گے۔ میں ان سے پوچھوں گا میرے بعد تم نے ثقلین کے ساتھ کیا کیا۔

وہ جواب دیں گے کہ ہم نے اس میں سے بڑی شئے کی اتباع کی اور اس کی تصدیق کی اور چھوٹی چیز کی زیارت کی، اس کی مدد کی اور اس کے ساتھ مل کر قتل کیا اگرچہ بعد میں اسے شہید بھی کر دیا تو میں جواب دوں گا تم خوب سیراب ہو کر پانی پیو۔ اس کے بعد تم کبھی پیاسے نہ ہو گے۔ ان کے چہرے کا اگلا حصہ طلوع ہونے والے سورج کی طرح چمکتا ہو گا ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی مانند چمکتے ہوں گے یا آسمان کے سب سے روشن

Marfat.com

ستارے کی طرح ۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح نہیں۔ دراصل یہ کوفہ سے تیار ہو کر نکلی ہے۔ اس کی سند بالکل تاریک ہے۔ موضوعات ج ا ص ۲۸۹ میں نے جب اس روایت کی سند پر غور کیا تو اس میں دو ہستیاں بھی پہچانی گئی ہیں جن میں سے ایک ہستی مشہور زمانہ مورخ مسعودی کی ہے۔

ابو عبدالرحمان المسعودی

اس شخص کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے۔ اس کا نام عبداللہ بن عبدالملک ہے اور تاریخ میں مسعودی کے لقب سے مشہور ہے اس کی تاریخ کا ترجمہ ابن ایام سعید مکی نے شائع کیا ہے۔

عقیلی کا بیان ہے کہ یہ مسعودی عبداللہ بن مسعود کی اولاد میں سے ہے یہ خالص شیعہ ہے اس پر اعتراضات ذہبی میزان ج ۲ ص ۶۵ اس کے جد ذہبی میزان کی چوتھی جلد میں اس پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس کا نام عبداللہ بن عبدالملک ہے۔ اس سے فتنوں کے سلسلہ میں ایک روایت مروی ہے جو اس سے عباد بن یعقوب الرواجنی الرافضی نے نقل کی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی روایت پر اعتراض ہے یہ شیعہ تھا۔

اس نے زید بن وہب الجہنی سے نقل کیا ہے کہ ہم حضرت حذیفہؓ کو گھیرے بیٹھے تھے اس حال میں انہوں نے فرمایا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تمہارے نبیؐ کے اہل بیت دو حصوں میں بٹ جائیں گے اور ایک دوسرے کو تلوار سے قتل کرتے ہوں گے۔ ہم نے پوچھا کہ اے ابو عبداللہ ایسا ہوگا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا۔ میں نے عرض کیا۔ پھر میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا اس فرقہ کو دیکھو جو علیؓ کی طرف دعوت دیتا ہو اور اس کو لازم پکڑ لو۔ ذہبی کہتے ہیں یہ حدیث جھوٹ ہے میزان ج ۴ ص ۵۳۶

ہم تو آج تک تاریخ میں یہ تلاش نہ کر سکے کہ حضرت علیؓ کے دور میں اہل بیت کے کون سے دو فرقے بن گئے تھے جو ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے۔ رہے حضرت حذیفہؓ انہوں نے بخاری میں روایت کیا کہ ایک دور وہ آئے گا جب لوگ فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے اور کوئی امام نہ ہوگا۔ لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے حذیفہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ میں اس وقت کیا کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کسی درخت کی جڑ میں بیٹھ جانا اور اسے دانتوں سے تھام لینا حتی کہ تجھے موت آجائے۔

Marfat.com

حضرت عبد [illegible] نے [illegible] امیر المومنین عثمانؓ شہید کر دیئے گئے اور [illegible]

[illegible] رایت [illegible] [illegible] حق رہا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حارث ابن حصیرہ

[illegible]

[illegible] بن [illegible] اور عبد اللہ بن [illegible] روایات نقل کی ہیں

ابو احمد [illegible] کا بیان ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا [illegible]

اس نے [illegible] کا بیان ہے جس پر زید بن علی پھانسی دئے گئے تھے [illegible]

ابن عدی کا بیان ہے کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جا سکتی ہے [illegible]

میں داخل ہے [illegible] کا بیان ہے کہ میں نے جریر سے دریافت کیا تو انہوں نے حارث [illegible]

نے کہا ہاں ایک بہت بوڑھا تھا اکثر خاموش رہتا لیکن ایک بڑی بات پر [illegible]

مسعودی نے اس سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں [illegible]

میرے بعد یہ باتیں کہے وہ کذاب ہے۔ ابوحاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ آزاد کردہ شیعہ [illegible] اگر سفیان ثوری

اس سے یہ روایت نہ لیتے تو اس کی روایت بالکل ترک کر دی جاتی [illegible] ص ۲۴۲

اس سے جہاں اس روایت کی حیثیت ظاہر ہوئی وہاں یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ [illegible] مسعودی کا [illegible]

قیامت کے روز میرا جھنڈا علیؓ کے ہاتھ میں ہوگا

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابو برزہؓ اسلمی کو بلانے بھیجا [illegible]

آگئے تو آپ نے ان سے فرمایا۔ اے ابو برزہ اللہ تعالے نے مجھ سے علی بن ابی طالب کے بارے میں چند عہد لئے ہیں اور فرمایا

Marfat.com

کہ علیؓ ہدایت کے رہبر ہیں ایمان کے منارے ہیں اور میرے اولیاء کے امام ہیں، اے ابوبرزہؓ علیؓ بن ابی طالب کل قیامت کے روز میرے امین اور میرا جھنڈا اٹھانے والے ہوں گے اور میرے پروردگار کی رحمت کے خزانوں کی چابیاں علیؓ کے ہاتھ میں ہوں گی۔

اس کا راوی لاہز بن عبداللہ ہے۔

لاہز بن عبداللہ ابوبکر الخطیب کا بیان ہے کہ اس داستان کو لاہز کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ابوالفتح الازدی فرماتے ہیں لاہز ثقہ نہیں اور نہ یہ شخص مامون ہے۔ بلکہ یہ مجہول ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ لاہز مجہول ہے۔ ثقہ راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ اس نے حضرت علیؓ کی فضیلت میں ایک روایت نقل کی ہے۔ اور یہ تمام آفت اسی کی ڈھائی ہوئی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک روایت حضرت جابر بن سمرہؓ سے بھی ان الفاظ میں مروی ہے کہ صحابہ نے دریافت کیا یارسول اللہ قیامت کے روز آپ کا جھنڈا کون اٹھائے گا آپ نے فرمایا جو شخص دنیا میں اٹھاتا تھا یعنی علیؓ بن ابی طالب۔

اس روایت کا راوی ناصح ہے۔

ناصح بن عبداللہ المحلمی یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ یہ ناصح ثقہ نہیں ہے اور کبھی فرمایا یہ کچھ نہیں فلاس کا قول ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے ابن حبان کہتے ہیں یہ مشہور لوگوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے ابواحمد بن عدی کا بیان ہے کہ یہ کوفہ کے شیعہ طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ابوبکر بن مردویہ نے اس حدیث کو متعدد سندات سے نقل کیا ہے۔ جس میں ایک بھی صحیح نہیں۔ اور مجھے اس حافظ حدیث (ابوبکر بن مردویہ) پر حیرت ہے کہ جب وہ جانتا ہے کہ یہ روایت باطل ہے پھر بھی اس روایت کو نقل کرتا ہے اور جو کچھ جانتا ہے اسے ظاہر بھی نہیں کرتا۔ یہ شریعت میں خیانت ہے موضوعات ج ۱ ص ۳۸۹

ذہبی لکھتے ہیں۔ ناصح بن عبداللہ الکوفی المحلمی الحائک۔ اس سے ترمذی نے روایات لی ہیں۔ یہ سماک بن حرب اور یحیٰی بن ابی کثیر سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے عبداللہ بن صالح العجلی اور اسماعیل بن عمرو البجلی وغیرہ نے روایت لی ہیں۔

Marfat.com

نسائی وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے فلاس کہتے ہیں متروک ہے۔

ابن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں اور ایک بار کہا یہ ثقہ نہیں ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ عبارت ہزار لوگوں میں سے تھا۔ اس نے ایک روایت تو وہ نقل کی ہے جو سطور بالا میں گذر چکی ہے اور ایک روایت حضرت سلمانؓ کی یہ ہے کہ میں نے عرض کیا ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے۔ اب آپ کے بعد آپ کا وصی کون ہوگا؟ آپ کچھ دیر تو خاموش رہے پھر فرمایا اے سلمان میرا وصی میرے راز کا نگہدار اور جن لوگوں کو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو میرے وعدوں کو پورا کریگا۔ اور میرا قرض ادا کرے گا وہ علی بن ابی طالب ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ خبر منکر ہے میزان ج ۱ ص

بغضِ علیؑ کے باعث اس امت سے بارش روک لی جائے گی

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اس لیئے بارش روکتا تھا کہ وہ اپنے انبیاء کے بارے میں بری رائے رکھتے تھے اور اس امت سے علی بن ابی طالبؑ کے بغض کے باعث بارش روکے گا۔

حسن بن علی ابن جوزی کا بیان ہے کہ ابن عدی کا کہنا ہے کہ یہ روایت میرے نزدیک حسن بن علی الطہرانی نے وضع کی ہے کیونکہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اور عبدانؔ کا بیان ہے کہ یہ حسن کذاب تھا۔

ہم تو صرف اتنی بات جانتے ہیں کہ اس روایت کے راوی خواہ فرشتہ ہی کیوں نہ ہوں لیکن ادریس نامی راوی جو یہ داستان عباسؓ سے نقل کر رہا ہے وہ عکرمہ ہے جو مشہور خارجی ہے وہ حضرت علیؑ کو مسلمان کہنے والوں کو بھی کافر کہتا تھا اور ان کا قتل واجب سمجھتا تھا۔ اس داستان کو سننے اور سنانے والے خود ہی اس کا فیصلہ کرلیں کہ ان تینوں میں سے کون زیادہ جھوٹا ہے عکرمہ یا یہ قصہ وضع کرنے والے یا اس قصہ کو سچ ماننے والے۔

ابوسعید التستری

ذہبی کا بیان ہے یہ روایت باطل ہے اسے حسن بن عثمان نے محمد بن حماد الطہرانی سے نقل کیا ہے۔ اس کی کنیت ابوسعید التستری ہے۔

Marfat.com

اور یہ مشہور کذاب ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۱۲۔

یہیں مشہور ہے کہ ابن عقدہ نے ایک اور مقام پر اسے امام وقت قرار دیا ہے۔ ابن ابی الفوارس نے بھی اسے ثقہ کہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس پر غلطی کا الزام تو قائم کیا جا سکتا ہے لیکن اس پر وضع حدیث کا الزام کسی نے نہیں لگایا۔ بلکہ اس کو واضع

حسن ابن عثمان ہے۔ کیونکہ اس کی ایک اور روایت کو ابن عقدہ اور ذہبی نے بہتان قرار دیا ہے۔ محمد بن حماد نے اسے عبدالرزاق بن ہمام سے نقل کیا ہے جو کٹر رافضی ہے اور وہی خرافات اس نے روایت کی ہیں۔ ہم اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کر چکے ہیں۔

تازہ کھجوروں کی شاخ

حضرت براءؓ بن عازب کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کھجوروں کی اس تازہ شاخ کو پکڑنا چاہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لگائی ہے وہ علیؓ بن ابی طالب کی محبت کو لازم پکڑے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ اس کا ایک راوی

اسحاق بن ابراہیم ازدی کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۸۹ یہ اسحاق بن ابراہیم الواسطی ہے جس سے بخاریؒ نے روایت لی ہے۔ ابن عدی اور ازدی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ دراصل یہ اسحاق بن ابراہیم بن یعقوب بن عباد بن العوام ہے میزان ج ۱ ص ۱۸۰ جو اسحاق بن ابراہیم الواسطی کے لقب سے مشہور ہے۔

علیؓ سے بغض رکھنے والا خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی

بہزؒ بن حکیم نے اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا جس کی موت اس حال میں ہوئی کہ اس کے دل میں علیؑ بن ابی طالب کا بغض ہو خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور اس کا الزام

علی بن قرین

پر ہے عقیلی کا بیان ہے کہ اس نے یہ روایت وضع کی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ وہ کذاب ہے خبیث ہے۔ بغوی کا بیان ہے کہ یہ جھوٹ بولتا تھا۔ موضوعات [illegible] ۲۸۹

ذہبی رقم طراز ہیں

علی بن قرین عبد الوارث اور محمد بن منکدر سے روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ وہ کذاب خبیث ہے۔ اس کی روایت نہ لی جائے۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں [illegible] عقیلی کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا تھا۔ دارقطنی [illegible] [illegible] ۱۵۱

علی بن قرین نے یہ روایت جارود بن یزید سے نقل کی ہے [illegible]

جارود بن یزید

[illegible]

ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ نسائی [illegible] ابو حاتم کا بیان ہے [illegible]

حاکم کا بیان ہے کہ میں نے حافظ محمد بن یعقوب سے بارہا سنا [illegible] جب بھی میں جارود بن یزید کی قبر کے پاس سے گزرتا تو [illegible] والی روایات بیان کرتا تو میں اس کی قبر کی زیارت کرتا۔ سراج کا بیان ہے کہ [illegible] ہے۔ پھر ذہبی نے اس کی متعدد موضوعات نقل کی ہیں۔ میزان [illegible]

بخاری لکھتے ہیں کہ جارود بن یزید نیشاپور کا باشندہ ہے منکر الحدیث ہے۔ ابو اسامہ [illegible] الضعفاء الصغیر ۲۶

نسائی لکھتے ہیں کہ یہ جارود نیشاپور کا رہنے والا ہے متروک ہے۔ کتاب الضعفاء [illegible]

Marfat.com

کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی ص۱۷

علیؓ کے محافظ فرشتے دیگر فرشتوں پر فخر کرتے ہیں

حضرت عمارؓ بن یاسر کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ علیؓ بن ابی طالب کے محافظ فرشتے تمام محافظوں پر فخر کرتے ہیں. اول تو اس باعث کہ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ ہوتے ہیں اور دوسرے اس باعث کو وہ اللہ کے پاس ایسی چیز لے کر نہیں چڑھتے کہ جس بات پر اللہ ناراض ہو۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ خطیب لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں متعدد راوی مجہول ہیں۔ یہ روایت ابوسعید بن الحسن بن علی العدوی کے پاس نظر آئی. لوگ اسے مارنے کے لئے لپکے. اس نے یہ روایت محمد بن علی بن راشد کے ذریعہ شریک سے نقل کی ہے. حالانکہ ابوسعید العدوی مشہور کذاب. وضاع اور تہمت باز انسان ہے. اور جناب شریک تو شیعوں کے امام ہیں ۔ (شہادت علیؓ کے موقع پر کیا فرشتے سو گئے تھے؟)

علیؓ قیامت تک حجت ہیں

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا. آپ نے علیؓ کو آتے ہوئے دیکھا. فرمایا میں اور یہ شخص قیامت تک میری امت پر حجت ہوں گے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور اس روایت کے وضع کرنے کا الزام مطر پر ہے۔

مطر بن ابی مطر یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع احادیث روایت کرتا اس کی روایت بیان کرنا بھی حلال نہیں موضوعات ج ۱ ص ۳۸۳

ذہبی میزان میں رقم طراز ہیں۔

مطر بن میمون. اس کا لقب اسکاف ہے. قبیلہ محارب سے تعلق رکھتا ہے. حضرت انسؓ اور عکرمہ سے

Marfat.com

روایت کرتا ہے۔ اس سے عبید اللہ بن موسیٰ اور یونس بن بکیر نے روایات لی ہیں۔ اس کی مرویات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

قاری: ابو حاتم اور نسائی کا بیان ہے: یہ منکر الحدیث ہے۔ ... کا بیان ہے کہ اسے ... کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی چار روایات نقل کی ہیں جو پہلے بیان ہو چکی ہیں اور سب ... شہادت ... کے نمونے ہیں۔ آخر میں ذہبی کہتے ہیں:

ان روایات کے وضع کرنے کا الزام مطر یا مطر سے پہلے لوگوں پر ہے کیونکہ عبید اللہ ثقہ ہے اگرچہ شیعہ ہے لیکن اس قسم کی بکواس کی روایت سے پاک ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۲۷ لیکن اس قسم کی بکواس کی نقل تو اس کے سر ہی اور قول امام احمد میں تو اس عبید اللہ کو دیکھ کر اسے بھی نظر انداز کر دینا چاہیے کوئی کتے کو دیکھ کر ... ہم بھی اس کتے کا حال پہلے بیان کر چکے ہیں۔

رہا ذہبی کا یہ کہنا کہ مطر سے اوپر کسی راوی نے وضع کی ہوگی تو مطر سے اوپر تو حضرت انسؓ ہیں جو صحابی ہیں لہٰذا مطر سے اوپر وضع حدیث کا کوئی مسئلہ نہیں۔ اب جو کچھ بھی الزام واقع ہوگا وہ یا تو مطر پر ہوگا یا عبید اللہ بن موسیٰ پر واقع ہوگا۔ عبید اللہ رافضی کا بار ثبوت صرف اس باعث ادا کرنا کہ وہ بخاری و مسلم کا راوی ہے ... ہمارے علماء کی غلط فہمی ہے وہ تقیہ کو حقیقت سمجھ بیٹھے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان ائمہ محدثین کے روبرو ... عبید اللہ نے تقیہ سے کام لیا ہو اور اندرون خانہ وہ اس قسم کی روایات بیان کرتا ہو اور اگر بیان نہیں کرتا تو نقل ضرور کرتا ہو اور کسی شیعہ کے بارے میں یہ تصور کہ وہ ہمیشہ سچ بولتا ہے خود فریبی سے کم نہیں۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے ہم تسلیم کر لیں کہ وہ شیعہ نہیں۔ ورنہ شیعیت اور جھوٹ لازم و ملزوم ہیں اور تشیع کی روایت کی رو سے دین کے دس حصوں میں سے نو حصے دین جھوٹ بولنا ہے۔ لہٰذا یہ امکان خلاف عقل ہے کہ کوئی خاص شیعہ ہو اور خالص جھوٹ نہ بولتا ہو، بلکہ بالفاظ دگر شیعہ وہ ہوتا ہے جس نے کبھی سچ بولنا نہ سیکھا ہو۔

اے علیؓ میں دجّال نہیں ہوں

محمد بن عنبس کا بیان ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ نے فاطمہؓ کے لئے پیغام نکاح دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا اے علیؓ یہ تیرے لئے ہے میں تو دجال نہیں ہوں ۔

غالباً یہ محسوس ہوتا ہے کہ راوی نے کسی سے دجال کا لفظ سن لیا تھا اس کو کسی جگہ اسے چسپاں کرنا تھا بلا شبہ حضرت علیؓ کے سلسلے میں تمام کام ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ نے انجام دیے ۔ ابوبکرؓ و عمرؓ نے اپنے اپنے زمانے میں جو کام کئے تھے وہ سب حضرت علیؓ کے لئے کئے گئے تھے لیکن طبقۂ سبائیہ کو چونکہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے دلی بغض ہے لہذا اسے ہر صورت میں نیچا دکھانا ہے خواہ اس کے لئے واقعہ کی صورت کیوں نہ تبدیل کی جائے ۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے ۔

موسیٰ بن قیس

اس روایت کو موسیٰ بن قیس نے وضع کیا ہے ۔ اور وہ غالی قسم کا رافضی تھا ۔ اور وہ خود کو عصفور الجنت (جنت کی چڑیا) کہا کرتا تھا ۔ حالانکہ وہ تو انشاء اللہ حمیر النار دوزخ کے گدھے میں داخل ہوگا اس نے علیؓ کی مدح کے لیے ابوبکرؓ و عمرؓ کو نشانہ بنایا ۔ عقیلی کا بیان ہے یہ نوروی اور باطل حدیثیں روایت کرتا ہے موضوعات ج ۱ ص ۳۸۲

علامہ ابن جوزی رقم طراز ہیں ۔

موسیٰ بن قیس حضرمی کوفہ کا باشندہ ہے ۔ اس کی کنیت ابو محمد الفراء ہے ۔ ابوداؤد اور نسائی نے اس سے روایات لی ہیں ۔ عصفور الجنۃ اس کا لقب تھا سچا آدمی ہے لیکن اس پر تشیع کا الزام ہے چھوٹے حجت سے تعلق رکھتا ہے ۔ تقریب التہذیب ص ۳۵۲

عبدالحسین شرف الدین الموسوی رافضی المراجعات میں تحریر کرتا ہے ۔

موسیٰ بن قیس الحضرمی اس کی کنیت ابو محمد ہے ۔ عقیلی نے اسے غالی رافضیوں میں شمار کیا ہے سفیان ثوری نے اس سے ابوبکرؓ اور علیؓ کے بارے میں دریافت کیا اس نے جواب دیا مجھے تو علیؓ محبوب ہیں ۔

اس موسیٰ نے اپنی سند کے ذریعہ سالم بن ابو حفصہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے ام سلمہؓ کو یہ کہتے سنا کہ علیؓ حق پر ہیں جو شخص ان کی اتباع کرے گا وہ بھی حق پر ہے اور جس نے علیؓ کو چھوڑا اس نے اس حق کو چھوڑا جس کا اس سے وعدہ لیا گیا تھا ۔ یہ روایت ابونعیمؒ فضل بن دکین نے موسیٰ بن قیس سے نقل کی ہے ۔

اس موسیٰ نے اہل بیت کی فضیلت میں بہت سی ایسی صحیح روایات نقل کی ہیں جو عقیلی کو بری

Marfat.com

قیس ور زمیہ جو اس نے کہنا چاہا وہ کہا۔ اس کی روایات سنن میں موجود ہیں۔ اس نے سلمہ بن کہیل اور ترمذی سے روایت نقل کی ہیں۔ اور اس سے فضل بن دکین اور عبید اللہ بن موسیٰ جیسے ثابت لوگوں نے روایت لی ہیں۔ ان ... نے منصور ... میں اقبال یا المراجعات ص ۱۱۹

۔ ... موسیٰ کے حالات میں رقم طراز ہیں۔

موسیٰ بن قیس ... کا لقب عصفور الجنہ ہے۔ اس سے ابو داؤد وغیرہ نے روایات لی ہیں ... وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے ابو نعیم فضل بن دکین اور عبید اللہ بن موسیٰ نے روایت کی ہیں۔

عقیلی ... کہ یہ رافضیوں میں شامل تھا۔ اس کے بعد ذہبی نے اس سلسلہ کی دو ... باتیں کیا جو اس موسیٰ بن قیس نے روایت کیا ہے ... ذہبی لکھتے ہیں

سفیان کا بیان ہے کہ ... روایات نقل کیں۔ لیکن یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا اور ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں میزان الاعتدال ... ص ۲۱۱ اتفاق سے یہ روایت اس موسیٰ سے فضل بن دکین نے نقل کی ہے جو ابو نعیم کی کنیت سے مشہور ہے اور بخاری و مسلم کا راوی ہے اور پکا رافضی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ابو نعیم جب کسی کی تعریف کرے اور ... کہ فلاں بہت اچھا آدمی ہے تو سمجھنا وہ شیعہ ہوگا اور اگر کسی کی برائی کرے تو سمجھ لو کہ وہ سنی ہے۔

اہلِ فضل کو اہلِ فضل ہی پہچانتے ہیں

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کو آپ کے ساتھیوں نے گھیر رکھا تھا۔ اچانک علی ابن ابی طالب آگئے وہ آکر کھڑے ہوئے اور سلام کیا اور ایسی جگہ دیکھنے لگے کہ جہاں بیٹھ سکیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے چہروں پر نظر ڈالی کہ دیکھیں کون علیؓ کو جگہ دیتا ہے۔

ابو بکرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنی جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اپنی جگہ سے کھسک گئے اور

Marfat.com

بولے اے ابوالحسن آپ یہاں آجائیے۔ علیؑ آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے درمیان بیٹھ گئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر خوشی دیکھی، پھر آپ نے ابوبکرؓ کی جانب متوجہ ہوکر فرمایا اے ابوبکرؓ اہل فضل ہی کو اہل فضل نظر آجاتا ہے اور اسے اہل فضل ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اس کا ایک راوی

محمد بن زکریا الغلابی ہے جو احادیث وضع کیا کرتا تھا اور

ذارع۔ کذاب ہے دجال ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کو غلابی نے وضع کیا اور ذارع نے اسے چوری کیا موضوعات ج ۱ ص ۳۸۰

اس روایت میں متعدد راوی قابل بحث ہیں۔ اول راوی

عباس بن بکار ہے یہ شخص بنو ضبہ سے تعلق رکھتا ہے، بصرہ کا باشندہ ہے۔ اپنے ماموں ابوبکر الہذلی سے احادیث روایت کرتا ہے دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ عباس کذاب ہے الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۳۸

ذہبی کا بیان ہے کہ اس پر اس حدیث کے باعث الزام لگایا گیا کہ قیامت کے روز جب فاطمہؑ گذریں گی تو اہل حشر سے کہا جائے گا اے لوگو اپنی نگاہیں نیچی کرلو تاکہ فاطمہؑ گذر جائے

اس عباس سے اور بھی اس قسم کی مہملات مروی ہیں جو ذہبی نے بیان کی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۳۸۴

صدقۃ بن موسیٰ اس کا ایک راوی صدقۃ بن موسیٰ ہے یہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے لیکن اس سے ذارع کذاب کے علاوہ کسی نے روایت نقل نہیں کی۔ بلکہ اکثر اس سے روایات نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۱۲

صدقہ سے اس روایت کو احمد بن نصر الذارع نے روایت کیا ہے۔ احمد بن نصر بغداد کا باشندہ ہے حارث بن ابی اسامہ اور ان کے طبقے کے لوگوں سے روایات نقل کرتا ہے۔ اور ایسی منکر روایات پیش کرتا ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ ثقہ نہیں، پھر ذہبی نے اس کی متعدد روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ سب ذارع کا جھوٹ ہے

Marfat.com

اس روایت کا ایک راوی محمد بن زکریا الغلابی ہے جو بصرہ کا باشندہ ہے مورخ تھا اس نے عبداللہ بن رجاء الغُدانی اور ابوالولید سے روایات لی ہیں اور اس سے طبرانی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں اور یہ ضعیف ہے۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ اگر یہ ثقہ راوی سے روایت کرے تو اس کی روایت کا اعتبار کیا جائے گا۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ اس پر اعتراضات ہیں۔ دار قطنی کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا۔

اس غلابی نے سفیان کے واسطے ابوالزبیر سے نقل کیا ہے کہ ہم حضرت جابرؓ کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں علی بن حسین آگئے۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا ایک بار حسین آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چپٹا لیا اور فرمایا اس کے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام علی ہوگا جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا۔ سید العابدین کھڑے ہو جائیں تو زین العابدین کھڑے ہو جائیں گے۔ اور ان کے ایک لڑکا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا۔ فرمایا اے جابرؓ جب تو اس لڑکے کو دیکھے تو اسے میرا سلام پہنچا دینا۔

یہ غلابی کا جھوٹ ہے۔

اس طرح اس روایت میں متعدد کذاب جمع ہیں۔

میرے لئے صحیفہ اور دوات لاؤ

عطیہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوئی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس وقت آپ کے پاس عائشہؓ اور حفصہؓ موجود تھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ میرے دوست کو بلا دو۔ ان دونوں نے ابوبکرؓ کے پاس آدمی بھیجا وہ آئے اور سلام کیا اور اندر داخل ہوئے اور بیٹھ گئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کوئی کام نہ تھا۔ وہ اٹھ کر چلے گئے آپ نے ان دونوں ازواج کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ میرے پاس میرے دوست کو بلاؤ، ان دونوں نے عمرؓ کے پاس آدمی بھیجا عمرؓ آئے اور

سلام کر کے اندر داخل ہوئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کوئی کام نہ تھا لہٰذا وہ اٹھ کر چلے گئے آپ نے ان دونوں ازواج سے فرمایا میرے پاس میرے دوست کو بلاؤ ہم نے علیؓ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا، وہ آئے اور سلام کر کے اندر داخل ہوئے جب وہ بیٹھ گئے تو آپ نے عائشہ اور حفصہؓ کو حکم دیا کہ تم دونوں یہاں سے اٹھ جاؤ جب وہ دونوں اٹھ گئیں تو آپ نے فرمایا اے علیؓ کاغذ اور دوات لاؤ، جب کاغذ اور دوات آگئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے املا کرایا علیؓ نے لکھا اور جبریلؑ نے شہادت دی، پھر کاغذ لپیٹ دیا گیا (اور وہ اس راوی کے ہاتھ لگا)

اب اگر تم سے کوئی یہ بیان کرے کہ صحیفہ میں جو کچھ لکھا گیا وہ اسے جانتا ہے اس کی تصدیق نہ کرنا کیونکہ اسے سوائے تین شخصوں کے کوئی نہیں جانتا، ایک تو لکھنے والا، ایک املا کرنے والا اور ایک شہادت دینے والا، ان کے علاوہ تجھ سے کوئی بیان کرے تو تصدیق نہ کرنا

غالباً جریرؓ بن عبداللہ البجلی کو اس لئے خراسان کی گورنری سے حضرت علیؓ نے معزول کیا تھا کہ وہ راز پردہ اظہار پہ تھے اور اسی لئے وہ دمشق امیر معاویہؓ کے پاس چلے گئے تھے۔

ابن جوزی اپنی موضوعات میں لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ یہ روایت تو منقطع ہے اس لحاظ سے کہ عطیہ تابعی ہے اور درمیان سے صحابی غائب ہے

عطیۃ العوفی اسے سفیان ثوری، ہشیم، احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

نصر بن مزاحم اسے دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی کا بیان ہے یہ نصر بن مزاحم حق سے ہٹا ہوا تھا اور مائل تھا ابن جوزی کہتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ غالی قسم کا رافضی تھا اور ضعیف راویوں سے منکر روایات نقل کرتا موضوعات ج ۱ ص ۳۷۸

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ یہ نصر بن مزاحم کوفہ کا باشندہ ہے قیس بن الربیع سے روایات نقل کرتا ہے بکٹر قسم کا رافضی ہے۔ اسی لئے محدثین نے اس کی روایات ترک کر دی ہیں ۲۱۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس سے نوح بن حبیب اور ابو سعید الاشج وغیرہ نے روایات لی ہیں۔

Marfat.com

عقیلی کا بیان ہے کہ یہ شیعہ ہے اس کی حدیث میں بہت زیادہ خطا ہے اور بہت غلطیاں ہیں ابو حیثمہ کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ واہی الحدیث ہے متروک ہے دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے میزان ج ۲ ص ۲۵

حضرت علی کی ذریت قیامت تک اوصیا کو ختم کرے گا

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا آپ نے فرمایا میں خاتم النبیین ہوں اسی طرح علیؓ اور اس کی ذریت قیامت تک تمام اوصیاء کو ختم کرے گی۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ روایت موضوع ہے اس روایت کو حسن بن محمد الغنوی کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا۔

حسن بن محمد الغنوی حفاظ حدیث کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۷۶ اس کا ایک اور راوی

ابراہیم بن عبداللہ ہے ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حدیث چور تھا اور روایت تیار کرتا تھا اور ثقہ راویوں کے نام سے ایسی روایات نقل کرتا جو ان کی احادیث میں نہ ہوتے اس لحاظ سے ترک کا مستحق ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۷۶

دراصل یہ ابراہیم بن عبداللہ عبدالرزاق بن ہمام کا بھتیجا ہے۔ یہ عبدالرزاق سے روایات نقل کرتا ہے کذاب ہے۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۴۹

ذہبی نے وہ روایات نقل کر کے اسے کذاب قرار دیا ہے میزان ج ۱ ص

حضرت علیؓ کا نام قرآن میں موجود ہے

ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میرا نام قرآن میں محمد

Marfat.com

ہے وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا، علیؓ کا نام بھی قرآن میں موجود ہے وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا، اور حسنؓ و حسینؓ کا نام بھی قرآن میں وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّاهَا اور بنوامیہ کا نام بھی ہے۔ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے معشر قریش میں دنیا کی عزت اور آخرت کا شرف دے کر بھیجا گیا ہوں، میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں لوگوں نے جواب دیا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو اللہ کا رسول نہیں، میں بنی ہاشم کے پاس آیا اور ان سے کہا۔ اے بنی ہاشم میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی عزت لے کر آیا ہوں ان سب بنی ہاشم نے جواب دیا تو نے سچ کہا۔ ان میں سے جو مومن تھا وہ ایمان لایا یعنی علیؓ بن ابی طالب اور ان میں سے جو کافر تھے انہوں نے بھی تصدیق کی (غالباً صورت یہ بنی ہوگی کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم یہ تو مانتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن آپ پر ایمان نہیں لاتے، اس طرح تصدیق بھی ہوگئی اور کفر بھی ہوا گویا ابوطالب نے بھی یہی منافقت اختیار کی) تو اللہ تعالیٰ نے اپنا جھنڈا بنی ہاشم میں گاڑ دیا۔ تو قیامت تک اللہ کا یہ جھنڈا ہم میں رہے گا (اسی لئے ہر پیر کے ساتھ ایک جھنڈا ہوتا ہے) اور قیامت تک ابلیس کا جھنڈا بنو امیہ میں رہے گا۔ وہ ہمارے دشمن ہیں اور ان کی شاخیں ہماری شاخوں کی دشمن ہیں۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے۔ ابن البادنے ہم سے بیان کیا کہ بعد میں میں نے علی بن عمر والجزری سے ملاقات کی اس نے بھی مجھ سے یہ روایت بیان کی۔ خطیب کا بیان ہے کہ یہ روایت انتہا سے زیادہ منکر ہے۔ بلکہ اس کی سند میں تین راوی مجہول ہیں اور یہ روایت فی الواقع موضوع ہے۔ اس کے مجہول روات یہ ہیں حوتنی، موسیٰ بن ادریس اور موسیٰ کا باپ بلکہ موسیٰ کا دادا اور یہ روایت کسی سند سے بھی صحیح نہیں۔
موضوعات ج ۱ ص ۳۷۱

سورۃ الشمس مکہ کی ابتدائی سورتوں میں ہے اور جب یہ نازل ہوئی اس وقت تک ابن عباسؓ پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ رہ گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کا سوال اس کے لئے اس تاویل کی کیا ضرورت تھی، حضور کے اسم گرامی سے ایک سورت معنون ہے سورۂ محمد، اور پھر سورۂ فتح میں بھی ہے مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لہٰذا حضور کی ذات اس لغو تاویل سے پاک ہے

رہ گیا حسن حسین کا مسئلہ تو جب سورۃ الشمس مکہ میں نازل ہوئی تھی تو اس وقت تک حضرت فاطمہؓ کی شادی بھی نہ ہوئی تھی۔ حسن و حسین کہاں سے پیدا ہو گئے تھے۔

رہ گیا بنی ہاشم میں جھگڑے کاٹنے کا مسئلہ تو اس کا صحیح جواب یا تو سگے بھائی عقیلؓ دے سکتے ہیں جنہوں نے علیؓ کے مقابلے میں امیر معاویہؓ کا ساتھ دیا یا بھتیجے عبد اللہ بن جعفرؓ جواب دے سکتے ہیں جن کی وفاداریاں ہمیشہ بنو امیہ کے ساتھ رہیں یا صاحبزادے محمد حنفیہ دے سکتے ہیں جن سے بڑھ کر یزید سے زیادہ خاندانی دوستی کوئی نہیں ہو سکتا یا ابن عباس علمدار رہ سکتے ہیں جنہوں نے اپنی صاحبزادی لبابہ یزید کے بیٹے خالد کے نکاح میں دی۔

حضرت علیؓ میں پانچ انبیاؑ کی خصوصیات

ابو الحمراء کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ آدمؑ کو علم میں دیکھے، نوحؑ کو فہم میں دیکھے، ابراہیمؑ کو حکمت میں دیکھے، یحییٰ بن زکریا کو زہد میں دیکھے اور موسیٰ بن عمران کو ان کی پکڑ میں دیکھے وہ علیؓ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور ابو عمر متروک ہے موضوعات ابن جوزی

ابو عمر

سے یہ کہانی نقل کرنے والا عبید اللہ بن موسیٰ ہے جو اگرچہ تمام صحاح کا راوی ہے لیکن وہ خالص شیعہ ہے بلکہ انتہائی درجے کا غالی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں میں نے اسے مکہ میں طواف کرتے دیکھا لیکن اس طرح سے اس سے گذر گیا جیسے کوئی کتے کے پاس سے گذر جاتا ہے۔

ہمارے علماء ابن جوزی پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے بخاری و مسلم کی بعض روایتوں پر جرح کی ہے تو ایسا شاذ و نادر ہی ہوا ہے ورنہ یہ عبید اللہ بن موسیٰ کٹر رافضی تھا۔ بلکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کی مرویات تمام صحاح میں موجود ہیں۔ اور ہم نے چونکہ یہ عقیدہ قائم کر لیا ہے کہ بخاری و مسلم انسانیت سے بالاتر ہیں اس لئے ان سے غلطی ہونا ممکن نہیں، اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

Marfat.com

آدم سے غلطی ہوئی لہٰذا ان کی اولاد سے غلطی ہوتی رہے گی اور آدم سے بھول ہوئی لہٰذا آدم کی اولاد سے بھول ہوتی رہے گی۔ لیکن بخاری و مسلم کے راویوں سے نہ خطا ہو سکتی ہے اور نہ بھول۔

ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اگر روایت سے اہل حدیث کے مسلک کی تائید ہوتی ہو تو احناف کے نزدیک وہ روایت مشکوک ہے اور اہل حدیث کے نزدیک ہر وہ روایت مشکوک ہے کہ جس سے مذہب حنفی کی تائید ہوتی ہو۔

حضرت علیؓ کی محبت برائیوں کو کھا جاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی بن ابی طالب کی محبت برائیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

آخر میں اس محبت کا نتیجہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر شیعہ بچہ گناہوں سے پاک اٹھتا ہے خواہ وہ کچھ بھی عمل کرتا رہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں محمد بن منکدر سے اوپر کے راوی سب ثقہ ہیں اور یہ حدیث باطل ہے گویا کہ یہ سند اس روایت کے لئے تیار کی گئی ہے۔

انتہائی ضعیف ہے۔ موضوعات ج ا صفحہ ۳۷

محمد بن مسلمۃ اللہ لکائی

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ یہ واسطی ہے یزید بن ہارون کا شاگرد ہے۔ غیلانیات میں اس کی روایت عوالی میں شمار ہوتی ہے۔ اس نے ایک باطل روایت نقل کی جس کے باعث اس پر اتہام ہے ابوالقاسم اللہ لکائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔

ابن عدی نے عبدالحمید الوراق سے نقل کیا ہے کہ ہم نے کچھ اجزائے حدیث محمد بن مسلمہ کو سنانے شروع کئے، ان میں ایک طویل حدیث بھی تھی، اس پر بولا یہ حدیث کتنی عمدہ ہے اللہ کی قسم میں نے اس سے قبل کبھی بھی نہ سنی تھی، حالانکہ یہ اسی محمد بن مسلمہ کی مرویات تھیں۔

Marfat.com

یہ شخص نے نقل کیا ہے اسے ہشام بن عروہ سے یہ روایت نہیں کرتے ان سے جواب دیا، یہ شخص وہم ہو سکے۔ جانیں گویا رد ہ تمام روایات اور سندات محمد بن مسلمہ [illegible] ان میں اور سب ن درجوں کا پتہ نہیں۔

ابن عدی نے اس متعدد روایت کو منکر قرار دیا دار قطنی کا بیان ہے [illegible] روایت میں [illegible] نہیں خطیب کا بیان ہے کہ یہ منکر روایات نقل کرتا ہے اور سندات [illegible]

خطیب اس کے بعد کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے اور محمد بن [illegible] میں نے ہبۃ اللہ طبری کو دیکھا ہے [illegible] محمد بن مسلمہ کو ضعیف [illegible] یہ انتہائی ضعیف ہے اس کا انتقال ۲۶۲ھ میں [illegible]

حضرت علی سید المرسلین ہیں

حضرت انس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد [illegible] پانی [illegible] وضو کے بعد آپ نے [illegible] کی اور دو رکعت نماز پڑھی [illegible] جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہ امیر المومنین ہوں گے سید المسلمین ہو [illegible] کے امام [illegible] ہوں گے ان کے قائد ہوں گے اور دنیا کا خاتم ہوں گے۔

حضرت انس کا بیان ہے کہ میں نے [illegible] صفات کا مالک [illegible] میں مل گئے۔ آپ نے دریافت کیا اے انس [illegible] لگایا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔

علی بن عابس

[illegible] معین کا بیان ہے کہ علی بن عابس کچھ نہیں [illegible] انس کے واسطے سے [illegible] نقل کیا ہے [illegible]

Marfat.com

کذاب تھا۔ ابو حنیفہ کا بیان ہے کہ میں جابر سے زیادہ کسی جھوٹے انسان سے نہیں ملا موضوعات ۶۵ ص ۳۰
جابر جعفی کا حال ہم پہلے بارہا بیان کر چکے ہیں۔ رہ گیا علی بن عابس تو اس سے ترمذی نے
روایت لی ہے۔ یہ بیچارہ قبیلہ اسد سے تعلق رکھتا تھا۔ کوفہ کی یادگار ہے۔ علاء بن المسیب اور لیث
بن ابی سلیم سے روایات نقل کرتا ہے۔

عباس دوری نے ابن معین سے نقل کیا ہے یہ کچھ نہیں جوزجانی، نسائی اور ازدی کا بیان ہے کہ ضعیف
ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ فحش غلطیاں کرتا ہے اس لئے ترک کا مستحق ہے۔

اس نے ابو سعید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، وآت ذا القربیٰ حقہ
(اور قرابت داروں کو ان کا حق دو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ کو بلایا اور انہیں فدک عطا فرمایا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے (اور اگر حضورؐ نے فی الواقع فدک عطا فرما چکے تھے تو فاطمہؓ
ابوبکرؓ کے پاس کیا شئے طلب کرنے آئی تھیں) میزان ج ۳ ص ۱۳۴ علی بن عابس کا استاد اس روایت میں حارث
بن حصیرہ ہے اب ذہبی کی زبانی ذرا اس کا بھی حال سن لیجئے۔

حارث بن حصیرہ

قبیلہ ازد سے تعلق ہے ابو النعمان کنیت ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ زید بن وہب
عکرمہ اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے۔ اس سے مالک بن مغول اور
عبداللہ بن نمیر وغیرہ نے روایت کی ہیں۔

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ علی بن عابس رجعت پر ایمان رکھتا۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ
علی بن عابس ثقہ ہے لیکن خشبی ہے (یعنی اس لکڑی کا پجاری ہے جس پر زید بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی)
نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جائے اور یہ کوفہ میں ایک آگ لگانے
والا شیعہ ہے۔

زنیج کا بیان ہے کہ میں نے جریر سے سوال کیا کہ کیا تو نے حارث بن حصیرہ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب
دیا ایک بوڑھا شیخ تھا بہت خاموش رہتا۔ لیکن ایک بڑی بات پر اصرار کرتا۔ اور افسوس یہ ہے کہ یہ جرح میرے خود شیعہ ہے

عباد بن یعقوب الرواجنی رافضی نے عبداللہ بن عبدالملک المسعودی رافضی کے ذریعہ حارث بن حضیرہ سے نقل کیا ہے اس نے زید بن وہب کے ذریعہ حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں میرے بعد جو یہ دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہے ... چچازاد ماموں زاد، خالہ زاد اور پھوپھی زاد بھائی سب بھائی چارے سے خارج ہو گئے۔ ابوحاتم الرازی کا بیان ہے کہ ان غلاموں میں سے تھا جو آزاد کئے گئے تھے اور شیعہ تھا۔ اگر سفیان ثوری اس سے روایت نہ لیتے تو اسے ترک کر دیا جاتا۔ میزان ج ۱ ص ۴۲۲ علی بن عابس سے یہ روایت ابراہیم بن محمد بن میمون نے نقل کی ہے۔ اب اس کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ابراہیم بن محمد بن میمون

ذہبی لکھتے ہیں یہ کٹر قسم کا شیعہ تھا اس نے علی بن عابس سے ایک عجیب کہانی نقل کی ہے۔ اس سے ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۶۳

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ

اس کی کنیت ابوجعفر ہے۔ کوفہ کا رہنے والا ہے حافظ الحدیث ہے۔ اس نے اپنے باپ عثمان بن ابی شیبہ، علی بن المدینی، احمد بن یونس اور ایک بڑی جماعت سے روایات نقل کی ہیں۔ اس سے ابن صاعد، بن قانع اور طبرانی وغیرہ نے روایات لی ہیں۔ یہ حدیث و رجال کا ماہر تھا۔ اس کی بہترین تالیفات ہیں۔ صالح جزرہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں میں نے اس کی کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی اور اس کے بارے میں عبدان کا فیصلہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں درست ہے۔

لیکن عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ یہ محمد بن عثمان کذاب ہے۔

ابن خراش کہتے ہیں کہ یہ محمد بن عثمان احادیث وضع کرتا۔ مطین کا بیان ہے کہ یہ تو حضرت موسیٰ کے عصا کی طرح ہر چیز نگل لیتا تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ اس نے اس کتاب سے روایات لی ہیں جو اس سے بیان نہ کی گئی تھی۔

برقانی کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ لوگوں کو اس پر اعتراض کرتے سنتا رہا۔ اس کا انتقال ۲۹۷ھ میں اسی سال سے زیادہ عمر میں ہوا۔

ابن عقدہ کا بیان ہے کہ ابن نے عبداللہ بن اسامۃ الکلبی ابراہیم بن اسحاق العدادی اور داؤد بن یحیٰ کی کو یہ کہتے سنا ہے کہ محمد بن عثمان کذاب ہے اور داؤد بن یحیٰ نے مزید کہا کہ اس محمد بن عثمان نے ایسے لوگوں کے نام سے روایات وضع کی ہیں جو ان لوگوں نے کبھی بیان نہیں کی میزان ج ۳ ص ۶۴۲

محمد بن احمد بن علی

اس محمد بن عثمان بن ابی شیبہ سے یہ روایت محمد بن احمد بن علی بن الحسین بن شاذان نے روایت نقل کی ہے محمد بن احمد بن علی وہی راوی ہے جس نے ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمام جھاڑ قلم بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام جن حساب میں لگ جائیں اور تمام انسان لکھنے میں مشغول ہو جائیں تو علی کے فضائل کا احاطہ نہیں کر سکتے ۔

یہ روایت خالص جھوٹ ہے اس ابن شاذان سے نور الہدی ابو طالب الزینبی نے روایت نقل کی ہے۔ اس ابو طالب الزینبی نے جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اپنے باپ دادا سے حضرت علی سے نقل کیا ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالے نے میرے بھائی علی کے لئے فضائل رکھے ہیں جو شمار نہیں ہو سکتے، جو شخص ان کی ایک فضیلت کا اقرار کرے گا اللہ تعالے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمائے گا اور جو ان کی ایک فضیلت لکھے گا فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے جب تک یہ لکھا ہوا باقی رہے گا۔ اور جس شخص نے ان کے فضائل میں سے ایک فضیلت سنی اللہ تعالے اس کے ان تمام گناہوں کی مغفرت فرماتا ہے جو اس نے نگاہ سے کمائے ہوں علی کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور اللہ تعالے کسی بندے کا عمل اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک اس میں علی کی محبت اور اس کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار نہ ہو۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ابن شاذان نے جتنی روایات نقل کی ہیں ان میں سب سے بدتر ہے ۔

اخطب خوارزم نے اس دجال ابن شاذان سے بہت سی باطل اور رکیک روایت نقل کی ہیں اس ابن شاذان نے امام مالک کے نام سے یہ روایت وضع کی کہ جو شخص علی سے محبت رکھے تو اللہ تعالیٰ انسان کے بدن سے پسینے کے ہر قطرے کے بدلے جنت میں ایک شہر تیار کرے گا۔

Marfat.com

الغرض اس روایت کے جتنے راوی ہیں سب اثنا اللہ مشہور کذاب اور شہرور یانی ہیں۔ ملے

علیؓ و فاطمہؓ کی منت

ابن عباس کا بیان ہے کہ حسن و حسین اپنا لکپن بیمار ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ ابوبکرؓ و عمرؓ بھی تھے ان دونوں بچوں کو دیکھ کر عمرؓ نے علیؓ سے کہا اے ابوالحسن آپ نذر مان لیجئے کہ اگر اللہ نے ان دونوں بچوں کو عافیت دی تو آپ بطور شکرانہ اللہ عزوجل کے لئے فلاں کام کریں گے اس پر حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر اللہ نے میرے بچوں کو عافیت دے دی تو میں بطور شکر اللہ کے لئے تین روزے رکھوں گا۔ یہی بات حضرت فاطمہؓ نے فرمائی۔ ان دونوں کے پاس ایک کالی باندی تھی۔ اس نے بھی نذر مانی کہ اگر اللہ نے میرے ان دونوں سرداروں کو عافیت دی تو میں بھی اپنے مالکوں کے ساتھ تین دن کے روزے رکھے گی، جب صبح ہوئی تو دونوں بچے صحیح سالم تھے اور ان سب لوگوں کے روزے تھے، لیکن حضرت علیؓ اور ان کے گھر والوں کے پاس کوئی مال نہ تھا نہ تھوڑا نہ زیادہ۔

حضرت علیؓ ایک یہودی شخص کے پاس جس کا نام جار بن شمر الیہودی تھا گئے اور اس سے کہا مجھے تین صاع جو سلف کے طور پر دیدے اور کچھ سوت دیدے جسے محمد کا گھرانہ تیرے لئے کاتے گا اجنبی کا بیان ہے۔ اس یہودی نے حضرت علیؓ کو یہ چیزیں دیدیں حضرت علیؓ نے انہیں کپڑے کے نیچے چھپایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے کر گئے اور فرمایا یہ صوف رکھ اسے کاتنا۔ باندی اٹھی۔ اس نے ایک صاع جو لئے اور انہیں گوندھا اور اس سے پانچ روٹیاں تیار کیں (رعایا یہ روٹیاں نہ تھیں بلکہ ہاتھی کے ودشتھے اس لئے کہ ایک صاع میں پونے ۳ سیر آٹا آتا ہے اور پونے ۳ سیر آٹے کی پانچ روٹیاں غالباً اجنبی کے گھر تیار ہوتی ہوں گی)۔ علی علیہ السلام نے مغرب کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی اور پھر گھر واپس لوٹے اور کھانا آپ کے سامنے رکھا گیا تاکہ آپ کھالیں۔ آپ کھانا کھانے بیٹھے تاکہ افطار کریں۔

نوٹ: اس روایت کے جھوٹ ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ حضورؐ نے قے فرمائی اور بلا وضو نماز پڑھی۔

(یعنی ابھی تک افطار نہیں کیا تھا غالباً ابھی روزہ رکھ کر اسی طرح بھول جاتا ہوگا) اچانک دروازے پر ایک مسکین آگیا اور وہ کہہ رہا تھا اے اہل بیت مسلم مساکین میں سے تمہارے دروازے پر ایک مسکین کھڑا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کے دسترخوانوں پر کھانا کھلائے۔

راوی کہتا ہے علیؓ نے اپنا ہاتھ اٹھا لیا اور فاطمہؓ نے بھی اٹھا لیا اور حسینؓ نے بھی ہاتھ اٹھا لیا (یعنی غالباً حضرت حسنؓ کھاتے رہے) اس مسکین نے یہ دیکھ کر چند اشعار کہے پھر فاطمہؓ نے ان کا شعر میں جواب دیا اور کھانا اٹھا کر مسکین کو دے دیا۔

اسی طرح راوی نے ایک طویل بیان نقل کیا ہے کہ ہر روز کھانا تیار کرتے اور ہر روز فقیر ان کے دروازے پر آ جاتا اور کھانا اٹھا کر اسے دے دیتے اور ہر روز وہ بھی اشعار پڑھتا اور فاطمہؓ بھی اشعار دیتیں۔ اور اشعار بھی ماشاءاللہ انتہائی گرے درجے کے اور پھر پورے کا پورا کھانا سائل کو دیتے حالانکہ آپ کے دو بیٹے تھے (بلکہ تیسری بچی بھی تھی یعنی ام کلثوم جسے راوی نے اپنے بغض کے باعث ظاہر نہیں کیا)

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کے اشعار اتنے رکیک اور گرے درجے کے ہیں کہ ان کا اعادہ بھی ہماری برداشت سے باہر ہے۔ بہر صورت قصے کے آخر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے دعا فرمائی، اے اللہ آل محمد پر اسی طرح برکت نازل فرما جیسے مریم پر نازل کی گئیں تھیں، پھر فرمایا، اچھا جاؤ اور اپنی کوٹھری میں داخل ہو، فاطمہؓ اپنی کوٹھری میں داخل ہوئیں تو وہاں طباق جوش مار رہا تھا اور اس میں ثرید تیار ہو رہا تھا اور یہ طباق جواہرات سے مرصع تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ہمیں اس روایت کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں اس کے ثبوت کے لئے یہ رکیک اشعار اور وہ افعال کافی ہیں جن سے یہ حضرات منزہ تھے۔

اصبغ بن نباتہ

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اصبغ بن نباتہ کسی شئے کے برابر نہیں اور امام احمد بن حنبل کا قول ہے ہم نے محمد بن کثیر کی روایات پھاڑ کر پھینک دی ہیں اور عبداللہ السمرقندی کی کسی نے توثیق نہیں کی۔ (موضوعات ج ۱ ص ۳۹۲)

ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ اصبغ بن نباتہ حنظلی المجاشعی ہے کوفہ کا باشندہ ہے حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ سے

Marfat.com

روایات نقل کرتا ہے اس سے ثابت البنانی، الجلح الکندی اور فطر بن خلیفہ [illegible] حدیث
روایت کی ہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں اور ایک بار فرمایا یہ کچھ نہیں۔ ابوبکر بن عیاش کا قول ہے یہ کذاب ہے۔ نسائی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابن عدی [illegible] اس [illegible] ظاہر ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے یہ حدیث میں مضطرب ہے [illegible] ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ جب علی کی محبت میں مبتلا ہوا اس کے تذکرہ میں [illegible] ترک کر دیا گیا۔ میزان ج ۱ ص ۲۹۱

نسائی بیہقی نے یہ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۲۲

دار قطنی لکھتے ہیں اصبغ بن نباتہ کوفی ہے متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین [illegible]

محمد بن کثیر الکوفی

یہ قریش خاندان سے تعلق رکھتا ہے [illegible] ابو اسحاق [illegible] حارث بن [illegible] روایت کرتے ہیں [illegible] احمد نے اس کی روایات کو پھاڑ کر پھینک دی ہیں [illegible] ابن المدینی کا بیان ہے کہ ہم نے اس [illegible] پر قلم پھیر دیا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت [illegible]

میں (علیؓ) سترہ رمضان کو زخمی ہوں گا

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سترہ رمضان کو زخم لگایا جائے گا اور ۲۲ رمضان کو میری موت واقع ہوگی یہ وہی رات ہے جس میں حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے۔

ابن الجوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی سند [illegible]

Marfat.com

اصبغ بن نباتہ ۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ کسی شے کے برابر نہیں

سعد الاسکاف ۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ کسی کے لئے اس سے روایت کرنا حلال نہیں، ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ فی البدیہہ روایات وضع کرتا۔ موضوعات ج ۱ ص۲۹۳ دار قطنی لکھتے ہیں اصبغ بن نباتہ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۲۶ نسائی نے لکھا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی ص۲۲

ابن حجر لکھتے ہیں کہ اصبغ بن نباتہ التیمی الحنظلی الکوفی۔ اس کی کنیت ابو القاسم ہے۔ متروک ہے اس پر رافضی ہونے کا الزام ہے۔ اس سے ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں یہ تیسرے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تقریب التہذیب ص۳۸

ذہبی لکھتے ہیں۔ اصبغ بن نباتہ الحنظلی المجاشعی الکوفی اس نے حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ سے احادیث روایت کی ہیں اور اس سے ثابت البنانی، اجلح الکندی اور فطر بن خلیفہ نے روایات نقل کی ہیں۔ اس کی روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

ابوبکر بن عیاش کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ایک بار فرمایا یہ کچھ نہیں۔ نسائی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا ضعف ظاہر ہے ابو حاتم کا قول ہے کہ اس کی حدیث کمزور ہے۔ عقیلی کا قول ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتا ہے ابن حبان لکھتے ہیں کہ یہ شخص حب علیؓ میں مبتلا ہوا اور اس کے نتیجہ میں جھوٹ بکنا شروع کیا۔ اسی باعث یہ ترک کا مستحق ہے۔

ذہبی نے اس کے بعد اس کی دو مردود روایات نقل کیں جن میں سے ایک روایت مذکورہ روایت ہے۔ میزان ج ۱ ص۲۷۱

اس روایت کو اصبغ سے سعد الاسکاف نقل کر رہا ہے۔ اس کا پورا نام سعد بن طریف الاسکاف الحنظلی الکوفی ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔ یہ

Marfat.com

رافضی تھا جیسے لیقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تقریب التہذیب ص۱۱۸

ذہبی لکھتے ہیں کہ سعد بن طریف الاسکاف الحنظلی الکوفی عکرمہ اور ابووائل سے روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کسی کے لئے یہ حلال نہیں کہ اس شخص سے روایات نقل کرے۔ امام احمد اور ابوحاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں کمزور ہے۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ فی الفور احادیث وضع کرتا۔ فلاس کہتے ہیں ضعیف ہے تشیع میں حد سے بڑھا ہوا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں میزان ج ۲ ص۱۲۲ کتاب الضعفا الصغیر ص۵۱

سعد بن طریف متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفا والمتروکین نسائی ص۴۷

سعد بن طریف الاسکاف متروک ہے کوفی ہے۔ عکرمہ اور اصبغ سے روایات نقل کرتا ہے کتاب الضعفا والمتروکین للدارقطنی ص۱۰۱

یہ تو وہ امور ہیں جو ہمارے سنی علما نے بیان کئے ہیں اب ایک شیعہ عالم عبدالحسین موسوی کی باتیں بھی سن لیجئے جو انہوں نے المراجعات میں لکھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

سعد بن طریف الاسکاف الحنظلی الکوفی۔ ذہبی نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس پر ترک کا نشان بنایا ہے یعنی مصنفین سنن نے بھی اس سے روایت لی ہیں اور فلاس کا یہ قول بھی نقل کیا ہے غالی قسم کا شیعہ ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ غالی شیعہ ہونے کے باوجود ترمذی وغیرہ نے جب اس سے روایات لی ہیں اور صحیح ترمذی میں اس کی روایات عکرمہ اور ابووائل سے موجود ہیں۔ نیز اس نے اصبغ بن نباتہ، عمران بن طلحہ، عمیر بن مامون سے نقل کی ہیں اور اس سے اسرائیل حبان اور ابومعاویہ نے روایات لی ہیں۔

المراجعات ص۸۳

ایسی صورت حال کی موجودگی میں کہ اس شیعہ راوی سے اہل سنت بھی روایات لیتے ہوں تو اس کی روایات نقل کرنے میں کیا حرج ہے بجا فرمایا کوئی حرج نہیں بس ہم اتنا ہی عرض کر سکتے ہیں۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

Marfat.com

میری شرم گاہ علیؓ کے علاوہ کوئی نہ دیکھے

حضرت سائبؓ بن یزید کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری برہنگی یا میری پیشاب گاہ کو علیؓ کے علاوہ کوئی نہ دیکھے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس روایت کے وضع کا الزام عبدالملک بن موسیٰ پر ہے جو دراصل عمیر بن موسیٰ اوسیبی تھا۔ ابن جوزی یہ بھی لکھتے ہیں کہ راوی نے اپنی کمزوری کے باعث اپنے نام کو تبدیل کیا یہ بات دارقطنی نے کہی ہے۔ موضوعات ج ا ص ۳۹۲

عمیر بن ابن الجوزی آگے لکھتے ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عمیر بن موسیٰ ثقہ نہیں۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے یہ متروک ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں یہ ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو حدیث کا متن بھی وضع کرتا اور سند بھی۔ موضوعات ج ا ص ۳۹۲

یحییٰ بن یعلی الاسلمی اس روایت کا ایک راوی یحییٰ بن یعلی الاسلمی القطوانی ہے۔ اس سے ترمذی نے روایات لی ہیں، اس نے یونس بن خباب اور اعمش سے روایات نقل کی ہیں۔ اور اس سے قتیبہ اور ابوہشام الرفاعی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ مضطرب الحدیث ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ ضعیف، ترمذی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت غریب ہے اور ہم اس سند کے علاوہ کسی اور سند سے نہیں پہچانتے جو اس کی تصدیق ہو سکے میزان ج ۴ ص ۴۱۶

اس کے اور بھی متعدد رواۃ ناقابل قبول اور متعدد مجہول ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو علیؓ آپؐ کے سینہ سے چمٹے ہوئے تھے

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت طاری ہوئی تو آپ عائشہؓ

Marfat.com

کے منتظر تھے۔ آپ نے عائشہؓ سے فرمایا میرے پاس میرے محبوب کو بلاؤ تو میں نے آپ کے لئے ابوبکرؓ کو بلایا۔ آپ نے انہیں دیکھ کر اپنا سر نیچے رکھ دیا اور فرمایا میرے پاس میرے دوست کو بلاؤ تو آپ کے لئے عمرؓ کو بلایا گیا۔ آپ نے ان کی جانب دیکھ کر اپنا سر نیچے رکھدیا۔ پھر فرمایا تم پر افسوس ہے میرے پاس علیؓ بن ابی طالب کو بلاؤ۔ اللہ کی قسم، اللہ علیؓ کے علاوہ کسی اور کو نہیں چاہتا۔ جب آپ نے علیؓ کو دیکھا تو وہ کپڑا جو آپ پر پڑا ہوا تھا پلٹ دیا اور علیؓ کو کپڑے میں لپیٹ لیا۔ علیؓ اس وقت تک ان سے چپٹے رہے جب تک حضورؐ کی وفات نہیں ہو گئی۔ اور علیؓ کا ہاتھ آپ پر رکھا ہوا تھا۔

ابن جوزی لکھتے ہیں صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے سینے اور میرے گلے کے درمیان ہوئی۔ موضوعات ج ۱ ص ۲۹۲

مسلم الملائی اس روایت کی سند میں ایک راوی مسلم الملائی ہے جو یہ روایت ابراہیم سے نقل کرتا ہے۔ اس کے باپ کا نام کیسان ہے۔ اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ بنو ضبہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یہ حضرت انسؓ اور ابراہیم نخعی سے روایات نقل کرتا ہے اس سے ثوری اور وکیع کے والد جراح بن ملیح روایت نقل کرتے ہیں۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں۔

فلاس کا بیان ہے کہ یہ مسلم متروک الحدیث ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو اس پر کلام ہے۔ یحییٰ کا بیان یہ بھی ہے کہ محدثین کا خیال ہے کہ یہ روایات میں خلط ملط کرتا ہے۔

حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ میں نے اس مسلم ملائی سے دریافت کہ تم نے یہ روایت کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا میں نے ابراہیم سے سنی۔ اس نے علقمہ سے ہم نے سوال کیا علقمہ نے کس سے سنی اس نے جواب دیا عبداللہ بن مسعودؓ سے ہم نے سوال کیا عبداللہ نے کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا عائشہؓ سے۔

Marfat.com

حالانکہ عبداللہؓ نے عائشہؓ سے کوئی روایت نہیں سنی۔ نسائی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ مسلم متروک ہے۔ اسی نے حضرت انسؓ سے پرندے کے گوشت والی روایت نقل کی ہے۔

بخاری لکھتے ہیں مسلم بن کیسان کی کنیت ابوعبداللہ ہے بنوضبہ سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ مکہ میں جاکر مقیم ہو گیا تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی کنیت ابوحمزہ ہے محدثین کو اس پر کلام ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص۱۰۶

نسائی لکھتے ہیں کہ مسلم بن کیسان الاعور ملائی ہے۔ متروک الحدیث ہے کتاب الضعفاء والمتروکین، نسائی ص۹۸

حضرت علیؓ عرش کے بائیں طرف کھڑے ہوں گے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے اول ابراہیم علیہ السلام کو دو سپید کپڑے پہنائے جائیں گے اور انہیں عرش کے داہنی طرف کھڑا کیا جائے گا۔ پھر مجھے بلایا جائے گا۔ اور مجھے دو ہرے ہرے کپڑے پہنائے جائیں گے اور پھر مجھے عرش کے بائیں طرف کھڑا کیا جائے گا۔ پھر اے علیؓ تجھے بلایا جائے گا اور تجھے دو ہرے سبز کپڑے پہنائے جائیں گے اور تجھے میرے داہنی طرف کھڑا کر دیا جائے گا۔ اب بتا تو کیا اس پر راضی نہیں کہ اے علیؓ مجھے جہاں بلایا جائے تجھے بھی بلایا جائے اور جو لباس مجھے پہنایا جائے وہ تجھے بھی پہنایا جائے اور جہاں میری شفاعت قبول کی جائے وہاں تیری بھی شفاعت قبول کی جائے۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ اس کا واحد راوی میسرۃ بن حبیب ہے اور اس سے صرف

حکم بن ظہیر نقل کر رہا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ حکم کذاب ہے۔ سعد کا بیان ہے یہ ساقط الاعتبار ہے۔ نسائی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ موضوعات ج ا ص۳۹۶

Marfat.com

ذہبی رقم طراز ہیں۔

حکم بن ظہیر کوفہ کا باشندہ ہے بنو فزارہ سے تعلق رکھتا ہے اس سے ترمذی نے روایات کی ہیں ابو نعمان انصاری جب اس سے روایت نقل کرتے ہیں تو اسے حکم بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں۔ اس نے عاصم بن بہدلہ اور سدی سے روایت نقل کی ہیں اور اس سے ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں جن میں نمایاں افراد عباد بن یعقوب الرواجنی اور حسن بن عرفہ ہیں۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں اور ایک بار فرمایا یہ کوئی شے نہیں، بخاری کا بیان ہے کہ محدثین نے اس کی روایت ترک کر دی ہے اور ایک بار فرمایا یہ منکر الحدیث ہے ۱۸۰ھ تک یہ حیات رہا۔

عباد بن یعقوب نے اسی حکم بن ظہیر کے ذریعہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ تم معاویہؓ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو لیکن افسوس کہ کسی شیعہ میں اس کی جرات نہ ہو سکی اور وہ بیس سال تک خلافت پر براجمان رہے۔

یہ وہی حکم بن ظہیر ہے جس نے سدی کذاب کے ذریعہ حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا کہ مجھے ان ستاروں کے نام بتایئے کہ جنہیں یوسفؑ نے خواب میں سجدہ کرتے دیکھا تھا۔ آپؐ اسے کوئی جواب نہ دے سکے تھوڑی دیر میں جبرئیل آئے اور انہوں نے آکر بتایا۔ آپؐ نے اس یہودی کو طلب کیا اور فرمایا اگر تجھے میں ان ستاروں کے نام بتاؤں کیا تو اسلام لے آئے گا پھر آپ نے یہ نام گنا دئے خرتان۔ ذیال۔ طارق۔ کنفان قابس۔ وثاب۔ عمودان۔ فیلق۔ مصبح۔ ضروح اور ذو الفرغ۔ یہ تفصیلی روایت ہے جو سعد بن منصور نے حکم سے نقل کی ہے۔

بخاری لکھتے ہیں کہ حکم بن ظہیر سدی اور عاصم سے نقل کرتا ہے۔ محدثین نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص۳۱

نسائی رقم طراز ہیں حکم بن ظہیر کوفہ کا باشندہ ہے متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی ص۳۱

Marfat.com

دار قطنی لکھتے ہیں حکم بن ظہیر الفزاری عاصم، علقمہ بن مرثد اور سُدی سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے مروان الفزاری نے روایات نقل کی ہیں۔ متروک ہے کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی صـ۲

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں

حکم بن ظہیر الفزاری۔ اس کی کنیت ابو محمد ہے اور اس کے باپ کی کنیت ابو لیلی ہے اور ایک قول ہے کہ باپ کی کنیت ابو خالد ہے یہ متروک ہے اس پر رفض کا الزام ہے۔ ابن معین نے اسے متہم قرار دیا ہے۔ تقریب التہذیب صـ۱

حضرت علی قیامت کے روز ایک منبر پر بیٹھے ہوں گے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک منبر نصب کیا جائے گا جس کی لمبائی تیس میل طویل ہو گی۔ پھر عرش کے درمیان سے ایک منادی ندا کرے گا، محمد کہاں ہیں۔ آپؐ اس کا جواب دیں گے۔ آپؐ سے کہا جائے گا۔ اس کے اوپر چڑھ جاؤ اس اس کی بلندی پر چڑھ کر بیٹھ جائیں گے۔ پھر دوبارہ ندا کی جائے گی علیؓ بن ابی طالب کہاں ہیں۔ وہ بھی اوپر چڑھ جائیں گے۔ جس کے باعث تمام مخلوق یہ بات جان لے گی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین اور علیؓ سید المومنین ہیں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں اس کے بعد ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے بعد علیؓ سے کون بغض رکھے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے انصار کے بھائی علیؓ سے قریش میں سے کوئی بدبخت ہی اس سے بغض رکھ سکتا ہے۔ اور انصار میں سے کوئی یہودی اور عرب میں سے کوئی دعویدار اور بقیہ تمام لوگوں میں سے کوئی بدبخت ہی ایسا ہو گا جو اس سے بغض رکھتا ہو۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے وضع کی گئی ہے۔ اس کا ایک راوی علی بن زید ہے جو مجہول ہے اور اس روایت کے وضع کا الزام

اسماعیل بن موسیٰ پر جبہ یہ غالی درجہ کا شیعہ ہے ابو بکر بن ابی شیبہ اسے فاسق کہا کرتے تھے موضوعات ج۱ ص۳۹۶

ذہبی لکھتے ہیں۔

اسماعیل بن موسیٰ علی بن زید الذیال کے ذریعہ ابن حنیفہ سے ایک باطل روایت نقل کرتے ہیں ابن جوزی نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔ پھر ذہبی نے سابقہ روایت پیش کی۔

میزان الاعتدال ج ۱ ص۲۵۳

دوزخ پر سے گزرنے کیلئے پاسپورٹ کی ضرورت ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ یا دوزخ پر سے گذرنے کا کوئی پرواز ہوگا؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ میں نے عرض کیا وہ پروانہ کیا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا علی بن ابی طالب علیہ السلام کی محبت۔

محمد بن فارس العبدی ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ابونعیم کا بیان ہے کہ محمد بن فارس غالی قسم کا رافضی ہے۔ حدیث میں کمزور ہے ابوالحسن بن الفرات کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں اور مذہب کے لحاظ سے پسندیدہ انسان نہیں موضوعات ج ۱ ص۲۹۹

ذہبی لکھتے ہیں محمد بن فارس ہمدان معدنی یہ برقانی کا شیخ ہے۔ بہت بغض رکھنے والا رافضی ہے یہ ثقہ نہیں ہے ابونعیم الحافظ کا بیان ہے کہ اس نے شریک سے حب علی کے سلسلہ میں ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ میزان ج ۳ ص۳

اس محمد بن فارس کے علاوہ اس روایت میں شریک اور لیث بن ابی سلیم بھی ضعیف ہیں اور شریک تو شیعوں کی مسجد کا امام ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے قارئین خود فیصلہ فرمالیں کہ اس روایت کا کیا حال ہے۔

Marfat.com

اے علیؓ تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؓ تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اس کا راوی سوار ثقہ نہیں۔

جمیع ابن نمیر کا بیان ہے کہ یہ سب لوگوں سے زیادہ جھوٹا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ جعلی احادیث وضع کرتا تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۷

ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ جمیع متروک ہے اور یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے علیؓ تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے ابن الجوزی نے اس روایت کو موضوعات میں داخل کیا ہے۔ اس کا پورا نام جمیع بن عمر بن سوار ہے میزان ج ۱ ص ۴۲۱

سوار جمیع نے یہ روایت سوار بن مصعب الہمدانی الکوفی سے نقل کی ہے۔ اس سوار کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ یہ نابینا تھا، موذن تھا عطیہ العوفی اور ایک جماعت سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے ابو الجہم وغیرہ نے روایات لی ہیں۔

عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ سوار ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ یہ کوئی شے نہیں۔ بخاری کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ نسائی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں [illegible] کے بعد اس کا انتقال ہوا۔ اسے یحییٰ بن معین نے دیکھا ہے میزان ج ۲ ص ۲۴۶

دارقطنی لکھتے ہیں متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۰۳

بخاری لکھتے ہیں۔ سوار بن مصعب الہمدانی کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ منکر الحدیث ہے کتاب الضعفاء الصغیر ص ۵۶

نسائی لکھتے ہیں۔ سوار بن مصعب کوفی ہے۔ متروک الحدیث ہے کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۵۱

Marfat.com

علیؑ کے پروانے کے بغیر کوئی جہنم پر سے نہیں گذر سکتا

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا اور جہنم پر پل صراط قائم کیا جائے گا تو کوئی شخص اس وقت تک جہنم پار نہ کر سکے گا جب تک اس کے ہاتھ میں ولایت علیؓ کی برأت نہ ہوگی۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے مقطوع ہے لیکن اس کی اسناد کے درمیان سے کوئی راوی گرا دیا گیا ہے اور یہ روایت یا تو ذی النون نے وضع کی ہے یا کسی ایسے شخص سے چوری کی ہے جس نے اسے وضع کیا۔ اور ابراہیم بن عبداللہ الصاعدی متروک ہے موضوعات ج ۱ ص ۲۹۹

ہمارے نزدیک اس روایت میں متعدد نقائص ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ یہ روایت جعفر بن محمد نے اپنے باپ کے ذریعہ علی سے نقل کی ہے۔ جعفر کے باپ محمد ہیں جو باقر کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ ۵۶ھ میں پیدا ہوئے وہ یہ روایت علی سے نقل کرتے ہیں، ان کے باپ کا نام بھی علی ہے جو زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں تو اگر علی سے یہ مراد ہیں جس کا آج تک کوئی قائل نہیں ہوا۔ تو ان علی سے قبل ہزار ہا افراد گزر چکے تھے جن میں ان کے دادا علیؓ بن ابی طالب بھی تھے۔ اور اگر علی سے مراد حضرت علیؓ بن ابی طالب ہیں تو جناب باقر ۵۶ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت علیؓ بن ابی طالب ۴۰ھ میں دنیا سے اٹھ گئے تھے۔ کیا ان دونوں کی ملاقات عالم برزخ میں ہوئی تھی۔ اور وہیں یہ روایت سنی اور سننے کے بعد اپنے بیٹے جعفر کو خواب میں بتا گئے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی۔

پھر ذی النون مصری مشہور صوفی نے اسے مالک بن انس سے نقل کیا ہے اور ماشاء اللہ وہ اکثر روایات ان سے نقل کرتے ہیں۔ لیکن ہماری نظر میں یہ ذوالنون مصری صاحب یا تو اول درجہ کے کذاب ہیں یا اول درجہ کے احمق اس لئے کہ یہ ذی النون مصری صاحب ۱۸۰ھ میں مصر کے ایک گاؤں اخمیم میں پیدا ہوئے اور مالک بن انس ۱۷۹ھ میں اس وقت انتقال کر گئے تھے جب یہ عالم وجود میں بھی نہ

Marfat.com

آپ سے بچے رہ گئے جناب ذی النون سے نقل کرنے والے تو

ابراہیم بن عبداللہ الصاعدی

ذہبی لکھتے ہیں. انہوں نے ذی النون مصری کے ذریعہ امام مالک سے ایک باطل روایت نقل کی ہے پھر ذہبی نے روایت بالا پیش کی اور اس کے بعد لکھا. اس کا ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں ذکر کیا ہے. اور کہا ہے کہ ابراہیم متروک الحدیث ہے میزان الاعتدال ج ۱ ۴۲

اے علیؓ جس سے تم بغض رکھو اسے جہنم میں داخل کردو

شریک بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ہم اعمش کے پاس تھے اور اعمش اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے تو اتنے میں ابوحنیفہ، ابن ابی لیلیٰ اور ابن شرمہ آئے تو ابوحنیفہ اعمش کی جانب متوجہ ہوئے اور ان سے کہنے لگے

اے ابو محمد اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارا پہلا روز ہے جب تم اللہ سے ملاقات کروگے اور دنیا کے دنوں میں سے یہ آخری دن ہے اور تم نے علیؓ کے بارے میں بہت سی روایات بیان کی ہیں اگر تو ان سے رک جاتا تو وہ تیرے لئے بہتر ہوتا. اعمش نے جواب دیا تم مجھ جیسے شخص کے بارے میں یہ بات کہہ رہے ہو. مجھ سے ابوالمتوکل الناجی نے بیان کیا انہوں نے ابوسعیدؓ سے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا. جب قیامت کا روز ہوگا اللہ تعالےٰ مجھ سے اور علیؓ سے فرمائے گا تم دونوں جس سے محبت کرتے ہو اسے جنت میں پہنچادو اور جس سے تم دونوں بغض رکھتے ہو اسے جہنم میں پہنچادو. اور اللہ تعالےٰ جو فرماتا ہے "ہر کافر سرکش کو جہنم میں ڈالو" (یعنی جو علیؓ کی محبت کا منکر ہو)

اس پر ابوحنیفہ بولے کہ اے لوگو یہاں سے کھڑے ہوجاؤ اس لئے کہ اس سے زیادہ ظاہر بات کوئی نہیں ہوسکتی. اے لوگو یہاں سے اٹھو اس سے زیادہ بکواس کوئی نہیں ہوسکتی. اللہ کی قسم پھر ہم نے

Marfat.com

کبھی اعمش کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا حتیٰ کہ اعمش کا انتقال ہو گیا۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور اعمش کے نام سے وضع کی گئی ہے اس کا واضع ہے اور یہ تمام ہٹے ولد زنا ہیں کہ اس کا شمار زنا اور [illegible] رافضیوں میں ہوتا ہے اور اس نے یہ روایت حمانی کے نام سے وضع کی ہے اور [illegible] ہے موضوعات [illegible]

اسحاق النخعی

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ اسحاق بن محمد بن ابان النخعی [illegible] سب سے مشہور کذاب ہے انتہائی غالی قسم کا رافضی ہے اس نے عبید اللہ بن محمد العیشی اور ابراہیم بن بشار رمادی سے روایات نقل کی ہیں۔ اس سے ابن المرزبان اور ابو سہل القطان وغیرہ نے [illegible] کی ہیں۔

خطیب کا بیان ہے کہ میں نے عبدالواحد بن علی الاسدی کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اسحاق بن محمد النخعی انتہائی خبیث المذہب تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ علی اللہ ہیں [illegible] اس کی رنگت بدل جاتی اسی لئے اسے الاحمر کہا جاتا تھا۔ مدائن میں ایک جماعت تھی جو خود کو اس کی جانب منسوب کرتی۔ ان لوگوں کو اسحاقیہ کہا جاتا تھا۔

خطیب کہتے ہیں کہ میں نے بعد میں کچھ شیعوں سے اس اسحاق کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے وہی باتیں بتائیں جو مجھ سے عبدالواحد نے بیان کی تھیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ائمہ جرح و تعدیل نے اس اسحاق کا اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کیا اور انہوں نے بہت اچھا کیا اس لئے کہ یہ تو زندیق ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ کذاب ہے۔ غالی قسم کا رافضی ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ حاشا وکلا رافضی بھی اس کے قائل نہیں کہ علی اللہ ہیں۔ جو شخص اس قسم کی بات کرے وہ کافر ہے۔ ملعون ہے۔ نصاریٰ کا بھائی ہے دراصل یہ نصیریہ کی ایک شاخ ہے۔

حسن بن موسیٰ النوبختی نے اپنی "کتاب الرد علی الغلات" میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں جنہوں نے پاگل بنا دیا ہے اور جو غلو میں حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ ان میں اسحاق بن محمد الاحمر ہے۔ [illegible]

Marfat.com

دعویدار ہے کہ علیؓ اللہ ہیں، پھر وہ حسن میں ظاہر ہوتے پھر حسین میں اور اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تھا۔ اور اپنی کتاب میں وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اگر دو، ایک ہزار بھی ہوتے تب بھی وہ ایک ہی ہوتا۔ اس نے ایک کتاب تحریر کی اس میں بجز جنون اور خلط مبحث کے علاوہ کچھ نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں بلکہ اس کتاب میں زندقہ اور قرامطہ کے عقائد کے علاوہ کچھ نہیں میزان ج ۱ ص ۱۹۷

ابن اسحاق نے یہ روایت یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی سے نقل کی ہے۔

یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی الکوفی

یہ حافظ حدیث شمار ہوتا ہے۔ شریک اور ان کے طبقہ سے نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ لیکن امام احمد فرماتے ہیں یہ تو کھلم کھلا جھوٹ بولتا ہے۔ بخاری کہتے ہیں امام احمد اور علی بن المدینی دونوں اس پر کلام کیا کرتے تھے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے محمد بن عبداللہ بن نمیر کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے اور ایک بار فرمایا کہ ثقہ ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس یحییٰ حمانی کی مسند بہترین ہے اس نے کوفہ میں سب سے پہلے مسند لکھی بصرہ میں مسدد نے اور مصر میں سب سے اول مسند لکھنے والے اسد بن موسیٰ ہیں۔

اس حمانی کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی جب مکہ سے چلے تو اس کے پاس اپنی کتابیں بطور ودیعت رکھوائیں، لیکن جب واپس آئے تو اپنی کتابوں کو خلط ملط پایا۔ دارمی کا بیان ہے کہ ان کی کتابوں میں سے سلیمان بن بلال کی روایات چرا لی گئیں اور انہیں حمانی نے براہ راست بیان کرنا شروع کر دیا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ان کی مسند نہیں دیکھی۔ لیکن ان کی احادیث بہت زیادہ منکر ہوتی ہیں۔ باقی مجھے امید یہ ہے کہ ان میں کوئی خاص برائی نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے لیکن یہ بہت بغض رکھنے والے شیعہ تھے گویا ہماری اصطلاح میں نہایت بدبودار۔ زیاد بن ایوب کا بیان ہے کہ میں نے اس یحییٰ حمانی سے سنا ہے وہ کہا کرتا تھا کہ معاویہؓ کی موت اسلام کے علاوہ کسی اور ملت پر ہوئی۔ زیاد کہتا ہے یہ اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے۔ اس کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی۔ میزان ج ۴ ص ۳۹۲

Marfat.com

ہمارے نسخے میں ... بن عبدالحمید بن عبدالرحمن ... [illegible]
وغیرہ سے روایت کرتا ہے ... [illegible]
نسائی کہتے ہیں ... بن عبدالحمید ... [illegible]

دوزخ سے نجات کا پروانہ

بلال بن حمامہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ہنستے ہوئے خوش خوش باہر تشریف لائے تو عبدالرحمن بن عوف آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کس شے نے ہنسایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس ایک بشارت آئی۔

کہ اللہ تعالیٰ نے جب علیؓ کا فاطمہؓ سے نکاح کرنا چاہا تو رضوان فرشتے کو حکم دیا کہ وہ طوبیٰ درخت کو ہلائے۔ اس نے اسے ہلایا اور پتے گرے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے فرشتے پیدا کئے جو وہ پتے اٹھائے۔ جب قیامت ہوگی تو یہ فرشتے مخلوق میں پھیل جائیں گے ان کو وہی دیکھ سکے گا جو شخص ہم اہل بیت کو چاہتا ہوگا اور یہ فرشتے اسے ایک تحریر دیں گے اس تحریر کا تعلق دوزخ سے برأت ہوگی۔ تو میرے بھائی، میرے چچا کے بیٹے اور میری بیٹی کے باعث بہت سے مرد و عورت دوزخ سے آزاد کئے جائیں گے۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ بلال بن حمامہ اور عمر بن محمد کے درمیان سات راوی ہیں سب مجہول ہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۹

جنت میں حضرت علیؓ کی سواری

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ہم چار آدمیوں کے علاوہ کوئی سوار نہ ہوگا۔ اس بات پر آپ کے چچا عباسؓ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض

Marfat.com

کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان وہ چار کون ہوں گے ؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا بہرحال میں تو اللہ کی سواری براق پر سوار ہوں گا ۔ میرے بھائی صالحؑ اس اونٹنی پر سوار ہوں گے جس کی کونچیں کاٹ دی گئی تھیں ۔ میرے چچا حمزہؓ جو اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں ۔ میری اونٹنی عضباء پر سوار ہوں گے ۔

میرے بھائی اور میرے چچا کے بیٹے اور میرے داماد علیؓ بن ابی طالب جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوں گے جس کی پشت صحیح سالم ہوگی جس کے پاؤں سبز زمرد کے ہوں گے جو سرخ سونے کے تاروں سے بندھے ہوں گے ۔ اس کا پسینہ کافور کا ہوگا اور اس کی دم عنبر اشہب کی ہوگی ۔ اس کے پاؤں مشک اذفر کے ہوں گے ۔ اور اس کی مہار موتیوں کی ہوں گی ۔ جس پر اللہ کے نور کا قبہ ہوگا جس کے باطن میں اللہ کی معافی اور جس کے ظاہر میں اللہ کی رحمت ہوگی ۔ لواء الحمد اس کے قبضے میں ہوگا ۔ فرشتوں کی کوئی جماعت ایسی نہ ہوگی جو وہاں سے گزرتے ہوئے یہ نہ کہے کہ یہ شخص یا تو ملک مقرب ہے یا نبی مرسل یا کوئی عرش اٹھانے والا فرشتہ جو ایسی اونٹنی پر سوار ہوگا جو اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکے گی ۔

ایک منادی عرش کے قریب یا عرش کے درمیان سے ندا کرے گا کہ یہ شخص نہ تو کوئی مقرب فرشتہ ہے ۔ نہ کوئی نبی مرسل اور نہ عرش کو اٹھانے والا ۔ یہ تو علیؓ بن ابی طالب ہیں ۔ جو امیر المومنین ہیں ، امام المتقین ہیں ۔ اور روشن اعضاء کے لوگوں کے رب العالمین کے سامنے قائد ہوں گے ۔ جنہوں نے ان کی تصدیق کی وہ کامیاب ہوا ۔ اور جنہوں نے ان کی تکذیب کی وہ نقصان میں پڑا ۔

یاد رکھو کہ اگر کوئی عبادت گزار رکن اور مقام کے درمیان ایک لاکھ سال تک اللہ کی عبادت کرتا رہا حتی کہ وہ سوکھی مشک کی طرح ہو گیا ۔ لیکن اللہ سے اس نے جب ملاقات کی تو وہ آل محمدؐ سے بغض رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے ناک کے بل دوزخ میں ڈالے گا ۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا صحیح نہیں ابوبکر الخطیب کہتے ہیں ۔ اس میں متعدد روات مجہول ہیں ۔ اور بعض راوی جو مشہور ہیں وہ ثقہ نہیں ۔

Marfat.com

اس میں مفضل ترجمہ راویوں میں شمار ہوتا ہے۔ اور اصبغ اس کے بارے میں یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ ایک پیسے کے برابر نہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۰۔

اصبغ بن نباتہ اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ لہٰذا اس کا حال گذشتہ صفحات میں تلاش کریں۔

حبایۃ الاسدی ان کا حال بھی پہلے گزر چکا۔ یہ وہی حضرت ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ میں دوزخ تقسیم کروں گا۔ اس میں آدھی میری ہوگی وغیرہ وغیرہ

موضوعات ج ۱ ص ۳۹۵۔

قیامت کے روز چار اشخاص سوار ہو کر آئینگے

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن ہم چار اشخاص کے علاوہ کوئی سوار نہ ہوگا۔ اس پر آپ کے چچا عباسؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ میں تو براق پر سوار ہوں گا۔ اس کا چہرہ تو انسانوں جیسا ہوگا۔ لیکن اس کے گال گھوڑے کے گال جیسے ہوں گے۔ اس کی ایڑ... کی طرح۔ اس کے کان سبز زبرجد کے ہوں گے اور اس کی آنکھیں چمکدار ستارے کی ... جو روشن ستارے کی طرح ٹمٹماتی ہوں گی۔ ان دونوں آنکھوں سے ایسی شعاعیں نکلیں گی جو ... اور دوسری بار اس کے گلے سے یہ محسوس ہوگا کہ حلق میں موتی چھنے ہوئے ہیں ... ہوگی اگلے دونوں ہاتھ اور پاؤں طویل ہونگے۔ اسکے کھر گائے کے کھروں کی طرح سبز زبرجد کے ہونگے ... کی طرح ہوگی۔ وہ دراصل بادل کے ایک ٹکڑے کی طرح ہوگا وہ اسی طرح سانس لے گا جیسے انسان سانس لیتا ہے۔ انسانی کلام کو سنیگا اور سمجھے گا۔ وہ گدھے سے بڑا ہوگا اور خچر سے چھوٹا ہوگا۔

حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ سوار کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا میرا نیک بھائی صالحؑ اونٹنی پر سوار ہوگا جس کی کونچیں اس کی قوم نے کاٹ دی تھیں۔ حضرت عباسؓ نے دریافت

کیا یا رسول اللہ اور کون ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میرا چچا حمزہؓ بن عبد المطلب ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہے جو تمام شہیدوں کا سردار ہوگا۔ وہ میری اونٹنی پر سوار ہوگا۔ (حضرت حسینؓ کو سید الشہدا کا خطاب دیا گیا ہے اس کا کیا بنے گا اور خطاب شیر خدا کا بھی حضرت علیؓ سے منسوب کیا جاتا ہے۔)

حضرت عباسؓ نے عرض کیا اور کون یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میرا بھائی علیؓ جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوگا۔ جس کی لگام تازہ موتیوں کی ہوگی۔ جس پر یاقوت کا محمل ہوگا ان کے سر پر نور کا تاج ہوگا۔ اس تاج کے ستر کونے ہونگے۔ اور کوئی کونہ ایسا نہیں ہوگا جس میں سرخ یاقوت نہ لگا ہو جو سوار کے لئے روشنی دیتا ہوگا۔ یہ شخص دو حلے پہنے ہوگا اور اس کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا۔ اور علیؓ ندا کرتا ہوگا لا الٰہ الا اللہ وان محمد الرسول اللہ۔ یہ سن کر مخلوق کہے گی کہ یہ شخص نبی مرسل ہے یا ملک مقرب۔

تو عرش کے نیچے سے ایک منادی ندا کرے گا کہ یہ شخص نہ تو نبی مرسل ہے اور نہ مقرب فرشتہ یہ علیؓ بن ابی طالب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں امام المتقین ہیں۔ اور ان لوگوں کے امام ہیں جن کے اعضاء وضو چمکتے ہوں گے۔ (لیکن یاد رکھئے کہ اس میں پاؤں داخل نہ ہوں گے کیونکہ شیعوں کے نزدیک ان کے دھونے کی ضرورت نہیں)

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں اس لئے کہ اس کا راوی عبد اللہ بن لہیعہ ہے۔ اور وہ ذاہب الحدیث ہے یحییٰ بن سعید القطان اس کو کچھ نہ سمجھتے، اسے یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور یہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرتا۔ ہم اس عبد اللہ بن لہیعہ کا تفصیلی حال پہلے پیش کر چکے ہیں۔ موضوعات ج ۱ صـ ۳۹۴۔

علی کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے

حضرت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیؓ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ کی اس روایت کا ناقل عدوی ہے جو کذاب اور وضاع ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے محدثین کو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اسے نہ حضرت ابوبکرؓ نے بیان کیا، نہ حضرت عائشہؓ نے اور نہ ان کے بھانجے عروہ نے بلکہ یہ روایت ابو الربیع الزہرانی اور محمد بن عبد الاعلی الصنعانی پر بہتان ہے۔ دراصل اس روایت کا راوی

حسن بن علی العدوی

ہے اور عدوی اس قدر بے تکا تھا کہ ان لوگوں سے روایات نقل کرتا جنہیں اس نے زندگی میں کبھی بھی نہیں دیکھا اور جنہیں دیکھا تھا ان کے نام سے جھوٹ بولتا تھا۔ اس نے ثقہ راویوں کے نام سے ایک ہزار موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ اور جن سے یہ بیان کی ہیں وہ اس کے ماسوا ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس عدوی نے جتنی روایات بیان کی ہیں عام طور پر وہ موضوع ہیں۔ بلکہ ہمیں اس امر کا یقین ہے کہ ان روایات کو اسی عدوی نے وضع کیا ہے موضوعات ج ۱ صفحہ ۳۶۔

دارقطنی لکھتے ہیں متروک ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ حسن بن علی بن صالح العدوی البصری حدیث وضع کرتا تھا۔ اس نے خراش سے بذریعہ حضرت انسؓ سے چند احادیث نقل کی ہیں ... جماعت سے ایسی روایات نقل کی ہیں جنہیں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے اور ثقہ راویوں کے نام سے ... روایات نقل کرتا ہے۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ حسن بن علی بن زکریا العدوی بغداد میں آکر سکونت پذیر ہوا اور عمرو بن مرزوق اور مسدد سے روایات نقل کرنی شروع کیں اس سے ابوبکر بن شاذان نے، دارقطنی و ... نے روایت نقل کی ہیں۔ اس کی ولادت ۲۱۰ھ میں ہوئی۔ اس نے مذکورہ روایت نقل کی۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس حسن بن علی کے واسطے سے حضرت سلمانؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تخلیق آدم سے چار ہزار سال قبل میں اور علیؓ ایک نور تھے جو ہمہ وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے

دغلطی سے ہمارے اہل سنت اس دوسرے نور کو بھول گئے ورنہ یہ تھوڑا بہت اختلاف بھی باقی

نہ رہتا)

خطیب بغدادی نے اس عدوی سے نقل کیا ہے کہ میں بصرہ میں راہ سے گزر رہا تھا تو وہاں ایک چکی پر لوگ جمع تھے۔ میں نے ایسے ہی اچھل کر دیکھا جیسے بچے اچھل کر دیکھتے ہیں۔ وہاں ایک بوڑھا شخص نظر آیا لوگوں نے بتایا کہ یہ خراش ہے جو حضرت انسؓ کے خادم ہیں۔ ان کی عمر ایک سو اسّی سال ہے۔ یہ سن کر میں لوگوں کو چیرتا ہوا اندر داخل ہوا۔ لوگ ان سے احادیث لکھ رہے تھے۔ میں نے ایک شخص سے قلم لیا اور تیرہ روایات نقل علیؓ میں لکھیں اور یہ واقعہ ۲۲۲ھ میں پیش آیا اور میں اس وقت بارہ سال کا تھا۔

(اور خراش کے حال میں ہے کہ عدوی نے یہ تمام روایات جوتے کے تلے میں لکھی تھیں)

اس عدوی نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ پہلے آسمان میں اسّی لاکھ فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت کرتا ہو اور اسّی لاکھ فرشتے اس شخص پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں جو ان دونوں سے بغض رکھتا ہو۔

ذہبی لکھتے ہیں اس شخص کے پاس نام کو بھی حیا نہیں۔ یہ تو اس پر بھی غور نہیں کرتا کہ کیا جھوٹ بک رہا ہے۔

دارقطنی کہتے ہیں یہ خراش متروک ہے۔

حمزۃ السہمی کا بیان ہے کہ میں نے ابو محمد الحسن بن علی البصری کو یہ کہتے سنا کہ ابوسعید العدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایسی باتیں منسوب کرتا ہے جو آپ نے نہیں فرمائیں۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس نے حضرت جابرؓ سے یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ حضور نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنی اولاد کو حبِ علیؓ پر پیش کر کے دیکھیں۔

ابن حبان مزید لکھتے ہیں کہ خراش نے ایک ہزار سے زائد موضوعات ثقہ لوگوں کے نام سے بیان کی ہیں۔ میزان الاعتدال ج ا ص ۵۰۸۔

یہ تو فن رجال کی بحث تھی جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ عقلی بات صرف اتنی معمولی سی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارکہ کی طرف بشرط اسلام دیکھنا ایک اتنی بڑی عبادت ہے کہ

Marfat.com

روئے زمین کے تمام عبادت گزار بھی اس کے مقابلہ میں پیش نہیں کئے جا سکتے حتیٰ کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ بحالت اسلام حضور کے چہرے کی جانب دیکھنے والا صحابی ہے اور صحابی کے اس عمل پر پورے روئے زمین کے تمام اعمال قربان کئے جا سکتے ہیں۔

مذہب سبائیہ میں خوارج کی کوئی خاص پوزیشن نہیں یہ سب کچھ کرامات حضرت علیؓ کو دخل ہے لہٰذا یہ تمام روایات ذہن نشین کر کے سامنے لائی گئیں۔ اگر فی الواقع ابوبکرؓ و عمرؓ اور تمام صحابہ کا یہی عقیدہ ہوتا تو کوئی صحابی بھی ایسا نہ ہوتا جو حضرت علیؓ کی بیعت نہ کرتا۔ حالانکہ جب حضرت علیؓ کی بیعت کی گئی تو بجز اہل کوفہ کے کسی نے بیعت نہ کی حتیٰ کہ بقول محمد بن سیرین صحابہ کرام کی تعداد تقریباً لاکھ سے زائد تھی لیکن ان باہمی فتنوں میں تیس صحابہ بھی شریک نہیں ہوئے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ احادیث میں جہاں فتنہ اول کا ذکر آتا ہے اس سے مراد شہادت عثمانؓ سے لیکر وہ وقت ہوتا ہے جب کہ امیر معاویہؓ کی متحدہ بیعت ہوئی اور فتنہ ثانیہ سے مراد فتنہ ابن الزبیرؓ ہے۔

چونکہ صحابہ کرام کے نزدیک ایک امام کی بیعت کرنا اور دوسرے مسلمان پر ہاتھ نہ اٹھانا اسلام ہے تو جب بھی کسی مسلم کے خلاف کوئی کام کیا جائے گا وہ غیر اسلامی ہوگا اور فتنہ ہوگا اس لحاظ سے حضرت علیؓ کا دور فتنہ اول ہے اور ابن الزبیرؓ کا دور فتنہ ثانیہ ہے۔ اسی باعث تمام بڑے بڑے صحابہ نے نہ حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور نہ ابن الزبیرؓ کا۔ یہ صحابہ کرام کی رائے تھی جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کر دی ہے۔

حضرت علیؓ اور ان کے بھائی جعفرؓ کا ایک خاص واقعہ

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوطالب کے ایک میدان میں نماز پڑھ رہا تھا اچانک ابوطالب آ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں دیکھا تو ان سے کہا کیا آپ سواری سے اتر کر پیچھے ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھیں گے۔ اس پر ابوطالب نے جواب

Marfat.com

فرمایا اے میرے بھتیجے میں خوب جانتا ہوں کہ تو حق پر ہے۔ لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں سجدہ کروں اور میرے چوتڑ اوپر ہوں۔ لیکن اے جعفرؓ تو نیچے اتر اور اپنے چچازاد بھائی کے بازو کو ملا۔ اس پر جعفرؓ نیچے اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نے نماز پوری فرمائی تو ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجھے دو پر عطا کئے ہیں جن سے تو جنت میں اڑے گا۔ جیسے تو نے اپنے چچا کے بیٹے کے بازو کو ملایا ہے

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت سفیان ثوری سے باطل ہے۔ اس روایت کو ابو القاسم البغوی نے بیان کیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس روایت کو سیف بن محمد کی موضوعات میں نقل کیا ہے سیف نے یہ روایت امام سفیان ثوری سے نقل کی ہے انہوں نے سلمہ بن کہیل سے۔ اور سلمہ نے حبۃ بن جوین کے ذریعہ حضرت علیؓ سے۔ میزان ۲ صفحہ ۲۵۵۔

سیف بن محمد کے حالات ہم سابقہ صفحات میں پیش کر چکے ہیں لہٰذا آپ ان صفحات میں حضرت علیؓ کے شاگرد حبۃ بن جوین کے حالات بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حبۃ بن جوین العرنی

یہ قبیلہ بجیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت علیؓ سے روایات نقل کرتا ہے نسائی کہتے ہیں شیعہ ہے۔ اور یہ وہ ذات شریف ہیں جنہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ اسّی بدری موجود تھے ذہبی کہتے ہیں یہ محال ہے۔ بلکہ ذہبی نے ابوبکر بن شعبہ سے نقل کیا ہے کہ جنگ صفین میں سوائے حضرت خزیمہؓ کے کوئی بدری شریک نہ تھا۔

جوزجانی کا قول ہے یہ ثقہ نہیں ہے۔ اس سے سلمہ بن کہیل اور حکم نے روایت نقل کی ہے۔ سلیمان بن معبد نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ نہیں سلمہ کہتے ہیں نسائی کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ ابن معین اور ابن خراش کا بیان ہے یہ کچھ نہیں ۷۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔
دار قطنی لکھتے ہیں حبۃ بن جوین حضرت علیؓ سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے ص ۸۰۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی۔

Marfat.com

محققین شیعہ میں شمار ہوتے ہیں۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ نسائی کا قول ہے کہ یہ قوی نہیں۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ یہ کوئی شے نہیں۔ عجلی کہتے ہیں تابعی ہے ثقہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے میں نے اس کی کوئی منکر روایت نہیں دیکھی۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ [illegible] کتاب الضعفاء والمتروکین [illegible]

علیؑ خیر البشر ہیں

آج تک ہم بچپن سے یہ سنتے اور پڑھتے چلے آئے تھے کہ تمام مخلوق میں سب سے [illegible] افضل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بلکہ شاعر کا یہ مصرعہ ہمارے ورد زبان تھا۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لیکن جب [illegible] مذہب تشیع کا مطالعہ کیا تو ہمارے [illegible] رسالت مآب کی ذات کو اپنے مقام سے نیچے اتارنا پڑا کہ خیر البشر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں [illegible] اس موضوع پر آپ یہ روایت ذہن میں رکھئے کہ

علیؑ خیر البشر ہیں جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

ہمارے سنی بھائیوں کے حلق سے نیچے نہیں اتر سکتی یہ بات [illegible] اس روایت کو متعدد اسناد اور متعدد صحابہ سے نقل کر کے [illegible] تو بقول ہمارے علماء جب متعدد ضعیف [illegible] اور ہمارا اصول ہے کہ [illegible] روایت کی متعدد ضعیف سندات جمع ہو جائیں تو وہ ضعیف ترقی کر کے حسن کے درجہ پر پہنچ جاتی ہے [illegible] روایات [illegible] تک پہنچ جائیں تو پھر تو غالباً اس میں شک کرنا بھی [illegible] جیسا کہ [illegible] قرآن اور [illegible] تشیع کا یہ دعوے ہمارے علماء کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

یہ روایت کہ علیؑ خیر البشر ہیں متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ [illegible] حضرت علیؑ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضرت جابرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ مشہور ہیں۔ اور ہمارے علماء کے فیصلے کے پیش نظر یہ روایت درجہ حسن

Marfat.com

ہیں ہے اس لیئے اس پر ایمان بھی لانا چاہیے۔ لیکن جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو ہم حدیث کے معاملہ میں ابن جوزی اور ذہبی کے زیادہ مقلد ہیں۔ اور چونکہ انہوں نے ان تمام روایات کو باطل قرار دیا۔ لہٰذا ہم بھی اسے ایک لغو اور بیہودہ بات سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہاں اپنے سنی بھائیوں سے یہ ضرور عرض کریں گے کہ یہ سن سن کر ایمان لانے کی عادت نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا لہٰذا اب آنکھیں کھولیے اور کچھ مطالعہ کیجیے۔ اور اپنی عقل و ذہن کو بھی کشادہ رکھیے۔ کشادہ رکھنے کا مطلب ہرگز نہیں کہ آپ لکڑ بھی ہضم کریں اور پتھر بھی ہضم کریں۔ بلکہ کشادگی کا مطلب یہ ہے کہ لکڑی اور پتھر چباتے وقت ذرا یہ بھی سوچ لیجیے کہ کہیں یہ لکڑ اور پتھر آپ کا ہاضمہ خراب نہ کر دیں۔

تم نے عثمانؓ کی بیعت کی اور علیؓ کو چھوڑ دیا

ابو وائل شقیق بن سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرحمانؓ بن عوف سے سوال کیا کہ تم نے عثمانؓ کی بیعت کر لی اور علیؓ کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے جواب دیا اس میں میرا کوئی گناہ نہیں۔ میں نے علیؓ سے ابتدا کی تھی اور کہا تھا کہ میں آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرتا ہوں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی سیرت پر۔ علیؓ اس پر بولے کہ جس قدر ہو سکا۔ پھر یہی بات میں نے عثمانؓ کے سامنے پیش کی تو عثمانؓ نے اسے قبول کر لیا۔ مسند احمد ج ۱ ص۷۵۔

گویا عثمانؓ کا تقرر نہ فضیلت کے باعث ہوا اور نہ اس کی وجہ یہ تھی کہ عام صحابہ نے ان کی بیعت کی تھی۔ بلکہ یہ عبدالرحمانؓ کا ذاتی فیصلہ تھا حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ جب آپ کی بیعت کرتے تو آپ یہی شرط لگواتے کہ جہاں تک مجھ میں طاقت ہوگی۔ اس لحاظ سے حضرت علیؓ نے کوئی غلطی نہ کی تھی۔ بلکہ انہوں نے جو کچھ کہا تھا صحیح کہا تھا حالانکہ صحیح بخاری میں ہے۔

جب لوگوں نے صبح کی نماز پڑھ لی۔ اور یہ حضرات منبر رسول کے پاس جمع ہوئے تو عبدالرحمانؓ نے تشہد پڑھا اور کہا۔ اما بعد اے علیؓ میں نے خلافت کے معاملہ میں لوگوں کے خیالات کا پورے طور پر جائزہ لیا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ لوگ عثمانؓ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ اس لیئے اے علیؓ تم اپنے نفس پر کوئی

Marfat.com

راستہ نہ نکالا۔ پھر عثمانؓ سے کہا میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں سنت اللہ سنت رسول اللہ اور آپ کے بعد دونوں خلفاء (یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ) کی سنت پر۔ پھر لوگوں نے بیعت کی۔ مہاجرین و انصار اور تمام لشکروں کے امراء اور دیگر مسلمانوں نے بیعت کی۔ (بخاری ج ۲ [illegible])

ابو وائل کی روایت کے تمام راوی بجز سفیان بن وکیع کے سب بخاری کے راوی ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ہر راوی پر کچھ نہ کچھ کلام ہے لیکن ہم اسے نظر انداز کرتے ہوئے صرف سفیان بن وکیع پر کلام کرتے ہیں۔

سفیان بن وکیع

آپ وکیع بن الجراح کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ ان سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہے۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو ان کے بارے میں کلام ہے۔ کیونکہ انہیں لوگوں نے کچھ چیزوں کی تلقین کی تھی۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ ان پر جھوٹ کا الزام ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں۔ ان کا کاتب ان کی احادیث میں تبدیلی کرتا رہتا۔ اس کاتب نے ان کی حدیث خراب کر دی۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ صرف اپنے اصول کی احادیث بیان کیجئے انہوں نے اس کا وعدہ کیا۔ لیکن پھر بھی وہ احادیث بیان کرنے لگے جن میں لوگوں نے خلط ملط کیا تھا۔

ابو احمد نے ان کی پانچ احادیث بیان کیں جن کی اسنادات منکر تھیں ابو احمد کہتے ہیں ان کی مصیبت تھی کہ جو انہیں تلقین کی جاتی وہ اسے قبول کر لیتے۔ اور ان کا کاتب [illegible] یا مرسل روایت کو موصول بنا دینا۔ یا کسی شخص کو بدل کر اس کی جگہ دوسرا راوی رکھ دیتا۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کا انتقال ۲۴۷ھ میں ہوا۔ یہ ایک فاضل شیخ تھا۔ سچا آدمی تھا لیکن ایک بُرے کاتب کے عذاب میں مبتلا ہو گیا تھا جو درمیان میں الفاظ بڑھاتا رہتا۔ اس سلسلہ میں اس سے یہ بات بھی کی گئی لیکن انہوں نے اس سے رجوع نہیں کیا۔

ابن خزیمہ اس سے روایت سنتے اور اخذ کرتے اور کہتے ہم سے بعض ان لوگوں نے روایت بیان کی جن کا ذکر کرنے سے ہم رک گئے۔ اور وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا ہم نے بارہا ذکر کیا ہے کہ اگر آسمان سے وہ نیچے گریں اور پرندے انہیں اچک لیں تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے سے

Marfat.com

یہ زیادہ پسند ہے لیکن انھیں لوگوں نے خراب کر دیا۔ ترمذی نے ان کی روایت کو حسن قرار دیا ہے
میزان ج ۲ ص ۱۳۰

گویا اس روایت پر قطعاً اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ امام احمد کی مرویات میں داخل بھی نہیں۔
بلکہ ان کے صاحبزادے کے اضافات میں داخل ہے گویا یہ روایت زوائد عبداللہ میں سے ہے۔
نسائی لکھتے ہیں کہ سفیان بن وکیع کوئی شے نہیں۔ کتاب الضعفاء نسائی ص ۵۵

مسند احمد کی ایک پر لطف کہانی

عمرو بن میمون کا بیان ہے کہ میں ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ان کے پاس نو افراد کی ایک ٹولی آئی۔ وہ لوگ بولے اے ابن عباسؓ یا تو آپ ہمارے ساتھ کھڑے ہو جائیں یا ان دیگر افراد سے ہمیں خلوت کا موقع دیجئے۔ اس پر ابن عباسؓ نے جواب دیا میں خود ہی کھڑا ہو جاتا ہوں۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جب ابن عباسؓ تندرست تھے نابینا نہ ہوئے تھے۔

عمرو بن میمون کا بیان ہے کہ یہ لوگ باتوں میں مشغول ہو گئے ہمیں نہیں معلوم کیا کیا گفتگو کر رہے تھے۔ لیکن جب ابن عباسؓ ان کے پاس سے آئے تو کپڑے جھاڑ رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے اف اور تف یہ ایسے شخص پر اعتراض کر رہے تھے جس کی دس خصلتیں ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا جسے اللہ کبھی رسوا نہ کرے گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوگا۔ لوگوں نے اس بات پر نگاہیں لگا کر دیکھنا شروع کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا علیؓ کہاں ہیں۔ اور وہ اس وقت ایک چکی پر آٹا پیس رہے تھے۔ اور کوئی ایسا شخص بھی نہ تھا جو آٹا پیس سکتا۔ وہ حاضر خدمت ہوئے ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں دیکھنا بھی ان کے لئے مشکل تھا۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضور نے ان کی آنکھوں میں تھوک لگایا پھر تین بار جھنڈا ہلایا۔ اور انھیں وہ جھنڈا عطا کیا۔ اتنے میں صفیہ بنت حیی آگئیں۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص ابو بکرؓ کو سورۂ توبہ دے

Marfat.com

[illegible] بھیجا پھر ان کے پیچھے علیؓ کو روانہ کیا۔ تاکہ علیؓ اس شخص (ابوبکرؓ) سے سورۂ توبہ لے لیں [illegible] پاس سے [illegible] لے جا سکتا ہے جو [illegible] اور میں اس سے ہوں [illegible] لئے فرمایا [illegible] کون شخص دنیا و آخرت میں [illegible] ابن عباسؓ [illegible] آپ کے پاس بیٹھے تھے [illegible] آپ سے [illegible]

[illegible] حضرت علیؓ [illegible] نہیں [illegible] شخص دنیا و آخرت میں مجھ سے دوستی کرتا ہے [illegible] حضرت علیؓ نے کہا کہ میں دنیا و آخرت میں آپ سے دوستی کرتا ہوں [illegible] آپ نے فرمایا دنیا و آخرت میں میرا ولی ہے۔

نیز علیؓ وہ شخص ہے جو خدیجہؓ کے بعد سب سے اول مسلمان ہوا۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا لیا اور علیؓ، فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ پر رکھ دیا اور فرمایا اے اہل بیت اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم کو نجاست سے دور کر دے اور تمہیں پورے طور پر پاک کر دے۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ علیؓ نے رضائے الٰہی میں اپنی جان بیچ دی [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس پہن کر ان کی جگہ ان کے بستر پر سو گئے (یعنی ہجرت کے موقع پر) مشرکین حضرت علیؓ کو پتھر مارتے رہے۔ اور ابوبکرؓ یہ خیال کرتے رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے ہیں — ابوبکرؓ نے کہا اے اللہ کے نبی۔ علیؓ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو میمون کی طرف چلے گئے ہیں پس ابوبکرؓ روانہ ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے

لوگ علیؓ پر اس طرح پتھر مارنے لگے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مارے جاتے تھے علیؓ تڑپ اٹھتے تھے اور بل کھاتے تھے۔ انہوں نے اپنا چہرہ کپڑے سے چھپا رکھا تھا۔ اور اس وقت تک چھپا رکھا جب تک صبح نہ ہو گئی۔ پھر چہرہ سے کپڑا ہٹایا۔ مشرکوں نے کہا اے بدبخت

Marfat.com

تو اور تم ہمارے ساتھی پر پتھراؤ کرتے تھے وہ بلبلانہ کھدتے تھے۔ اور تم کانپ رہے تھے۔ ہم نے اس بات کو سخت ناپسند کیا۔ مسند احمد ج ا ص ۳۳۱۔

ہجرت والی رات کونسی رات تھی اور اس میں کون کون سے لوگ تھے۔ اس پر تفصیلی بحث تو ہم سیرا النبی میں کر چکے ہیں۔ ہمارے قارئین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ ہمیں اس وقت صرف اس روایت پر بحث کرنی ہے۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار رات حضرت علیؓ پر پتھر برساتے رہے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن ہی میں ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر غار میں تشریف لے گئے تھے۔ اس روایت سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ابن عباسؓ سے کسی نے جوان ہونے کے بعد بیان کیا ہوگا۔ ورنہ اس وقت ابن عباسؓ کی عمر صرف تین سال تھی۔ اور جس نے یہ واقعہ ان سے بیان کیا ہے اس کا نام موجود نہیں۔ لہٰذا اس صورت میں یہ واقعہ مرسل صحابی ہوا۔

عمرو بن میمون اس روایت کا راوی عمرو بن میمون ہے جو قناد کے لقب سے مشہور ہے۔ اصحاب ستہ نے اس سے روایت نہیں لی۔ عبدالرحمان بن معزا سے احادیث روایت کرتا ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی روایت منکر ہوتی ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۹۰۔

ابو بلج۔ عمرو بن میمون سے یہ کہانی نقل کرنے والا۔ ابوبلج الفزاری الواسطی ہے۔ اس کا نام یحیٰی بن سُلیم ہے۔ عمرو بن میمون الاودی اور محمد بن حاطب الجمحی سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شعبہ اور ہشیم نے روایات نقل کیں۔ اس کی مرویات اربعہ میں پائی جاتی ہیں۔

اسے یحیٰی بن معین، نسائی دارقطنی اور ابن سعد نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں نیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ میں نے اسے کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے دیکھا ہے۔

بخاری کہتے ہیں اس ابوبلج کی روایت پر اعتراض ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس نے

Marfat.com

ایک منکر حدیث روایت کی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں غلطیاں کرتا۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی منکرات میں سے یہ روایت بھی ہے کہ حضورؐ نے علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔

اس کی بلاؤں میں سے ابن عمر کی وہ روایت بھی ہے کہ جہنم پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جب اس کے دروازے بجتے ہوں گے اور اس میں کوئی بھی شخص نہ ہوگا۔

ذہبی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔

ثابت البنانی کا بیان ہے کہ میں نے حسن بصری سے اس روایت کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ میزان ج ۲ ص ۳۱۹۔

گویا روایت میں جو بھی گڑبڑ ہوئی ہے وہ اس ابو بلج کی جانب سے ہوئی ہے۔ اور حد سے زیادہ نیکی کا انجام حدیث کی یادداشت کی جانب سے غفلت ہوتی ہے۔

اس روایت کے موضوع ہونے کی ایک قوی دلیل یہ بھی ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلایا ہوگا تو وہ بستر یقیناً گھر کے اندر رکھا رہا ہوگا جہاں گھر کے باہر سے پھینکے جانے والے پتھر کا داخل ہو کر کسی قسم کا گزند پہنچانا ممکن نہ تھا اور صرف اس صورت میں ممکن ہو سکتا تھا کہ جب حضرت علیؓ گھر کے اندر کے بجائے کھلے میدان میں سوتے۔ لہذا کافروں کا پتھر مارنا، حضرت علی کا تڑپ اٹھنا، جل کھانا، صبح ہونے تک منہ لپیٹے رہنا، منہ سے کپڑا ہٹانے کے بعد کافروں کو حقیقت حال کا پتہ چلنا وغیرہ خرافات کے سوا اور کچھ نہیں۔ بلکہ صاف اور واضح تو یہ ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلایا ہی نہیں۔ کمرے کے اندر اندھیرا ہوتا ہے اور باہر سے کافروں کو کسی قسم کا مغالطہ دینا ممکن نہ تھا۔ کفار گھر کے باہر سے یہ پتہ نہیں لگا سکتے تھے کہ حضور کے بستر پر کوئی سو بھی رہا ہے یا نہیں۔ یہ دیکھنا اور پتھر مارنا اس وقت ممکن تھا جب وہ گھر کے اندر داخل ہوتے۔ ان کا دعویٰ آج تک کسی نے نہیں کیا۔

Marfat.com

حضرت علیؓ صدیق اکبر ہیں

عباد بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں اور میرے بعد جو اپنے صدیق ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی تھی۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص ۷۶

ہم نے یہ تمام ترجمہ اسی ابن ماجہ سے نقل کیا ہے۔ ابن ماجہ کا ترجمہ کیا تھا اور اس پر فوائد تحریر کئے تھے جو ان کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ اس وقت انہوں نے تحریر کیا تھا

حاکم نے اسے منہال کے ذریعہ نقل کرکے لکھا ہے کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور نسائی نے اسے الخصائص علیؓ میں بھی روایت کیا ہے۔ سیوطیؒ زوائد میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند کے رواۃ ثقہ ہیں۔ صحیح ہیں۔ لیکن یہ روایت ابن ماجہ میں منفرد ہے۔ اور اس کے شروع کے الفاظ کہ میں اللہ کے رسول کا بھائی ہوں۔ یہ ترمذی میں ابن عمرؓ کی روایت سے مرفوعاً ثابت ہیں

امام ذہبی نے حاکم کا قول نقل کرکے تحریر کیا ہے کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق تو کیا ہوتی یہ تو قطعاً صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔ اور عباد بن عبد اللہ کو ابن المدینی ضعیف قرار دیتے ہیں پھر ذہبی میزان میں فرماتے ہیں اس عباد نے حضرت علیؓ پر جھوٹ بولا ہے۔ ابن الجوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس میں تمام آفت اس عباد کی مچائی ہوئی ہے۔ اس کا ایک اور راوی منہال ہے جسے شعبہ نے متروک قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص ۷۶۔

علامہ عبد الرشید نعمانی جو مدرسہ نیو ٹاؤن کے ایک اہم رکن ہیں انہوں نے اپنی کتاب ما تمس الیہ الحاجہ ص ۳۵ پر بعینہٖ یہی بحث تحریر فرمائی ہے۔ اور اس روایت کو انہوں نے موضوعات ابن ماجہ میں داخل کیا ہے۔ یہ بہت پرانی یادیں تھیں جو ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں۔

لیکن آج سے پندرہ سال قبل ہم نے موضوعات جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور اس

Marfat.com

سلسلہ میں کئی سال تک کام کرتے رہے۔ پھر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جو اب تقریباً دو سال سے تاریخی روایات کے اضافہ کے ساتھ مذہبی داستانوں کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہم نے اس سلسلہ میں پرانے مسودات نکملے۔ اور اس روایت کو دیکھا تو ہم نے آج سے پندرہ سال قبل جو تحریر کیا تھا وہ قارئین کے روبرو پیش کیا جاتا ہے۔

ابن ماجہ کی یہ روایت قرآن اور تاریخ کے منہ پر ایک بھرپور طمانچہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ تمام صحابہ صدیق ہیں۔ ارشاد ہے۔

اُولٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ — یہ لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں

نیز ارشاد ہے۔

فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ۔ — یہ وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام کیا۔ ان میں کچھ انبیاء، کچھ صدیق، کچھ شہداء اور کچھ نیک لوگ ہیں۔

یہ آیت اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ صدیق متعدد ہو سکتے ہیں۔ بلکہ جس طرح انبیائے کرام، صالحین اور شہداء لاتعداد ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح صدیقین بھی لاتعداد ہوتے رہیں گے۔ اس لحاظ سے تمام صحابہ صدیق ہیں۔ اور ان صدیقین میں سب سے بڑا مقام اس ہستی کا ہے جسے آج تک تاریخ صدیق اکبر کے لقب سے یاد کرتی رہی ہے۔ اور چونکہ سبائیوں کیلئے یہ کڑوی گولی سے کم نہیں۔ لہٰذا انہوں نے ایک مصنوعی گولی تیار کی۔ ابن ماجہ نے اس مصنوعی گولی کو مارکیٹ میں ایک چالو مال کی طرح پیش کیا۔

رہا یہ مسئلہ کہ حضرت علیؓ نے تمام لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔ تو یہ بھی ایک حیرتناک امر ہے۔ کیونکہ اولاً رات کی نماز سورۂ مزمل میں یہ کہہ کر فرض کی گئی۔

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا — اے چادر اوڑھنے والے رات کو قیام کیا

Marfat.com

نِصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۔ کر مگر تھوڑی رات ۔ آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ ۔ اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھ

لیکن یہ فرضیت ایک سال تک قائم رہی اور ایک سال بعد یہ حکم نازل ہوا

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ الآیہ ۔ جتنا قرآن تمہارے لئے آسان ہو اتنا قرآن پڑھو ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں کچھ مریض ہیں ۔ اور کچھ وہ ہیں جو زمین میں سفر کرتے ہیں تاکہ اللہ کا فضل تلاش کر سکیں ۔

یہ آیت وضاحت کے ساتھ یہ ثابت کر رہی ہے کہ اس سال اول میں نماز پڑھنے والے متعدد افراد تھے ۔ صرف ایک فرد واحد نہ تھا ۔ یہ روایت حضرت علیؓ پر صریح بہتان ہے ۔ اور اسی لئے اس روایت کا شمار ابن ماجہ کی موضوعات میں ہوتا ہے ۔

محمد بن اسمٰعیل اس کا پہلا راوی محمد بن اسمٰعیل الرازی ہے ۔ ذہبی کہتے ہیں اس کی حدیث باطل ہے ۔ خطیب کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہے ۔ بلکہ یہ روایات وضع کرتا ہے ۔ خطیب نے اس کی متعدد روایات نقل کی ہیں جو اس نے وضع کی ہیں ۔ میزان ج ۳ ص ۴۸۵

عُبَیدُ اللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی اس کا دوسرا راوی عبید اللہ بن موسیٰ ہے ۔ جسے اگرچہ ابو حاتم اور یحییٰ ابن معین وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے ۔

لیکن ابوداؤد فرماتے ہیں یہ تو آگ لگانے والا شیعہ ہے ۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ احادیث میں خلط ملط کرتا ہے ۔ اور بہت بری روایات بیان کرتا ہے ۔ بلکہ ان کا موجد بھی وہ خود ہی ہے ۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا لیکن میں نے اس سے روایت لینا پسند نہیں کیا ۔ کسی نے امام احمد سے سوال کیا کہ کیا میں اس سے روایات لوں ۔ امام احمد نے منع فرما دیا ۔ اس سے بخاری ۔ مسلم ۔ ترمذی ۔ ابوداؤد ، نسائی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں ۔ میزان ج ۳ ص ۱۶ ۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ۔ یہ ثقہ ہے شیعہ ہے ۔ ۲۱۳ھ میں اس کا انتقال ہوا تقریب ص ۲۲۷ ۔

Marfat.com

علاء بن صالح التیمی الکوفی اس کا تیسرا راوی علاء بن صالح ہے۔ اسے اگرچہ ابو داؤد اور یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم اور بخاری کہتے ہیں اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں لیکن علی بن المدینی کا بیان ہے یہ منکر روایات روایت کرتا ہے۔ جس کی مثال خود یہ روایت ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۰۳

منہال بن عمرو الکوفی اس سے تمام مصنفین صحاح نے روایات لی ہیں۔ یحییٰ بن معین اور احمد العجلی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن شعبہ نے اس کی روایت ترک کردی تھی۔ حاکم کہتے ہیں یحییٰ بن سعید القطان نے اس کی روایت ترک کردی تھی اور انہوں نے اس پر تنقید کی ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں ضعیف ہے بدترین مذہب رکھتا تھا۔ (یعنی رافضی تھا) ابن حزم نے بھی اس پر تنقید کی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس سے بہتر تو ابو البشر ہے اور وہ اس سے زیادہ ثقہ ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۹۲

عَبّاد بن عبداللہ الاسدی الکوفی یہ اس روایت کی سند کا آخری راوی ہے بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اسی نے حضرت علیؓ کی جانب یہ بہتان منسوب کیا ہے۔ ابن المدینی کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے۔ المیزان ج ۲ ص ۳۶۸

یہ تو وہ تخیلات تھے جو ہم نے چودہ پندرہ سال قبل تحریر کیے تھے۔ اب آگے ابن الجوزی کا فیصلہ بھی سنیے۔ وہ فرماتے ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس کا واضع عبّاد بن عبداللہ ہے۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ وہ ضعیف الحدیث ہے۔ ازدی کا بیان ہے کہ یہ عبّاد ایسی روایات پیش کرتا ہے کہ جنہیں کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ اثرم کا بیان ہے کہ میں نے ابوعبداللہ یعنی امام احمد بن حنبل سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا اس کی روایت پھینک دو یہ تو منکر ہے۔

الموضوعات ج ۱ ص ۳۴۱

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا۔ اور حضرت

Marfat.com

خدیجہؓ اور حضرت ابوبکرؓ وغیرہ اسلام لائے تو کہنے والے کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سب سے پہلے ایمان لائے ہیں یا بچوں میں سب سے قبل وہ ایمان لائے۔ آخر جب وہ ایمان لائے تو ان کی عمر کیا تھی۔ کوئی کہتا ہے کہ پانچ سال۔ کوئی سات سال۔ کوئی نو۔ اور زیادہ سے زیادہ تیرہ بیان کی جاتی ہے بالفاظ دیگر دعویٰ یہ کیا جا رہا ہے کہ حضرت علیؓ نے بعثت رسول بلکہ اپنی تخلیق سے قبل ہی نمازیں شروع فرما دی تھیں۔ کیونکہ جب وہ پانچ سال کی عمر میں ایمان لائے تو وہ اپنی تخلیق سے دو سال پہلے سے نماز پڑھتے آئے تھے۔ یہ مسئلہ ظاہر کی رو سے ہرگز سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اس کے لئے کسی ولی پیر کو تلاش کرنا ہوگا تاکہ وہ باطنی علوم کے ذریعہ ہماری بہترین راہنمائی کر سکے۔

علامہ عبد الرشید نعمانی صاحب مدیر "البینات" مدرسہ نیوٹاؤن کراچی اپنی کتاب "ماتمس بہ الحاجۃ" م طرازہیں۔

ابن ماجہ کی دوسری موضوع حدیث وہ روایت ہے جو ابن ماجہ نے فضل علی میں منہال عن عباد بن عبد اللہ کے ذریعہ نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں، اور میں ہی صدیق اکبر ہوں۔ میرے بعد جو خود کو صدیق اکبر کہے وہ جھوٹا ہے۔ میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی ہے۔

ابن الجوزی کہتے ہیں یہ موضوع ہے اس میں آفت عباد ہے اور منہال کو شعبہ نے ترک کیا ہے۔ ذہبی میزان میں عباد کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ اس عباد نے حضرت علیؓ پر جھوٹ بولا ہے۔

سیوطی نے "تعقبات علی الموضوعات" میں تحریر کیا ہے۔ یہ روایت نسائی نے خصائص میں اور حاکم نے مستدرک میں نقل کی ہے اور حاکم کہتے ہیں یہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ لیکن ذہبی نے حاکم پر اعتراض کیا کہ عباد ضعیف ہے۔

علامہ نعمانی لکھتے ہیں۔ بلکہ ذہبی نے "تلخیص" میں واضح طور پر یہ بات لکھی ہے۔ کہ حاکم نے جو یہ کہا ہے کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے یہ تو ان میں سے ایک کی شرط پر بھی پوری نہیں اترتی۔ بلکہ یہ تو صحیح بھی نہیں۔ یہ تو باطل ہے۔ اس پر غور کر لینا چاہیے کیونکہ

Marfat.com

حبان کو ابن المدینی نے ضعیف کہا ہے۔ [illegible]

خلیفہ کی پہچان

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات اچانک ایک ستارہ ٹوٹ کر گرا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جاؤ دیکھو کہ یہ ستارہ ٹوٹ کر کس کے گھر میں گرا ہے۔ جس کے گھر میں یہ ستارہ گرا ہوگا۔ وہ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ ہم نے جا کر دیکھا تو وہ حضرت علیؓ کے گھر میں گرا تھا۔ اس پر ایک جماعت بولی محمد تو علیؓ کی محبت میں گمراہ ہو گئے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

والنجم اذا ھوٰی ما ضلّ صاحبکم — قسم ہے ستارے کی جب وہ ٹوٹ کر گرے۔

وما غوٰی (میزان ج ۱ ص) — تمہارا ساتھی نہ راستہ بھٹکا اور نہ گمراہ ہوا۔

اس کا راوی ربیعۃ بن محمد ہے۔ جس کی کنیت ابو زید ہے۔ قبیلہ طے سے تعلق رکھتا ہے۔ ذہبی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ ربیعہ کذاب ہے۔

متروک وہ راوی ہوتا ہے۔ جس کی روایات منکر ہونے کے باعث ترک کر دی جائیں لیکن اس پر کذب و وضع کا کسی نے کوئی الزام قائم نہ کیا ہو۔ اور ایسی روایت کو منکر کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ ادا کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہم اس جھوٹ کا اگرچہ کسی خاص شخص پر الزام قائم نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ اور یہ جھوٹ کس نے وضع کیا ہے یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ بہرصورت یہ روایت جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔ ہم اس کی سند کے تمام راوی اور ان کے حالات قارئین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔ وہ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ اس کہانی کا واضع کون ہو سکتا ہے۔

ربیعۃ بن محمد نے یہ کہانی مشہور صوفی ذی النون مصری سے نقل کی ہے۔ یہ مصر کے مشہور فلسفی گزرے ہیں ۱۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ یعنی یہ امام احمد بن حنبل اور بخاری وغیرہ کے ہم عصر ہیں۔

Marfat.com

امام ذہبی ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ مصر کے باشندہ اور مشہور زاہد اور عارف تھے۔ دارقطنی کا بیان کہ انہوں نے امام مالک سے روایات نقل کی ہیں جن پر اعتراض ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ کہا جاتا ہے ان کا نام ثوبان بن ابراہیم ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام فیض بن احمد ہے۔ اور کنیت ابو الفیض ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کنیت ابوالفیاض ہے۔ محمد بن یوسف الکندی نے "تاریخ الموالی المصریین" میں لکھا ہے کہ اہل مصر کے غلاموں میں سے ذی النون بن ابراہیم الاخمیمی بھی ہیں۔ یہ قریش کے غلام تھے۔ ان کا باپ سوڈانی تھا۔ ابن یونس کا بیان ہے کہ یہ عالم فصیح اور فلسفی تھے۔ یہ سوڈانی الاصل ہیں۔ ۲۴۵ھ میں ان کا انتقال ہوا

ذہبی کا بیان ہے کہ ان پر بہت مصیبتیں نازل ہوئیں اور انھیں بہت اذیتیں پہنچائی گئیں کیونکہ لوگوں کے سامنے ایسے علوم کا تذکرہ کیا جس کی دور صحابہ سے اس وقت تک کسی نے تعلیم نہ دی تھی۔ یہ مصر میں سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مقامات اولیاء اور ان کے احوال پر بحث کی جس پر لوگوں نے انھیں زندیق قرار دیا۔ میزان ج ۲ ص ۳۳ ۔

ظاہر ہے کہ جس امر کی صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے تعلیم نہ دی ہو اس کا تعلق دین سے تو ہو نہیں سکتا اسے لوگ زندقہ نہ کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟ لیکن چونکہ یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں لہٰذا ہم اس سے گریز کرتے ہوئے اپنے اصل موضوع پر آتے ہیں ۔

ہمارا اس سے کوئی غرض وابستہ نہیں کہ ذی النون کا مقام کیا تھا۔ ہماری غرض تو صرف اس امر سے ہے کہ وہ امام مالک کے نام سے روایات نقل کرتے ہیں۔ حالانکہ جب امام مالک کا انتقال ہوا تو اس وقت ذی النون یا تو اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے یا نطفہ کی صورت میں اپنے والد کی پشت میں۔ کیونکہ ذی النون ۱۸۰ھ میں عالم وجود میں آئے۔ اور امام مالک ۱۷۹ھ میں انتقال فرما چکے تھے۔ یہ تو صریح جھوٹ ہے کہ انہوں نے امام مالک سے روایات نقل کی ہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مالک نامی کسی اور شخص سے روایت کی ہو اور ان کے معتقدین نے ان کی عظمت میں

Marfat.com

چار چاند لگانے کے لیے اس نامعلوم مالک کو امام مالک بنا دیا ہو۔

اس دور میں ایک شخص مالک بن غسان المسمعی بھی تھا۔ یہ بصرہ کا باشندہ تھا۔ ذو النونؒ اس سے حصول علم کی غرض سے کب بصرہ تشریف لے گئے تھے؟ یا مالک بن غسان یہ زہر کے گھونٹ پلانے کے لیے کب مصر آیا تھا اور اس کی نگاہ انتخاب ایک فلسفی ہی پر کیوں پڑی تھی۔ یہ مالک کب پیدا ہوا اور کب مرا؟ کس کس سے اس نے تعلیم حاصل کی؟ یہ سب کچھ پردۂ راز میں ہے۔ ان تمام گتھیوں کو ایک باطنی ہی حل کر سکتا ہے۔ ہم تو ظاہر پرست ہیں۔ معرفت کی باتیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔

مالک بن غسان کا دعویٰ ہے کہ اس نے یہ روایت ثابت سے سنی ہے اور ثابت نے حضرت انس بن مالکؓ سے۔ یہ ثابت کون ہیں؟ راوی نے ان کا اتا پتہ بیان نہیں کیا۔ غالباً یہ بھی امام مالک کی قسم کا ایک دھوکہ ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ ثابت سے مراد ثابت البنانی ہیں۔ حاشا وکلا ان کے بارے میں اس قسم کی خرافات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا خیال ہے کہ ثابت سے مراد ثابت بن ابی صفیہ ہے۔

ثابت بن ابی صفیہ حضرت انسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ ابن المبارک، یحییٰ بن معین، نسائی، ابوحاتم رازی اور احمد بن حنبل کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔ سلیمانی کا قول ہے کہ یہ ثابت رافضی ہے۔ حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ میزان الاعتدال

قارئین کرام آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ ان چاروں راویوں یعنی ربیعہ بن بدر، ذوالنون، مالک اور ثابت میں سے کس نے یہ جھوٹ وضع کیا۔ بہرصورت نشر و اشاعت میں تو چاروں یکساں شریک ہیں۔

اب آئیے ذرا اس کی کچھ معنوی حیثیت پر بھی غور کر لیں۔

۱۔ اس واقعہ کو بقول ان کذابین حضرت انسؓ نقل فرما رہے ہیں۔ اور وہ یہ بیان کر رہے کہ یہ واقعہ پیش آنے کے بعد سورۂ نجم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ حالانکہ سورۃ النجم متفقہ طور پر مکی ہے۔ اور حضرت انسؓ کو ان کی والدہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے بعد آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اور حضرت انسؓ اس وقت دس سال کے بچے تھے۔ اس تمام باطنی اور سبائی

Marfat.com

روداد کا انہیں کیسے علم ہوا۔ کاش ذوالنون ہمیں بھی یہ راز دیتے! ہو سکتا ہے کہ کشف میں ایسا واقعہ رونما ہوا ہو۔

۲۔ ہمارا کشف یہ کہتا ہے کہ ان حضرات کا یہ کشف تاریخی طور پر غلط ثابت ہو چکا ہے۔ اصل میں صاحب کشف حضرت ابوبکرؓ کے مکان کو حضرت علیؓ کا مکان تصور کر بیٹھا۔

۳۔ مکہ میں حضرت علیؓ کا کوئی مکان نہ تھا۔ وہاں تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے مکان تو ان کو اس وقت حاصل ہوا جب انہوں نے شادی فرمائی۔ اور حضرت علیؓ کی شادی شوال ۲ھ یا محرم ۳ھ میں مدینہ میں ہوئی۔ جبکہ سورہ نجم مکہ میں نازل ہو چکی تھی۔

۴۔ تارہ جب ٹوٹتا ہے تو وہ سیدھا نیچے نہیں آتا بلکہ ٹیڑھا جاتا ہے جو ہزار ہا میل کے فاصلہ پر جا کر گرتا ہے۔ اور بعض اوقات کافی جسیم ہوتا ہے جو پوری آبادی کو برباد کر سکتا ہے۔ ذوالنون ایک فلسفی تھے۔ اور ابتدائی جوانی فلسفہ میں گزاری۔ کیا یہ بھی کوئی فلسفہ تھا کہ حضرت علیؓ کے گھر میں گرنے کے لئے وہ تارہ سیدھا آیا۔ اور دنیا نے اسے گرتے بھی دیکھا ہو۔ اور اس نے کوئی نقصان بھی نہ پہنچایا۔ (غالباً اس لئے کہ وہ تارہ مشکل کشا کے نام کا تھا)

۵۔ ہم قارئین کرام کی معلومات کیلئے یہ بھی عرض کر دیں کہ ستارہ کوئی نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو آسمان کی زینت کے لئے پیدا کیا ہے۔ شیطان کو مارنے کے لئے ایک شعلہ پھینکا جاتا ہے جسے شہاب ثاقب کہا جاتا ہے۔ غلطی سے لوگ اسے ستارہ سمجھتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ٱلْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ	ہم نے دنیاوی آسمان کو ستاروں کے ذریعہ زینت عطا فرمائی۔ اور اسے ہر سرکش شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بنایا، وہ ملاءِ اعلیٰ کی جانب کان نہیں لگاتے کہ ان پر ہر جانب سے آگ برسائی جاتی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ مگر اچانک جو بات اچک لے تو اس

ثَاقِبٌ ۝ الصفت ۔ کے پیچھے ایک شعلہ لپکتا ہے۔

سورۂ جن میں ارشاد ہے۔

وَاِنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ الجن

اور اگر ہم آسمان کو چھو کر دیکھیں تو ہم اسے بھرا ہوا پائیں گے۔ شدید نگران اور شعلوں سے اور ہم نے سننے کے لئے وہاں جگہ متعین کی ہیں۔ جب بھی وہاں کوئی بات سننا چاہتا ہے تو اس کے پیچھے ایک شعلہ لپکتا ہوا آتا ہے

۲۔ راوی کہتا ہے کہ سورۂ نجم کے نزول کی وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حب علیؓ میں گمراہ ہو گئے ہیں۔ تو صحیح بات یہ ہے کہ جو اپنی شائع ہونے والی کتاب کیا ہمارا قرآن ایک ہے، ہم یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کی ولایت کا اعلان کیا گیا تو ابوبکرؓ وعمرؓ نے کہا کہ محمد تو علیؓ کی محبت میں گمراہ ہو گئے ہیں۔ اس روایت میں کوئی خاص کارنامہ نہیں دکھایا گیا۔ ہاں صرف ابوبکرؓ وعمرؓ کا نام حذف کر دیا گیا۔ اور اس روایت کا اصل مقصود بھی یہی تبرا ہے اور ایک جماعت نے یہ بات کہی کہ اس سے مراد جماعت صحابہ ہے۔ اس تبرا کا بانی کون ہے اس کا فیصلہ قارئین خود فرمالیں۔ ہم تو صرف یہی کہہ سکتے ہیں۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ خبردار جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

حضرت علیؓ کا محل کہاں ہوگا

حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے مجھے اسی طرح خلیل بنایا ہے جیسے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا تھا۔ میرا محل بھی جنت میں ہوگا اور ابراہیمؑ کا محل بھی جنت میں ہوگا۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہوں گے اور علیؓ کا محل میرے اور ابراہیمؑ

ے عمل کے درمیان ہوگو۔ تو غور کرو اس حبیب کا کیا حال ہوگا جو دو خلیلوں کے درمیان ہوگا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اور اس کے راوی یزید بن معقل اور عقبہ بن موسیٰ یہ دو مجہول ہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ا من ۲۵۔

گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام حضرت علیؓ سے کچھ کم ہی ہے اسی لئے تو انہیں درمیان میں بیٹھایا گیا ہے۔ لیکن اس کام کے لئے کون سی جگہ پسند کی گئی تو ایک روایت تو یہ کہتی ہے کہ جنت میں بٹھایا گیا۔ اور ایک روایت کا آگے مطالعہ فرمالیجئے۔

حضرت علیؓ کے لئے عرش پر قبہ لگایا جائے گا

حضرت سلمان فارسی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے لئے سفید یاقوت کا قبہ عرش کے داہنی طرف لگایا جائے گا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے لئے عرش کے بائیں جانب سبز قبہ لگایا جائے گا۔ اور حضرت علیؓ کے لئے ان دونوں کے درمیان قبہ ہوگا جو سپید موتیوں کا ہوگا۔ تو خلیلوں کے درمیان کے حبیب کے معاملہ میں کیا خیال ہے؟

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا راوی داؤد بن حصین ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اسکی روایات ثقہ راویوں کی روایت کے مشابہ نہیں ہوتیں

علیؓ کا گوشت میرے گوشت سے بنا ہے

عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے ام سلمہؓ علیؓ کا گوشت میرے گوشت سے اور اس کا خون میرے خون سے ہے۔ اور یہ میری جگہ ایسا ہی ہے جس طرح ہارون موسیٰؑ کی جگہ تھے۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ داہر اس روایت کا راوی کچھ نہیں جس

داھر

Marfat.com

الانسان میں خود ہی سی جی بھلائی ہوگی وہ اس کی روایت نہ لیجئے گا۔ العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ ج ۱ صفحہ ۲۱۔

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ اس کا راوی عبداللہ بن داہر ہے جو اپنے باپ سے نقل کرتا ہے۔ کسی امام رجال نے ان دونوں کا ذکر تک نہیں کیا سوائے ابو حاتم رازی جو کہ شیعہ کا باشندہ ہیں۔ انہوں نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور یہ روایت باطل ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳

نیز عبداللہ بن داہر نے یہ روایت اعمش کے واسطے سے عبایہ الاسدی سے نقل کی ہے اور اس نے ابن عباسؓ سے۔

عبایۃ بن ربعی یہ حضرت علیؓ سے روایت نقل کرتا ہے اور اس سے موسیٰ بن طریف نے روایت نقل کی ہے۔ اور یہ دونوں غالی شیعہ ہیں۔ اس عبایہ نے حضرت علیؓ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ میں دوزخ تقسیم کروں گا۔ میزان الاعتدال ج ۲ صفحہ ۳۰۔

روایت کا آخری حصہ کہ علیؓ میرے لیے ایسے ہیں جیسے ہارون موسیٰ کے لیے تھے۔ وہ حدیث بالکل صحیح ہے اور ہم اس پر تفصیلی کلام دوسرے حصہ میں کر چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اس عبداللہ بن داہر نے ابن عباسؓ سے آگے یہ روایت بھی نقل کی ہے عنقریب ایک فتنہ پیدا ہوگا جو شخص بھی اس فتنہ کو پائے وہ دو چیزوں کو اختیار کرے۔ کتاب اللہ اور علی بن ابی طالب۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے اور آپؐ اس وقت علیؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ اور فرما رہے تھے۔

یہ پہلا شخص ہے۔ جو مجھ پر ایمان لایا۔ یہی قیامت کے روز سب سے اوّل مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ یہی اس امت کا فاروق ہے۔ جو حق اور باطل میں فرق کرے گا۔ یہ مومنین کا یعسوب ہے۔ اور مال ظلمت کا چھتہ ہوتا ہے۔ یہی صدیق اکبر ہے اور یہ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔

یہ فرمانا کہ حضرت علیؓ مومنین (شیعوں) کا مرکز ہیں۔ اور مال ظلمت کا چھتہ ہوتا ہے۔ اور چونکہ پہلے داماد ابوالعاص اور دوسرے داماد عثمانؓ ہر دو مالدار ہیں۔ لہٰذا یہ حضرات ظلمت کا چھتہ ہیں۔ لہٰذا ہر وہ شخص جس کے پاس مال ہو وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ مثلاً عشرہ مبشرہ اور بیشتر انصار۔ یہ سب ظلمت کے چھتے ہیں۔ عیاذاً باللہ

درمیرے بعد خلیفہ بھی علیؓ ہوں گے اور وہی صدیق اکبرؓ ہیں۔ لہذا اس سے قبل جو خلفا ہوئے وہ خلیفہ نہ تھے بلکہ غاصبین تھے جنھوں نے زبردستی خلافت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور تیس سال تک کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ یہ دوسری بات ہے کہ جب حضرت علیؓ کو خلافت ملی تو وہ خود مالدار ہو گئے تھے۔

میں نے عرش کے پائے پر لکھا ہوا دیکھا...

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے عرش کے پائے پر لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اید تہ بعلی ونصرتہ بعلی۔ لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ۔ میں نے محمدؐ کی تائید علیؓ کے ذریعہ کی اور علیؓ کے ذریعہ ان کی مدد کی میزان ج ۱ صفحہ ۵۳۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ ابن عدی نے اس کا واضع حسین بن ابراہیم البابی کو قرار دیا ہے۔ اس نے حضرت انسؓ سے ایک روایت اور بھی نقل کی جقیق کی انگوٹھی پہنا کرو۔ اس سے فاقہ دور ہوتا ہے۔ اور داہنا ہاتھ زینت کے زیادہ لائق ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ یہ حسین بن ابراہیم کون ہے۔ اس نے حمید الطویل سے دو موضوع روایات نقل کی ہیں۔ میزان ج ۱ صفحہ ۵۳۔

مختصراً یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر ایک اتہام ہے۔

حضرت علیؓ خیر البریہ ہیں

حضرت ابو سعیدؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علیؓ خیر البریہ ہیں (یعنی مخلوق میں سب سے بہتر)

Marfat.com

اس روایت کو ابوسعید سے نقل کرنے والا عطیہ بن سعد الکوفی ہے جو کہ شیعہ ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ کلبی کذاب کے پاس جاتا اور اس سے باتیں سنتا اور چونکہ کلبی کی کنیت ابوسعید تھی لہٰذا ابوسعید کے نام سے روایت بیان کرتا۔ اس کی مراد اس سے یہ تھی کہ لوگ ابوسعید کی کنیت سے دھوکا کھا کر یہ تصور کریں کہ یہ روایات حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہیں۔ جیسا کہ اس روایت میں واقع ہوا ہے۔ دراصل یہ کلبی کذاب کا قول ہے جو اس نے حدیث بنا کر پیش کر دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سے نقل کرنے والا عطیہ کوفی ہے جو کہ رافضی ہے اور وہ اس سے نقل کرنے والا شریک ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گذر چکا ہے۔

امام احمد کے قول سے یہ بات سامنے آئی کہ جو حدیث عطیہ الکوفی ابوسعید سے نقل کرے وہ حدیث رسول نہیں ہوتی اور نہ ابوسعید سے مراد ابوسعید خدریؓ ہوتے ہیں بلکہ اس سے مراد ابوسعید کلبی کذاب ہوتا ہے۔ اور یہ تمام روایات کوفہ کی فیکٹری میں تیار ہوئی ہیں۔ خواہ ایسی روایت حدیث کی کسی کتاب میں پائی جائے

اب ایک حدیث صحیح بھی ملاحظہ فرمائیں جس سے ہمارے قارئین کو اندازہ ہو جائے گا کہ خیر البریہ اصل میں کون ہیں۔ اور یہ کہانی یہاں سے چلائی گئی ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے حضورؐ کو مخاطب کر کے کہا

السلام علیک یا خیر البریہ — اے خیر البریہ آپ پر سلام

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

ذاک ابراهیم علیه السلام مسلم ج ۲ ص ۲۶۵ — خیر البریہ تو ابراہیم علیہ السلام تھے۔

اور حضرت ابراہیمؑ ابو الانبیاء اور خلیل اللہ ہونے کے باعث خیر البریہ ہیں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہونے کے باعث خیر البریہ ہیں۔ اس طرح کلبی کذاب نے ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ و سید الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر تبرا کیا ہے۔

اس مضمون کی ایک روایت حضرت جابرؓ سے ان الفاظ میں نقل کی گئی۔

کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا علیؓ خیر البشر ہیں جو اس سے انکار کرے اس نے کفر کیا۔

اہل سنت والجماعت کے عقیدے کی رو سے خیر البشر یا خیر البریہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس

ہے ۔ اور چونکہ روافض کے نزدیک ہر امام کا رتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہے ۔ اس لحاظ سے تو حضرت علیؓ ایک بلند مقام رکھتے ہیں ۔ یہ دوسری بات ہے کہ معمول کہ حضرت جبرئیلؑ حضور کے پاس چلے جاتے لیکن ظاہر ہے کہ آپ جب بیت الخلاء وغیرہ جاتے تو حضرت جبرئیلؑ حضرت علیؓ کے پاس آتے اور ان پر وحی نازل کرتے ۔ لہذا یہ قرآن دو شخصوں پر نازل ہوا ۔ اسی باعث حضرت علیؓ نے اصلی قرآن ایسا غائب کیا ۔ کہ امام غائب کی آمد تک ہم قرآن سے محروم ہو گئے ۔ اب ہمیں سب سے پہلے قرآن تلاش کرنا چاہیے ۔ اور چونکہ قرآن حضرت علیؓ نے لکھا تھا اور انھوں نے ہمیشہ کے لئے غائب کر دیا ۔ اگرچہ حضورؐ نے اسے پھیلانے کی کافی سعی کی ۔ لیکن وہ کوشش اس لحاظ سے اکارت گئی کہ حضرت علیؓ اس قرآن کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے جس میں حضرت علیؓ کی فضیلت نہ ہو لہٰذا جو کہ روئے زمین پر حکم حضرت علیؓ کا چلتا رہا ۔ کیونکہ خدا کے روپ میں بھی حضرت علیؓ تھے ۔ لہذا اسی لئے اس مصنوعی خدا کو جو حضرت علیؓ کے روپ میں آیا اسے خیر البشر اور خیر البریہ نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے ؟

حسن بن محمد

ہمارے نزدیک خیر البشر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر کھلا تبرا ہے ۔ جس کا سہرا ایک علوی کے سر بندھتا ہے ۔ ابن عدی اور ذہبی کے بقول اس کا نام حسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبید اللہ بن حسین بن زین العابدینؒ بن حسین بن علیؓ ہے ۔ اس کی کنیت ابو طاہر ہے اور نسابہ کے لقب سے مشہور ہے ۔ یہ روایت اس کے رافضی اور جھوٹے ہونے کی دلیل ہے اس نے یہ داستان اپنی کتاب النسب میں ذکر کی ہے ۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے ۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ۳۵۸ھ میں اس کا انتقال ہوا ۔ اس پر اگر یہ جھوٹ بولنے کی تہمت نہ ہوتی تو محدثین کا اس کے پاس اژدھام جمع ہوتا ۔ کیونکہ یہ شخص کافی عمر رسیدہ بھی تھا ۔

دبری

اس نسابہ نے یہ روایت اسحاق دبری سے نقل کی اور اس نے مشہور شیعہ عبد الرزاق بن ہمام سے ۔ عبد الرزاق کے بارے میں ہم کسی موقع پر تفصیلی خاکہ پیش کر چکے ہیں ۔ رہا اسحاق الدبری یہ عبد الرزاق بن ہمام کا شاگرد ہے ۔ اس اسحاق نے عبد الرزاق سے نو سال کی عمر میں ان کی تصانیف سنی تھیں ۔ بعد میں یہ شخص عبد الرزاق کے نام سے منکرات بیان کرنے لگا ۔ جس کے باعث لوگوں کو یہ وہم پیدا ہوا کہ یہ روایت دبری کی وضع کردہ ہے ، یا عبد الرزاق کی ۔ حافظ ابو بکر بن ـــ الاشبیلی اس کے مدعی ہیں

Marfat.com

کہ اس ذہبی نے مصنف میں تخریج کی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۰۱

میرے بعد علم علیؓ اور سلمانؓ سے حاصل کرنا

حضرت انسؓ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ کے بعد علم کی باتیں کس سے سیکھیں۔ فرمایا علیؓ اور سلمانؓ سے۔ میزان ج ۱ ص ۹۲

اس روایت کا راوی احمد بن ابی روح ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے اس کی احادیث مستقیم نہیں ہوتیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس شخص نے اس روایت کی سند میں جن لوگوں کا نام لیا ہے ان سب پر اتہام ہے۔ میزان ج ۱ ص ۹۲۔ بلکہ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ روایت اس سند کے ساتھ من گھڑت ہے۔

حضرت انسؓ کو چونکہ علیؓ سے پرخاش تھی اس لیے وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں کبھی حاضر نہیں ہوئے رہ گئے سلمانؓ وہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں انتقال کر گئے تھے۔ اور سبائی اس وقت تک وجود میں نہ آئے تھے۔ لہذا یہ روایت حضرت انسؓ پر ایک کھلا جھوٹ ہے۔

اس احمد بن ابی روح سے نقل کرنے والا احمد بن ابی حفص السعدی ہے۔ جو امام ابن عدی کا شیخ ہے لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ منکر روایات بیان کرتا ہے۔ لیکن عمداً جھوٹ نہیں بولتا۔ ہاں دشمن کے جھوٹ کی اشاعت کرنا اور بات ہے۔

اے علیؓ! وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور تجھ سے بغض رکھتا ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ لیکن تجھ سے بغض رکھتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۳

Marfat.com

بے شک وہ شخص بھی جھوٹ بولتا ہے جو حضورؐ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہو اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمان رضی اللہ عنہم سے نفرت کرتا ہو۔ اور حب علیؓ بقول روافض بغض صحابہ پر موقوف ہے۔ لہٰذا کسی صحابی سے محبت کرنے والا حضرت علیؓ کا دشمن ہے۔

اس اصول کو جب ہم پیش نظر رکھتے ہیں تو تمام اہل سنت والجماعت بغض علیؓ میں مبتلا ہیں۔ اگرچہ ہم حب علیؓ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم اہل سنت والجماعت جہاں حب علیؓ میں مبتلا ہیں وہاں بغض علیؓ میں بھی مبتلا ہیں۔ اس لحاظ سے نہ ہم ادیروں میں ہیں نہ غیروں میں ہیں۔ نہ ہم دشمن علیؓ ہیں اور نہ محب علیؓ

رہ گیا بغض کا مسئلہ تو حضرت بریدہؓ نے اس امر کا اقرار کیا تھا۔

انا ابغض علیا   میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں۔

میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں۔ اس کے جواب میں رسول اللہؐ نے صرف اتنا ارشاد فرمایا لا تبغضہ فان فی الخمس اکثر من ذلک۔ اس سے بغض نہ رکھنا کیونکہ خمس میں اس کا اس سے زیادہ حصہ ہے۔ (بخاری) اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت علیؓ سے بغض رکھنا کفر میں داخل نہیں۔

حسین بن سلیمان اس کا راوی حسین بن سلیمان الطلحی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ شخص معروف نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی متابعت میں کوئی حدیث روایت نہیں کرتا

اس نے عبدالملک بن عمیر سے پانچ منکر روایات نقل کی ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے اور ایک پرندے والی روایت ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔ اس حسین نے یہ داستان عبدالملک بن عمیر سے نقل کی ہے۔

عبدالملک بن عمیر یہ مشہور تابعی ہیں کوفہ کے باشندہ ہیں۔ ان کا تعلق قبیلہ لخم سے ہے انہوں نے حضرت علیؓ کو دیکھا ہے۔ حضرت جابرؓ بن سمرہ، حضرت جندبؓ البجلی اور دیگر صحابہ وغیرہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ ان کی روایات تمام کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ امام شعبی کے بعد کوفہ کے قاضی رہے۔ ان کی عمر کافی طویل ہے۔ اسی باعث ان کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ شعبہ اس سے خوش نہ تھے۔ کوسج نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ وہ اسے بہت ضعیف کہتے۔ بلکہ عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میرے والد امام احمد سے عبدالملک اور عاصم بن ابی النجود

Marfat.com

کے بارے میں سوال کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا میرے نزدیک عاصم اس سے کم مختلف کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۶۶

حضرت علیؓ سے محبت کرنیوالے کو موت کے وقت کوئی حسرت نہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ تجھ سے محبت کرنے والے کو موت کے وقت حسرت نہ ہوگی اور نہ قبر میں وحشت ہوگی۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا راوی احمد بن الحسین العبطانی ہے جو اسے ابو ... سے نقل کرتا ہے وہ مجہول ہے۔ اور اس نے اوپر کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ میزان ج ۱ ص ۹۴

ہم پہلے بھی کئی بار لکھ چکے ہیں کہ جس حدیث کے شروع میں یا علی ہو وہ تمام روایات ایک روایت کے علاوہ سب شیعوں کے جھوٹ ہیں اور اس کی وضاحت ملا علی قاری نے اپنی موضوعات میں کی ہے۔ حتیٰ کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس روایت میں یا علی ہو سوائے ایک روایت کے وہ یقیناً موضوع ہیں۔ اور چونکہ اس روایت کی ابتداء میں لفظ یا علی ہے لہٰذا یہ یقیناً موضوع ہے۔

حضرت علیؓ کے ذریعہ اللہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ علیؓ میرا بھائی ہے اور میرا ساتھی ہے۔ اور ایسی ذات ہے جس کے ذریعہ اللہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے.....

علی بن الحسین الہاشمی یہ علی بن الحسین اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔ یہ علی اور اس کا باپ حسین ہر دو مجہول ہیں۔ انہوں نے یہ روایت امام مالکؒ کی جانب منسوب کی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور اسے امام مالکؒ کی جانب منسوب کرنا یہ ایک جھوٹ ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۲۱

Marfat.com

راوی یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ امام مالک نے یہ روایت لیث سے سُنی ہے۔ اور لیث نے طاؤس سے۔ حالانکہ یہ ایک صریح جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ لیث دو ہیں۔ لیث بن سعد اور لیث بن ابی سلیم۔ اگر لیث سے مراد لیث بن سعد ہیں تو ان کی امام مالک سے خط و کتابت ضرور ہوئی۔ بلکہ امام لیث نے ایک مراسلہ میں امام مالک کی فقہی غلطیاں پکڑی ہیں جس کے ناقل امام شافعی ہیں۔ لیکن اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ امام مالک نے امام لیث بن سعد سے۔ روایت سنی ہے تو ان امام لیث نے طاؤس بن کیسان سے کوئی حدیث نہیں سُنی۔ طاؤس سے روایت نقل کرنے والے امام لیث بن سعد نہیں۔ لیث بن ابی سلیم ہیں۔ کیونکہ لیث بن ابی سعد ۹۴ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور طاؤس بن کیسان کا انتقال ۱۰۶ھ میں یمن میں ہوا۔ بلکہ امام لیث کے جتنے ہم عصر ہیں ان میں سے کسی نے طاؤس سے روایت نہیں سُنی۔

لیث بن ابی سلیم

لیکن اگر لیث بن ابی سلیم مراد لئے جائیں تو یہ کوفہ کے باشندہ ہیں۔ امام احمد کا قول ہے کہ ان سے اگرچہ لوگوں نے روایت لی ہیں۔ لیکن یہ مضطرب الحدیث ہیں۔

یحییٰ بن معین اور نسائی کا قول ہے ضعیف ہے۔ نیز یحییٰ بن معین سے ایک قول یہ مروی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ کہ آخر عمر میں اسے اختلاط ہوگیا تھا۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ سنت کا پابند تھا۔ لیکن اس پر لوگوں نے جو اعتراضات شروع کئے وہ اس بات پر کئے گئے کہ اس نے دعویٰ کیا کہ عطا، طاؤس اور مجاہد ایک جگہ جمع ہوئے۔

ابوبکر بن عیاش کا قول ہے کہ لیث لوگوں سے زیادہ نماز اور روزوں میں کثرت کرتا۔ لیکن اگر غلطی سے کوئی بات زبان سے نکل جاتی تو اسے ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا۔

ابن شوذب نے اس لیث سے نقل کیا ہے کہ میں نے کوفہ کے ابتدائی شیعوں کو دیکھا ہے کہ وہ ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ پر کسی کو فضیلت نہ دیتے۔

ابن ادریس کا بیان ہے کہ میں جب بھی اس لیث کے پاس جاکر بیٹھتا تو میں نے اس سے وہ باتیں سنیں جو کبھی میں نے اس سے نہ سُنی تھیں۔

Marfat.com

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد کو فرماتے سنا ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید قطان کو دیکھا وہ جتنی بری ان تین اشخاص کے بارے میں رکھتے تھے اتنی بری رائے کسی اور کے بارے میں نہ رکھتے تھے اور ان (تینوں) میں سے کسی سے بات کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ تین اشخاص یہ ہیں۔ لیث بن ابی سلیم، محمد بن اسحاق اور ہمام

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ لیث بن ابی سلیم عطاء بن السائب سے زیادہ ضعیف ہے۔ مؤمل بن فضل کا بیان ہے کہ میں نے عیسیٰ بن یونس سے لیث بن ابی سلیم کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا میں نے جب اسے دیکھا تو اسے اختلاط پیدا ہو گیا تھا بعض اوقات میں دن چڑھے کے وقت راہ سے گزرتا تو اور وہ منارے پر کھڑا اذان دیا ہوتا۔ ۱۴۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ بخاری کے علاوہ تمام محدثین نے اس سے روایات لی ہیں۔

مدینہ میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لائق نہیں

حضرت سعد کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی بار علیؓ کے لئے یہ کہتے سنا کہ اے علیؓ مدینہ میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لائق نہیں۔ اور تو میری جگہ ایسا ہی ہے۔ جیسے ہارون موسیٰ کی جگہ تھے۔ میزان ج

اس روایت کا راوی حفص بن عمر الابلی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی تمام روایات منکر ہوتی ہیں۔ خواہ بلحاظ سند منکر ہوں یا بلحاظ متن، یہ شخص ضعف کے زیادہ قریب ہے۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ ایک استاد تھا لیکن کذاب تھا۔ ہاں ابن حبان کو یہ ضرور وہم ہوا کہ انھوں نے ابلی کو حبطی قرار دے دیا۔ اور اس کے بعد ابن حبان نے تحریر کیا کہ اس نے ابن ابی ذئب۔ ابراہیم بن سعد، یزید بن عیاض اور مالک بن انسؓ سے نقل کیا ہے یہ حضرات کہتے ہیں کہ ہم سے زہری نے بیان کیا کہ میں نے سعید سے دریافت کیا تم نے مذکورہ بات حضور سے سنی، سعید نے اس کا اقرار کیا۔

محمد بن سلیمان بن الحارث کا بیان ہے کہ ہم سے حفص بن عمر الابلی نے یہ حدیث بیان کی۔ اور اس حدیث

کا ابتدائی حصہ باطل ہے۔

عقیلی کا بیان ہے یہ حفص بن عمر شعبہ، مسعر، مالک بن مغول اور ائمہ سے باطل روایات نقل کرتا ہے

میزان ج ۱ ص ۵۶۲

اس حفص کا دعوٰی ہے کہ اس نے روایت امام مالک، ابن ابی ذئب، ابراہیم بن سعد اور یزید بن عیاض سے سنی ہے۔ اور انہوں نے امام زہری سے۔ اور انہوں نے سعید سے۔ حالانکہ ابراہیم بن سعید زہری کے شاگرد نہیں بلکہ استاد ہیں۔

نیز یہ دعوٰی بھی جھوٹا ہے۔ کہ زہری نے یہ روایت سعید سے سنی۔ اور سعید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اگر سعید سے مراد سعید بن زید بن عمرو بن نفیل صحابی ہیں تو وہ تو زہری کی پیدائش سے قبل انتقال کر گئے تھے۔ تو زہری ان سے کیسے روایت سنتے۔ اور اگر سعید سے مراد سعید بن المسیب ہیں تو بے شک زہری نے ان سے روایات سنی ہیں۔ لیکن ان سعید نے حضور کو دیکھا تک نہیں۔ کیونکہ یہ سعید ۲۳ھ میں پیدا ہوئے الغرض یہ روایت ہر دو صورت میں جھوٹ ہے۔ لیکن آخری حصہ کہ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارون موسیٰ کی جگہ تھے یہ حصہ ثابت ہے۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ اے علیؓ مدینہ میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لائق نہیں یا کوئی اور شخص مدینہ کے لائق نہیں۔ اس کا فیصلہ تو تاریخ کر چکی ہے۔ کہ ہزارہا افراد نے مدینہ میں جان دی لیکن حضرت علیؓ مدینہ چھوڑ کر کوفہ چلے گئے اور وہیں شہید کئے گئے۔ گویا کہ اگر مدینہ نامناسب تھا تو صرف حضرت علیؓ کے لئے۔ اور جن لوگوں کے لائق تھا۔ انہوں نے اپنا قتل گوارا کیا لیکن مدینہ چھوڑنا گوارہ نہ کیا۔ یعنی حضرت عثمانؓ۔

انہوں کو ایسی روایات وضع کرنی چاہیں تھیں جس سے کم ازکم ایک عام انسان مغالطہ کھا سکے اس روایت سے الٹا یہ ثابت ہوگا کہ اے علیؓ تو مدینہ کے لائق نہیں یا مدینہ تیرے لائق نہیں۔ عیاذاً باللہ۔

اونٹ کی خریداری

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی اونٹ لے کر آیا تاکہ انہیں فروخت کر سکے۔ عمرؓ ان کا بھاؤ تاؤ

Marfat.com

کرنے لگے۔ جو شخص ایک ایک اونٹ کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس سے یہ بات تاڑ لی کہ اونٹ کمزور ہو گیا ہے۔
عمرؓ اس کی چال دیکھ رہے ہیں۔ اس پر وہ شخص بولا تیرا باپ نہ ہو، یہ اونٹوں سے ناواقف ہو۔ جب عمرؓ اس کی چال دیکھ چکے
تب وہ شخص بولا میرا خیال ہے تو بہت برا آدمی ہے۔

جب عمرؓ اس کام سے فارغ ہوئے تو اس سے اونٹ خرید لیا اور کہنے لگے کہ اسے کھینچ لو اور اس کی قیمت لے لے۔ اس اعرابی نے کہا اچھا میں اس کا کجاوہ اور لگام اتار دوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے جب اونٹ خریدا تھا تو یہ چیزیں اس پر موجود تھیں۔ اس پر اعرابی بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو بہت برا آدمی ہے۔

یہ دونوں جھگڑ ہی رہے تھے کہ اسی وقت حضرت علیؓ آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے اونٹ والے سے کہا کیا تو اس پر راضی ہے کہ یہ شخص میرے اور تیرے درمیان فیصلہ کر دے۔ اونٹ والے نے اقرار کیا۔ حضرت عمرؓ نے علیؓ کے سامنے سارا قصہ بیان کیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا:

اے امیر المومنین! اگر اونٹ خریدتے وقت آپ نے کجاوے اور لگام کی شرط لگائی تھی تب تو یہ آپ کی ہیں ورنہ اونٹ کا مالک اپنے دام میں اس قیمت پر اضافہ کر سکتا ہے۔ تحریف ... میزان ج ۱ ص ۲۲۵

حفص بن اسلم الاصغر

اس کا راوی حفص بن اسلم الاصغر ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ عجیب عجیب کہانیاں نقل کرتا ہے۔ بخاری کا بھی یہی بیان ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ بے اصل روایات نقل کرتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس نے یہ روایت خود وضع کی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۲۲۔

یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ نے مذاقاً ایسی بات فرمائی ہو اور اسی لئے حضرت علیؓ پر فیصلہ چھوڑا ہو لیکن راوی نے اپنے دل کا غبار نکالنے کے لئے اسے افسانوی رنگ دے دیا ہو۔ ورنہ جو فیصلہ حضرت علیؓ دے رہے ہیں وہ تو ایک عربی مدرسہ کا طالب العلم بھی دے سکتا ہے۔ اور ایک جاہل شخص بھی یہ بات جانتا ہوگا کہ خریداری کے معاہدے میں وہ اشیاء داخل ہوتی ہیں جن کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ معاملہ صرف اونٹ کا ہوا۔ اس کے لگام اور کجاوے کا نہیں ہوا۔

ہمارے نزدیک اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کی بردباری ثابت ہوتی ہے کہ انہیں برا کہا جا رہا ہے اور ان کے باپ کو بددعائیں دی جا رہی ہیں۔ لیکن ان کے چہرے پر بل نہیں آتا۔ ویسے رافضیوں سے ہمارا کہنا ہے

Marfat.com

کہ جب تبرا کرنا ہو تو کسی افسانہ کے پردے میں نہ کیجئے۔ بلکہ مدبن کر بات کریں۔ ہم لوگ اس قسم کی باتوں کو بزدلی قرار دیتے ہیں۔

مجھے تین قسم کے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے تین قسم کے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عہد کر کے توڑنے والے ا ناکثین ، برابری کا دعویٰ کرنے والے ا قاسطین ، حد سے نکل جانے والے ا ناریین سے۔

یہ روایت حضرت ابوایوب انصاریؓ کے نام سے اگرچہ پہلے گزر چکی ہے۔ لیکن اول تو وہ روایت ادھوری تھی دوم یہ ابوایوب انصاریؓ سے مروی تھی۔ اور یہ حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ اس لیئے اسے پیش کر رہے ہیں۔

اول تو اس کے اوپر کے دو راوی علقمہ اور ابراہیم نخعی اپنے زمانے میں اہل سنت کے امام ہیں۔ ان کا یہ مذہب الٰہی نہیں ، ابراہیم نخعی کے بعد کے جتنے راوی ہیں وہ سب روات قابل غور ہیں۔

حکیم بن جبیر اگرچہ اس سے تمام اصحاب صحاح نے روایت لی ہیں۔ لیکن تب بھی ذہبی لکھتے ہیں کہ شیعی تھا (تھوڑا سا شیعہ ہے) گویا کہ اگر زیادہ شیعہ ہوتا تو پھر کوئی عیب پیدا ہوتا۔

امام احمد کا بیان ہے ضعیف ہے منکر الحدیث ہے۔ بخاری کا قول ہے کہ شعبہ کو اس میں کلام تھا۔ لیکن تب بھی بخاری نے کتاب الضعفاء الصغیر صفحہ ۲۳ پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔ دار قطنی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین صفحہ ۸۲

معاذ کا بیان ہے کہ میں نے امام شعبہ سے عرض کیا کہ مجھ سے حکیم بن جبیر کی روایت بیان کیجیے۔ انہوں نے فرمایا اس کی روایت بیان کرنے کے بعد مجھے اپنے جہنم میں جانے کا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ قول اس امر کا ثبوت ہے کہ شعبہ نے بعد میں اس کی روایت ترک کر دی تھی۔

علی ابن المدینی کا بیان ہے۔ کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا اس نے بہت کم روایات بیان کی ہیں۔ زائدہ نے اسکی روایت لی ہے۔ اور شعبہ نے حدیث صدقہ کے باعث

Marfat.com

اس کی روایت ترک کر دی تھی۔ وہ روایت یہ ہے کہ جس کے پاس پچاس درہم موجود ہوں اس کے لئے صدقہ حلال نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحیی بن سعید اس کی روایات لیتے لیکن عبدالرحمن بن مہدی اس کی روایات نہ لیتے۔ عبدالرحمان کا یہ بھی بیان ہے کہ اس کی روایات بہت تھوڑی ہیں۔ لیکن ان میں منکرات بھی شامل ہیں۔

جوزجانی کا بیان ہے کہ حکیم بن جبیر کذاب ہے۔ (تہذیب ج ۲ ص ۴۲۴)

حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔

یہ ضعیف ہے اور اس پر تشیع کا الزام ہے۔ اس کا انتقال ۱۵۰ھ کے بعد ہوا۔ (تقریب التہذیب ص ۸۰)

نسائی لکھتے ہیں۔ یہ حکیم بن جبیر کوفہ کا باشندہ ضعیف ہے۔ (الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۳۱)

فطر بن خلیفہ

اس حکیم سے یہ روایت نقل کرنے والا فطر بن خلیفہ المخزومی ہے۔ اس کی روایات مسند کے علاوہ اور بقیہ تمام کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ یہ سچا ہے لیکن اس پر تشیع کا الزام ہے۔ ۱۵۵ھ کے بعد اس کا انتقال ہوا۔ (تقریب ص ۲۷۸)

حافظ ذہبی لکھتے ہیں اسے امام احمد وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ دارقطنی لکھتے ہیں یہ قابل حجت نہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ ان شاء اللہ یہ ثقہ ہے اگرچہ کچھ لوگوں نے اسے ضعیف کہا ہے۔

ابو بکر بن عیاش کا بیان ہے کہ میں نے اس کی روایت اس لئے لینا چھوڑ دی کہ اس کا مذہب بہت برا تھا۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اگرچہ یحیی بن سعید القطان نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن یہ غالی قسم کا خشبی تھا یعنی لکڑی کا پجاری۔ (لکڑی سے مراد وہ لکڑی ہے جس پر زید بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی تھی۔ گویا یہ فرقہ خشبیہ عیسائیوں کی دوسری صنف ہے۔ کیونکہ دونوں صلیب کے پجاری ہیں)

احمد بن یونس کا بیان ہے میں اس کے سامنے سے گذرتا۔ اور اسے اس طرح نظر انداز کر کے نکل جاتا جیسے کوئی کتے کو نظر انداز کرتا ہے۔ امام احمد اور یحیی بن معین اسے اگرچہ ثقہ قرار دیتے ہیں لیکن

Marfat.com

وہ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ شیعہ ہے اور خشبی ہے ۔ جوزجانی کا بیان ہے ۔ یہ ثقہ نہیں گمراہ ہے ۔ ۱۵۵ھ میں اس کا انتقال ہوا ۔

حدیث کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر راوی کسی شیعہ یا بدعتی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو خواہ وہ سچا کیوں نہ ہو ۔ اس کی وہ روایت ہرگز قبول نہ کی جائے گی جس سے اس کے مذہب کی تائید ہوتی ہو ۔ اور اس روایت سے چونکہ ان کے مسلک کی تائید ہوتی ہے ۔ لہٰذا یہ روایت قطعاً مردود ہے ۔

عبیداللہ بن موسیٰ

اس فطر سے نقل کرنے والا عبیداللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی ہے ۔ اس کی روایات تمام کتب صحاح میں پائی جاتی ہیں ۔ امام بخاری کا استاد ہے ۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ ثقہ ہے ۔ لیکن آگ لگانے والا شیعہ ہے ۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے ثقہ ہے ۔ ابوحاتم کہتے ہیں اگرچہ یہ ثقہ ہے لیکن ابونعیم اس سے بہتر ہے ۔ ہاں جب اسرائیل سے روایت کرے تو وہ صحیح ہوتی ہیں لیکن یہ روایت اس فطر سے نقل کی ہے) احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے کہ قرآن کا زبردست عالم تھا میں نے کبھی اسے اوپر سر اٹھائے یا ہنستے نہیں دیکھا ۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں تو آگ لگانے والا شیعہ ہے ۔

میمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں یہ عبیداللہ احادیث میں خلط ملط کرتا تھا ۔ اس نے بدترین قسم کی روایات نقل کی ہیں ۔ اور ان بلاؤں کو پھیلانے والا بھی وہی ہے ۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا ۔ لیکن میں نے اس سے روایات سنا پسند نہیں کیا ۔ ایک محدث نے عرض کیا ۔ کیا میں اس سے روایات لے لوں ؟ امام احمد نے منع فرما دیا ۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا ۲۱۳ھ میں انتقال ہوا ۔ بہت عابد و زاہد اور متقی انسان تھا ۔ (یعنی زہد و تقویٰ کی لبادے میں تشیع کا پرچار کیا کرتا تھا ۔ جس پر آج تک تمام صوفیا عمل پیرا نظر آتے ہیں)

علیؓ کے باعث مجھے پانچ خوبیاں دی گئیں

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ مجھے علیؓ کے باعث پانچ

Marfat.com

خصلتیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ایک تو علیؓ میرا قرض ادا کرے گا۔ دوسری شرمگاہ کو چھپانے کا۔ تیسرے حوض سے لوگوں کو اور دوستوں کو ہٹانے کا۔ اور قیامت کے روز میرا جھنڈا اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور پانچویں چیز یہ ہے کہ میں اس سے اس بات سے خائف نہیں کہ یہ شادی کے بعد وہ زنا کرے یا ایمان کے بعد کفر کرے۔ میزان ج ۱ ص ۶۶۲

جہاں تک قرض کی ادائیگی کا تعلق ہے تو دیکھا جاتا ہے کہ یہ قرضہ ابوبکرؓ نے ادا فرمایا تھا۔ اور اصل یہ قرض کی ادائیگی اس شخص کے ذمہ تھی۔ جو خلیفہ وقت ہو۔ اور چونکہ حضرت علیؓ خلیفہ نہیں ہوئے۔ اس لئے یہ بار ان کے ذمہ نہیں آیا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہمارے دوستان بھائی زبردستی حضرت علیؓ کے ذمہ ادائیگی کا بار بھی ڈال دیں۔ تو یہ اور بات ہے۔ جب کہ ابھی تک وہ قرضہ ادا نہیں ہوا۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ ایسا شخص پیدا ہو جو ان بھائیوں سے قرضہ وصول کر سکے۔

حوض کوثر پر ابوبکرؓ ہوں یا علیؓ ان میں سے کوئی بھی ساقی گری نہ کرے گا حوض کے ساقی تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔

جہاں تک جھنڈے کا تعلق ہے تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ولواء الحمد بیدی وآدم وما سواہ تحت لوائی۔ اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور آدم اور ان کے سوا تمام افراد میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

شادی کے بعد زنا اور ایمان کے بعد کفر یہ ایسے عیوب ہیں جن کا کوئی مسلمان تصور نہیں کر سکتا۔ اس میں حضرت علیؓ کی تخصیص کیا ہے کہیں کسی پر تبرا تو نہیں۔ یا یہ تو مقصد نہیں کہ وفات رسول کے بعد سب کافر و مرتد ہوگئے تھے۔

خلف بن المبارکؒ

عقیلی کا بیان ہے کہ اس کا راوی خلف بن المبارک ہے۔ جو اسے شریک سے روایت کر رہا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ خلف کون ہے۔ اور نہ یہ روایت خلف کے علاوہ کوئی اور نقل کرتا ہے۔

Marfat.com

شریک بن عبداللہ حلف کی جہالت کے علاوہ روایت شریک سے مروی ہے ۔ اور شریک بن عبداللہ بن سنان شیعہ ہے اور اس کا حافظہ بھی خراب تھا اگر ضعف حلف نہ بھی ہوتا اور ثقہ بھی ہوتا تب بھی شریک کی موجودگی اس روایت کو مشکوک بنا دیتی ہے ۔

شریک نے یہ روایت ابواسحاق سبیعی سے نقل کی ہے ۔ جو مسلمہ امام ہیں لیکن تدلیس سے کام لیتے ہوئے درمیان سے ضعیف راوی گرا دیتے ہیں ۔ بلکہ بقول عبداللہ بن المبارک اہل کوفہ کو دو شخصوں نے مرض تدلیس میں مبتلا کیا ہے ۔ ابواسحاق اور اعمش ۔ ذہبی کا قول ہے کہ اس روایت کا ابواسحاق سبیعی سے کوئی تعلق نہیں ۔

راوی کا دعویٰ ہے کہ ابواسحاق نے یہ روایت حارث سے نقل کی ہے ۔ وہ حضرت علیؓ سے ناقل ہے ۔ یہ حارث کون حضرت ہیں ۔ ذرا ان کا چہرہ مہرہ بھی ملاحظہ فرما لیں ۔

حارث الاعور حارث کے باپ کا نام عبداللہ ہے ۔ ہمدان کا باشندہ ہے ۔ تابعین میں بڑے علماء میں اس کا شمار ہوتا ہے ۔ حضرت علیؓ کے مخصوص شاگردوں میں داخل ہے ۔ اس کے شاگردوں میں عمرو بن مرہ اور ابواسحاق شعبی ہیں ۔

شعبہ کا بیان ہے کہ اس ابواسحاق نے حارث سے صرف چار روایات سنی تھیں ۔ عجلی کا بیان ہے کہ ابواسحاق حارث کی جو روایات نقل کرتے ہیں وہ حارث کی کتاب سے نقل کرتے ہیں ۔ جو اتفاق سے ان کے ہاتھ آگئی تھی ...... غالباً یہ روایت بھی اس لال کتاب کی ہے ۔

مغیرہ نے شعبی تابعی سے نقل کیا ہے کہ حارث اعور کذاب ہے ۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں حارث متہم ہے ۔ مغیرہ کا بیان ہے یہ حارث حضرت علیؓ سے جتنی روایات نقل کرتا ہے ۔ ان میں سے ایک روایت میں بھی یہ جانتا نہیں سچی پاتا ۔

اس کی روایات ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں ۔ مجھے حیرت تو امام نسائی پر ہے کہ وہ رجال اور جرح و تعدیل کے امام ہیں اور حارث کو ضعیف کہتے ہیں ۔ لیکن پھر بھی اس کی روایات نقل کرتے ہیں ۔ لیکن نسائی نے زیادہ تر اس کی روایات فرائض میں نقل کی ہیں اور سنا ہے کہ حارث فرائض کے

Marfat.com

مسئلہ میں امام مانا جاتا ہے۔

علی بن المدینی فرماتے ہیں حارث کذاب ہے۔ جریر بن عبدالحمید کا بیان ہے کہ حارث ایک زبان دراز انسان ہے۔ اس کی عبارت اس سلسلہ میں قابل غور ہے کیونکہ جریر خود بھی شیعہ ہے۔

یحییٰ بن معین اور دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن مدینی کا بیان ہے کہ اس کی تمام روایات درست نہیں ہوتیں۔

شعبی کا یہ قول ہے کہ اس امت میں جتنا جھوٹ حضرت علی پر بولا گیا کسی اور انسان پر نہیں بولا گیا۔ امام شعبی اس جھوٹ کی بات کرتے ہوئے اگر ان کی حیات میں جو کچھ ہوا اور جو ان کی وفات کے بعد جھوٹ بولا گیا اس میں اگر ملا جلا کر شامل کر لیا جائے تو غالباً پوری امت پر اتنا جھوٹ نہ بولا گیا ہو جتنا حضرت علی پر بولا گیا۔

امام محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت علی سے جتنی روایات ہیں وہ تمام جھوٹی ہیں۔ ابو اسحاق سبیعی جو یہ روایت حارث سے نقل کرتے ہیں ان کا قول ہے کہ حارث کذاب ہے۔ علقمہ کا بیان ہے کہ حارث دعویٰ کیا کرتا تھا کہ قرآن حاصل کرنا آسان ہے لیکن وحی کا حاصل کرنا اس سے زیادہ مشکل ہے۔

امام شعبی نے ایک بار حارث کی حدیث بیان کی اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ حارث ایک جھوٹا ہے۔

بندار کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے میرے ہاتھ سے کر دیا اور حارث کی تقریباً ان چالیس روایات پر پھیر دیا جو اس نے حضرت علیؓ سے روایات کی تھیں۔

حمزہ الزیات کا بیان ہے کہ مرۃ الہمدانی نے اس حارث سے کوئی ایسی بات سنی جو انہیں منکر معلوم ہوئی۔ اس کے بعد حارث بولا تم ذرا بیٹھو میں ابھی آتا ہوں یہ کہ کر وہ اندر چلا گیا مرۃ ہمدانی نے تلوار لے لی جس کا احساس حارث کو بھی ہو گیا اور وہ بھاگ گیا۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حارث غالی قسم کا شیعہ تھا حدیث میں واہی الانسان تھا۔

Marfat.com

ابوبکر بن ابی داؤد کا بیان ہے کہ حارث اعور سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ فرائض کا ماہر اور سب سے زیادہ حساب جانتا تھا۔ حضرت علیؓ سے اس نے فرائض کا علم حاصل کیا۔

حارث کی روایت سنن اربعہ میں پائی جاتی ہیں۔ اور نسائی رجال کے معاملہ میں بہت سخت ہیں لیکن انہوں نے اسکی روایت کو اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔ اور جمہور علماء اس کی روایت کو ناقابل قبول قرار دیتے اور خاص طور پر ان روایات جو ابواب کے تحت ہوں۔ جیسے شعبی کہ اسے کذاب بھی کہتے اور اس سے روایت بھی لیتے ہیں۔ بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ گفتگو میں اسے جھوٹوں میں شمار کرتے ہوں۔ لیکن حدیث میں نہیں۔

محمد بن خالد نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود کے پانچ شاگرد ہیں۔ جن سے علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ میں نے ان میں سے چار کو پایا اور حارث نہ مل سکا حالانکہ یہ لوگ حارث کو اپنے چاروں سے افضل کہتے۔ حالانکہ حارث ان میں بہتر تھا۔ اور ان تینوں میں اختلاف تھا کہ کون افضل ہے۔ علقمہ، مسروق اور عبیدہ۔

حارث کا انتقال ۶۵ھ میں ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۲۳۵

امام بخاری تاریخ الصغیر میں لکھتے ہیں کہ حارث بن عبداللہ الہمدانی کے بارے میں ابراہیم کا قول ہے یہ متہم ہے۔ الضعفاء الصغیر ص ۲۰۔

امام نسائی لکھتے ہیں۔ یہ حارث قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۲۹

دارقطنی لکھتے ہیں۔ یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۷۵۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ روایت ابو اسحاق باطل ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

حضرت علیؓ جنّت کی ایک اونٹنی پر سوار ہو کر آئیں گے

حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں براق پر سوار ہو کر

Marfat.com

آدم کا اور میرے جہاں سات اونٹنی پر ہوں گے میرے چچا حمزہ عضباء اونٹنی پر سوار ہوں گے۔ اور میرے بھائی علیؓ جنت کی اونٹنی پر سوار ہوں گے۔ ان کے سر پر نور کا تاج ہوگا۔ میزان ج ۱ ص ۶۵

یہ روایت ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے۔ ذہبی کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت کافی طویل ہے۔ اس کا راوی خزیمہ بن ماہان المروزی ہے۔ اس سے صرف ایک مجہول راوی نے روایت کی ہے۔ یا تو یہ خود اس کو وضع کرتا ہے یا محمد بن حسن بن حسن الصغوانی کی وضع کردہ ہے۔ کیونکہ خزیمہ سے اسی نے اسے روایت کیا ہے اور یہ ہر دو راوی مجہول ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۶۵۲

ویسے اس سے قبل روایت گزر چکی کہ حضرت علیؓ حضورؐ کی اونٹنی عضباء پر سوار ہوں گے لیکن تعجب کا یہ مقام ہوتا ہے کہ حضور عضباء پر خود سوار ہوں یا آپ کا کوئی چچا لیکن کیا قیامت کے دن جانور بھی زندہ کر کے اٹھائے جاتے ہیں۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر روایات اس بات کی دلیل ہیں جن میں جانوروں اور جواب اثبات میں ہے کہ جانور بھی اٹھائے جائیں گے تو تیرے بڑے بوڑھے کے واقعات کو ثابت کرنا ہوگا۔

ہاں ہمیں تب بھی تشنگی باقی رہے گی کہ ہاشمیوں میں سے حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ کا نام تو ہمیں پتہ چل گیا لیکن حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ بن حارث جو [illegible] بے چارے پیدل ہی ٹانگیں لٹکاتے ہوں گے۔ اور ہم یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ کس [illegible] کر فوراً ان کی تلاش کریں۔ اور کم از کم یہ طے کر لیں کہ حضرت علیؓ جنت کی [illegible] کی اونٹنی پر۔

مومن صاحبان جب یہ فیصلہ کر لیں تو ہمیں مطلع کریں۔

جو میرے اہل بیت سے بغض رکھے گا
وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی

Marfat.com

اسے علیؓ سے محبت کرنی چاہیے۔ اور جس نے علیؓ سے محبت کی ہے اسے میری بیٹی فاطمہؓ سے محبت کرنی چاہیے۔ اور جس نے میری بیٹی فاطمہؓ سے محبت کی ہے اسے ان کے بیٹوں حسنؓ و حسینؓ سے محبت کرنی چاہیے۔

یاد رکھو کہ اہل جنت باہم خوشی کا اظہار کریں گے اور ان کے دیدار میں جلدی کریں گے۔ ان کی محبت ایمان اور ان کا بغض نفاق ہے۔ اور جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی سے بغض رکھا وہ میری شفاعت سے محروم رہا۔ کیونکہ میں نبی مکرم ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے صداقت کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ تو میرے گھر والوں سے محبت کرو۔ اور میرے بھائی علیؓ سے بھی محبت کرو۔

ابن عدیؒ کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اس کا واضع عبداللہ بن حفص ہے۔ اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ قابل اعتبار نہیں ہے۔

آل محمدؐ نبوت کے درخت ہیں

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یقیناً آل محمدؐ شجرۂ نبوت ہیں۔ آل رحمت ہیں۔ رسالت کا مقام ہیں۔ فرشتوں کے آنے کی جگہ ہیں اور علم کی کان ہیں۔

ابن جوزیؒ کا بیان ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے وضع کی گئی ہے اور جویبر اور بجا السقا دونوں متروک ہیں۔ موضوعات ج ۲ ص۵

اس روایت میں پورا مذہب تشیع ظاہر کیا گیا ہے۔ جب آل محمدؐ شجرۂ نبوت ہوئے تو ابھی نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور چونکہ یہ حضرات آل رحمت ہیں اس لئے ان کے پاس فرشتے آتے رہتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے یہ سب حضرات علم کی کان ہیں۔

ابن جوزیؒ نے صرف دو افراد کی جانب اشارہ کیا ہے۔ لیکن ہم ان کے ساتھ کچھ اور بھی افراد

Marfat.com

شامل کرتے ہیں۔

ضحاک یہ مزاحم ہلالی کا بیٹا ہے مفسر ہے۔ ابن معین نے اس کی کنیت ابو القاسم بیان کی ہے اور فلاس نے ابو محمد۔ یہ شخص بچوں کو ادب سکھایا کرتا۔ اس کے مکتب میں تین ہزار بچے تھے اور یہ گدھے پر سوار ہو کر ان سب پر چکر لگایا کرتا۔

ایک روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ماں کے پیٹ میں دو سال رہا۔ یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے کہ شعبہ اس امر کے منکر تھے کہ ضحاک نے ابن عباسؓ سے ملاقات کی ہو۔

طیالسی نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عبدالملک بن میسرہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ضحاک نے ابن عباس سے کوئی ملاقات نہیں کی۔ ہاں رے میں سعید بن جبیر سے ملے تھے اور ان سے تفسیر حاصل کی ہے۔

شعبہ نے مشاش سے نقل کیا ہے کہ میں نے مشاش سے دریافت کیا کیا ضحاک نے ابن عباس سے کوئی روایت سنی ہے۔ انہوں نے جواب دیا اس نے ابن عباسؓ کو دیکھا تک بھی نہیں۔

یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے کہ یہ ضحاک ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔ امام احمد، یحییٰ بن معین اور ابو زرعہ نے اسے ثقہ قرار دیا ہے اور یحییٰ بن معین کا یہ بھی بیان ہے۔ ضحاک مشرقی سے مراد یہی ضحاک ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ضحاک بن مزاحم مفسر کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔ لیکن ابن عباسؓ ابوہریرہؓ اور دوسرے تمام صحابہ جن سے یہ روایت کرتا ہے۔ اس کی اس بات پر اعتراض ہے اور صحابہ سے اس کی روایت قابل اعتراض ہے۔ ۱۰۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

گویا کہ ضحاک نے یہ روایت جو براءؓ سے نقل کی ہے اس پر اعتراض ہے کہ براءؓ سے اس نے ملاقات بھی کی یا نہیں۔ مصنفین صحاح نے اس کی روایت نہیں لی۔

جویبر ضحاک سے یہ روایت نقل کرنے والا جویبر بن سعید ہے۔ ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہے اس کی کنیت ابو القاسم ہے۔ قبیلہ ازد سے تعلق رکھتا ہے۔ بلخ کا باشندہ ہے

Marfat.com

مفسر ہے۔ ضحاک کا شاگرد ہے۔ بلکہ ابن عباسؓ کی روایت کا مفسرین کے یہاں ایک سلسلہ اس سے چلتا ہے۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ جویبر کچھ نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں اس کی مرویات میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ نسائی اور دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے یہ متروک ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس نے کچھ روایات حضرت انسؓ سے سنی ہیں۔ اس سے حماد بن زید اور ابن المبارک نے روایت نقل کی ہے۔

ابن جویبر نے ضحاک کے ذریعہ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ جو دس محرم کو اثمد کا سرمہ لگائے گا اس کی آنکھیں کبھی دکھنے نہ آئیں گی۔

ابو قدامۃ السرخسی نے یحییٰ بن سعید القطان سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے صحابہ سے تفسیر اخذ کرنے میں روایت تساہل سے کام لیا ہے۔ حدیث میں ان کو منہ نہ لگاؤ۔ پھر قطان نے لیث بن ابی سلیم، جویبر، ضحاک اور محمد بن السائب یعنی کلبی کا نام لیا اور فرمایا ان لوگوں کی حدیث میں تعریف نہیں کی جاتی اور ان سے تفسیر لکھی جاتی ہے! میزان ج ا ص۴۲۷۔

بحر بن کثیر یہ بحر السقاء سے مشہور ہے۔ اس کی کنیت ابو الفضل ہے۔ ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہے۔ اس کے موالی بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ ریگستان میں حاجیوں کو پانی پلاتا۔ یہ حسن اور زہری سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے علی بن حجر نے روایت لی ہے۔

یزید بن زریع کا بیان ہے یہ کوئی شے نہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ اس کی روایت بھی نہ لکھی جائے میں اس کے مقابلہ پر تمام لوگوں کو محبوب رکھتا ہوں۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں یہ قوی نہیں متروک ہے۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

یہ ابو حفص عمرو بن علی الفلاس کا دادا ہے۔ ابن ابی خیثمہ نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ بحر ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید

Marfat.com

الفضل اس سے راضی نہ تھے۔

یزید بن [illegible] بیان ہے کہ [illegible] اتفاق سے ایک [illegible]

اہل بیت سے بغض رکھنے والا [illegible]
یہودیت کی حالت میں اٹھے گا

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا میں آپ سے سن رہا تھا۔ آپؐ فرما رہے تھے۔ جس نے ہم اہل بیت سے بغض رکھا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز یہودی اٹھائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو اور یہ گمان کرتا ہو کہ وہ مسلم ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہاں۔ خواہ نماز پڑھے، خواہ روزہ رکھے، خواہ یہ گمان کرے کہ وہ مسلم ہے۔ اس سے صرف یہ فائدہ ہوگا کہ وہ اپنا خون کرانے سے بچ جائے گا اور جزیہ ادا کرنے سے بچ جائے گا۔

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے میری امت کے نام سکھائے جیسے آدم کو تمام نام سکھائے گئے تھے اور میری امت کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی گارے میں پھنسا ہو تو اس پر اصحاب الرایات (جھنڈوں) کا گذر ہو اور پھر وہ علیؓ اور ان کے شیعوں کے لئے استغفار کریں۔

حنان کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ جعفر بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان سے یہ روایت بیان کی۔

عقیلی کا بیان ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں اور سدیف غالی رافضی ہے۔ موضوعات ج ۲ [illegible]

سب سے پہلے یہ امر ذہن نشین رہے کہ اہل بیت، گھر عورت کی مناسبت سے بولا جاتا ہے

Marfat.com

تو خاوند مراد ہوتا ہے اور جب مرد کی مناسبت سے بولا جائے تو بیویاں مراد ہوتی ہیں۔ قرآن میں جس جس مقام پر اہل بیت کا لفظ آیا ہے اس سے بیویاں مراد ہیں یعنی اس لفظ کے لغوی معنی ہیں گھر والی یا گھر والا۔ اور بیٹیاں اور نواسے گھر والے نہیں ہوتے اور علی الخصوص اُس صورت میں جب کہ انہوں نے اپنا جدا گانہ گھر بسا لیا تھا۔ تو اس صورت میں ان حضرات کو بیت علیؓ میں تو شامل کیا جا سکتا ہے بیت النبی میں یہ حضرات ہرگز شامل نہیں ہو سکتے۔

فرقہ سبائیہ نے اولادِ علیؓ کو اہل بیت رسول بنا کر پیش کیا حتیٰ کہ اس کا اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ اب پاک و ہند کا کوئی شخص ایسا نہیں جو اہل بیت کے معاملہ میں تشیع کا پیروکار نہ ہو۔ حتیٰ کہ ہمارے ... بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ یہ نماز روزہ اور نیک اعمال یہ سب اسلام ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں اصل شئے ایمان ہے اس لیے وہ خود کو مؤمن کہتے ہیں۔ اور ایمان کی سب سے اولین شرط یہ ہے کہ وہ ولایت علیؓ کا قائل ہو اور ولایت علیؓ کی پہچان کا ذریعہ یہ ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کو گالیاں دیتا اور انہیں کافر سمجھتا ہو۔ ان کے دورِ خلافت کو ایک فتنہ گردانتا ہو اور انہیں منافق سمجھتا ہو۔ اگر یہ سب کچھ سمجھنے اور ماننے کے لئے تیار ہوں تو آپ پکے مؤمن ہیں۔ آپ کو نہ نماز کی ضرورت ہے اور نہ روزے کی۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ اصحاب الروایات شیعوں کی ایک اصطلاح ہے۔ ہر وہ شیعہ جو سُنیوں کو قتل کرے وہ صاحب الرایہ ہے اور ہمارے سیدھے سادھے سُنی یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ جھنڈے امام مہدی کے ساتھ آئیں گے غالباً سُنیوں کو قتل کرنے۔ اسی لیے آج کل اس عہدے پر خمینی صاحب براجمان ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے یہاں گنجائش نہیں۔

اس روایت کا ایک راوی شُریک ہے۔ جس پر ابن الجوزی نے الزام قائم کیا ہے۔ اب ان کا بھی کچھ حال ملاحظہ فرما لیجیے۔

شُریک اس کے باپ کا نام میمون ہے مکہ کا باشندہ ہے رافضی ہے۔ اس نے نفسِ ذکیہ

Marfat.com

۔ ـــــــ کے ساتھ خروج میں حصہ لیا۔ منصور نے جب اس پر کامیابی حاصل کی تو اسے قتل کر دیا۔ عقیلی کا بیان ہے یہ غالی رافضیوں میں سے تھا۔ میزان ج ۲ ص ۱۱۵۔

اس روایت کا ایک راوی۔

حرب ابن الحسن الطحان ہے۔ ازدی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں یہ بات ازدی نے کہی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۶۹۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس روایت کا تیار کرنے والا ذارع ہے موضوعات ج ۲ ص ۸

جناب ذارع کا حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ہمارے تمام بھائی یہ ضرور ذہن میں رکھیں کہ اہل بیت کی محبت کے بغیر تمہارا کوئی عمل قبول نہیں اور تم [illegible] ہو سے۔

لیکن جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں پورے قرآن میں علیؓ و فاطمہؓ اور حسن و حسینؓ کا نام بھی نظر نہیں آتا۔ ہاں یہ بات ضرور ملتی ہے کہ اگر کوئی شخص اس بات کا دعویدار ہو کہ [illegible] کر دی آل ایمان تو اس کی ایک نہ ایک روز مغفرت یقینی ہے۔ اور اللہ نے قرآن میں [illegible] کیے لیکن کسی مقام پر بھی آپ کو اعمال کے سلسلہ میں حب علیؓ، حب فاطمہ [illegible] حسنین کا ذکر نہ ملے گا۔ بلکہ ان چہارتن کی محبت ایک افیون ہے جو آپ لوگوں کو قرآن سے دور رکھنے کیلئے استعمال کرائی جاتی ہے۔

شیعہ جب قبروں سے اٹھیں گے تو گناہوں سے پاک ہونگے

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؓ جب شیعہ قیامت کے روز قبروں سے اٹھیں گے تو ان پر نہ کوئی گناہ ہوگا اور نہ کوئی عیب ہوگا۔ ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے دکھاوے کپڑوں میں معمولی سپیدی بھی چمکنے لگتی ہے۔ ان سے سختیاں دور کر

Marfat.com

دی جائیں گی۔ ان کے لئے راہیں آسان کی جائیں گی ان کی پیشاب گاہوں کو چھپایا جائے گا۔ اور ان کے دل مطمئن ہوں گے۔ ان کو امن و ایمان عطا کیا جائے گا۔ ان سے غم اٹھا لئے جائیں گے۔ لوگ ان سے ڈریں گے لیکن انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ لوگ اس وقت غمگین ہوں گے لیکن ان لوگوں کو کوئی غم نہ ہوگا۔ ان کے جسموں کے تسمے پسینہ پر دار اونٹنیوں پر چمکتے ہوں گے۔ اور یہ اونٹنیاں بغیر کسی محنت کے ان کے تابع کر دی جائیں گی۔ ان کی گردنیں سونے کی ہوں گی۔ لیکن یہ سونا سرخ ہوگا ریشم سے بھی زیادہ نرم ہوگا۔ اور یہ سب اللہ عزوجل کی جانب سے ان لوگوں کی کرامت ہوگی۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

محمد بن سالم حافظ علی بن الجنید کا بیان ہے کہ محمد بن سالم متروک ہے

محمد بن علی ابوالفتح الازدی کا بیان ہے کہ محمد بن علی اور محمد بن سالم دونوں ضعیف ہیں۔

محمد بن سالم کی کنیت ابوسہل ہے۔ یہ ہمدان کا باشندہ ہے کوفہ آکر سکونت اختیار کر لی شعبی کا شاگرد ہے۔ ترمذی کا راوی ہے۔ محدثین نے اسے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔

عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں اس کی روایت کو دے مارو۔ یحیٰ بن سعید القطان کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ امام احمد اس کی حدیث روایت نہ کرتے۔ سعدی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ یحیٰ بن معین کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۳ ص ۵۵۶۔

محمد بن علی الکندی۔ یہ ایک شخص کے واسطے سے جعفرؓ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اسے ازدی نے ضعیف کہا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۵۵۔

میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں

دیگر روایات کی طرح یہ روایت بھی عوام و خواص میں مشہور عام ہے۔ لیکن یہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم پر خالص جھوٹ ہے اور بازاری گپ ہے۔ امام احمد اس قسم کی روایات کو حدیث السوق ؛ بازاری حدیث کہا کرتے تھے۔

ملا علی قاری رقم طراز ہیں۔ دمیری، زرکشی اور حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ یہ روایت بے بنیاد ہے سیوطی نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔ موضوعات کبیر ص۹۲۔

حافظ سخاوی رقم طراز ہیں۔

ہمارے شیخ ابن حجر اور ان سے قبل دمیری اور زرکشی نے بیان کیا ہے کہ یہ روایت بے اصل ہے۔ بلکہ بعض حضرات نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اس روایت کا کسی معتبر کتاب میں کوئی وجود نہیں۔ المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ ص۲۱۶ تمییز الطیب من الخبیث فی ما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث ص[illegible] تذکرۃ الموضوعات لمحمد طاہر پٹنی ص[illegible]

وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے

آج کل وطنیت کا فتنہ ایک بہت بڑا فتنہ بن چکا ہے۔ بلکہ اس فتنہ نے تو [illegible] کو جنم دیا ہے۔ آج کے دور میں یہ دونوں فتنے بڑی بڑی قوموں اور ملکوں کو نگلے جا رہے ہیں۔ [illegible] تو یہ ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ اس فتنہ نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا۔ اور انہیں ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک زمانے میں یہی لوگ اقبال کا یہ شعر برسر اسٹیج گا گا کر سنایا کرتے تھے کہ ع

ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

لیکن اب وہی حضرات یہ راگ الاپنے لگے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے"

ہم اس تفصیل میں ہرگز جانا نہیں چاہتے کہ اسلام میں وطن سے کیا مراد ہے اور کیا وطن کی محبت ایمان کا بھی جزو بن سکتی ہے یا یہ بھی بت پرستی کی ایک شکل ہے۔ جس نے مسلمانوں میں "لات و

مناتؔ" کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ ہم تو صرف اس روایت کی حیثیت پر کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں :

زرکشی کہتے ہیں کہ میں اس روایت سے واقف نہیں۔ سید معین الدین صفوی لکھتے ہیں یہ روایت ثابت نہیں۔ حافظ سخاوی فرماتے ہیں مجھے آج تک اس روایت کی سند کا پتہ نہیں چل سکا۔ یعنی یہ روایت ایک بازاری گپ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے۔ موضوعات کبیر ص۷۶۔ المقاصد الحسنہ ص۱۹۲۔ تمییز الطیب من الخبیث فی ما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث ص۶۸۔

جو شخص حضرت علیؓ کے جنگوں کے بارے میں شبہ کرے وہ کافر ہے

سالم بن ابی الجعد کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے جو جنگیں لڑی ہیں ان کے بارے میں حضرت جابرؓ سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا جو ان جنگوں میں شک کرے وہ کافر ہے میزان ج۲ ص۲۵۱

ہمیں تو آج تک کسی جنگ میں بھی شک نہیں ہوا۔ حتی کہ جنگ صفین اور جنگ نہروان میں بھی شک نہیں ہوا۔ ہاں ان صحابہ اور تابعین کو شک ضرور ہوا تھا جنہوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور نہ ان کی بیعت کی۔ حتی کہ ۳۸ھ میں جب امیر معاویہؓ سے جنگ بندی پر صلح ہوئی اور حضرت علیؓ خلافت سے معزول کئے گئے تو ان کے پاس پورے ممالک اسلامیہ میں سے صرف کوفہ کی حکومت رہ گئی تھی۔ اور لطف یہ کہ حضرت جابرؓ خود حضرت علیؓ کے ساتھ شریک نہ تھے بلکہ وہ اہل مدینہ کے ساتھ تھے۔

سوید اس داستان کا اصل راوی سوید بن سعید الانباری ہے۔ اس کی کنیت ابو سعید ہے۔ مسلم اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔

Marfat.com

یہ حافظ الحدیث تھا۔ بہت سے ائمہ نے اس سے روایات لی ہیں۔ جب اپنے مسودات سے روایات بیان کرتا تو درست ہوتیں لیکن اگر حافظہ پر اعتماد کر کے بیان کرتا تو غلطیاں واقع ہوتیں۔ ———— اس کی عمر کافی ہوئی۔ اور آخر میں نابینا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اگر کسی سے روایت بیان کرتا تو لوگ لقمے دیکر اس سے روایات میں اضافہ کراتے رہتے۔ ورنہ بلحاظ تحریر یہ ثقہ ہے۔

ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یہ سچا انسان ہے لیکن تدلیس بہت کرتا ہے۔ بغوی کا بیان ہے کہ یہ حافظ حدیث ہیں بہت ہے لیکن امام احمد اپنے بیٹوں کو اس سے محفوظ رکھتے۔ ابوزرعہ کا بیان ہے اس کی لکھی ہوئی روایات صحیح ترین ہیں۔

بخاری کہتے ہیں اس کی حدیث منکر ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں (کتاب الضعفاء نسائی ص ۵۰) ذہبی نے نسائی کا بیان نقل کیا ہے کہ یہ شخص ضعیف ہے۔ اور ترمذی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ بے پناہ ضعیف ہے۔

میمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ ایک انسان امام احمد کے پاس اس سوید کی کتاب الفضائل لے کر آیا جس میں سوید نے حضرت علیؓ کو اول کر دیا تھا۔ اور ابوبکرؓ کا بعد میں بیان کیا تھا اس پر امام احمد کو تعجب ہوا اور فرمایا کہ ممکن ہے کسی مخالف نے اس کی جانب سے یہ بات اڑائی ہو۔ صالح جزرہ کا بیان ہے یہ اگرچہ سچا ہے لیکن آخر میں نابینا ہو گیا تھا۔ لوگ اسے ان امور کی تلقین کرتے رہتے جو اس کی احادیث میں موجود نہ تھی۔

حضورؐ کی تائید حضرت علیؑ سے کی گئی

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے عرش پر یہ کلمات لکھے ہوئے تھے۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ۔ محمد عبدی ورسولی۔ ایدتہ بعلی۔ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں

Marfat.com

وہ میرا اکیلا ہے ، محمد میرے بندے اور میرے رسول ہیں جن کی تائید میں نے علیؓ کے ذریعہ کی

حالانکہ اس عبارت میں وحدتی کا لفظ عربی لحاظ سے غلط ہے ۔

عباس بن بکار

اس روایت کا راوی عباس بن بکار الضبی البصری ہے ۔ دارقطنی کا بیان ہے ۔ یہ عباس کذاب ہے ۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۲۵ ۔

عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی روایات میں اکثر وہم پایا جاتا ہے کتاب الضعفاء للعقیلی ص ۱۲۴

ذہبی کہتے ہیں کہ اس روایت کا راوی یہی ہے ذہبی نے عقیلی سے نقل کیا ہے اس کی اکثر احادیث منکر ہوتی ہیں ۔ میزان الاعتدال

اس عباس نے یہ روایت خالد بن ابی عمرو الازدی سے نقل کی ہے جو قطعاً مجہول ہے ۔

محمد بن السائب

خالد نے یہ کہانی محمد بن السائب الکلبی سے نقل کی ہے جو مشہور رافضی اور کذاب ہے ۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گزر چکا ہے ۔ اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اس نے ابو صالح کے نام سے ایک تفسیر گھڑ لی جس کا نام تفسیر ابن عباسؓ رکھا اور یہ بھی بیان کیا کہ ابو صالح نے یہ تفسیر ابن عباسؓ سے نقل کی ہے حالانکہ اس ابو صالح نے زندگی میں ابن عباسؓ کو نہیں دیکھا اور کلبی نے اس ابو صالح کو نہیں دیکھا ۔ اس کلبی کو جب بھی جھوٹ بولنا ہوتا ہے تو ابو صالح کو تہہ سے باہر نکال لاتا ہے ۔ موجودہ تفسیر ابن عباسؓ اس کے جھوٹ کا ایک شاخسانہ ہے ۔

علیؓ سے منافق کے سواء کوئی بغض نہیں رکھ سکتا

علی بن ربیعہ کا بیان ہے کہ میں نے تمہارے منبر پر علیؓ بن ابی طالب کو یہ کہتے سنا ہے کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا اے علیؓ تجھ سے مؤمن کے سواء کوئی محبت نہیں کر سکتا اور منافق کے سواء کوئی بغض نہیں رکھ سکتا ۔ میزان ج ۲ ص ۲۱ ۔

Marfat.com

حالانکہ متن حدیث یہ ہے کہ حب الانصار من الایمان کہ انصار کی محبت ایمان میں داخل اور انصار سے بغض نفاق میں داخل ہے۔ اور یہ بھی قرین قیاس نہیں ہے کہ صحابی بزرگوں کے نزدیک صرف پانچ آدمی مومن باقی رہ گئے تھے۔ اور اتفاق سے ان میں ایک بھی انصاری نہیں۔ اس سے یہ امر تو واضح ہو کر سامنے آیا کہ کوئی انصاری مذہب سبائیہ میں مومن نہیں ہے۔ اسی طرح ان کا یہ بیان کہ سوائے پانچ آدمیوں کے سب منافق ہیں۔ اور یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ... کا حاصل یہ نکلا کہ صرف پانچ آدمی اسلام لائے باقی تو منافق تھے۔

ربیع بن سہل اس کا راوی ربیع بن سہل بن الرکین بن الربیع ... بعد الفزاری ہے ... وغیرہ بیان ہے یہ ضعیف ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے ... کہتے ہیں یہ خود اپنی روایت کی مخالف روایت بھی نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص... کتاب الضعفاء والمتروکین للبخاری ص... کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص...

احمد بن صبیح اس ربیع بن سہل سے نقل کرنے والا احمد بن صبیح ہے اور یہ مجہول ہے۔

دلال احمد بن صبیح سے اسے قاسم بن محمد الدلال نقل کرتا ہے۔ دارقطنی نے اسے ضعیف کہا ہے میزان ج ۳ ص ۳۷۶ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص...

اے علیؓ تجھ سے مومن کے سواء کوئی محبت نہیں کر سکتا

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں علیؓ سے یہ کہتے سنا کہ تجھ سے بجز مومن کے کوئی محبت نہیں کر سکتا اور منافق کے سواء تجھ سے کوئی بغض نہیں رکھ سکتا میزان ج ۳ ص ۲۵۳ ۔

سابقہ صفحات میں حضرت بریدہؓ کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔

هل تبغض عليا — کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔

انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔

لا تبغضه فان له في الخمس اكثر من ذالك — اس سے بغض نہ رکھو۔ کیونکہ خمس میں اس کا حصہ اس سے بہت زیادہ ہے۔

یعنی اگر بغض کی وجہ بانڈی حاصل کرنا ہے تو پھر تو بغض نہ رکھو۔ کیونکہ اس کا خمس میں اس سے زیادہ حصہ ہے۔ (اور اگر کوئی اور شرعی وجہ ہے تو دوسری بات ہے)

گویا بلا ضرورت شرعیہ تو کسی مسلمان سے بھی بغض جائز نہیں۔ کجا کہ حضرت علیؓ سے لیکن بغض کو منافقت قرار دینا اور اسے پھر حضرت علیؓ کے ساتھ مخصوص کرنا یہ مسئلہ ضرور غور طلب ہے اور خاص طور پر جب کہ بخاری میں یہ مروی ہے۔

بغض الانصار من النفاق — انصار سے بغض نفاق میں داخل ہے۔

اور چونکہ ذاتیہ شیعہ انصار کو مسلمان بھی نہیں مانتا اس لحاظ سے اس روایت میں ترمیم ضروری تھی۔ لہذا انہوں نے ترمیم کر کے سابقہ روایت تیار کی۔

عبداللہ بن عبدالرحمان اس روایت کا راوی عبداللہ بن عبدالرحمان الانصاری ہے ہے۔ جس کی کنیت ابو نصر ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی یہ روایت منکر ہے۔

مساور الحمیری اس عبداللہ بن عبدالرحمان نے یہ روایت مساور الحمیری سے نقل کی ہے۔ ذہبی کا قول ہے کہ اس کی روایت منکر ہے۔ میزان ج ۴ ص ۹۵۔

جب مساور مجہول ہوا اور اس نے یہ روایت اپنی ماں کے ذریعہ نقل کی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی ماں بیٹے سے بھی زیادہ مجہول ہوگی۔

Marfat.com

حضرت علیؓ وصی رسولؐ ہیں

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا، یہ میرا وصی ہے۔ میرے راز کی جگہ ہے اور جن لوگوں کو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سب سے بہتر ہے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۶۳۵

ابوعصام خالد بن عبید البصری

اس روایت کا راوی ابوعصام ہے۔ امام بخاری کا قول ہے کہ اس روایت پر غور کرنے والا نہیں ہے۔ حاکم کا بیان ہے کہ یہ حضرت انسؓ سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔

ابوعصام سے یہ روایت نقل کرنے والا مطر بن عمران ہے اور علاء سے عبداللہ بن محمود یہ دونوں مجہول ہیں ہمیں حدیث کی کسی کتاب میں ایسی کوئی صحیح روایت نظر نہیں آئی جو حضرت انسؓ نے حضرت سلمانؓ سے نقل کی ہو۔ انہوں نے صحابہ میں سے ابوبکرؓ و عمرؓ سے تو روایات لی ہیں ورنہ ان کی تمام روایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست مروی ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً سوا دو ہزار ہے ایسی روایات جو انہوں نے حضرت سلمانؓ سے نقل کی ہوں ان کی تعداد بیسؓ سے زیادہ نہیں۔ وہ بھی شیعوں کی وضع کردہ۔ حضرت انسؓ ان افراد میں شامل ہیں جنھوں نے حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا کوئی ساتھ نہیں دیا۔ اور معاویہؓ، یزید، عبدالملک بن مروان اور ولید کی بیعت کی اور ان کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ جنگ قسطنطنیہ میں یزید کی ماتحتی میں شریک ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی تخلیق ایک درخت سے ہوئی

سیوطی نے ابن عدی کے حوالے سے حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفہ

Marfat.com

اس وقت حضرت علیؓ آپ کے سامنے تھے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے علیؓ اور آدم اپنی پانچ چیزوں
وہ میری پانچ چیزوں میں شامل کرو اور یہ فرمایا۔

اے علیؓ میں اور تو ایک درخت سے پیدا ہوئے ہیں اس کی جڑ ہوں تو اس کی شاخ ہے۔ حسنؓ و حسینؓ اس
کی شاخیں ہیں۔ جو شخص ان میں سے ایک شاخ تھام لے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔

اے علیؓ اگر میری امت اتنے روزے رکھے کہ کمان کی طرح ہو جائے اور اتنی نمازیں پڑھے کہ چکی کی کیل
کی مانند ہو جائے لیکن وہ تجھ سے بغض رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے الٹے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔ اللآلی المصنوعہ
فی الاحادیث الموضوعہ، لسان المیزان ج ۲ ص؟

سیوطی کہتے ہیں ابن عدی نے یہ روایت نقل کر کے کہا ہے کہ اسے عثمان بن عبد اللہ الشامی کے علاوہ کوئی
روایت نہیں کرتا اور اس کی روایات موضوع ہوتی ہیں۔ یہی غنیمت ہے کہ سیوطی نے ابن عدی کا مختصر تبصرہ نقل کر دیا۔
ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے ہی ایک موضوع کہانی کی تائید میں سیوطی نے یہ روایت پیش کی تھی تاکہ اس کے موضوع
ہونے میں شک پیدا کیا جائے اور بہ کثرت طرق کے فارمولے پر عمل کرتے ہوئے اسے حسن قرار دیا جائے۔

تعجب کی بات ہے اس پنج تن کے فارمولے میں حضرت فاطمہؓ کو داخل نہیں کیا گیا۔ حالانکہ آج تک جتنے پنج تنی
فارمولے عمل میں آئے ان میں چار دیوتاؤں کے ساتھ ایک دیوی بھی ضرور شامل رہی ہیں۔ ہندوؤں کے پنجتا میں سیتا
نامی دیوی موجود ہے۔ قدیم یونان کے پنج تن میں سواع نامی دیوی موجود ہے۔ غالباً راوی روایت وضع کرتے
وقت یہ بات بھول گیا کہ پنج تن میں ایک دیوی کا شامل ہونا ضروری ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ لفظ پنج تن فارسی لفظ ہے۔ عربی زبان میں اس سبائی فارمولے کے لیے کوئی لفظ
نہیں پایا جاتا جو اس امر کی شہادت ہے کہ اس فارمولے نے ایران میں جنم لیا۔ جس طرح مشکل کشا، دستگیر، پیران
پیر، غریب نواز اور داتا وغیرہ خالص فارسی الفاظ ہیں۔ یہ سب مال ایرانی فیکٹری کا تیار کردہ ہے۔ ورنہ عربی کتابیں
ان ناموں سے پاک نظر آئیں گی۔

عثمان بن عبد اللہ الاموی الشامی

اس کے نسب نامہ میں زبردست اختلاف ہے
بہر صورت یہ اموی اور شامی ہے۔ امویوں اور

شاگردوں میں دو چار افراد ہی ایسے گزرے ہیں جن پر تشیع [illegible] ہے ۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ نصیبین اور دیار البلاد میں سکونت پذیر رہا ہے ۔ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات پیش کرتا ہے ۔ ابن عدی نے اس کی متعدد روایات بیان کرکے انہیں موضوع قرار دیا [illegible] روایت بھی ہے ۔ اس کی روایت کا بیان کرنا بھی حلال نہیں ۔ میزان [illegible]

عثمان بن عبداللہ نے یہ روایت عبداللہ بن لہیعہ سے نقل کی ہے [illegible] موضوع ہے ۔ اس کا تفصیلی حال ہم دوسری جگہ بیان کر چکے ہیں ۔ ابن عدی کہتے ہیں [illegible] عام [illegible] ثبوت ہے ۔ الضعفاء الصغیر للبخاری [illegible] لسان کا قول ہے [illegible] لسان المیزان [65] ۔

اس مضمون کی ایک روایت حضرت عبدالرحمن بن عوف کی جانب منسوب کی گئی ہے جو حسب ذیل ہے ۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں احادیث میں باہمی [illegible] روایت کرلو ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں درخت ہوں ، فاطمہؓ اس کی [illegible] ہیں علی [illegible] اس کے پھل ہیں ۔ اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں ۔ اور اس درخت کی جڑ جنت [illegible] کے الفاظ میں درج [illegible] پھل اور پتے سب جنت میں ہیں ۔ اللآلی المصنوعہ [illegible]

عثمان بن عبداللہ

سیوطی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اس کا واضع مینا ابن ابی مینا ہے ۔ اس مینا سے عثمان بن عبداللہ الشامی نے لے کر نقل کر کے حضرت جابر کی جانب منسوب کرکے پہلی روایت کی صورت میں بیان کر دیا ۔ یہ عثمان بن عبداللہ خود وضاع الحدیث ہے ۔ اس نے مینا کی روایت میں ترمیم کرکے اسے ایک نئی روایت بنا کر پیش کر دیا ہے ۔

حاکم نے یہ کہانی مستدرک میں نقل کرکے دعویٰ کیا ہے کہ مینا ابن ابی مینا صحابی ہے ۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ قطعاً غلط ہے ۔ روئے زمین پر آج تک کسی نے اسے صحابی نہیں کہا ہے ۔

ہمام

حاکم یہ بھی کہتے ہیں کہ عبدالرزاق بن ہمام اس کا باپ اس کا دادا سب ثقہ ہیں ۔ عبدالرزاق سے اسے اسحاق دبری نے روایت کیا ہے جو سچا ہے ۔ ذہبی کہتے ہیں لیکن اسحاق دبری سے نقل کرنے والا

Marfat.com

ابن زبوجہ جو کذاب ہے۔ اس نے دبری کی جانب غلط بات منسوب کی۔ حاکم کو شرم نہیں آتی کہ اس قسم کی بکواسات نقل کرکے انہیں بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیتا ہے۔ اللآلی ج ۱ صفحہ ۲۰۶۔

ہمارے نزدیک اس روایت کا ایک بھی راوی ایسا نہیں جو قابل اعتماد ہو۔

اس روایت کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے نقل کرنے والا مینا ابن ابی مینا ہے۔

مینا ابن ابی مینا اس سے ہمام کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حاکم نے یہ بے پرکی اڑائی کہ یہ صحابی ہے ذہبی کا بیان ہے کہ یہ کھلا جھوٹ ہے۔ ابو حاتم رازی کا یہ قول ہے کہ یہ مینا جھوٹ بولتا ہے یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔

عباس دوری کا بیان ہے کہ میں نے امام یحییٰ بن معین کو یہ فرماتے سنا کون مینا؟ وہ نہ جو اپنی ماں کی پیشاب گاہ جانتا پھرتا ہے۔ اور صحابہ کو برا کہتا ہے۔ الغرض یہ مینا کسی کے نزدیک قابل اعتبار نہیں میزان ج ۴ صفحہ ۲۳۶

مینا سے یہ داستان نقل کرنے والا ہمام الصنعانی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے کوئی روایت نہیں کرتا یہ ہمام عبدالرزاق بن ہمام کا باپ ہے۔ اور اس سے اس کے بیٹے کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا عقیلی کہتے ہیں اس کی احادیث محفوظ نہیں۔ میزان ج ۴ صفحہ ۲۰۵۔

عبدالرزاق ہمام سے اسے نقل کرنے والا عبدالرزاق ہے۔ یہ متعدد محدثین کے نزدیک امام الحدیث ہے۔ لیکن آخر عمر میں اس کی عقل جاتی رہی تھی۔ آخر کی سب حدیثیں منکر ہوتی ہیں۔ جب کہ محدثین کے ایک گروہ کا دعویٰ ہے کہ وہ رافضی ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اہل بیت اور صحابہ کرام کے بارے میں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ اس لئے اس کی ایسی روایات قابل قبول نہیں جس سے رافضیوں کی ہمنوائی ہوتی ہو۔

عبدالرزاق سے یہ کہانی نقل کرنے والا حسن بن علی بن عیسیٰ ہے جو ابو عبدالغنی کی کنیت سے مشہور ہے۔ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ اس کی روایات بیان کرنا بھی حلال نہیں۔ میزان ج ۱ صفحہ ۵۰۵۔

اس قسم کی خرافات نے سنیوں کو بھی شیعہ بنا دیا۔ ہمارا سنی بے چارہ یہ بھی نہیں سوچتا کہ جب جنت پر شیعہ قبضہ جما بیٹھیں گے تو تمہارا وہاں داخلہ اسی طرح ممنوع قرار پائے گا۔ جس طرح عید غدیر اور عید بابا شجاع میں سنیوں

کا داخلہ ممنوع ہے۔ یہ بے چارے نام نہاد سُنی کدھر جائیں گے۔ سبائی راوی انہیں اپنے حصہ میں داخل نہ ہونے دے گی اور یہ خود وہاں جانے کے لئے تیار نہ ہوں گے جہاں ان کے بقول ناصبی وغیرہ ہوں گے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ اگر عبدالرحمٰن بن عوف اس قسم کی داستان سے واقف ہوتے تو مجلس شوریٰ میں حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ پر فضیلت نہ دیتے۔ ان کا یہ عمل خود اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ داستان جھوٹی ہے۔

اس میں ایک روایت یہ بھی ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام انسان مختلف درختوں سے پیدا ہوئے ہیں لیکن میں اور علیؓ ایک درخت سے پیدا ہوئے۔ میزان ۲ ۲ صفحہ ۳۰۶۔

آج تک تو ہم یہ سنتے اور پڑھتے آئے تھے کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ قرآن کا بھی دعویٰ ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ طِيْنٍ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

لیکن اب یہ پڑھ کر کہ یہ مختلف درختوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم کرنے کی فکر دامنگیر ہوئی ہے کہ ہماری پیدائش کس درخت سے ہوئی۔ آپ حضرات اس سلسلہ میں ہماری کچھ مدد فرمائیں اور اپنے متعلق بھی پتہ بتلائیں۔

صبّاح بن یحییٰ عقیلی نے یہ داستان روایت کر کے بیان کیا ہے کہ اس میں ایک راوی صباح بن یحییٰ ہے جو متروک ہے اور اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔

حارث بن حصیرہ صباح نے یہ روایت حارث بن حصیرہ سے نقل کی ہے۔ جو غالی رافضی ہے۔ حضرت علیؓ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔

جُمَیع بن عفان وہ یہ روایت جمیع بن عفان سے نقل کر رہا ہے۔ اور جمیع مجہول ہے۔

سابقین تین ہیں

طبرانی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اصل سابقین تو صرف تین ہیں۔ اول تو یوشع بن نون جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کی جانب سبقت کی۔ دوسرے صاحب یٰسین جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف سبقت کی۔ تیسرے

Marfat.com

حضرت علیؓ جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سبقت کی۔

حسین بن حسن ناصرالدین البانی لکھتے ہیں۔ یہ روایت اگر موضوع نہیں تو شدید ضعیف ضرور ہے کیونکہ حسین بن حسن الکوفی جو الاشقر کے لقب سے موسوم ہے غالی شیعہ ہے۔ بخاری نے اسے نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ وہ تاریخ صغیر میں لکھتے ہیں کہ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔

عقیلی نے ضعفاء میں بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابن عدی کامل میں لکھتے ہیں سعدی کا قول ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ نیک لوگوں کو گالیاں دیتا تھا۔ اگرچہ بعض نے اسے ثقہ کہا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ جو روایات پیش کرتا ہے اس میں تمام نقائص صرف اسی کے پیدا کردہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اس سے نقل کرنے والے بھی کچھ اجزا اس میں شامل کر دیتے ہیں، اس طرح وہ روایت کئی اشخاص کی فن کاری کا نمونہ ہوتی ہے۔ بلکہ کوفہ کے بعض ضعیف راویوں کی ایک جماعت کا دستور یہ تھا کہ وہ ہر کہانی کو اس حسین کی جانب منسوب کر دیتے اگرچہ اس میں کچھ الفاظ حسین کے بھی ہوتے ہیں۔

حسین بن ابی السّری العسقلانی یہ محمد بن ابی السّری کا بھائی ہے۔ ابوداؤد لکھتے ہیں ضعیف ہے۔ محمد بن ابی السری جو اس کا بھائی ہے اس کا بیان ہے کہ میرے بھائی حسین سے کوئی روایت نہ لکھو کیونکہ وہ کذاب ہے۔ اسچ کہا ہے کسی نے گھر کا بھیدی ہی لنکا ڈھائے۔ میزان ج ۱ صہ ۵۳۶

ابوعروبہ حرانی کا بیان ہے کہ وہ میرے والد کا ماموں تھا لیکن پکا جھوٹا تھا۔ ابن عدی نے اس کے جھوٹ کے ثبوت کے لئے یہ روایت بیان کی۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں یہ روایت منکر ہے اور اسے حسین اشقر کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور شیعہ ہے متروک ہے۔ یہی بات مناوی نے عقیلی سے نقل کی ہے۔

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں۔ ابن عیینہ سے اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ ابن عیینہ اور ان سے پہلے لوگوں پر کھلا جھوٹ ہے۔ السلسلہ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ج ۱ صہ ۳۶۱

نسائی لکھتے ہیں حسین الاشقر قوی نہیں۔ الضعفاء والمتروکین صہ ۳۳ دارقطنی اپنی الضعفاء والمتروکین

میں ملتے ہیں۔ یہ قوی نہیں ہے۔ میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۲۳۱

حسین بن ابی السری ... حسین بن حسن ... ان کا حال بھی باب ...

دو حدیث میں گزر چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اس حسین ابن ابی السری ...

حسین نام ہے۔ اسے حسین بن اسحاق کہا جاتا ہے ... ہے ...

... اس لئے ہم تحقیت ... کی ... میں ... ہیں۔

ہم تو قرآن میں جب سورہ طٰہٰ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سورت سے ہمارے سامنے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو جب کوہ طور پر نبوت ملی تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی۔

اے میرے پروردگار میرا سینہ کھول دیجئے۔ میرے لئے میرا کام آسان کر دیجئے۔ میری زبان کی گرہ کھول دیجئے۔ وغیرہ وغیرہ اور اس دعا میں یہ بھی ہے کہ ہارون کو میرا وزیر بنا دیجئے تاکہ ... مضبوط ہو۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سورت طٰہٰ کے دوسرے رکوع میں پایا جاتا ہے۔ جب کہ موسیٰؑ نبوت ملنے کے بعد بھی کہیں گئے بھی نہیں۔ اس صورت میں سب سے پہلی سبقت حضرت ہارونؑ کو حاصل ہوئی۔ حضرت یوشعؑ ان دو افراد میں داخل تھے جنہیں بیت المقدس تحقیق حال کے لئے بھیجا گیا تھا اور انھوں نے واپس کے بعد صحیح صورت حال بیان کی تھی۔

اور رہ گئی لیسین کی حضرت عیسیٰؑ کی جانب سبقت تو تمام مفسرین اور قرآن پر متفق ہیں۔ لفظ یٰسین حروف مقطعات میں داخل ہیں۔ اسے کسی کا نام قرار دینا اور پھر اسے عیسیٰؑ کا حواری بنانا یہ انھی بچوں کی خود ساختہ ایجاد ہے۔ اس لفظ کا کسی نام سے کوئی تعلق نہیں۔ غالباً اسی لئے بعض علمائے اہل سنت نے اسے حضور کا نام بنا دیا۔

حتیٰ کہ ہمارے قرآن شائع کرنے والے اداروں نے جب حضور کے ننانوے نام وضع لئے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ میں کوئی فرق باقی نہ رہے تو ان ننانوے ناموں میں ایک نام یہ بھی شامل کیا گیا۔ اس طرح حضرت عیسیٰؑ کی جانب سبقت کا خانہ خالی ہو گیا۔ اب سبقت کرنے والے بجائے تین کے دو رہ گئے۔

لیکن چونکہ ہم کند ذہن واقع ہوتے ہیں۔ لہٰذا فیصلہ یہ ہونا چاہیئے کہ ہر بات اپنی جگہ صحیح ہے۔ کسی چیز کی

Marfat.com

تردید کی ضرورت نہیں۔

حضرت علیؓ تمام نیک لوگوں کے امام ہیں

خطیب نے اپنی تاریخ میں اور حاکم نے المستدرک میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

علیؓ نیک لوگوں کے امام اور فاجروں کے قاتل ہیں۔ جو ان کی مدد کرے اس کی مدد کی جائے گی۔ جو انھیں رسوا کرے اسے رسوا کیا جائے گا۔ تاریخ بغداد ج ۴ صد ۲۱۹۔ المستدرک ج ۳ صد ۱۲۹۔

حاکم نے اسے "المستدرک میں روایت کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ لیکن حافظ ذہبی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قلت بل واللہ موضوع واحمد کذاب فما اجھلک علی سعت معرفتک۔	میں کہتا ہوں بلکہ اللہ کی قسم یہ موضوع ہے۔ اور احمد کذاب ہے۔ حاکم نے اپنی اس وسعت علمی کے باوجود کتنی بڑی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔

احمد بن عبداللہ بن یزید الحرانی یہ شخص سامرہ میں رہتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شخص احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ پھر ابن عدی نے اس کی موضوع روایات ذکر کیں۔ اس کا انتقال ۲۳۰ھ میں ہوا۔ میزان ج ۱ صد ۱۰۹

عبدالرزاق بن ہمام یہ تمام صحاح ستہ کا راوی ہے۔ لیکن شیعہ ہے اور آخر عمر میں پاگل ہو گیا تھا شیعہ ہونے کے ناطے وہ روایات قابل قبول نہیں جس سے تشیع کی تائید ہوتی ہو۔ ہم اس کا تفصیل حال پہلے پیش کر چکے ہیں۔

عبداللہ بن عثمان بن خثیم اس کی سند کا ایک اور راوی عبداللہ بن عثمان بن خثیم المکی ہے۔ یحیٰی بن معین کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ عبدالرحمٰن بن مہدی اس کی روایت نہ لیتے۔ اور نسائی کہتے ہیں اس کی حدیث کمزور ہے۔ میزان ج ۲ صد ۴۰۲

Marfat.com

تعجب تو حاکم پر ہے کہ وہ موضوع روایت کو بھی صحیح قرار دیتے ہیں۔ اس لیے محدثین کا قول ہے۔

لاتغتر بتحسین الترمذی و — جس حدیث کو ترمذی حسن کہیں اور حاکم صحیح

لا بتصحیح الحاکم۔ — حدیث کو صحیح کہیں ہرگز دھوکہ نہ کھانا۔

اس روایت کا ایک راوی شیعہ ہے ایک ضعیف اور ایک وضاع الحدیث ہے۔ بعض اوقات حاکم اسے صحیح کہہ دیتے ہیں۔ اور حاکم نے اس قسم کی بے پناہ غلطیاں کی ہیں۔ حتی کہ محمد بن جعفر کتانی نے تحریر کیا کہ مستدرک کا چوتھائی حصہ منکرات اور واہی روایات سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں سو سے زیادہ روایات موضوع ہیں۔ الرسالۃ المستطرفہ ص۱۹۔

حاکم ذہبی کی نظر میں

ان کا نام محمد بن عبداللہ الضبی النیسابوری ہے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ حافظ حدیث ہیں۔ صاحب تصانیف ہیں۔

لیکن اپنی مستدرک میں بہت سی ساقط الاعتبار روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ بلکہ یہ حرکت اکثر کرتے رہتے ہیں۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بات حاکم سے مخفی رہی یا کوتاہی سے وہ جاہل رہے۔ اور اگر انہوں نے جان بوجھ کر [illegible] کیا ہے تو یہ بہت بڑی خیانت ہے۔ پھر اس عالم میں حاکم شیعہ مشہور ہیں۔ ہاں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو برا نہیں کہتے حتی کہ —— ابن طاہر تو یہاں تک فرماتے ہیں۔ میں نے ابو اسماعیل عبداللہ الانصاری سے ابوعبداللہ حاکم کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب میں فرمایا۔ حدیث میں تو امام ہے لیکن رافضی خبیث ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انصاف پسند فرماتا ہے۔ وہ رافضی تو نہیں لیکن شیعہ ضرور [illegible] ہے۔ ان کی بیان کردہ بدبختیوں میں سے ایک بدبختی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اسی طرح یہ روایت کہ علی وصی ہیں۔ بہرصورت وہ فی الذات سچے ہیں۔ اور ان کی معرفت حدیث پر سب کا اتفاق ہے۔ میزان ج ۳ ص۶۰۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ حاکم رافضی ہے۔ اس نے المستدرک میں حدیث طیر روایت [illegible]

Marfat.com

بقول ذہبی اللہ تعالیٰ انصاف پسند فرماتا ہے۔ یہ حدیث طبرترمذی اور طبرانی میں موجود ہے۔ لہذا فیصلہ سب کے لئے یکساں ہونا چاہیے۔

اے علیؓ تیرے علاوہ مجھے کوئی غسل نہ دے

حافظ ابو بکر بن البزار نے اپنی مسند میں حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ تیرے (علیؓ) علاوہ کوئی مجھ کو غسل نہ دے۔ کیونکہ جو شخص بھی میری شرمگاہ دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں عباسؓ اور اسامہؓ مجھے پس پردہ سے پانی تھما رہے تھے۔

بزار نے جو اس کی سند پیش کی ہے۔ اس کے راوی یہ ہیں۔ محمد بن عبد الرحیم، عبد الصمد بن النعمان، کیسان ابو عمرو، یزید بن بلال، حضرت علیؓ۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایت بیہقی نے بھی کیسان ابو عمرو سے نقل کی ہے لیکن یہ روایت انتہا سے زیادہ غریب ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۶۱

یہ روایت ابن سعد نے بھی طبقات میں عبد الصمد بن النعمان سے ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (علیؓ) وصیت فرمائی کہ تیرے علاوہ کوئی مجھ کو غسل نہ دے۔ ورنہ جس شخص کی نگاہ میری شرمگاہ پر پڑے گی وہ نابینا ہو جائے گا۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ فضلؓ اور اسامہؓ مجھے پردے کے پیچھے سے پانی دے رہے تھے۔ اور ان کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اور جب میں کسی عضو کو ہلاتا تو مجھے یہ محسوس ہوتا کہ مجھ میں تیس آدمیوں کی قوت پیدا ہو گئی ہے۔ حتیٰ کہ میں آپؐ کے غسل سے فارغ ہوا۔ طبقات ج ۲ ص ۹۴

قارئین کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شک حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غسل دیا۔ لیکن حضرت فضلؓ آپؐ کو کروٹیں تبدیل کرا رہے تھے۔ اور عباسؓ، اسامہؓ اور شقرانؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے پانی ڈال رہے تھے۔ اور بعض مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کے بجائے ان کے صاحبزادے

قدم شریک تھے۔

ہمیں تو حیرت اس امر پر ہے کہ اس روایت کے راوی تینوں کتابوں میں ایک ہیں۔ لیکن تینوں روایتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ انھوں پر پٹی باندھنے کی بات بہت دلچسپ ہے کیا اچھا ہوتا کہ راوی حضرت علیؓ کے بھی یہ پٹی بندھوا دیتا۔ لہذا ہم صرف تین راویوں عبدالصمد، کیسان ابوعمرو اور یزید بن بلال پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

عبدالصمد بن النعمان یہ بغداد کا باشندہ تھا۔ بزاز تھا۔ صحاح ستہ کے مصنفین میں سے کسی نے اس سے روایت نہیں لی۔ یحییٰ بن معین وغیرہ کہتے ہیں ثقہ ہے۔ دار قطنی اور نسائی کا بیان ہے کہ قوی نہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۶۲۱۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ابن حبان نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابراہیم الجنید کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے اس کی حدیث کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے کہا میں اسے جھوٹا نہیں سمجھتا۔ عجلی کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لسان المیزان ج ۴ صفحہ ۲۳

کیسان ابوعمرو اسے قصار بھی کہا جاتا ہے۔ یزید بن بلال سے روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے۔ عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا یہ ضعیف الحدیث ہے۔

اس سے عبداللہ بن النعمان، محمد بن ربیع اور عبیداللہ بن موسیٰ نے روایات نقل کی ہیں۔ اس راوی پر اعتراض ہے۔ اور اس کی یہ روایت انتہائے زیادہ منکر ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۴۲۔

عبدالرحمان بن ابی حاتم لکھتے ہیں۔ اس کیسان ابوعمرو نے یزید بن بلال سے روایت نقل کی ہیں۔ جو اس کا مالک تھا۔ اس سے متعدد افراد نے روایات نقل کی ہیں۔ میں نے یحییٰ بن معین سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا ضعیف الحدیث ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۷ صفحہ ۱۶۶

یزید بن بلال کہا جاتا ہے کہ یہ اصحاب علیؓ میں داخل ہے۔ اور محدثین تمام اصحاب علیؓ کو کذاب سمجھتے ہیں۔ عبدالرحمان بن ابی حاتم لکھتے ہیں۔ یزید بن بلال بن الحارث الفزاری حضرت علیؓ سے روایت نقل کرتا ہے۔ اس سے کیسان ابوعمرو کے علاوہ کسی نے روایت نقل نہیں کی، مجھ سے

Marfat.com

میرے والد نے اتنی ہی بات بیان فرمائی ۔ الجرح والتعدیل ج ۹ صہ ۲۵۴ ۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ حضرت علیؑ سے روایت نقل کرتا ہے جو صحیح نہیں۔ بخاری کہتے ہیں یزید بن بلال نے جو حضرت علیؓ سے روایت نقل کی ہے۔ اس پر اعتراض ہے۔ اس سے کیسان ابو عمرو البجری روایت نقل کرتا ہے جو صحیح نہیں

گویا اس کا اتا پتہ معلوم کرنے کے لیے عراق کے کنوؤں میں کانٹے ڈالنے پڑیں گے۔

اس مضمون کی ایک روایت ابن عباسؓ کی جانب بھی منسوب کی جاتی ہے۔ جو انتہائی مختصر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ تیرے علاوہ مجھے کوئی غسل نہ دے۔

یہ روایت ان روایات میں داخل ہے جن کے ذریعہ حضرت علیؓ کا وصی ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔

زرارہ

عقیلی کا بیان ہے کہ اس کا لوی زرارہ بن اعین الکوفی ہے جو کٹر رافضی ہے۔

نہ صرف رافضی بلکہ فقہ جعفریہ کے چار ستونوں میں سے ایک ستون ہے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ ہمارا امام یعنی جناب جعفر جھوٹا ہے۔ اور امام کا دعویٰ یہ تھا کہ زرارہ جھوٹا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے ایک فرقہ کی بنیاد رکھی۔ جس کا نام زراریہ تھا۔ اور بقول اس کے جعفر نے امامت اسے منتقل کر دی تھی۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ سعید بن منصور نے ابن السماک سے نقل کیا ہے کہ میں حج کو جا رہا تھا۔ قادسیہ کے مقام پر میری ملاقات اس زرارہ بن اعین سے ہوئی۔ مجھ سے بولا کہ مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے وہ یہ کہ اگر مدینہ میں تمہاری ملاقات جعفر بن محمد سے ہو تو انہیں میرا سلام کہنا اور ان سے میرے بارے میں پوچھنا کہ میں جنتی ہوں یا دوزخی۔ میں نے یہ سنکر انکار کر دیا۔ اس نے کہا وہ یہ بات جانتے ہیں کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی، تم سوال ضرور کرنا۔ حتیٰ کہ اس نے اتنا اصرار کیا کہ میں نے مجبور ہو کر اقرار کر لیا۔

جب میری جعفر سے ملاقات ہوئی تو میں نے زرارہ کا قول نقل کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ دوزخی ہے۔ ابن السماک کا بیان ہے کہ اس بات سے میرے دل میں کچھ شک پیدا ہوا۔ میں نے سوال کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ دوزخی ہے۔ انہوں نے جواب دیا جو میرے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ میں عالم الغیب ہوں۔ وہ دوزخی ہے۔

Marfat.com

جب میں واپس آیا تو میں نے زرارہ سے ان کا قول بیان کیا۔ اس نے کہا انہوں نے میرے سامنے جراب نورہ والی بات کی ہے۔ میں نے سوال کیا یہ جراب نورہ کیا بلا ہے۔ اس نے جواب دیا انہوں نے تیرے ساتھ تقیہ کر لیا ہوگا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ابن ابی حاتم نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ صرف اتنا لکھا ہے کہ اس نے جابر سے روایات نقل کی ہیں۔ لیکن امام سفیان ثوری فرماتے ہیں اس نے جابر کو دیکھا تک نہیں ہے۔ میزان ج ۲ ص ۶۹۔

اس کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ روایت ابوجعفر الباقر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی ہے۔ اور باقر نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کے علاوہ کسی صحابی کو نہیں دیکھا۔

الغرض اس روایت کا یہ حال ہے کہ سر ڈھکا تو پاؤں ننگے اور پاؤں ڈھکے تو سر ننگا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ان کا عقیدہ ہی ہے۔ اگر آپ حضرات کو یقین نہیں آتا تو ملا باقر مجلسی کی زبانی نئے نئے انکشافات سن لیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت رسول خدا سے پوچھا کہ آپ کو آپ کے انتقال کے بعد کون غسل دے گا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہر پیغمبر کو اس کا وصی غسل دیتا ہے۔ میں نے پوچھا حضرت آپ کا وصی کون ہے۔ حضرت نے فرمایا میرا وصی علی ہے۔ میں نے پوچھا علیؓ آپ کے بعد کتنے سال زندہ رہیں گے۔ حضرت نے فرمایا تیس سال۔ جس طرح یوشعؑ بن نون وصی موسیٰؑ بعد موسیٰؑ کے تیس سال زندہ رہے اور صفورا دختر شعیب نے کہ زوجہ موسیٰؑ تھی یوشعؑ پر خروج کیا اور کہا میں تم سے زیادہ مستحق خلافت موسیٰ ہوں۔ یوشعؑ نے اس سے مقابلہ کیا اور قید کر لیا۔ بعد قید کرنے کے اس نے اس کی عزت کی۔

اسی طرح میری زوجہ عائشہؓ دختر ابی بکرؓ ہمراہ چند ہزار نامرد جو میری امت سے ہوں گے علیؑ پر خروج کرے گی۔ اور علیؑ آخر میدان لشکر عائشہؓ کو قتل اور عائشہؓ کو اسیر کرے گا اور پھر اس پر احسان کرے گا۔

کلینی و صفار و شیخ طوسی و ابن بابویہ و قطب راوندی وغیرہ نے بسند ہائے معتبر جناب امیر المومنین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے جناب امیر کو بلایا اور فرمایا اے علیؓ جب میں انتقال کر جاؤں۔ چھ مشک پانی چاہ غرس سے کھینچ کر مجھے اچھی طرح اس سے غسل دینا اور

Marfat.com

کفن و حنوط کرنا اور جب غسل و کفن و حنوط سے فارغ ہونا میرا گریبان کفن پکڑنا اور مجھے بٹھانا اور جو کچھ بھی چاہے مجھ سے پوچھنا۔ جو پوچھو گے میں اس کا جواب دوں گا۔ چنانچہ جناب امیر نے ایسا ہی کیا اور فرمایا۔ اس وقت بھی حضورؐ نے ہزار باب مجھے تعلیم دائے کہ ہر باب سے ہزار باب مجھ پر مفتوح ہوئے۔

اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جناب امیر المومنین نے فرمایا حضورؐ نے جو قیامت تک گزرے گا اس کی مجھے خبر دی۔ پس کوئی گروہ مردم نہیں گزرے کہ میں جانتا ہوں کہ ان سے راہ حق پر کون ہے۔ اور گمراہ کون ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرتؐ نے جو فرمایا جناب امیر نے سب کچھ اسی وقت لکھ لیا۔ اور شیخ طوسیؒ نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسولؐ نے جناب امیر سے فرمایا۔ اے علیؑ! جب میں انتقال کر جاؤں مجھے غسل اس طرح دینا کہ بغیر تمہارے کوئی میری شرمگاہ نہ دیکھ سکے۔ اس لئے کہ جو دیکھے گا۔ اندھا ہو جائے گا۔ جناب امیر نے عرض کی یا حضرت میں تنہا غسل کیسے دے سکوں گا۔ بغیر اس کے چارہ نہیں کہ دوسرا شخص بھی ہو۔ حضرت نے فرمایا بوقت غسل جبرئیل تمہارے معین ہوں گے۔ اور فضلؓ بن عباس کو حکم دو کہ وہ تم کو پانی دے مگر کہہ دو کہ پٹی آنکھوں پر باندھ لے اس لئے کہ اگر اس کی نظر میری شرمگاہ پر پڑے گی تو وہ اندھا ہو جائے گا۔ جلاء العیون مترجم ج ا صکا۔

قارئین کرام! آپ حضرات کو خوب اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اس کہانی میں کیا کیا گل کھلائے گئے ہیں۔ اسے مختصر طور پر یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ حضرت علیؓ کے علاوہ اگر آنکھوں پر پٹی باندھے بغیر کوئی غسل دے گا تو وہ نابینا ہو جائے گا۔ اس لئے کہ علم غیب کے انکشافات کسی غیر کی وجود میں نہیں ہو سکتے اس کے لئے پردہ پوشی ضروری چیز ہے۔

۲۔ صحابہ پر جا و بیجا تبرا کرنا لازمۂ سبائیت ہے۔ لہذا ضروری تھا کہ حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ کو برا بھلا کہہ کر دل کی بھڑاس نکالی جائے۔

۳۔ انبیاء مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں اور اپنے اولیاء کو تعلیم دیتے رہتے ہیں۔

۴۔ ائمہ و اولیاء عالم ماکان و مایکون ہوتے ہیں۔ قیامت تک کے پیش آنے والے تمام امور سے انہیں واقفیت ہوتی ہے۔

Marfat.com

۵۔ انبیاء و اولیاء مرنے کے بعد بھی دوسروں کو فیض پہنچاتے رہتے ہیں۔

۶۔ لشکر نبو برحق ہے۔

۷۔ مرشد سینہ بسینہ مرنے کے بعد بھی روح سے حاصل ہوتا رہتا ہے۔

۸۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کے خلاف خروج کیا تھا اور حضرت علیؓ نے انہیں گرفتار کیا اور احسان کر کے چھوڑ دیا۔

غور فرمائیں یہ شیعوں کے وہ عقائد ہیں جو صوفیا کے ذریعہ شیعوں نے ہم میں پھیلائے اور ہم اکثر اب ان امراض میں مبتلا ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم سنی ہیں۔ یہ وہ عقائد ہیں جن پر تصوف کی بنیاد قائم ہے۔ اگر ہمیں کوئی توفیق سنی بننا ہے تو تصوف کے ان عقائد کو ختم کرنا ہوگا۔ ورنہ جب تک ہم تصوف کے نظام میں رہیں گے اس وقت تک ہم یہ سنی نہیں بن سکتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ہارونؑ اور حضرت علیؓ ایک مٹی سے پیدا ہوئے

موسیٰ بن جعفر اپنے والد کے ذریعہ اپنے دادا سے ناقل ہیں۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں، ہارون بن عمران، یحییٰ بن زکریاؑ اور علیؓ بن ابی طالب ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے۔

محمد بن خلف یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے وضع کی گئی ہے۔ اور اس روایت میں وضع حدیث کا الزام مروزی کے سر ہے۔ یعنی محمد بن خلف المروزی جو یہ روایت موسیٰ بن ابراہیم سے نقل کر رہا ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ محمد ابن خلف المروزی کذاب ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ مروزی متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ایک مُغَفَّلُ اللسان تھا۔ اسے جو بات بتائی جاتی وہی کہنا شروع کر دیتا۔ اس لئے یہ قابل ترک قرار پایا۔ الموضوعات ج ۱ ص ۳۳۹

ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں۔ محمد بن خلف المروزی کو یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے۔ ابن

Marfat.com

جوزی نے الموضوعات میں یہی بات تحریر فرمائی ہے۔ اور یہ روایت موضوع ہے۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۳۵

ہماری سمجھ میں صرف اتنی بات آتی ہے کہ حضورؐ ایک انسان تھے اور انسان ہونے کے ناطے ان کی تخلیق بھی مٹی سے ہوئی تھی۔ اب آپ کون سی مٹی سے پیدا ہوئے، اس میں آپ لوگ لڑتے رہیے۔ کیونکہ سبائیہ کے نزدیک حضورؐ کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس میں بھی حضرت علیؓ حضورؐ کے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن علیؓ اعلیٰ ہونے کے باعث حضرت علیؓ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی شریک ہیں۔ لیکن امیر معاویہؓ نے اس علی اعلیٰ سے کوفہ کے علاوہ تمام علاقہ چھین لیا۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمروؓ بن العاص نے حکم ہونے کی حیثیت سے انہیں خلافت سے معطل کر دیا۔ اور اس طرح شروع سے آخر تک امیر کوفہ کی حیثیت سے برسر اقتدار رہے۔

اگر حضرت علیؓ کو بلا اتفاق صحابہ خلیفہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ اس وقت تک زبردستی خلافت پر متمکن رہے جب تک کہ دونوں جانب کے حکمین نے انہیں خلافت سے دستبردار نہیں کر دیا۔

علیؑ کے علاوہ کسی کا عمل اوپر نہیں چڑھتا

حضرت ابو ایوبؓ انصاری کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے سات سال تک حضرت علیؓ پر درود پڑھتے رہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے ساتھ علیؓ کے علاوہ کسی نے نماز نہ پڑھی تھی

یہ روایت حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے اس کے الفاظ ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فرشتے مجھ پر اور علیؓ ابن ابی طالب پر سات سال تک درود پڑھتے رہے لیکن یہ درود آسمانوں پر نہیں چڑھا۔ اور میرے اور علیؓ کے علاوہ زمین سے آسمان تک کسی کی اس امر کی شہادت کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں سوائے میرے اور علیؓ کے کسی کی بلند نہیں ہوتی۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبوت عطا ہوئی تو حضرت علیؓ کی کیا عمر تھی۔ کوئی کہتا کہ پانچ سال تھی۔ کوئی سات، کوئی نو، کوئی گیارہ اور کوئی تیرہ سال بیان کرتا ہے۔

اگر فرض کرو ان کی عمر سات سال تھی تو چودہ سال کی عمر تک ان کے اور حضور کے علاوہ کسی کا درود

Marfat.com

آسمانوں پر نہیں پہنچا تو ہم اس صورتحال کو اس طرح قبول کریں گے کہ نبی کا درود نبوت کے باعث بلند ہوتا رہا۔ رہا حضرت علیؓ کا معاملہ تو ان کا درود اس لیئے اوپر چڑھتا رہا کہ وہ بچے تھے اور باقی بوڑھے عمر رسیدہ تھے۔ لہذا ان کا درود اس لئے اوپر نہیں جا سکا۔ حضرت خدیجہؓ بھی اگر کوئی کمسن عورت ہوتیں بلکہ وہ بھی بچی ہوتیں تو شاید ان کا درود بھی اوپر چڑھ جاتا۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت میں محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع ہے۔

محمد بن عبیداللہ

محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ الموضوعات ج ۱ ص ۲

ذہبی کا بیان ہے کہ محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع المدنی کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ اس سے مندل اور علی ہاشم حدیث روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں ہوتی۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ انتہا سے زیادہ منکر الحدیث ہے۔ دوسری قسم کا آدمی ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار کوفہ کے شیعوں کا ہوتا تھا۔

طبرانی نے اس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا اول جو شخص جنت میں داخل ہوں گے ان میں میں اور تو اور حسن و حسین ہوں گے۔ اور ہمارے پیچھے ہماری اولاد ہوگی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں اور بائیں ہونگے۔ رہ گئی دوسری روایت تو اس کا راوی عباد بن عبدالصمد ہے۔

عباد بن عبدالصمد

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ عباد غالی قسم کا شیعہ ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ اس نے حضرت انسؓ سے ایک نسخہ روایت کیا ہے۔ جس کی تمام روایات منکر ہیں۔ اور اس کی عام روایات حضرت علیؓ کے فضائل سے متعلق ہوتی ہیں۔ امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں یہ انتہا سے زیادہ ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے۔ یہ روایت حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے۔ جو انشاءاللہ آگے پیش کی جائے گی۔

حضرت علیؓ نے اس امت سے پانچ یا سات سال قبل اللہ کی عبادت کی تھی

حبتہ بن جوین کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت اللہ کی عبادت کی تھی۔ جب اس امت کے کسی فرد نے یہ عبادت نہ کی تھی۔ اور تقریباً یہ عبادت پانچ یا سات سال جاری رہی۔

یہ عبارت اسی قسم کی ہوگی جیسے ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں تحریر کیا ہے۔ کہ جب فاطمہ بنت اسد حضرت علیؓ کو پیدائش کے بعد لے کر نکلیں اور گھر پہونچیں تو حضور کی انگلیاں چوسیں اور حضرت علیؓ اس طرح علم لے کر پیدا ہوئے۔ ہے اور تیسرے روز حضرت علیؓ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ حالانکہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبوت نہ ملی تھی لیکن سورۂ مومنون میں مومنین (شیعہ) کا ذکر ہے اس لئے یہ آیات حضرت علیؓ پر پیدائش کے تیسرے روز نازل ہوگئی تھیں۔

یہ روایات اسی وقت عقل میں آسکتی ہیں جب آپ بخاری کے بجائے جلاء العیون پر ایمان لائیں۔ ورنہ تشیع نام ہے۔ اس امر کا کہ ہر خلاف عقل بات پر ایمان لے آؤ۔ اور سبحان اللہ کے نعرے بلند کرو۔

یہ روایت حضرت علیؓ کے نام سے وضع کی گئی۔ اسکا پہلا راوی جو اسے حضرت علیؓ سے نقل کر رہا ہے اس کا نام حبتہ بن جوین ہے۔

حبتہ بن جُوَین ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت حضرت علیؓ کے نام سے وضع کی گئی ہے۔ جہاں تک حبتہ کا تعلق ہے۔ تو وہ ایک حبتہ برابر نہیں کیونکہ وہ کذاب ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں اس کی حدیث کچھ نہیں۔ سعدی کا بیان ہے کہ یہ غیر ثقہ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ غالی قسم کا شیعہ ہے اور

حدیث میں واہی ہے۔

اجلح امام احمد فرماتے ہیں اس نے کئی منکر روایات نقل کیں۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ اجلح تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ [illegible] ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایات ان احادیث کے خلاف ہیں جو حضرت ابوبکر، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن حارثہ کے اقدم اسلام کے بارے میں مروی ہیں۔ بلکہ اگر حضرت علیؓ سات سال تک عبادت کرتے رہے ہیں تو کسی دوسرے کا تذکرہ نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے اور اسلام لانے والوں میں ان کا نمبر چالیسواں تھا۔ الموضوعات ج ۱ ص ۳۴۲

امام ابن الجوزی شیعوں کی باتیں کرتے ہیں۔ ورنہ بات مومنین کی ہوتی ہے منافقین کی نہیں ہوتی۔ حتی کہ جب حضورؐ کی وفات ہوئی تو صرف پانچ افراد اسلام لائے تھے۔ باقی سب منافق تھے۔ اور ان پانچوں افراد میں حسن و حسین اور فاطمہؓ بھی داخل نہ تھیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان افراد کو کیسے داخل کیا ہے۔

امام ذہبی تحریر فرماتے ہیں یہ حبۃ بن جوین عبد عرینہ سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کا تعلق غالی شیعوں سے ہے۔ اس نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ صفین میں اسّی بدری تھے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ محال ہے۔

جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں اس سے سلمۃ بن کہیل اور حکم اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔ سلیمان بن معبد نے یحیی بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔

نسائی کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ اور ابن خراش کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔

احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے کہ میں نے اس حبہ کو دیکھا ہے۔ اس کی زبان پر سبحان اللہ اور الحمد للہ جاری رہتا۔ بجز اس کے وہ نماز پڑھتا یا حدیث بیان کرتا۔ ۹۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

اس حبہ سے یہ کہانی اجلح بن عبداللہ ابو حجیۃ الکندی الکوفی نے نقل کی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ فطر کے قریب ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے بری رائے رکھتا تھا۔ قطان کہتے ہیں میرے دل میں اس کی جانب سے شک ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں شیعہ ہے سچا ہے۔ لیکن

Marfat.com

جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ انبلغ افترا باز ہے ۳۰۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ا

اے علیؓ ! اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکالدو

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ ! اگر میرے بعد تم خلیفہ ہو تو اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا۔ مسند احمد بن حنبل ج ا ص۸۷۔

اور چونکہ حضرت علیؓ حضورؐ کی وفات کے بعد خلیفہ نہ بن سکے ۔ لہٰذا اہل نجران جوں کے توں اپنی جگہ برقرار رہ گئے حالانکہ اہل نجران نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کرلی تھی۔ اس کے باوجود حضور نے انہیں نکال دینے کا حکم دیا۔ لیکن صورت حال کچھ اس طرح پیش آئی کہ حضرت علیؓ خلیفہ ہی نہ بن سکے۔ نتیجۃً اہلِ نجران بھی اپنی جگہ برقرار رہ گئے ۔ ورنہ شاید حضرت علیؓ کو اہل نجران سے جنگ کی ضرورت پیش آتی ۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے ۔ تو ماشاءاللہ اس روایت کا کوئی راوی بھی ایسا نہیں جو قابلِ اطمینان ہو ۔ سب سے اوّل راوی جو امام احمد بن حنبلؒ کے استاد ہیں ۔ ان کا نام خلف ہے ۔

خلف ۔ یہ خلفؒ بن ایوب العامری البلخی ہے ۔ اس کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں ۔

اس خلف نے عوف اعرابی معمر اور ایک جماعت سے روایات نقل کی ہیں ۔ اور اس سے امام احمد ابوکریب اور ایک بڑی مخلوق نے روایات نقل کی ہیں ۔

ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس سے روایات نقل کی جاتی ہیں ۔ ابن حبان کتاب الثقات میں لکھتے ہیں ۔ یہ غالی قسم کا مرجی تھا ۔ اور ان لوگوں کا کٹر دشمن تھا جو سنت سے اعراض کریں ۔ اسی دشمنی کے باعث اس کی حدیث سے احتراز کیا گیا ۔

معاویہ بن صالح نے یحیٰی بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے ۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ صاحب علم و عمل تھا ۔ بہت اللہ اللہ کرتا تھا ۔ بادشاہ بلخ نے ان کی زیارت کی تھی ۔ لیکن پھر ان سے اعراض کرلیا ۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ یہ عوف اعرابی اور قیس سے منکر روایات نقل کرتا ہے ۔ امام

احمد یہ قول عقیلی نے بیان کیا ہے۔ اور اتفاق سے یہ روایت بھی اسی نے قیس سے نقل کی ہے۔ گویا یہ روایت امام احمد کے نزدیک خود قابل وثوق نہیں۔ خود امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ وہ اس خلف کو قابل اعتبار شمار نہ کرتے۔

اس خلف کی ایک روایت جامع ترمذی میں بایں الفاظ مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو خصلتیں ایسی ہیں جو کسی منافق میں جمع نہیں ہوتیں۔ ایک اچھے اخلاق اور دوسرے دین کی سمجھ۔ ترمذی یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ یہ روایت غریب ہے۔ ہم خلف کے علاوہ کسی اور شخص کو نہیں جانتے جس نے یہ روایت بیان کی ہو اور ہم ابو کریب کے علاوہ کسی ایسے شخص سے بھی واقف نہیں جس نے اس خلف سے روایت نقل کی ہو۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کیسا شخص تھا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ۲۰۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس سے ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۵۹۔

خلف نے یہ روایت قیس بن الربیع سے نقل کی ہے۔

قیس بن الربیع

یہ قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔ اس کا شمار علماء میں ہوتا ہے۔ اگرچہ بذات خود سچا ہے لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔

عفان کا بیان ہے کہ میں لوگوں سے قیس کا ذکر سنتا رہتا اور مجھے کچھ بھی تحقیق حال نہ ہو سکا۔ حتیٰ کہ میں کوفہ آیا۔ اس کے پاس آکر بیٹھا۔ تو دیکھا کہ اس کا بیٹا اسے روایت میں الفاظ کی تلقین کر رہا ہے۔

ابن نمیر کا بیان ہے کہ اس کا بیٹا ایک آفت تھا۔ محدثین نے اس کی کتابوں پر نظر ڈالی اور انہوں نے اس کی حدیث کا انکار کر دیا۔ ان کا گمان تھا کہ اس کی روایات میں تبدیلی اس کے بیٹے نے کی ہے۔

محمد بن عبید الطنافسی کا بیان ہے کہ اس قیس بن الربیع کو خلیفہ ابوجعفر المنصور نے مدائن کا گورنر بنایا۔ وہ اپنی گورنری کے زمانہ میں عورتوں کی چھاتیوں سے چمٹا رہتا اور ان پر بھڑیں چھوڑتا رہتا۔ علم میں یہ سفیان ثوری سے کم نہ تھا۔ لیکن جب یہ گورنر بنا تو اس نے ایک شخص پر حد جاری کی۔ جس سے اس کی موت واقع

Marfat.com

ہو گئی۔ وہیں سے اس کا نام بدنام ہو گیا۔

محمد بن المثنیٰ کا بیان ہے کہ شعبہ اور سفیان اس قیس کی حدیث پیش کرتے لیکن یحییٰ القطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی اس کی حدیث بیان نہ کرتے۔ عبدالرحمان شروع میں تو اس کی روایت لیتے لیکن بعد میں اس کی روایات لینی چھوڑ دیں۔

ابو النضر نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ قیس نے ایک بار میرے سامنے ابو حصین کی حدیث بیان کی جسے سن کر میں یہ تمنا کر رہا تھا کہ کاش مکان کی چھت ہم پر گر پڑے تاکہ میں اس کے نیچے دب کر مر جاؤں اور (اس قسم کی بکواس سننے سے بچ جاؤں)

ابو حصین کی روایت ہے کہ اس ابو حصین نے یحییٰ بن آثان سے نقل کی ہے۔ اور وہ ابن عمر سے نقل کرتا ہے کہ حسن و حسین کے دو تعویذ بندھے ہوئے تھے۔ جن میں جبرئیل کے بازو کے پر بندھے تھے۔

ذہبی کہتے ہیں یہ روایت انتہا سے زیادہ منکر ہے۔ اسے کدیمی نے بھی خلاد سے نقل کیا ہے اور اور اسی خلاد سے قیس نے۔

ابوالحسن بن القطان کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک اسی طرح ضعیف ہے۔ جیسے ابن ابی لیلیٰ اور شریک۔ اور یہ کمزوری قضا ملنے کے بعد پیدا ہوئی۔

محمد بن عبید کا بیان ہے کہ قاضی بننے کے بعد بھی یہ ہمیشہ درست رہا لیکن ایک شخص کو قتل کر بیٹھا وہاں سے حالات خراب ہو گئے۔

ساجی کا بیان ہے کہ احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس کا بیٹا مسعر اور سفیان متقدمین کی احادیث لیتا اور اپنے باپ کی روایت میں داخل کر دیتا۔ اور ابا جان کو خبر بھی نہ ہوتی۔

اس قیس نے یہ روایت اشعث بن سوار الکوفی سے نقل کی ہے۔

اشعث بن سوار

دارقطنی کا بیان ہے یہ اشعث ضعیف ہے۔ متروک ہے۔ اس نے شریک ہشیم اور لیث بن سعد سے روایات لی ہیں۔ الضعفاء والمتروکین دارقطنی صہ ۶۶۔

حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔

اشعث بن سوار الکندی النجار الافرق الاثرم۔ یہ تابوت تیار کرتا تھا۔ اہواز کا قاضی تھا۔ ضعیف ہے۔ چھٹے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سے مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بخاری نے ادب المفرد میں روایت نقل کی ہے تقریب التہذیب صہ۳

حافظ ابن حجر چھٹے طبقہ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

چھٹے طبقہ سے ہماری مراد وہ حضرات ہوتے ہیں جن کی روایات بہت کم ہوتی ہیں اور جن کے بارے میں ثابت نہیں ہوتا۔ محدثین نے ان کی روایات کس لئے ترک کی ہیں۔ اور ہم ایسے حضرات کے لئے اگر ان کا ساتھ دینے والا موجود ہو تو ان کو مقبول کہتے ہیں۔ اگر ان کا کوئی ساتھ دینے والا نہ ہو تو مجہول الحال کہتے ہیں۔ تقریب التہذیب صہ۱

نسائی کتاب الضعفاء والمتروکین میں لکھتے ہیں۔

اشعث بن سوار الکندی الکوفی ضعیف ہے صہ۱۵ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی۔

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔

یہ اشعث بن سوار قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے تابوت بنایا کرتا تھا۔ اہواز کا قاضی رہا ہے۔ یہ بنو ثقیف کا غلام تھا۔ اہواز کا بھی قاضی رہا ہے۔ اس سے مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔

مسلم نے اس کی روایات متابعت میں نقل کی ہیں۔ کیونکہ اس اشعث کے اساتذہ بڑے مرتبے کے لوگ تھے۔

ثوری کہتے ہیں یہ اشعث مجالد سے بہتر ہے۔ یحیی بن سعید القطان کا قول ہے۔ میرے نزدیک یہ ابن اسحاق سے کم ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں کمزور ہے۔ نسائی کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔ ابن الدورقی نے یحیی بن معین سے نقل کیا ہے۔ کہ اشعث بن سوار الکوفی ثقہ ہے۔ لیکن عباس دوری نے یحیی سے نقل کیا ہے کہ ضعیف ہے۔

Marfat.com

امام احمد فرماتے ہیں یہ محمد بن سالم سے بہتر ہے۔ محمد بن المثنیٰ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمان کو کبھی اس اشعث بن سوار کی روایت بیان کرتے نہیں دیکھا۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ اشعث غلطیاں بہت کرتا۔ اسے وہم بھی بہت ہوتا۔ دارقطنی لکھتے ہیں بن عدی کا بیان ہے کہ میں نے اس کی کوئی منکر روایت نہیں دیکھی۔

فلاس کا بیان ہے کہ اس کا انتقال ۱۳۶ھ میں ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۲۶۲۔

اس کا ایک اور راوی عدی بن ثابت ہے۔

عدیؓ بن ثابت: اس سے تمام مصنفین صحاح نے روایات لی ہیں۔ یہ شیعوں کا عالم ہے۔ ان کا قصہ گو اور ان کی مسجد کا امام ہے۔ اور اگر تمام شیعہ ایسے بن جاتے تو ان کا شر کچھ کم ہوتا۔

مسعودی کا بیان ہے کہ ہم نے کوئی شیعہ ایسا نہیں دیکھا جو عدی سے زیادہ صحیح بات کہتا ہو۔ اسے امام احمد عجلی اور نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے۔

ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ سچا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں غالی قسم کا شیعہ ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ رافضی ہے اور انتہائی غالی۔ اگرچہ ثقہ ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ راہ حق سے ہٹا ہوا ہے میزان ج ۲ ص ۹۱

یعنی اس روایت کا کوئی راوی ایسا نہیں جو قابل اطمینان ہو اور ان میں سے بعض راویوں کو خود امام احمد بن حنبلؒ نے ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہ روایت خود امام احمد کے نزدیک ناقابل قبول ہے۔

پھر اہل نجران کا جزیرۃ العرب سے نکالا جانا اس پر موقوف ہے کہ حضرت علیؓ خلیفہ اول بنتے۔ جب وہ خلیفہ اول نہ بنے تو وہ اپنی جگہ برقرار رہے کہیں ایسا معاملہ تو نہیں کہ واقعہ مباہلہ جو شیعہ نوازی میں کچھ کا کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کی کچھ بھی حقیقت نہ ہو۔ اسی لئے اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکالا جانا ہوتا کہ اصلیت پر پردہ پڑا رہے۔ اور کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔

چونکہ اس روایت کے متعدد راوی مجروح تھے۔ اس لئے ہم نے ایک راوی ابو ظبیانؒ کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر حضرت علیؓ سے صحابہ کرام یا عبداللہؓ بن مسعود کے شاگرد حدیث

روایت کریں تو وہ روایت قابل قبول ہوگی اور اگر حضرت علیؓ کے ساتھی روایت کریں تو وہ بھی جھوٹے ہوتے ہیں۔ امام محمد بن سیرین کا قول ہے۔

ان اصحاب علی کلهم کذابون — علی کے تمام ساتھی جھوٹے ہیں۔

یہ ابوظبیان حضرت علیؓ کا ساتھی ہے۔ لہذا یہ روایت تو قطعاً ناقابل قبول ہے کیونکہ علی کے تمام ساتھی جھوٹے ہیں۔

اس روایت کے پانچ راوی ہیں اور پانچوں پر اعتراضات ہیں۔ حتیٰ کہ خود امام احمد کے نزدیک اس روایت کے بعض رواۃ ناقابل قبول ہیں۔

جنگ صفین میں ستر بدری موجود تھے

ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ جنگ صفین میں ستر بدری شریک ہوئے۔

ابراہیم بن عثمان اس کا راوی ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ العبسی الکوفی ہے۔ یہ واسط کا قاضی تھا۔ اور ابوبکر بن ابی شیبہ کا دادا تھا۔ اس نے یہ روایت حکم سے اور حکم نے ابن ابی لیلیٰ سے نقل کی ہے۔

شعبہ کہتے ہیں اللہ کی قسم یہ ابراہیم بن عثمان جھوٹا ہے میں نے خود حکم سے اس بارے میں گفتگو کی تھی انہوں نے تو اہل بدر میں سے خزیمہ کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جو جنگ صفین میں موجود ہو۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ جنگ صفین میں حضرت علیؓ اور عمارؓ موجود تھے۔ امام ذہبی نے بظاہر تو شعبہ کا رد کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دو تین افراد کی شرکت سے ستر کی شرکت ثابت نہیں ہوتی اور یہ ظاہر ہے کہ جنگ صفین حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے مابین ہوئی۔ لہذا حضرت علیؓ کی شرکت تو ایک جزو لاینفک ہے۔ بلکہ اگر حضرت علیؓ کو جنگ صفین سے علیحدہ کر دیا جائے تو پھر تو یہ ثابت ہوگا کہ چند باغی امیر معاویہؓ کے خلاف کھڑے ہو گئے تھے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ لہذا حضرت علیؓ

کی شرکت تو لازمی تھی۔ رہی عمارؓ کی شرکت وہ بھی مختلف فیہ ہے۔ اور بقول شعبہ و حکم کے علاوہ صرف حضرت خزیمہؓ جنگ صفین میں موجود تھے۔ جن کا شمار اہل بدر میں ہوتا تھا۔ لیکن اس میں بھی اختلاف ہے یہ خزیمہؓ جو جنگ صفین میں شریک تھے وہ واقعتاً بدری تھے۔ یا انہیں صرف اس لیئے بدری کہا گیا ہے کہ انہوں نے مقام بدر میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ اس لحاظ سے انہیں بدری کہتے ہیں۔ بات خواہ کچھ بھی ہو لیکن جنگ صفین میں ستر بدری ہرگز شریک نہ تھے۔ کھینچ تان کر آپ انہیں تین تک لا سکتے ہیں۔ اور شعبہ امام مالکؒ کے ہم عصر ہیں اور تشیع میں بھی مبتلا ہیں۔ جب ان کے زمانہ تک جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے علاوہ ایک بدری موجود تھا تو شعبہ کے بعد اور کہاں سے اور کیسے پیدا ہو گئے۔ امام محمد بن سیرین جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور جن کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہے۔ اور جن کے رو برو یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ وہ فرماتے ہیں۔

هاجت السنت واصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عشرات الوف فلم يحضرها منهم مائة بل لم يبلغوا ثلاثين۔

فتنہ اسی طرح آگے بڑھتا رہا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تیس ہزار اور نوے ہزار کے درمیان تھے۔ اور ان جنگوں میں سو صحابہ بھی شریک نہیں ہوئے بلکہ شریک ہونے والوں کی تعداد تیس تک بھی نہیں پہنچی۔

امام ابن تیمیہؒ اس کی سند نقل کرکے فرماتے ہیں۔

هذا الاسناد اصح اسناد على وجه الارض۔

یہ سند روئے زمین پر صحیح ترین سند ہے۔

(منہاج السنۃ ج ۳ ص ۸۶)

اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ صحابہؓ کی تعداد اس وقت کسی صورت میں تیس ہزار سے کم نہ تھی۔ بلکہ وہ تقریباً نوے ہزار کے قریب تھے۔ تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ان تمام جنگوں میں اصل تقابل ان لوگوں کا تھا جو صحابی نہ تھے۔ صحابہ کرام تو بمشکل چند ہی شریک ہوئے اور ان کے نام کو اتنا اچھالا گیا ہے کہ پوری تاریخ اس میں دب کر رہ گئی۔ اور صحابہ کرام نے علیحدہ بیٹھ کر ان سب چیزوں کا نظارہ

کیا۔ صرف اس تخیل کے تحت کہ شاید کہ کسی وقت یہ فتنہ ختم ہو اور امت ایک جگہ متحد ہو۔ اور جب انہوں نے یہ دیکھا کہ تمام امت ایک امام پر متحد ہو گئی اور حضرت حسنؓ نے صلح کر کے امیر معاویہؓ کا ہاتھ تھام لیا تو تمام صحابہ نے امیر معاویہؓ کی بیعت کی اور اس سال کا نام ان کے اتفاق پر عام الجماعت (جماعت کا سال) قرار پایا۔

حضرت علیؓ امیر المومنین ہیں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تیرے پاس ابھی اس دروازے سے امیر المومنین، سید المسلمین، قائد الغر المحجلین اور خاتم الوصیین داخل ہوں گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

امام ذہبی نے میزان میں پوری کہانی نقل نہیں فرمائی۔ کاش وہ پوری روایت بیان فرما دیتے۔ غالباً ان کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ نتیجۃً انہوں نے روایت کے ابتدائی الفاظ نقل کیے ہم بھی اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ابراہیم بن محمد۔ فرماتے ہیں کہ اس کا ایک راوی ابراہیم بن محمد بن میمون ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ اس نے یہ موضوع حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۶۱

حافظ ابن حجر نے بھی اس ابراہیم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ کوئی فرضی بزرگ ہیں جو روایت پیش کرنے کے لئے وضع کر لیا گیا ہے۔

اتفاق سے اس روایت کی سند میں جتنے راوی ہیں وہ یا تو ضعیف ہیں یا مجہول۔ اور کسی ایک راوی کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قابل اعتبار ہے۔

قاسم بن جندب: اسے حضرت انسؓ سے نقل کرنے والا قاسم بن جندب ہے۔ جو قطعاً مجہول شخص ہے۔

حارث بن حصیرہ: قاسم سے یہ کہانی نقل کرنے والا حارث بن حصیرہ ہے۔ جو قبیلہ ازد سے تعلق

Marfat.com

رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ خشبی ہے۔

خشبیہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جو زید بن علی بن حسین کی پھانسی کے بعد لکڑیاں لے کر مرنے کے لئے نکلا تھا اور ناکامی کے بعد اس لکڑی کو پوجنا شروع کر دیا۔ جس پر زید بن علی کو پھانسی دی گئی تھی۔ اس فرقہ کو خشبیہ کہا جاتا ہے۔

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا یعنی حضرت علیؓ قتل نہیں ہوئے۔ وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں۔ بادلوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ اور دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔

اب جب سے ہم پر بادلوں کی یہ حقیقت واضح ہوئی ہے تو ہماری یہ بھی سمجھ میں آگیا کہ اس گرج اور چمک کی حقیقت کیا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ کیونکہ یہ ضعیف ہے۔ اور کوفہ کے ان لوگوں میں داخل ہے جنہوں نے کوفہ میں تشیع کی دبا پھیلائی ہے۔ زنبیج کا بیان ہے کہ میں نے جریر سے سوال کیا۔ کیا تم نے حارث بن حصیرہ کو دیکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں، میرے زمانہ میں وہ بہت بوڑھا تھا اور ایک بڑی بات پر اصرار کیا کرتا تھا۔ یعنی رجعت پر۔ میزان ج ۱ صد ۴۳۲۔ دارقطنی لکھتے ہیں یہ غالی قسم کا شیعہ ہے۔ الضعفاء والمتروکین صد ۷۶

اس حارث سے نقل کرنے والا علی بن عابس الازرق الاسدی الکوفی ہے

علی بن عابس۔ اسکی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ جوزجانی، نسائی اور ازدی کہتے ہیں۔ ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ فحش غلطیاں کرتا ہے۔ اسی باعث اسے ترک کر دیا گیا۔ اسی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاٰتِ ذَی الْقُرْبٰی حَقَّہٗ۔ تو آپ نے فاطمہؓ کو بلایا اور انہیں فدک عطا فرمایا۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ باطل ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؓ کو فدک عطا فرما دیتے تو پھر وہ کیا شئے طلب کرنے آئی تھیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اسکی روایت بطور تحقیق لکھ لی جائے۔ میزان ج ۳ صد ۱۳۴

Marfat.com

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ

اس کا آخری راوی جو اسے ابراہیم بن محمد بن میمون سے نقل کر رہا ہے۔ وہ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ہے۔ جو عثمان بن ابی شیبہ کا بیٹا ہے جس کی اور جس کے بھائی کی مصنف محدثین کے یہاں مشہور ہے۔

یہ شخص حافظ الحدیث سمجھا جاتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے لیکن عبداللہ بن احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ کذاب ہے۔ ابن خراش کا بیان ہے۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ مطین کا بیان ہے کہ یہ تو حضرت موسیٰ کی لاٹھی کی طرح ہے جو ہر چیز کو نگل لیتا ہے۔ برقانی کا بیان ہے کہ میں نے محدثین کو ہمیشہ اس پر اعتراض کرتے دیکھا ہے۔

ابن عقدہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن اسامۃ الکلبی، ابراہیم بن اسحاق الصواف اور داؤد بن یحییٰ کو یہ کہتے سنا ہے کہ یہ محمد بن عثمان کذاب ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۶۴۲۔

رافضیوں کو قتل کر دو

حضرت فاطمہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کی جانب دیکھا اور فرمایا یہ جنت میں جائے گا۔ اور اس کے شیعوں میں سے ایک جماعت ایسی ہوگی جو اسلام کا اظہار کرے گی جن کو رافضی کہا جائے گا۔ انہیں تم جہاں بھی پاؤ قتل کر دو۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳۵۱

اس کا راوی تلید بن سلیمان الکوفی ہے۔ اور یہ روایت اس کی منکرات میں شمار ہوتی ہے امام احمد فرماتے ہیں یہ شیعہ ہے لیکن ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔

یحییٰ بن معین کا ارشاد ہے یہ کذاب ہے۔ حضرت عثمان کو گالیاں دیتا تھا۔ ایک روز اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر حضرت عثمانؓ کو گالیاں دینے لگا۔ اتفاق سے حضرت عثمانؓ کے غلاموں میں کسی فرد کا ادھر سے گزر ہوا تھا۔ اس نے یہ گالیاں سن کر ایک تیر کھینچ مارا۔ یہ کوٹھے سے نیچے گرا۔ اور اس کے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے۔

Marfat.com

ابوداؤد کا بیان ہے کہ یہ رافضی ہے ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ خبیث ہے۔ نسائی لکھتے ہیں کہ ضعیف ہے۔ میزان ج ا ص ۲۵۸۔ کتاب الضعفاء والمترکین للنسائی ص ۲۶۔

ابوالجحاف تلید نے اس روایت کو ابوالجحاف سے نقل کیا ہے۔ جس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ میرے نزدیک یہ قابل حجت نہیں۔ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات اولادِ علیؓ کی فضیلت میں ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۸

امام ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت تلید بن سلیمان کی وضع کردہ ہے۔

میرے نزدیک اس میں ایک عیب اور بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ زینب بنت علی نے یہ روایت فاطمہؓ سے نقل کی ہے۔ حالانکہ جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوا تو ان کی عمر ڈیڑھ دو سال تھی۔ انہوں نے حضرت فاطمہؓ سے حدیث کب سنی اور کیسے سنی؟ یہ روایت بہر صورت میں منقطع ہے۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ زینب پہلے پیدا ہوئی ہوں اور ان کی پیدائش پر اسی طرح پردہ ڈالا گیا ہو جس طرح ان کی وفات پر پردہ ڈالا گیا ہے۔

میں معاویہؓ کے ساتھ حساب کیلئے رکوں گا

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ سب سے اول جنت میں ابوبکرؓ و عمرؓ داخل ہوں گے۔ اور میں معاویہؓ کے ساتھ حساب دینے کے لئے رکا ہوں گا۔

حضرت علیؓ سے اسے نقل کرنے والا اصبغ ہے۔ لیکن یہ وہ اصبغ بن نباتہ نہیں۔ بلکہ یہ اصبغ ابوبکر الشیبانی ہے۔ یہ سُدی کا شاگرد اور تبع تابعین کے بعد ہے جب کہ پہلا اصبغ تابعی ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے۔ اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔

اصبغ نے اسے سُدی سے نقل کیا ہے۔ اور سُدی کے لقب سے دو شخص مشہور ہیں۔ ہر دو کا حال پہلے عرض کیا جا چکا۔ اور دونوں رافضی ہیں۔ باقی اس روایت میں ہم نے جو اعتراضات کئے

Marfat.com

ہیں۔ اصولی طور پر تو ان احادیث کا رد ہو جانا چاہئیں۔ لیکن غالب گمان یہ ہے کہ ایسا ہونا بعید نہیں۔ اس لئے کہ ایک سند سے یہ توثیق ہو کر دی گئی کہ حضرت علیؓ پر تو صرف بہت کم یہ ضعیف نقل ہے۔ ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت علیؓ نے اپنا کچھ عندیہ ظاہر فرمایا ہو۔ اس صورت میں یہ حضرت علیؓ کا اپنا خیال ہوگا۔ ممکن ہے کہ قیامت کے روز ہر دو کا حساب ہو یا دونوں معاف کر دئیے جائیں۔

تین قسم کے لوگوں سے جنگ کرنا

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا بیان ہے کہ ہمیں تین قسم کے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا۔ ناکثین، قاسطین، اور مارقین۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ان لوگوں سے کس کے ساتھ مل کر جنگ کریں؟ ارشاد فرمایا علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ مل کر۔ میزان ج ۱ ص ۲۷۱

اصبغ بن نباتہ اس روایت کا راوی اصبغ بن نباتہ الحنظلی المجاشعی کوفی ہے۔ جو حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ کا شاگرد ہے۔ اور اصحاب علیؓ میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

قاری ابوبکر بن عیاش کوفی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی اور ابن حبان کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایت سے اس کا ضعف ظاہر ہے ابو حاتم کہتے ہیں اس کی روایت جھوٹی ہوتی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ علیؓ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔ (ذہبی لکھتے ہیں کہ)

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس نے حب علیؓ میں مبتلا ہو کر دل کھول کر جھوٹ بولا ہے۔ اسی باعث یہ قابل ترک ہے۔

اس اصبغ سے یہ کہانی نقل کرنے والا علی بن الحزور ہے۔ میزان ا ص ۲۷۱۔

علی بن الحزور ذہبی کا بیان ہے یہ علی بن الحزور خود ایک بلا ہے۔ یہ تمام روایات اصبغ سے نقل کرتا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت پر اعتراض ہے۔

Marfat.com

مجھے قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے

حضرت عمار بن یاسر کا بیان ہے کہ مجھے قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔

ہمیں حیرت اس پر ہے کہ ناکثین کو اس میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ناکثین سے حضرت عمار نے جنگ نہ کی ہو۔

ناکثین سے مراد حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے ساتھی ہیں۔ حالانکہ بقول شیعہ زبیرؓ و طلحہؓ نے عہد کر کے توڑا تھا۔ بقیہ اہل بصرہ اور اہل مکہ جو حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھے انہوں نے کوئی عہد نہ کیا تھا۔ لہٰذا انہیں ناکث قرار دینا یہ خود خلاف عقل ہے۔

قاسطین برابری کا دعویٰ کرنے والے۔ اس سے مراد امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی ہیں۔

مارقین سے مراد عہد سے نکل جانے والے یعنی خارجی ہیں۔

جعفر بن سلیمان اس کا راوی جعفر بن سلیمان الضبعی ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گزر چکا ہے۔

خلیل بن مرہ جعفر بن سلیمان نے بروایت خلیل بن مرہ سے نقل کی ہے۔ بخاریؒ کا بیان ہے کہ یہ خلیل بن مرہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۶۷۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۳۱۔

خلیل نے اسے قاسم بن سلیمان سے نقل کیا ہے اور قاسم اپنے باپ دادا سے روایت کرتا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث صحیح نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۲۷۱۔

علیؓ ہادی ہیں

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ (بیشک تو ڈرانے والا ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک میں منذر ہوں لیکن علیؓ تجھے ہدایت کرنے والے ہیں اے علیؓ ہدایت یافتہ لوگ تیرے ذریعہ ہدایت پائیں گے۔ میزان ج ۱ ص ۲۹۲

ذہبی لکھتے ہیں اس آیت اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ کی یہ تفسیر محمد بن جریر نے حسن بن الحسین کے ذریعہ معاذ بن مسلم سے نقل کی ہے۔ یہ روایت منکر ہے۔ اور غالب یہ آفت اسی معاذ کی ڈھائی ہوئی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آفت ابن جریر نے ڈھائی ہو۔

حسن بن الحسین جہاں تک تعلق ہے تو یہ شخص کوفہ کا باشندہ ہے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک سچا نہیں۔ اس کا شمار بڑے درجے کے شیعوں میں ہوتا ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت ثقہ راویوں جیسی نہیں ہوتی۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے لغو باتیں روایت کرتا اور احادیث میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۹۳

معاذ بن مسلم ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے اور اس نے عطاء بن السائب سے یہ موضوع حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۳۲

عطاء بن السائب معاذ بن مسلم نے یہ روایت عطاء بن السائب سے نقل کی ہے۔ عطا اگرچہ تمام محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں لیکن دوران کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ ثانیاً وہ مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔

اے علیؓ تجھے جو غصہ دلائے گا میں اسکے باپ کو اس کی ماں کے رحم میں شریک بنا دوں گا

حضرت عبداللہؓ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کو دعا کے قریب دیکھا۔ آپ ایک شخص کی جانب متوجہ تھے جس کی شکل و شباہت ہاشمی جیسی تھی آپ اس پر لعنت بھیج رہے تھے۔ میں نے سوال کیا یا رسول اللہ یہ کون ہے جس پر آپ لعنت بھیج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ شیطان رجیم ہے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے دشمن میں تجھے قتل کروں گا اور امت کو تجھ سے راحت دلاؤں گا۔ اس نے جواب دیا اے علیؓ کیا یہ تیری جانب سے میرا بدلہ ہے۔ میں نے سوال کیا اے اللہ کے دشمن میری جانب سے تیرا کیا بدلہ ہونا چاہیے۔ اس نے جواب دیا اللہ کی قسم تجھے جو غصہ دلائے گا میں اس کے باپ کو اس کی ماں کے رحم میں شریک بنا دوں گا۔ میزان ج ا ص۱۹۔

یہ سنت علی کی تعریف ہے یا تنقیص کہ ایک قرشی کالی سے تمام غصہ کافور ہو گیا اور اس طرح ان پر شیطان کا داؤ چل گیا۔ معاذ اللہ اہل سنت والجماعت تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ رافضی بچے تعریف کے پردے میں حضرت علیؓ کو گالیاں دیتے ہیں۔

رہا شیطان کا قتل اگر اس سے مراد ابلیس لعین ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کی مہلت دی ہے اور اگر کوئی اس کا چیلہ مراد ہے تو وہ ہر دور میں لاتعداد پائے جاتے رہے۔ بلکہ ان کے لئے کوئی جن ہونا بھی ضروری نہیں۔ اس لئے کہ ہر وہ انسان بھی شیطان ہوتا ہے جو اللہ کی سرکشی اختیار کرے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ	انسانی اور جناتی شیطان ایک دوسرے کو دھوکہ دینے والے قول وحی کرتے رہتے ہیں

معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص شیطان ہے جو خلاف حکم الٰہی دوسروں کو برائی کی تلقین کرے۔ اور اس واسطے ہر اس شخص کو جو ہمارے دلوں میں خلاف احکام الٰہی وسوسے پیدا کرے اسے خناس کہا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ	میں خناس کے وسوسوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں وہ خناس جو لوگوں کے دلوں

Marfat.com

مِنَ الْجِنَّةِ ... میں وسوسے ڈالتا ہے ۔ وہ جن میں بھی ہوتا
وَالنَّاسِ ... ہے اور انسان بھی۔

تو ہر وہ ہستی جو انسان کے دل میں خلاف شرع وسوسے پیدا کرے وہ شیطان بھی ہے اور خناس بھی۔ اور دونوں انسان بھی ہو سکتے ہیں اور جنات بھی اور دونوں سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر شیطان سے حضرت علی کی مراد اس قسم کے شیاطین سے تھی تو ایسے شیطان کو قتل کرنے سے امت کو ہرگز نجات نہ ملتی۔ اس لحاظ سے اسے قتل کرنے کا تصور ہی غلط تھا۔

پھر جس شخص نے یہ روایت وضع کی ہے۔ وہ اس کا قائل تھا کہ دراصل علی اللہ ہیں۔ ایسی صورت میں ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ رافضیوں کے نزدیک اللہ اور شیطان میں مصالحت ہو گئی اس لئے کہ ہمیشہ سے یزداں اہرمن سے صلح کرنے پر مجبور رہا ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو خدائے خیر اور خدائے شر کے پردے میں پیش کیا جاتا رہا۔

اس روایت کا واضع اسحاق بن محمد النخعی الکوفی ہے

اسحاق بن محمد النخعی یہ شخص احمر کے لقب سے مشہور تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ کذاب ہے۔ غالی رافضیوں میں بھی حد سے بڑھا ہوا ہے۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے عبدالواحد بن علی سے سنا ہے وہ کہا کرتے تھے: اسحاق انتہائی خبیث مذہب رکھتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ علی اللہ ہیں۔ یہ برص کا مریض تھا اور برص کے نشانوں پر سرخ رنگ لگاتا۔ اسی لئے اسے احمر کہا جاتا ہے۔ مدائن میں رافضیوں کی ایک جماعت تھی جو اسی کی جانب منسوب تھی اور اسے اسحاقیہ کہا جاتا تھا۔

خطیب کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے اس اسحاق کے بارے میں شیعوں سے دریافت کیا۔ انہوں نے بھی اسحاق کے بارے میں وہی بات کہی جو عبدالواحد بن زید نے کی تھی۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ائمۂ جرح و تعدیل نے اس اسحاق کا اپنی کتابوں میں کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اور انہوں نے بھی اچھا کیا کیونکہ یہ ایک زندیق تھا۔ ہاں ابن الجوزی نے موضوعات میں اس

Marfat.com

کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں یہ کذاب ہے۔ غالی رافضی ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مذہب تو رافضیوں کا بھی نہیں بلکہ وہ تو نصیری ہے اور مذہبی لحاظ سے یہ نصاریٰ کا بھائی ہے اور جو شخص علی کی الوہیت کا قائل ہو وہ کافر ہے۔ ملعون ہے آج کل حکومت شام بھی ان نصاریٰ یعنی نصیریوں کے قبضے میں ہے۔

ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت متعدد گناہوں پر مشتمل ہے۔ بلکہ اس سے حضرت علی رضی کی توہین لازم آتی ہے جس الله سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔ اس روایت کو اسحاق الاحمر نے وضع کیا (چوتھی صدی میں) پھر اس کے یاروں نے اس کے لئے سند وضع کردی۔ اس طرح یہ پوری داستان چوتھی صدی ہجری میں تیار ہوئی۔

حسن بن یحییٰ النوبختی جو خود ایک رافضی ہے اور جو اس کا قائل تھا کہ اگر اللہ ہزار ہوں تو ایک ہی رہے گا۔ اپنی کتاب "الرد علی الغلاۃ" میں لکھتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسحاق بن محمد الاحمر ہے جو یہ کہتا ہے کہ علی رضی اللہ ہیں۔ اور وہ بعد میں حسن میں اور پھر حسین میں ظاہر ہوئے۔ (گویا کہ اللہ وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ ناکام ہوتا رہے)

صُوحانی کھجور کا اعلان

حضرت علی رضی کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا تو ایک کھجور کے درخت نے دوسرے درخت کو آواز دی۔ یہ نبی مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ رضی جا رہے ہیں.....

نیز اس روایت میں یہ بھی ہے کہ مدینہ کی کھجور کو صوحانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے میرے اور تیرے فضل کا اعلان کیا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۶۱

احمد بن نصر اس داستان کا ایک راوی احمد بن نصر الذارع البغدادی ہے۔ اس کی تمام روایات منکر ہوتی ہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے یہ اپنے وقت کا دجال

ہے۔ یہ روایت اس کے ذہب کاری میں شمار ہوتی ہیں۔ میزان ج ۱ صفحہ ۱۶۱

صدقہ اس کی سند کا ایک اور راوی صدقہ بن موسیٰ بن تمیم ہے جو اپنے باپ سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔ اور اس سے احمد الذارع کذاب نے یہ روایات نقل کی ہے۔ اور اس کی اکثر روایات اسی کذاب سے مروی ہوتی ہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳۱۲۔

صدقہ کا باپ موسیٰ بن تمیم مجہول ہے۔

علی رضا: موسیٰ بن تمیم نے اسے علی رضا سے روایت کیا ہے جو شیعوں کے ایک امام ہیں۔

ابن طاہر کا بیان ہے کہ یہ اپنے باپ دادا کے نام سے عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتے ہیں ان کے نام سے متعدد شیعوں نے چند نسخے لکھ کر تیار کئے۔ یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ نسخے ان کی جانب جھوٹ منسوب کئے گئے یا یہ خود اس فعل کے مرتکب تھے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ اپنے باپ دادا سے عجیب وغریب روایات بیان کرتا ہے۔ اور یہ اس میں غلطیاں بھی کرتا اور وہم میں مبتلا رہتا ہے۔ دار قطنی کا بھی یہی قول ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۱۵۸

لطف یہ ہے کہ لغت کی مشہور کتابوں القاموس اور لسان المیزان میں ہے کہ صیحانی صیحان کی جانب منسوب ہے۔ اور صیحان چیخنے والے کو کہتے ہیں۔

اہل مدینہ اپنے مینڈھے اور بھیڑیں وغیرہ کھجور کے تنے سے باندھتے تھے اور وہ چیختا رہتا اس لئے مدینہ کی کھجور کو صیحانی کہنے لگے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس کھجور کا نام اس وقت بھی یہی تھا جب حضرت علیؓ پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

نیز لفظ مرتضیٰ جو ہماری اردو زبان میں حضرت علیؓ کے ساتھ عام لگنے لگا۔ صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے دور میں کسی صحابی کے ساتھ مستعمل نہ تھا جو بعد کے شیعوں نے حضرت علی کے ساتھ چسپاں کر دیا۔ حالانکہ یہ لفظ از روئے قرآن رسولوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ارشاد ربانی ہے

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ — مگر اللہ جس رسول سے راضی ہو۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے

حبشی بن جنادہ کا بیان ہے کہ میں ابوبکرؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ ابوبکرؓ نے فرمایا جس شخص سے حضور نے کوئی وعدہ فرمایا ہو وہ کھڑا ہو جائے تو ایک شخص کھڑا ہوا۔ اور اس نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔

یہ سن کر ابوبکرؓ نے فرمایا۔ اچھا علیؓ کو بلاؤ۔ علیؓ کو بلایا گیا تو وہ آئے۔ ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا اے ابوالحسنؓ یہ شخص ایسا اور ایسا دعویٰ کرتا ہے۔ آپ انھیں ہاتھ بھر کر دے دیجئے۔ علیؓ نے اسے ہاتھ بھر کر دیا۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ ان کھجوروں کو گنو جو علیؓ کے ہاتھ میں آئی ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر دو دستہ میں ساٹھ کھجوریں آئی ہیں۔ اور اس میں ایک بھی زیادہ نہیں ہوئی۔

ابوبکرؓ نے فرمایا۔ اللہ اور اس کا رسول سچ کہتا ہے۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار کی رات فرمایا تھا۔ میرا ہاتھ اور علیؓ کا ہاتھ عدل میں برابر ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۲۴۔

ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور اس کا واضع ابن دارہ ہے۔

نہایت حیرت اس پر ہے کہ ابوبکرؓ علیؓ کے اس معجزے کو بارہ سال تک چھپائے رہے۔ لیکن اچانک یہ روایت الہام ہوئی۔

ہمارے نزدیک یہ روایت حضرت جابرؓ کی اس روایت کے جواب میں تیار کی گئی ہے جس میں حضرت جابرؓ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جب ابوبکرؓ کے پاس مال آیا تو انھوں نے اعلان کیا جس شخص سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ اپنا دعویٰ پیش کرے۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے میں نے عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ حضور نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب آئندہ مال غنیمت آئے گا تو میں تجھے تین بار دونوں ہاتھ بھر بھر کر مال دوں گا۔ ابوبکرؓ نے فرمایا اچھا تین بار ہاتھ بھر کر مال لے لو۔ جب میں لے چکا تو فرمایا یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ تھا۔ اب میری جانب سے تین بار ہاتھ بھر کر لے لو۔

یہ جو کچھ [illegible] صاحبان کا قول تھا [illegible] کے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ [illegible] [illegible] [illegible] تعجب ہے۔

[illegible] حضرت علی [illegible] [illegible] حضرت علی اور [illegible] اعلان کرتی رہی لیکن کوئی لینے والا نہیں تھا۔ [illegible] حضرت علی کے [illegible] کرتے رہے۔

میرے بعد فتنہ واقع ہوگا۔ لہٰذا تم علیؓ کو لازم پکڑ لینا

حضرت ابو لیلیٰ غفاری کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ عنقریب میرے بعد ایک فتنہ ہوگا تو تم اس وقت علیؓ کو لازم پکڑ لینا کیونکہ علیؓ سب سے پہلا وہ شخص ہے جس نے مجھے دیکھا یہی سب سے پہلا شخص ہے جو قیامت کے روز مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ اور یہ علیؓ بلند آسمان میں میرے ساتھ ہوگا۔ اور یہ علی حق و باطل کے درمیان فرق پیدا کریگا میزان الاعتدال

حضرت علیؓ نے جب خلافت سنبھالی۔ اور ان لوگوں سے اعلان جنگ کیا جنہوں نے ان کی خلافت کو قبول نہ کیا تھا تو صحابہ کرام کی اکثریت نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اور

Marfat.com

یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اس میں کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے سے بہتر ہوگا۔ اور اسی قسم کی دیگر تفصیلات بیان کیں۔ جو صحیح بخاری۔ مسلم۔ ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ۔ حضرت زید بن ثابتؓ۔ حضرت ابو ہریرہؓ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ حضرت کعبؓ بن مالک۔ حضرت ابو بکرہؓ۔ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی وغیرہ سے مروی ہیں۔ یہ زیر بحث روایت ایک زمانہ دراز بعد ان احادیث کے جواب کے لئے تیار کی گئی۔

اس روایت کی رو سے جہاں ان حضرات پر الزام قائم کیا گیا جنہوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی اور اسے جائز تصور کیا۔ مثلاً ام المؤمنین عائشہؓ۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ۔ حضرت معاویہؓ۔ حضرت عمروؓ بن العاص۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ۔ حضرت عبد اللہؓ بن عمر بن العاص وغیرہ وغیرہ

اصل میں اس روایت کا واضع اسحاق بن بشر بن مقاتل الکوفی الکاہلی ہے۔ اس کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ مطین کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو بکر بن ابی شیبہ سے کسی کو کذاب کہتے نہیں سنا۔ لیکن اسحاق کو وہ کذاب کہتے۔ موسیٰ بن ہارون اور ابو زرعہ نے بھی اسے کذاب قرار دیا ہے۔ فلاس وغیرہ کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو احادیث وضع کرتے تھے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس داستان کا واضع اسحاق بن بشر الکاہلی ہے۔ اللہ اس پر کبھی برکت نازل نہ فرمائے۔ میزان ج ا ص ۱۸۸۔

میرے نزدیک اس میں اور بھی نقائص ہیں جو ہم ذیل میں پیش کئے دیتے ہیں۔

۱۔ اسحاق بن بشر الکاہلی نے یہ روایت حسن بصری کی جانب منسوب کی ہے کہ انہوں نے یہ روایت ابو لیلیٰ سے نقل کی ہے۔ اگر حسن بصری واقعتاً اس داستان سے واقف ہوتے اور وہ نقل کرتے تو جب حضرت علیؓ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے جنگ کے لئے بصرہ پہنچے تو حسن بصری کو چاہیئے تھا کہ وہ حضرت علیؓ کا ساتھ دیتے۔ لیکن وہ فتنہ کے خوف سے بصرہ چھوڑ کر ایک گاؤں چلے گئے۔ حتیٰ کہ جنگ کے بعد بھی انہوں نے بصرہ کا رخ نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی جانب سے بصرہ

کے گورنر حضرت عبداللہ بن عباس متعین کیے گئے۔ جو حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ حسن بصری نے ان سے ملاقات تک نہیں کی یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ حسن بصری کے نام سے جھوٹ بولا گیا ہے۔

۲۔ حسن بصری مشہور مدلس ہیں اور صحابہ سے مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے ابولیلی صحابی کو دیکھا تک نہیں۔ الغرض یہ اس روایت کے جھوٹا ہونے کی ایک دلیل ہوئی۔

۳۔ حسن بصری سے یہ کہانی نقل کرنے والا عوف اعرابی ہے جو حسن بصری کا شاگرد ہے وہ تاریخ میں عوف القدری کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن امام ابن المبارک جنہیں فرید الدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں تبع تابعین کے زاہدوں اور اولیاء میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے ایک روز جعفر بن سلیمان الضبعی سے فرمایا۔ تو نے ابن عون، یونس اور ایوب کو دیکھا ہے۔ جب اس نے اس کا اقرار کیا تو فرمایا تو پھر اس کی کیا وجہ کہ تو نے ان سے علم حاصل نہیں کیا۔ بلکہ ان تینوں حضرات کو چھوڑ کر عوف اعرابی کی مجلس میں شرکت کی!

اللہ کی قسم یہ عوف اس وقت تک خوش نہیں ہوتا جب تک وہ دو بدعتیں اختیار نہ کر لے۔ کیونکہ وہ قدری (تقدیر کا منکر) بھی ہے اور شیعہ بھی۔

محمد بن عبداللہ الانصاری کا بیان ہے کہ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ اس عوف کو مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے قدری

محمد بن بشار المعروف بہ بندار جب اس عوف کی روایت بیان کرتے تو فرماتے اللہ کی قسم عوف قدری ہے۔ رافضی ہے۔ شیطان ہے۔ مقدمہ مسلم۔ میزان ج ۳ ص ۳۰۵۔

عوف اعرابی سے یہ داستان نقل کرنے والا خالد بن الحارث ہے جو مجہول ہے۔

الغرض اس روایت کی سند کے جتنے بھی راوی ہیں ان میں سے ایک بھی قابل اعتبار نہیں۔

میں نے رسول اللہ کی تائید حضرت علیؓ کے ذریعہ کی ہے

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا

Marfat.com

ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ایدتہ بعلی۔ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے آپ کی تائید علیؓ کے ذریعہ کی ہے۔

اس حدیث نے بتایا یہ تحریر زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل لکھی تھی۔ میزان ج ۱ ص ۲۶۶

جب آسمانوں کا کوئی وجود نہ تھا تو جنت کہاں وقوع میں آئی اور کیسے وقوع میں آئی؟

اس روایت کا راوی شنکث ہے جو حسن بن صالح بن حی کا بھتیجا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ شیعہ ہے۔ محدثین نے اس پر کلام کیا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے۔ یہ احادیث یاد نہ رکھ سکتا تھا۔ میزان ج ۱ ص ۲۶۹۔

اس کا ایک اور راوی عطیۃ العوفی ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ وہ یہ داستان حضرت جابرؓ سے نقل کر رہا ہے۔ حالانکہ اس نے حضرت جابرؓ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

اس روایت کی سند میں ایک اور راوی یحییٰ بن سالم الکوفی ہے دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے میزان ج ۴ ص ۳۰۲۔

اس روایت کی سند کا ایک اور راوی زکریا بن یحییٰ الکسائی ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ بدترین روایات بیان کرتا ہے۔ عقیلی کہتے ہیں اس کی یہ روایت باطل ہے۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی کہتے ہیں۔ اس کی روایت میں اختلاف ہے۔ کیونکہ یہ ایک اور روایت میں کہتا ہے۔

آسمانوں کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل جنت کے دروازے پر لکھا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ کے بھائی ہیں۔

نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے۔ یہ زکریا متروک ہے۔ میزان ج ۲ ص ۷۶۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کسی کے لئے حلال نہیں کہ اس کی روایت نقل کرے۔ ابو حاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ نسائی کا قول ہے کہ متروک ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا ہے اور اس کی روایت سے اس کا ضعف ظاہر

Marfat.com

ہے۔ بیہقی ج ۳ ص ۱۶۱۔

نیز یہ حدیث ابو ایوب انصاری کی جانب منسوب کی گئی ہے حالانکہ ابو ایوب جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ شریک نہ تھے۔ ان کی یہ عدم شرکت روایت کے ضعیف ہونے کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ جب بقول ابی ایوبؓ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ علیؓ کے ساتھ مل کر ناکثین قاسطین اور مارقین سے قتال کرنا لیکن انہوں نے قتال نہیں کیا جو دو حال سے خالی نہیں یا تو ابو ایوب انصاری نے حضور کے فرمان کی مخالفت کی جو عمداً کسی صحابی سے ممکن نہیں یا ابو ایوب کے نام سے غلط حوالہ دیا گیا۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ناکثین یعنی عہد توڑنے والوں سے مراد جنگ جمل والے ہیں قاسطین سے مراد انصاف چاہنے والے یعنی امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی ہیں جو حضرت عثمانؓ کے خون کا انصاف چاہتے تھے۔ اور مارقین سے مراد ساتھ چھوڑ کر جانے والے یعنی خارجی ہیں۔ ان سے قتال کا حکم متعدد احادیث میں موجود ہے۔ اسی لئے حضرت علیؓ نے ان سے جنگ کا اعلان کیا۔ ابو ایوب بھی آکر شریک ہوئے اسے جنگ نہروان کہا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کو شیطان ایک ہاتھی کی شکل میں نظر آیا

عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ ہم صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے احادیث بیان کر رہے تھے اچانک رکن یمانی کے قریب سے ایک بڑی شئے جو تقریباً ہاتھی کے برابر ہوگی نکلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوکا اور فرمایا تجھ پر لعنت کی گئی ہے۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ کس سبب سے۔ آپ نے فرمایا یہ ابلیس ہے۔

یہ سن کر حضرت علیؓ اس پر جھپٹے۔ اس کے پیشانی کے بال پکڑ کے اسے کھینچا اور اسے اس کے مقام سے ہٹا دیا۔ اور عرض کیا یارسول اللہ کیا میں اسے قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا کیا تو یہ جانتا ہے کہ ابلیس نے تجھے ڈھیل دی ہے۔ وہ ایک کنارے جا کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

Marfat.com

اے ابن ابی طالب اللہ کی قسم تجھے جو بھی غصہ دلائے گا۔ میں اس کے باپ کو اس کی ماں کے رحم میں شریک کردوں گا۔ میزان ج ا ص ۱۹۷۔

پہلی روایت سے معلوم ہوتا تھا کہ شیطان صفا کے پاس ملا۔ اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رکن یمانی کے قریب نظر آیا۔ پہلی روایت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا تو عبداللہ بن مسعود کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک مجمع جمع تھا۔ (لیکن ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ کسی نے حضرت علیؑ کا ساتھ نہ دیا اور نہ شاید یہ اہرمن ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا۔)

پہلی روایت سے ظاہر ہوتا تھا کہ حضرت علیؑ نے اسے بلا وجہ چھوڑ دیا اور اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور کے مشورے کے بعد چھوڑا گیا۔ لیکن ایک بات ہر دو روایات میں مشترک ہے کہ ابلیس کو حضرت علیؓ سے کوئی خاص اختلاف نہ تھا۔ عیاذاً باللہ۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کا واضع محمد بن مزید بن ابی الازہر ہے۔ میزان ج ا ص ۱۹۸
ذہبی جلد چہارم میں محمد بن مزید کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے متروک ہے اور متہم ہے۔ اس نے حضرت حسینؑ کی فضیلت میں بھی ایک روایت وضع کی ہے۔
خطیب بغدادی کا قول ہے کہ یہ متعدد احادیث کا واضع ہے۔ میزان ۴ ص ۳۵۔

ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر نبی کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے۔ اور میرے وصی اور وارث علی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۲۷۳۔

حالانکہ حضرت بریدہؓ نے خم غدیر کے موقعہ پر یہ اقرار کیا تھا کہ مجھے علیؓ سے بغض ہے۔ اور بغض کی وجہ بھی بیان فرمائی تھی۔ لیکن اچانک ان پر حضرت علیؓ کے فضائل الہام ہونے لگے۔

شریک۔ اس کا مرکزی کردار قاضی شریک ہے جو مشہور شیعہ ہے۔ اس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا

Marfat.com

ابن اسحاق شریک سے یہ کہانی نقل کرنے والا مورخ محمد بن اسحاق ہے۔ ہم اس کا تفصیلی حال ایصال ثواب قرآن کی نقد میں بیان کر چکے ہیں۔

سلمۃ الابرش ابن اسحاق سے یہ داستان نقل کرنے والا مورخ سلمۃ بن الابرش ہے اس کا حال پہلے کر چکا ہے۔

حمید الرازی سلمہ سے یہ کہانی نقل کرنے والا مورخ حمید الرازی ہے جو کذاب ہے۔ مغازی ابن اسحاق کا ناقل یہی ہے

ابوربیعۃ الایادی شریک نے یہ روایت ابوربیعۃ الایادی سے نقل کی ہے۔ اس کا نام عمر بن ربیعہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص [illegible]

حضرت علیؓ خیر البشر ہیں

عطیہ کا بیان ہے کہ میں نے جابرؓ سے پوچھا کہ علی رضی اللہ عنہ کی قوم میں کیا پوزیشن تھی۔ انہوں نے فرمایا علیؓ خیر البشر تھے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے نہ حضرت علیؓ کی بیعت کی اور نہ ان کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوئے بلکہ ان کے صاحبزادے حضرت حسین کو خروج سے منع کیا۔

عطیہ اس روایت کا راوی عطیۃ العوفی ہے جو مشہور رافضی ہے اور اس کی عام روایات کلبی کذاب سے ہوتی ہیں۔ جو عطیہ کا استاد ہے۔ جب عطیہ یہ کہے کہ ابوسعیدؓ سے یہ روایت ہے تو اس سے ابوسعیدؓ خدری مراد نہیں ہوتے بلکہ کلبی کذاب مراد ہوتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ جابر سے جابر بن عبداللہ صحابی مراد نہ ہوں بلکہ مشہور رافضی جابر جعفی مراد ہو۔

صالح الخیاط اس کا ایک اور راوی صالح بن ابی الاسود الکوفی الخیاط ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے اس کی احادیث درست نہیں ہوتیں۔ اور نہ یہ معروف انسان ہے۔ ذہبی

Marfat.com

ہ بیان ہے کہ یہ بہت واہی انسان ہے ۔ میزان ج ۲ صت ۳۰۶ ۔

حضرت علیؓ کو دو سپید کپڑے پہنائے جائینگے

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ اے علی رضی اللہ تعالیٰ جب تمام انسانوں کو ایک میدان میں جمع فرمائیں گے تو میں عرش الٰہی کے داہنے کھڑا ہوں گا ۔ اور تو میرے داہنی طرف کھڑا ہو گا ۔ اور مجھے دو سپید کپڑے پہنائے جائیں گے ۔ تو اے علیؓ مجھے جس بھلائی کی دعوت دی جائے گی تجھے بھی اس کی دعوت دی جائے گی ۔ میزان ج ۲ صت ۱۶۵ ۔

اس روایت کا راوی سفیان بن ابراہیم الکوفی ہے ۔ ازدی کا بیان ہے کہ گمراہ ہے ۔ ضعیف ہے ۔ ذہبی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے ۔ اور اسے عبد المومن القاسم نے بیان کیا ہے میزان ج ۲ صت ۱۲۰

عبد المؤمن بن القاسم الانصاری عبد الغفار کا بھائی ہے ۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ کٹر شیعہ ہے ۔ اس کی اکثر روایات ایسی ہوتی ہیں جنھیں کوئی دوسرا بیان نہیں کرتا ۔ ج ۲ صت ۱۶۶

ابان بن تغلب عبد المؤمن نے یہ روایت ابان بن تغلب الکوفی سے نقل کی ہے اور یہ خالص کٹر شیعہ ہے ۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ غالی شیعہ ہے ۔ سعدی کہتے ہیں یہ کھلا گمراہ ہے ج ۱ صت ۵

عمران بن مقسم ابان نے یہ روایت عمران بن مقسم سے نقل کی ہے ۔ جو قطعاً مجہول ہے

منہال بن عمرو عمران نے یہ روایت منہال بن عمرو سے نقل کی ہے ۔ جو اگرچہ بخاری و مسلم کا راوی ہے لیکن یحییٰ بن سعید القطان ۔ حاکم ۔ جوزجانی اور ابن حزم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے ۔

Marfat.com

اے علی تو قیامت کے روز لوگوں کو حوض کوثر سے ہٹائے گا

حضرت ابو [illegible] کا بیان ہے [illegible] ہتے ہیں [illegible]
قیامت کے دن [illegible] ہاتھوں [illegible] کی [illegible]
کو اس سے حوض سے ہٹائے گا۔ میزان ج ۲ ص[illegible]۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔

سلام بن سلیمان اس روایت کا راوی [illegible] بن سلیمان ابن [illegible] سے ہے [illegible] مدائن کا باشندہ ہے [illegible] کی کنیت [illegible] ابن سوار کا بھتیجا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ قوی نہیں [illegible] عدی نے اس کی متعدد روایات نقل کی ہیں۔ اور کہا ہے کہ یہ جتنی روایات [illegible] کوئی ان کو بیان نہیں کرتا۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہیں۔ [illegible]

زید العمی اس کا ایک اور راوی زید العمی ہے جو زید بن الحواری کے نام سے [illegible] ابو الحواری اس کی کنیت ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ ہرات کا قاضی تھا۔

یحیٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے ضعیف ہے لیکن اس کی روایت لکھ لی جائے۔ نسائی کا قول ہے ضعیف ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ شعبہ نے جن ضعیف راویوں سے روایات لی ہیں۔ یہ زید ان میں سب سے زیادہ ضعیف ہے۔ بخاری و مسلم نے اس کی روایت نہیں لی۔ میزان ج ۲ ص ۱۰۲۔

حضرت علیؓ دوبارہ قتل ہونگے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم میں ضرور قتل کیا جاؤں گا۔ پھر اٹھایا جاؤں گا۔ پھر قتل کیا

Marfat.com

جاؤں گا اس دوبارہ قتل سے میری موت واقع ہو گی۔ مجھے اریحا مقام پر ایک یہودی چکنے پتھر سے مارے گا اور وہ میری کھوپڑی پھاڑ دے گا۔ میزان ج ۴ ص ۲۰۸۔

ذہبی کہتے ہیں یہ روایت عقیلی نے کتاب الضعفاء میں نقل کی ہے۔ اس کی سند کے تمام راوی مجہول ہیں اسے حضرت علیؓ سے نقل کرنے والا ان کا مشہور شاگرد عبایۃ بن ربعی ہے جو غالی شیعہ ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۱۶۔

عبایۃ سے نقل کرنے والا موسیٰ بن طریف ہے۔ جس کا حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے اور یہی اس روایت کا واضع ہے۔ لیکن اس نے اہانت علی کے لئے یہ داستان وضع کی تھی لیکن ہماری اثنی عشری برادری نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ اس روایت کا آخری حصہ حذف کر دیا۔ حتیٰ کہ اہل تشیع کی مشہور کتاب کوکب دری میں اس کا ابتدائی حصہ موجود ہے۔

Marfat.com

حضرت علیؓ دنیا و آخرت میں سردار ہیں

عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کی جانب دیکھ کر فرمایا۔ تو دنیا میں بھی سردار ہوگا۔ اور آخرت میں سردار ہوگا۔ جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ میزان ج ۲ ص ۶۱۳۔

اس کے ساتھ حضرت جعفرؒ کا وہ قول بھی لگا لیجئے کہ جس نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو مسلمان سمجھا اس نے علیؓ سے دشمنی رکھی اسی لئے خمینی صاحب نے اپنی ولایت فقیہ میں ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دی ہیں اور اس بات کا اقرار کیا ہے کہ علیؓ سے محبت کرنے والا ابوبکرؓ و عمرؓ کو دشمن ضرور سمجھے گا۔ اور جو شخص ان کو مسلمان سمجھے گا وہ علیؓ کا دوست نہیں ہوگا۔ رہا حضرت علیؓ کا ابوبکرؓ و عمرؓ سے دوستی کرنا تو وہ تقیہ پر مبنی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شیعہ آپ سے دوستی کرتا ہے تو یہ یقینی امر ہے کہ وہ تقیہ کرتا ہے اس کی بات پر یقین کرنا شاید اتنا دشوار ہے جتنا متعدد خداؤں کو ماننا۔

اس روایت کا راوی عبد الرزاق بن ہمام ہے جو غالی رافضی ہے۔ اور آخر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ احمد بن الازہر کا بیان ہے کہ عبد الرزاق نے یہ روایت مجھ سے خلوت میں حافظہ کے بل بوتے پر بیان کی۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ عبد الرزاق کا تفصیلی حال پہلے دیکھ لیجئے۔

میرے بعد جو خود کو رسول کا بھائی کہے وہ کذاب ہے

زید بن وہب کا بیان ہے کہ میں نے علیؓ کو یہ کہتے سنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ میرے بعد اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

اتفاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد چچازاد بھائیوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا۔ لیکن حضرت علیؓ کے بعد وہ رسول اللہ کے بھائی نہیں رہے۔ مثلاً حضرت عباسؓ، ابولہب، حارث وغیرہ کی اولاد۔

اور اگر مقصد یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد کوئی اللہ کا بندہ نہیں تو اس کا تذکرہ تو عقل سے بالاتر ہے۔

حارث بن حصیرۃ الازدی اس کا راوی حارث بن حصیرۃ الازدی الکوفی ہے۔ ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ اگر سفیان ثوری اس سے روایت نہ لیتے تو سب اسے ترک کر دیتے۔ یہ شیعوں کا آزاد کردہ غلام ہے۔

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ حضرت علیؓ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔ یحییٰ ابن معین کا بیان ہے کہ یہ خشبی تھا۔

خشبی وہ طبقہ ہے جو اس لکڑی کی پوجا کیا کرتا تھا جس پر زید بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت لکھی جائے اگرچہ یہ ضعیف ہے اور کوفہ کے آگ لگانے والے شیعوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۳۲۔

Marfat.com

حارث نے اس روایت کو زید بن وہب سے نقل کیا ہے۔ اگرچہ وہ تمام محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں لیکن حب علی میں غلو کی حد تک مبتلا تھے۔ حتیٰ کہ حضرت حذیفہؓ سے اس روایت کا ناقل ہے کہ اگر دجال ظاہر ہوا تو اس کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے جو عثمانؓ سے محبت کرتے ہیں۔ میزان ج ۲ ص
حالانکہ حضرت حذیفہؓ کو حضرت عثمانؓ سے اتنی شدید محبت تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد شہر چھوڑ کر جنگل میں ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ چالیس روز کے اندر ان کا انتقال ہو گیا۔ لیکن انہوں نے حضرتِ علیؓ کی بیعت نہیں کی۔

جو شخص میری طرح سے زندگی گزارنا چاہے وہ علیؓ سے دوستی رکھے

حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ وہ میری طرح زندگی گزارے۔ اور میری موت مرے تو اسے چاہیئے کہ میرے بعد علیؓ بن ابی طالب سے محبت کرے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۳۲۵۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے جب یہ سنا کہ عثمانؓ شہید کر دیئے گئے تو جنگل میں ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ ان کی موت آگئی۔

بشر بن مہران الخصاف اس کا راوی بشر بن مہران الخصاف ہے۔ ابن ابی حاتم لکھتے ہیں کہ میرے والد نے اس کی حدیث ترک کر دی تھی۔ میزان ج ۱ ص ۳۲۵

بشر نے اسے شریک بن عبداللہ سنان الکوفی سے نقل کیا ہے جو کٹر رافضی ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کیا جا چکا۔

بشر بن مہران سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن زکریا الغلابی ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ مورخ ہے۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے اسے جھوٹا قرار دیا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۵۵۔ دارقطنی کا بیان

Marfat.com

ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی [illegible]

علیؓ کے فضائل تیس ہزار کے قریب ہیں

عیسیٰ بن عبداللہ نے اپنے باپ دادا کے واسطے سے [illegible] عباسؓ سے عرض کیا۔ سبحان اللہ میرا خیال ہے کہ علیؓ کے مناقب [illegible]

اس پر ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ تیس ہزار کے قریب ہوں گے۔ [illegible]

اس کا پہلا راوی حسن بن حسین الکوفی ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں محدثین کے نزدیک یہ سچا نہیں [illegible] بہت اونچے درجے کے شیعوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے [illegible] اس کی روایات ثقہ راویوں کی طرح نہیں ہوتیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے [illegible] بیان کرتا اور احادیث میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے۔ میزان ج ۱ ص [illegible]

عیسیٰ بن عبداللہ اس حسن بن حسین الکوفی نے یہ داستان عیسیٰ بن عبداللہ سے نقل کی ہے وہ اپنے باپ دادا کے واسطے سے [illegible]

اس عیسیٰ سے مراد عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب ہے۔ [illegible] باپ دادا کے نام سے نقل کرتا ہے۔ اس کی عام روایات موضوع ہوتی ہیں۔ دار قطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۱۵

علیؓ میری جگہ ایسے ہی ہیں
جیسے میرا سر میرے بدن پر

حضرت براءؓ بن عازب کا بیان ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؓ ایسے ہی ہیں جیسا کہ

Marfat.com

میرے بدن پر میرا سر۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے اس سند سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت نہیں لکھی۔

غالباً یہ ارشاد بھی خم غدیر میں ہوا ہو گا۔ اس لئے کہ خم غدیر میں بقول جعفر بن سلیمان ضبعی حضرت بریدہؓ شکایت کرنے پہنچے تھے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں۔

ہاں ابن مردویہ نے حسین الاشقر اور قیس بن الربیع کی سند سے ابن عباسؓ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

حسین الاشقر بخاری کا بیان ہے کہ اس کے پاس منکر روایات ہوتی ہیں۔

قیس بن الربیع اور اس روایت کی سند میں قیس بن الربیع بھی ہے یحییٰ کا بیان ہے۔ یہ کچھ نہیں۔ امام احمد کا بیان ہے یہ شیعہ تھا۔ العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۱۲

حسین الاشقر اس کا نام حسین بن الحسن الاشقر الکوفی ہے۔ نسائی نے اس سے روایت کی ہے۔ یہ حسین بن صالح اور زہیر وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے احمد بن حنبل اور کدیمی وغیرہ نے روایت کی ہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں۔ یہ غالی قسم کا رافضی ہے۔ نیک لوگوں کو گالیاں دیتا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت اس حسین الاشقر کو بطور حیلہ استعمال کرتی تھی اور اس کی روایات بھی منکر ہوتی ہیں۔ پھر ابن عدی نے اس کی متعدد منکرات بیان کیں۔ اور ایک روایت کے بارے میں تحریر کیا میرے نزدیک یہ تمام بلا اشقر کی نازل کردہ ہے۔

ابومعمر الہذلی کا بیان ہے کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی لکھتے ہیں قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۳۳۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۸۳۔

قیس بن الربیع کا ہم تفصیلی حال پیش کر چکے ہیں لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں

یہ ذہن میں رہے کہ کسی انسان کی زندگی اس کے سر کی بقا پر ہے۔ اور جو کچھ وہ بولتا اور کہتا ہے وہ سر ہی سے بولتا اور کہتا ہے۔ اگر سر نہ ہو تو بقیہ جسم بے کار محض ہے۔ اس میں کوئی زندگی نہیں۔ گویا کہ حضرت علیؑ نہ ہوں تو حضورؐ کی زندگی بے کار۔ حضورؐ جو کچھ فرماتے وہ مولا علیؑ کی زبان سے فرماتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ سیاسی کے وقت حضورؐ نے اپنی جگہ ابوبکرؓ کا نام بنا دیا۔ اور سر بے جان سوچتا ہی رہ گیا۔ وہ کیا کرے۔

علیؓ سے حسد رکھنے والا مجھ سے حسد رکھتا ہے

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے جس نے علیؓ سے حسد کیا اس نے مجھ سے حسد کیا اور جو مجھ سے حسد رکھتا ہے اس نے کفر کیا۔

ہم نے بخاری کے حوالے سے حضرت بریدہؓ کی یہ حدیث پیش کی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریدہؓ سے استفسار فرمایا کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ انہوں نے اقرار کیا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے بغض نہ رکھ کیونکہ خمس میں اس کا بھی حصہ ہے۔

اگر صورت حال وہ ہوتی ہے جو مذکورہ بالا روایت میں بیان کی گئی تو آپ کو بریدہؓ سے فرمانا چاہئے تھا کہ تو نے کفر کیا۔ کیونکہ علیؓ سے بغض مجھ سے بغض ہے اور مجھ سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔ لیکن آپ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ بغض کا درجہ حسد سے بہت بلند ہے۔ جب بغض رکھنے پر حضرت بریدہؓ کو کافر نہیں کہا گیا تو حسد رکھنے پر کوئی کیسے کافر ہوگا۔

سلام

یہ روایت ابن مردویہ کے حوالے سے ابن جوزی نے اپنی العلل میں نقل کی ہے۔ اور فرمایا اس کا راوی سلام بن ابی عمرہ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس راوی کو بطور حجت پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۱۱

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ سلام بن ابی عمرۃ الخراسانی سے ترمذی نے روایت نقل کی ہے۔ یہ عکرمہ سے روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس سلام کی روایت پیش کرنا جائز نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۸۱

سب سے پہلے حوض کوثر پر حضرت علیؓ آئینگے۔

حضرت سلمانؓ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس امت میں سب سے پہلے [illegible] سے آنے والے علی بن ابی طالب ہوں گے۔

ماربی

ابن جوزی کا بیان ہے محمد بن یحییٰ المازنی منکرالحدیث ہے۔ اس کی روایات بالکل تاریک [illegible]۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ صہ ۲۱۱

لیکن محشی یعنی شیخ خلیل المیس۔ مدیر ازہر لبنان اس روایت کے حاشیہ پر رقم طراز ہیں کہ اس محمد بن یحییٰ کو دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔ اور ابن حبان نے بھی اس کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے خطیب اور [illegible] ج ۳ صہ ۱۳۶ پر سیف بن محمد کو اس کا متابع بیان کیا ہے۔ اور وہ کذاب ہے ابن عدی نے عبدالرحمان بن قیس ذہبی کو اس کا متابع بیان کیا ہے لیکن وہ وضاع ہے۔ حاشیہ العلل صہ ۲۱۱

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ المازنی، یہ سبائی کے لقب سے مشہور ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایات تاریک اور منکر ہوتی ہیں۔ اور دارقطنی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے ایک روایت نقل کر کے تحریر کیا ہے۔

کہ یہ روایت باطل ہے میں نہیں جانتا کہ اس روایت کو کس نے وضع کیا ہے۔ خطاب بن عمر الصفار نے با محمد بن یحییٰ المازنی۔ میزان ج ۴ صہ ۶۲

سلمانؓ سے یہ روایت نقل کرنے والا علیم الکندی ہے مجھے اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔

علیؓ سے قیامت تک منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔

حضرت عمران بن حصینؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور علیؓ آپؐ کے پہلو میں بیٹھے تھے اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی "کیا وہ مضطر کی پکار نہیں سنتا اور اس سے تکلیف دور نہیں کرتا اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے۔"

اس پر حضرت علیؓ کے مونڈھے کانپنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کے مونڈھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ اے علیؓ تجھ سے مومن کے علاوہ کوئی محبت نہیں کر سکتا۔ اور منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔

یہ آیت سننے کے بعد حضرت علیؓ کے کپکپانے اور پھر ان کے بارے میں فیصلہ سنانے سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔ دراصل اس داستان کا راوی

نفیع بن الحارث النخعی الکوفی الاعمیٰ ہے۔ اس کی کنیت ابوداؤد ہے۔ یہ ایک قصہ گو انسان تھا۔ عقیلی کا بیان ہے۔ یہ غالیہ رافضی تھا۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس پر محدثین کو اعتراض ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔

اس نفیع کو ابوداؤد الاعمیٰ اور ابوداؤد السبیعی بھی کہا جاتا ہے۔ بعض افراد نے دھوکہ دینے کے لئے اس کا نام نافع بن ابی نافع بھی بیان کیا ہے تاکہ لوگ اسے کوئی غیر شخص تصور کریں۔

قتادہ بن دعامہ جو اس کے ہم عصر تھے۔ وہ کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ کہ اس ابوداؤد سے روایت اخذ کرنا بھی جائز نہیں۔

ہمام کا بیان ہے۔ یہ ابوداؤد ایک بار بصرہ آیا اور ہمارے سامنے زیدؓ بن ارقم اور براءؓ کی احادیث بیان کرنے لگا۔ ہم نے قتادہ سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا وہ جھوٹ بولتا ہے کیونکہ طاعون جارف یعنی ۶۹ھ سے قبل تو وہ گداگر تھا۔ لوگوں سے بھیک مانگتا پھرتا تھا۔ (اور اب محدث بن گیا ہے) میزان ج ۴ ص ۲۷۲

یہ ابوداؤد حضرت انسؓ، حضرت زیدؓ بن ارقم، حضرت براءؓ ابن عازب، حضرت عمرانؓ بن حصین اور حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ جو خود ایک انتہائی مشکوک امر ہے۔ اس لئے کہ نفیع بصرہ میں طاعون جارف کے وقت گیا یعنی ۶۹ھ کے بعد جب کہ عمرانؓ بن حصینؓ کا بصرہ میں ۵۲ھ میں اور انسؓ بن مالک کا ۹۳ھ میں انتقال ہوا۔ پھر لطف یہ ہے کہ براءؓ نے ۷۲ھ

Marfat.com

میں کوفہ میں زیدؓ بن ارقم نے مدینہ میں ۶۶ھ میں اور ابن عباسؓ نے ۶۸ھ میں طائف میں انتقال کیا۔ اور ماشاءاللہ یہ سب سے نقل کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام قتادہ فرماتے ہیں اس نے ان صحابہ میں سے کسی سے بھی حدیث نہیں سنی۔ امام مسلم نے تمام سے نقل کیا ہے۔ کہ اس ابوداؤد کا دعویٰ تھا کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابہ کو دیکھا ہے۔ اس پر امام قتادہ نے فرمایا حسن بصری اور سعید بن المسیب اس سے عمر میں بھی بڑے تھے اور اس سے زیادہ علم دین کے متلاشی تھے لیکن انہوں نے بھی کسی بدری صحابی سے حدیث نہیں سنی ہاں سعید بن المسیب نے صرف ایک بدری صحابی یعنی سعدؓ بن ابی وقاصؓ سے حدیث سنی ہے۔ مقدمہ مسلم جلد ۱ صلا۱۶

حارث بن حصیرۃ الازدی

اسی ابوداؤد نے روایت حارث بن حصیرہ الازدی نے نقل کی ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ یحیٰی بن معین فرماتے ہیں اگرچہ یہ ثقہ تھا۔ لیکن اس لکڑی کا پجاری تھا۔ جس پر زیدؓ بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی تھی۔

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ شخص فرقہ رجعیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ابو حاتم رازی لکھتے ہیں۔ اگر سفیان ثوری اس سے روایات نہ لیتے تو سب لوگ اس کی روایات ترک کر دیتے۔ میزان ج ۱ ص۲۰۲

دارقطنی لکھتے ہیں کہ حارث بن حصیرہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ الضعفاء والمتروکین ص۲۶

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں سچا ہے۔ غلطیاں کرتا ہے لیکن اس پر رفض کا اتہام ہے۔ تقریب ص۵۹

عبدالحسین شرف الدین موسوی جو عراق میں شیعوں کا امام تھا وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

ابو حاتم نے اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ شیعہ تھا۔ ایک آزاد کردہ غلام تھا۔ ابو احمد الزبیری کہتے ہیں یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جائے یہ کوفہ کے آگ لگانے والے شیعوں میں داخل ہے۔

دبیج کا بیان ہے میں نے جریر سے سوال کیا کہ کیا آپ نے حارث بن حصیرۃ کو دیکھا ہے۔

Marfat.com

انہوں نے جواب دیا ہاں دیکھا ہے ایک بہت بوڑھا شخص تھا۔ اکثر خاموش رہتا لیکن ایک بہت بڑی بات پر اصرار کرتا۔ یحییٰ بن معین اور نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ ہے۔ خشبی ہے۔ اس حارث سے سفیان ثوری، مالک بن مغول اور عبداللہ بن نمیر نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ شیعوں کا شیخ اور ان کا معتبر راوی شمار ہوتا ہے۔ ہم نے یہ سب کچھ میزان سے تحریر کیا ہے۔

نسائی نے عباد بن یعقوب کے ذریعہ عبداللہ بن عبدالملک المسعودی نے اس حارث بن حصیرہ کے ذریعہ زید بن وہب سے نقل کیا ہے کہ میں نے علیؓ کو یہ کہتے سنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ مراسمات ص۸۶۔

ان تمام امور کو دیکھنے کے بعد آپ حضرات خود خود فرمائیں کہ نجات شیعہ راویوں کی روایت کو اپنانے میں ہے یا ان روایات سے پیچھا چھوڑنے میں۔

قیامت کے روز حضرت علیؓ جھنڈا اٹھائیں گے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کے روز آپ کا جھنڈا کون اٹھائے گا۔ آپ نے فرمایا جو اسے دنیا میں اٹھاتا رہا۔ یعنی علیؓ۔ میزان ج ۳ ص۔

یہ بات تو اس وقت درست ہوتی جب کہ ہر غزوہ میں حضرت علیؓ کے ہاتھ میں جھنڈا ہوتا۔ لیکن خیبر کے قلعہ قموص کے علاوہ کسی وقت بھی حضرت علیؓ کے ہاتھ میں جھنڈا نہیں رہا۔ ہاں جنگ احد میں حضرت مصعبؓ بن عمیر کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کو جھنڈا دیا گیا۔ فتح مکہ کے وقت ابو عبیدہؓ زبیر بن العوامؓ اور خالد بن الولیدؓ علم بردار تھے۔ جنگ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن العاص علم بردار تھے۔ اگر فرض کرو راوی یہ کہتا کہ قیامت کے روز تمام وہ لوگ بالترتیب جھنڈے اٹھائیں گے جو آپؐ کی زندگی میں جھنڈے اٹھاتے رہے۔ تو بات کچھ سوچنے کے قابل ہوتی۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہر غزوہ میں کم از کم تین جھنڈے ہوتے ایک مہاجرین کا اور دو انصار کے، اس لحاظ سے حضرت جابرؓ کا یہ فرمانا کہ حضورؐ کا جھنڈا اٹھانے

Marfat.com

والے صرف حضرت علیؓ تھے۔ یہ بات درست نہیں۔

پھر حضرت جابرؓ ان افراد میں داخل ہیں جو حضرت علیؓ کے ساتھ کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے انہیں صرف اس لئے یاد کیا جاتا ہے کہ وہ رافضیوں کے امام باقرؒ کے استاد ہیں ورنہ پانچ افراد کے علاوہ سب کافر ہو گئے تھے۔ لیکن یہ بھی ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ بوقتِ ضرورت اپنا کاروبار چلانے کے لئے انہی حضرات کو جھوٹ بول کر پیش کیا جاتا ہے۔

ناصح بن عبداللہ البجلی

اس داستان کا راوی ناصح بن عبداللہ الکوفی ہے۔ محدثین کا فتویٰ ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ بخاریؒ کہتے ہیں منکرالحدیث ہے۔ نسائیؒ کا بیان ہے ضعیف ہے۔ فلاسؒ کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ یحییٰ بن معینؒ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں میزان ج ۴ ص ۲۴۰

دارقطنی کا بیان ہے کہ ناصح بن عبداللہ، اس کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ سماکؒ بن حرب سے روایات نقل کرتا ہے، متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۶۷

امام بخاریؒ لکھتے ہیں، ناصح، سماکؒ اور اپنے ماموں عبدالعزیزؒ بن الخطاب سے حدیث روایت کرتا ہے اس کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ منکرالحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۱۶

نسائیؒ لکھتے ہیں۔ ناصح بن عبداللہ کوفہ کا باشندہ ہے ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۰۱

اسمٰعیل بن ابان الغنوی

ناصح سے یہ روایت نقل کرنے والا اسمٰعیل بن ابان الغنوی الکوفی ہے۔ یحییٰؒ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ امام احمدؒ بن حنبل فرماتے ہیں یہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ بخاریؒ کا بیان ہے کہ احمدؒ بن حنبل اور دیگر محدثین نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس نے متعدد احادیث وضع کر کے امام سفیانؒ ثوری کی جانب بھی منسوب کی ہیں۔ نسائیؒ اور مسلمؒ کا بیان ہے کہ متروک الحدیث ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۲۱)

نسائیؒ لکھتے ہیں اسمٰعیل بن ابان کوفہ کا باشندہ ہے۔ ہشامؒ بن عروہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۶

Marfat.com

دار قطنی کہتے ہیں۔ اسمٰعیل بن ابان الغنوی کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو اسحاق الکوفی ہے۔ حکم۔ علیہ۔ نفیل بن عمرو الخیاط اور ہشام بن عروہ سے روایات نقل کرتا ہے متروک ہے۔ کتاب الضعفا والمتروکین ص۵۲

علیؓ سے کیا عہد لیا گیا تھا؟

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ علیؓ حق پر ہیں اور جو ان کی پیروی کرے وہ بھی حق پر ہے اور جس نے انہیں چھوڑا اس نے حق کو چھوڑا یہ ایک ایسا عہد ہے جو اس سے قبل لیا گیا تھا میزان ج ۳ ص۲۱۵

یہ ام المؤمنین ام سلمہؓ کی ذاتی رائے بیان کی جاتی ہے۔ بہت سے حضرات حضرت علیؓ کو حق پر سمجھتے تھے ہو سکتا ہے کہ ام المؤمنین بھی حضرت علیؓ کو حق پر سمجھتی ہوں۔ لیکن اس معاملہ میں حضورؐ کا یا اللہ کا کسی بات پر عہد لینا اس لئے ممکن نہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو ہزار ہا صحابہ حضرت علیؓ کا ساتھ دیتے۔ لیکن چند صحابہ کے علاوہ کسی نے ساتھ نہیں دیا جو اس روایت کے غلط ہونے کی دلیل ہے۔

موسیٰ بن قیس اس روایت کا راوی موسیٰ بن قیس ہے۔ یہ خود کو عصفور الجنۃ (جنت کی چڑیا) کہا کرتا تھا۔ ابن جوزی کا بیان ہے یہ احادیث وضع کرتا۔ عقیلی کا بیان ہے یہ غالی قسم کا رافضی تھا۔ اس نے ردی روایات بیان کی ہیں۔

مالک بن جعونہ اس روایت کا ایک اور راوی مالک بن جعونہ ہے جو حضرت ام سلمہ سے یہ روایت نقل کر رہا ہے۔ اور وہ قطعاً مجہول ہے اور اس سے نقل کرنے والا عیاض بن عیاض بھی مجہول ہے۔

قیامت کے روز سب سے اوّل علیؓ مجھ سے ملاقات کرینگے

لیلیٰؓ غفاری کا بیان ہے کہ میں غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتی۔ زخمیوں کی دوا دارو کرتی اور مریضوں کی دیکھ بھال کرتی۔ جب علیؓ بصرہ چلے تو میں ان کے ساتھ گئی تو میں نے عائشہؓ

کو کھڑے دیکھا آپ تنہا اور پیدل، تو میں ان کے پاس پہنچی۔ اور میں نے ان سے عرض کیا۔ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علیؓ کی فضیلت نہیں سنی۔ انہوں نے جواب دیا ہاں میں نے سنی ہے۔

ایک بار علیؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر پر بیٹھے تھے۔ اور آپ ایک چادر اوڑھے تھے۔ علیؓ ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے ان سے عرض کیا، آپ کو اس کے علاوہ کوئی کشادہ جگہ نہیں ملی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے عائشہؓ میرے بھائی کو چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ لوگوں میں سب سے اوّل اسلام لایا۔ اور موت کے وقت سب سے آخری عہد اس سے ہوگا اور قیامت کے روز سب سے پہلے یہ مجھ سے ملاقات کرے گا۔ میزان ج ۲ ص ۲۱

اس روایت کا راوی موسیٰ بن القاسم ہے۔ بخاری کا بیان ہے یہ ایسی روایات نقل کرتا ہے۔ جو اور کوئی روایت نہیں کرتا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کے تمام راوی مجہول ہیں۔

اس روایت کا پہلا راوی عبدالسلام ابو الصلت ہے۔ جس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔

ہمارے نزدیک یہ بھی ایک اعلیٰ قسم کی بے غیرتی ہے کہ میاں بیوی کے درمیان چچازاد بھائی گھس کر بیٹھ جائے ہم تو حضرت علیؓ کو اتنا بے حیا تصور نہیں کرتے۔ رہ گیا وفات کے وقت کا عہد تو بخاری و مسلم میں ام المومنین عائشہؓ کا بیان ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، اے عائشہؓ! اپنے باپ ابوبکرؓ اور بھائی کو بلالے تاکہ میں ان کے لئے خلافت لکھ دوں۔ حضرت عائشہؓ نے اٹھنا چاہا تو آپؐ اپنا بدن سہار نہ سکے۔ آپ نے ارشاد فرمایا رہنے دے کیونکہ، اللہ اور مسلمان ابوبکرؓ کے علاوہ کسی کو اختیار نہ کریں گے۔ غالباً یہ کہانی اسی حدیث صحیح کے جواب میں تیار کی گئی ہے۔

اے اللہ! علیؓ سے مدد طلب کر اور اس سے مدد کی خواہش کر

کدیرہ الہجری کا بیان ہے کہ ابوذرؓ نے کعبہ سے اپنی پشت لگائی، پھر فرمایا۔ اے لوگو! آؤ میں تم

سے دو باتیں بیان کروں تو میں نے تمہارے جیؓ سے سُنی ہیں۔ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ انہوں نے منیٰ سے چند کلمات کہے۔

"اے اللہ! اس کی اعانت کر۔ اس سے اعانت کا خواہاں ہو۔ اس کی مدد کر اور اس سے مدد کا خواہاں ہو کیونکہ وہ تیرا بندہ اور تیرے رسول کا بھائی ہے"

(یعنی اللہ تعالیٰ جس کی مدد کرتا ہے اس سے امداد بھی طلب کرتا ہے۔ بہت خوب!)

مُہلہل عبدی اس روایت کو کُدیۃ اُنجری سے نقل کرتا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ دونوں مجہول ہیں۔

اس روایت کے دونوں جملے لطفا ... میں ہم اس کفر سے مغفرت کے طلبگار ہیں۔

حضرت علیؓ کی آنکھوں میں تھوک لگانا

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کی آنکھوں میں تھوک کا سرمہ لگایا۔

میزان ج ۳ صفحہ ۱

معلّٰی اس کا راوی معلّٰی بن عرفان ہے جو اپنے چچا ابو وائل شقیق بن سلمہ سے روایت نقل کرتا ہے۔ شقیق اس کے چچا امام التابعین ہیں۔ وہ تو اس کذب و افترا سے بری ہیں۔ لیکن جہاں تک ان کے بھتیجے معلّٰی کا تعلق ہے تو یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ نسائی کا بیان کہ متروک ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ اس نے شقیق سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنگِ صفین میں حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ حاضر تھے۔ حالانکہ حضرت عبداللہؓ حضرت عثمانؓ کی حیات میں انتقال فرما چکے تھے۔ لہٰذا یہ روایت بھی اپنے وجود میں آنے سے قبل انتقال کر گئی تھی۔

بخاری لکھتے ہیں معلّٰی بن عرفان الاسدی الکوفی اپنے چچا شقیق سے روایات نقل کرتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفا الصغیر صفحہ ۱۱

Marfat.com

نسائی لکھتے ہیں ، معلّی بن عرفان متروک الحدیث ہے ۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صـ۹
دارقطنی لکھتے ہیں ، معلّی بن عرفان کوفی ہے ۔ ابو وائل یعنی شقیق سے روایات نقل کرتا
ہے ، متروک الحدیث ہے ۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی صـ۱۵۱
محشی حاشیہ میں رقم طراز ہیں ۔
حافظ لکھتے ہیں تمام ناقدین حدیث کا اس کے کذب پر اتفاق ہے ۔ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا ۔ صـ۱۵۱

علیؓ خلق الٰہی پر اللہ کی حجت ہے

حضرت انسؓ نے بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھا تھا ۔ اچانک حضرت علیؓ آ گئے ۔ انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے انسؓ ! یہ کون ہے ؟ میں نے عرض کیا یہ علیؓ بن ابی طالب ہیں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا ۔ اے انسؓ ، یہ خلق الٰہی پر اللہ کی حجت ہے ۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میری امت پر قیامت کے دن یہ حجت ہوگا ۔

سب سے بڑی حیرت تو اس پر ہے کہ حضرت انسؓ ۹۳ھ تک حیات رہے اور مختلف امویوں کی بیعت کی لیکن حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی ۔ یہ ان کی جانب سے اڑائی ہوئی ایک گپ ہے ۔
ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے ۔ اسے حضرت انسؓ سے
مطر بن میمون المحاربی الاسکاف نقل کر رہا ہے جسے مطر بن ابی مطر کہا جاتا ہے ۔ امام ابوحاتم رازی ، بخاری اور نسائی کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے ۔ میزان ج ۴ صـ۱۲۷ ۔ دارقطنی لکھتے ہیں متروک ہے ۔ کتاب الضعفاء والمتروکین صـ۱۶۵ للدارقطنی ، بخاری لکھتے ہیں ، مطر بن میمون نے حضرت انسؓ اور عکرمہ سے روایات سنی ہیں ۔ اس سے یونس بن بکیر روایات لیتا ہے ۔ منکر الحدیث ہے ۔
کتاب الضعفاء الصغیر صـ۱۱۱

اس مطر نے حضرت انسؓ کے نام سے یہ روایت بھی وضع کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے ارشاد فرمایا۔ علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔

اور یہ روایت کہ میرا بھائی اور میرا وزیر اور میرے گھر والوں میں میرا خلیفہ اور جن لوگوں کو میں چھوڑ کر مروں گا ان میں سب سے بہتر علیؓ ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ ان سب روایات ہونا ممنوع ہے۔

ان روایات کے علاوہ ایک روایت ابن عدی اور ذہبی نے یہ بھی نقل کی ہے کہ علیؓ میرا بھائی ہے میرا ساتھی، میرے چچا کا بیٹا، اور میں اپنے بعد جن لوگوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سب سے بہتر ہے جو میرا قرض ادا کرے گا اور میرا وعدہ پورا کرے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے مطر سے دریافت کیا تم انسؓ سے کہاں ملے تھے۔ اس نے جواب دیا خریبہ میں البصرہ میں ایک جگہ ہے۔

عبیداللہ بن موسیٰ

مطر سے یہ تمام کہانیاں نقل کرنے والا عبیداللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی ہے۔ اس سے تمام اصحاب صحاح نے روایت لی ہے۔ لیکن ماشاءاللہ بہت کٹر قسم کے رافضی تھے۔ ان کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

ہاں یہ بات ضرور ذہن میں رکھیں کہ عبیداللہ بن موسیٰ سے یہ تمام کہانی نقل کرنے والے علی بن مثنیٰ، علی بن حنبل اور عبدالرحمٰن بن سراج ہیں۔ اور تینوں کے الفاظ جدا جدا ہیں جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عبیداللہ یا مطر بن ابی مطر نے کبھی کچھ کہا اور کبھی کچھ۔ اور چونکہ قاعدہ ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد لہٰذا اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عبیداللہ بھی صورت حال کا اندازہ کر کے الفاظ ــــــ ــــــ گھٹاتا بڑھاتا رہتا

حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو حکومت نہیں مل سکتی

حضرت سعدؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو امیر ول (حکام) کا تذکرہ آیا حضرت علیؓ نے اس پر کوئی بات زنی کرنی چاہی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، تم رہنے دو اس لئے کہ یہ امارت نہ تمہارے لئے ہے اور نہ تمہاری اولاد کے لئے۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۴

اس روایت کا راوی اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ بن عبیداللہ ہے۔ یہ حضرت طلحہؓ کا پوتا ہے اور

Marfat.com

حضرت طلحہؓ چونکہ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے لشکریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ اس لئے اغلب گمان یہ ہے کہ ان کا بیٹا حضرت علیؓ سے ناراض معلوم ہوتا ہے۔ اور اپنے مافی الضمیر کو حضرت علیؓ کی جانب منسوب کر کے بیان کرنا چاہتا ہے۔

اسحٰق بن یحییٰ

یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں یہ اسحاق کچھ نہیں۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد اور نسائی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کے حافظہ میں کلام ہے۔

ابن حبان کتاب الثقات میں فرماتے ہیں اسحٰق کا انتقال خلافت مہدی میں ہوا ہے۔ یہ حدیث میں غلطیاں کرتا ہے۔ اور اس میں وہم کا مادہ بھی ہے۔ اس لئے ہم نے اس کا تذکرہ ضعفاً میں کیا ہے لیکن اگر وہ ایسی روایات پیش کرے جنھیں کوئی اور روایت نہ کرتا ہو تو وہ قابل قبول نہیں۔ اور اگر اسے دیگر لوگ بھی روایت کر رہے ہوں تو پھر اس کی روایت کو تسلیم کیا جائے گا۔ اور اتفاق سے اسے وہ تنہا روایت کر رہا ہے۔ اسی لئے ابن عدی اور ذہبی نے اس کی اس روایت کو منکر قرار دیا ہے میزان ج ۱ صفحہ ۲۰۲۔ علما حدیث کو اس کے حافظہ میں کلام ہے۔ اس کی حدیث بطور یادداشت لکھ لی جائے، تاریخ الصغیر [illegible]

نسائی لکھتے ہیں یہ اسحٰق متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمترکین للنسائی ص۱۹

لیکن ہمارے نزدیک یہ اسحاق ضرور ضعیف ہے۔ لیکن کذاب اور وضاع الحدیث نہیں۔ اس نے یہ روایت خود اس کی وضع کردہ نہیں۔ بلکہ یہ روایت کسی نے گھڑ کر اس کی جانب منسوب کی ہے کیونکہ اس روایت کو اس اسحاق بن یحییٰ سے عثمان بن فائد نقل کر رہا ہے۔

عثمان بن فائد

یہ اسحاق اس عثمان سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس عثمان کی حدیث قطعاً حجت نہیں۔ ذہبی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے یہ تمام آفت اس عثمان کی ڈھائی ہوئی ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس عثمان سے سلیمان کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا اور اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ ذہبی نے

Marfat.com

اس کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات درست نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۱۸۵

خیبر کے روز تلوار جبرئیلؑ کے ہاتھ میں تھی

مسیب بن عبدالرحمن جو جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں میں حضرت حذیفہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات بیان فرمانے لگے انہوں نے فرمایا جب علیؓ نے روز جمعہ کی تیاری کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے علیؓ! میرا باپ تجھ پر قربان قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تیرے ساتھ وہ ہستی ہے جو تجھے کبھی رسوا نہ کرے گی تیرے دائیں جبرئیلؑ ہیں ان کے ہاتھ میں تلوار ہے اگر اسے پہاڑوں پر ماریں تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

اے علیؓ! تجھے رضوان اور جنت کی خوشخبری ہو۔ اے علیؓ! تو عرب کا سردار ہے اور میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ یہ حدیث کافی طویل ہے۔ افسوس کہ امام ذہبیؒ نے صرف ابتدائی حصہ بیان کیا امام بخاری فرماتے ہیں مسیب کی یہ روایت منکر ہے۔

جب بقول مسیب اتنی لمبی چوڑی تلوار لیے حضرت جبرئیلؑ ساتھ تھے تو ہو سکتا ہے کہ در خیبر جبرئیلؑ نے اکھاڑا ہو اور یار لوگوں نے اسے حضرت علیؓ کی جانب منسوب کر دیا ہو۔

رہا ان کے سید عرب ہونے کا مسئلہ تو اہل عرب تو انہیں خلیفہ بھی ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے حتیٰ کہ ان کی خلافت سمٹ سمٹا کر صرف کوفہ تک محدود ہو کر رہ گئی۔ اور ساتھ میں صرف ایرانی اور قاتلین عثمانؓ رہ گئے تو وہ کس وقت سید عرب بنے ہمیں اس کی خبر نہیں۔

علیؓ انبیائے کرام کا ایک نمونہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص

Marfat.com

بلحاظ علم آدمؑ کو، بلحاظ حکمت نوحؑ کو اور بلحاظ بردباری ابراہیمؑ کو دیکھنا چاہے وہ علیؓ کو دیکھ لے۔

ہمارے نظریہ کے مطابق یہ انبیائے کرام کی صریح توہین ہے کہ کسی غیر نبی کو ان کے مثل قرار دیا جائے۔ لیکن مذہب تشیع کی رو سے ہر امام کا مقام تمام انبیاءؑ سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ تشبیہ غلط ہے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ کا ہم مثل ہونا ضروری ہے۔ لہذا جب حضرت علیؓ کو ان انبیاء سے تشبیہ دی گئی تو تسلیم کر لیا گیا کہ یہ انبیاء حضرت علیؓ کے برابر درجہ رکھتے ہیں لیکن جب یہ عقیدہ مان لیا جائے کہ معراج میں پس پردہ جو آواز آ رہی تھی وہ بھی حضرت علیؓ کی آواز تھی ..... تو اس لحاظ سے انہیں انبیاء سے تشبیہ دینا یہ بھی سراسر توہین ہے۔ لیکن ہم اپنی فطرت سے مجبور ہیں کہ کسی غیر نبی کو نبی کے برابر درجہ نہیں دے سکتے۔ اس لحاظ سے یہ تشبیہ بے جوڑ ہے۔

مسعر بن یحییٰ النہدی اس کا راوی مسعر بن یحییٰ ہے۔ ذہبی کا بیان ہے میں اسے نہیں جانتا اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔ میزان ج ۴ ص ۹۹۔

مسعر بن یحییٰ نے یہ روایت شریک بن عبداللہ بن سنان سے نقل کی ہے اور وہ خالص شیعہ ہے اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ شریک نے یہ روایت ابو اسحاق سبیعی سے نقل کی ہے۔ جو مدلس ہے۔ اور وہ اپنے باپ سے نقل کر رہا ہے جو غیر معروف ہے۔ اس روایت پر وہ مثل صادق آتی ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔

حضرت علیؓ بادلوں میں

جناب باقر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو ایک چادر اوڑھائی۔ اس چادر کو "سحاب" کہا جاتا تھا۔ حضرت علیؓ یہ سحاب (بادل) پہن کر تشریف لائے۔ حضورؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: علی سحاب میں آ رہے ہیں۔ جعفر کا بیان ہے کہ میرے والد باقر نے فرمایا ان لوگوں نے اس میں تحریف کر ڈالی اور یہ کہنا شروع کیا کہ علیؓ بادلوں میں آ رہے ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۹۹

شیعوں میں سے فرقہ رجعیہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ زندہ بادلوں میں اٹھا لئے گئے ہیں۔ یہ

Marfat.com

بجلی کی کڑک ان کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہے اور یہ بجلی ان کے کوڑے کی چمک ہے۔ اسے تو ربیعہ کہتے تھے۔ جناب باقر نے اس کی خوب عمدہ تاویل پیش کی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب باقر کو یہ چادر اڑھانے کا قصہ کیسے معلوم ہوا کیونکہ جناب باقر بقول مجلسی ۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور علی بیمار خود کمسن بچہ تھے ان کے یہ صاحبزادے میدان کربلا میں چار سال کے تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ کس سے سنا۔ محدثین اہل سنت کی نظر میں یہ روایت مرسل ہے اور مرسل روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

ہاں ذرا شیعہ کے ہاں اس سے زیادہ مقبول کوئی روایت نہیں ہوتی کیونکہ اسے ایک امام روایت کر رہا ہے۔ ان سے ان کے صاحبزادے جعفر نقل کر رہے ہیں۔ جن کی ذات پر ہم پہلے بحث کر چکے ہیں جعفر سے نقل کرنے والا مسعدہ بن الیسع الباہلی ہے۔

مسعدہ ابن عدی کا بیان ہے یہ تباہ کن ہے۔ ابوداؤد کا قول ہے کذاب ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں ایک زمانہ گزر گیا کہ ہم نے اس کی روایات پھاڑ کر پھینک دیں۔

قتیبہ کا بیان ہے کہ میں نے اسے دیکھا ہے لیکن میں نے اس سے روایات سننا پسند نہیں کیا۔ میزان ج ۴ ص ۹۸

دارقطنی لکھتے ہیں یہ مسعدہ بن الیسع الباہلی بصرہ کا باشندہ ہے۔ جعفر ابن جریج اور محمد بن عمرو سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۵۹

اے اللہ! تو علیؓ سے دوستی رکھ

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں بھائی چارہ کرا رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا علیؓ میرے بھائی ہیں۔ اور میں علیؓ کا بھائی ہوں۔ اے اللہ! تو اس سے دوستی رکھ۔ میزان ج ۴ ص ۳۱۸

ہمیں حیرت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۷ھ میں فتح خیبر کے وقت کسی بھائی چارے

Marfat.com

کا خیال نہیں آیا۔ اور جب خیبر فتح ہو گیا۔ اور ابوہریرہؓ ایمان لائے تو اس بھائی چارے کا خیال آیا؟ بھائی چارہ ہجرت مدینہ کے بعد پیش آیا۔ اور مہاجرین اور انصار کو باہم ایک کر دیا گیا تاکہ باہم اخوت ہو اس لحاظ سے حضرت علیؓ کا بھائی چارہ حضورؐ سے نہیں ہوا۔ بلکہ سہلؓ بن حنیف سے ہوا۔ یہ وہ بھائی چارہ ہے جسے عام و ذہین مواخات کے نام سے پیش کرتے ہیں۔

دوسرا بھائی چارہ مہاجرین کا باہم کرایا گیا لیکن یہ عام بھائی چارہ نہ تھا۔ بلکہ صرف ان مہاجرین کا بھائی چارہ کرایا گیا جن مہاجرین کا کوئی بھائی نہ تھا۔ حضرت علیؓ کے بڑے بھائی حضرت جعفرؓ مسلمان تھے۔ اس لحاظ سے حضرت علیؓ کے بھائی چارے کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ اس سلسلہ میں جتنی روایات ہیں وہ سب انہیں کی پھیلائی ہوئی ہیں۔ حضرت علیؓ کا بھائی چارہ سہلؓ بن حنیف انصاری سے ہوا۔

ہیاج بن بسطام الہروی اس روایت کا راوی ہے۔ یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے ابوداؤد کہتے ہیں۔ محدثین نے اس کی روایات ترک کر دی ہیں۔ احمد بن حنبل کا فرمان ہے۔ یہ شخص متروک الحدیث ہے۔ ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ ابن ماجہ کے علاوہ اس سے کسی نے روایت نہیں لی نسائی لکھتے ہیں۔ ہیاج بن بسطام بڑی ضعیف ہے۔ الضعفا والمتروکین للنسائی ص۱۰۵

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔

ہیاج بن بسطام التمیمی البرجمی الہروی ضعیف ہے۔ اس سے اس کے بیٹے خالد نے بہت سی منکرات نقل کی ہیں۔ ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ تقریب التہذیب، ص۳۶۷

حضرت علیؓ کے کان

ابوالدنیا کا بیان ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَ تَعِیَهَا اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ اور اس کے کان اسے محفوظ رکھتے ہوں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ! میں نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ تیرے کان ایسے بنا دے۔ میزان ج ۴ ص۵۲۲

اس کا واضع ابوالدنیا الاشج ہے۔ اس نے ۳۰۰ھ کے بعد (یعنی جب بارہویں امام غائب

ہوگئے تھے انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ حضرت علیؓ کی شاگردی میں رہا ہے۔ جس طرح رتن ہندی نے چھ سو سال بعد اپنے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ سب افراد اپنے اپنے زمانہ کے دجال تھے۔ اس لئے دنیا کی تمام روایات حضرت علیؓ سے متعلق ہیں کسی اور کی اسے خبر نہیں۔

اہل بیت میں دو فرقے ہونا

زید بن وہب الجہنی کا بیان ہے کہ ہم حضرت حذیفہؓ کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے نبیؐ کے گھر والے دو فرقوں میں بٹ جائیں گے اور ایک دوسرے کو تلوار سے قتل کرنا شروع کر دیں گے۔ ہم نے عرض کیا اے ابو عبداللہ ایسا ہوگا؟ انہوں نے فرمایا ہاں ایسا ہو کر رہے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ ہم نے عرض کیا ہم کیا کریں۔ آپ نے فرمایا اس فرقہ کو دیکھو جو علیؓ کی طرف دعوت دیتا ہو اسے لازم پکڑو۔ (میزان ج ۲ تذکرہ)

اتفاق سے ان حضرت حذیفہؓ کے بارے میں تمام محدثین و مورخین کے نزدیک متفقہ طور پر یہ روایت ہے کہ جب انہیں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی تو وہ جنگل میں جا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ حتی کہ چالیس روز کے اندر ان کی موت واقع ہو گئی۔

حضرت حذیفہؓ کو فتنوں کے بارے میں سب سے زیادہ خبر تھی۔ انہوں نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کی شہادت کو اتنا اہم سمجھا کہ کسی اور کی بیعت کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

شیعوں سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اہل بیت میں یہ دو فرقے کب بنے؟ اور ان کا آپس میں قتال کب ہوا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ قتل حسینؓ کے وقت اکثر ان کے بھائیوں اور رشتہ داروں نے ساتھ نہیں دیا۔ حتی کہ بہن زینب شہادت حسینؓ کے بعد جا کر یزید کے پاس بیٹھ گئی۔ تب بھی ان میں آپس میں قتل و قتال نہیں ہوا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک پارٹی نے حضرت حسینؓ کا ساتھ نہیں دیا بلکہ الٹا انہیں منع کرتے رہے۔

مؤرخ مسعودیؔ اس روایت کا راوی ہے۔ اس کا نام عبداللہ بن عبدالملک ہے عقیلیؔ کا بیان

ہے کہ اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ اور وہ خالص شیعہ تھا۔ اس سے یہ داستان نقل کرنے والا عباد بن یعقوب الرواجنی ہے جو کٹر رافضی ہے اور بخاری کا شیخ ہے۔

مسعودی نے یہ داستان عمرو بن حریث سے نقل کی ہے۔ جو مجہول ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ روایت قطعاً جھوٹ ہے۔ میزان ج ۴ ص ۵۲۴

نور کی چھڑی

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تخلیق سے چالیس ہزار سال قبل نور کی ایک چھڑی پیدا فرمائی اس کے آدھے حصے سے مجھے پیدا کیا اور آدھے سے علیؓ کو۔ میزان ج ۴ ص ۵۲۳

غالباً اسی لئے حضور کی غیر حاضری میں علیؓ پر وحی نازل کی جاتی تھی اسطرح یہ دوہری نبوت چلتی رہی جو بارہویں امام لے کر غائب ہو گئے۔

اس کہانی کا راوی ابو ذکوان ہے۔ جو قطعاً مجہول ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اس نے یہ روایت احمد بن عمرو سے نقل کی ہے۔ یہ کونسا احمد بن عمرو ہے اس کا کچھ اتا پتہ معلوم نہیں اس احمد بن عمرو نے اپنے ہم نام احمد بن عبداللہ سے حدیث نقل کی ہے اتفاق سے احمد بن عبداللہ نامی سینکڑوں افراد ہیں۔ احمد بن عبداللہ نے یہ داستان عبید اللہ بن عمرو سے نقل کی ہے۔ اور عبید اللہ بن عمرو کوئی شخص نہیں۔ دراصل یہ سب افسانوی ہیرو ہیں۔ جن کا وجود کوئی ضروری نہیں۔ عبید اللہ نے یہ روایت عبدالکریم الجزری سے نقل کی ہے اور یہ منکرات بیان کرنے میں مشہور ہے۔ عبدالکریم نے اسے عکرمہ سے نقل کیا ہے جو ابن عباسؓ کا غلام ہے اور مشہور خارجی ہے۔ وہ تو ان لوگوں کا قتل بھی لازمہ زندگی سمجھتا تھا جو حضرت علی کو مسلمان سمجھتے ہوں۔ اگر واقعتاً اس نے کوئی ایسی روایت سنی اور بیان کی ہوتی تو شاید یہاں تک نوبت نہ آتی۔

ہاں سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ کب اور کس شئے سے پیدا ہوئے کبھی وہ زمین

Marfat.com

کی مٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی جنت کی مٹی سے کبھی درخت سے اور کبھی نور سے۔ کبھی ان کے ساتھ پیدائش ہی میں مخصوص شریک ہوتے ہیں۔ کبھی ان کی بیوی اور صاحبزادے نبی شریک ہوتے ہیں اور کبھی متبعین تبیٰ اخود ہی آیا ہے آج تک ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کوئی ہے جو ہماری رہنمائی کرے۔

جنت میں تیرا باغیچہ اس باغیچہ سے بہتر ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے۔ میں اور علیؓ بن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے کے باغوں کی جانب گئے۔ اتفاق سے ہمارا گزر ایک باغیچہ پر سے ہوا۔ حضرت علیؓ نے اسے دیکھ کر فرمایا یہ باغیچہ کتنا عمدہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں تجھے جو باغیچہ ملے گا وہ اس سے بہتر ہوگا۔ حتیٰ کہ آپ سات باغوں پر سے گذرے اور ہر بار یہی کہتے رہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ اس پر حضرت علیؓ نے سوال کیا۔ رسول اللہ! آپ کیوں روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس قوم کے سینوں میں کینہ بھرا ہوا ہے جسے تجھ پر ظاہر نہیں کرتے۔ اور میری وفات تک ہی ہوتا ہے گا۔

آخر قوم کے دل میں حضرت علیؓ کی جانب سے کون سا کینہ بھرا ہوا تھا جو پوری قوم اسے دل میں چھپائے بیٹھی تھی۔ اس قوم میں انصار، قریشی، یمنی، غفار، اوس، جہینہؓ، اشعر اور دیگر قبائل سب شامل تھے۔ بالفاظ دیگر پانچ افراد کے علاوہ پورا عرب ان سے کینہ رکھتا تھا۔ حالانکہ جہاں یہ بات خلاف عقل ہے وہاں یہ بات خلاف نقل بھی ہے۔ اور آپ کے رونے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی لوگ خوش نہ تھے۔ آخر اس مخفی تبرا کی کیا ضرورت تھی۔ کھل کر اور واضح الفاظ میں کہنا چاہیے تھا کہ سب کافر تھے۔

یونس بن خباب الاسدی الکوفی

اس روایت کا راوی یونس بن خباب ہے۔ اس کی روایات ترمذی، نسائی ابوداؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا۔

Marfat.com

عباد بن عباد کا بیان ہے کہ میں یونس بن خباب کے پاس گیا۔ اور اس سے عذاب قبر کی حدیث دریافت کی۔ اس نے حدیث بیان کی اور پھر کہنے لگا کہ اس حدیث میں ایک جملہ اور بھی تھا۔ جو میں نے ناصبیوں سے چھپا لیا ہے۔ میں نے دریافت کیا وہ جملہ کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ قبر میں یہ بھی سوال ہوگا کہ تیرا ولی کون ہے؟ اگر مرنے والے نے یہ جواب دیا کہ وہ علیؓ ہیں تو نجات پا جائے گا۔ جب ہی تو آج کل ہمارے سنی بھائی کہتے ہیں جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہوتا ہے۔

عباد کہتے ہیں میں نے اس پر کہا کہ ہم تو اپنے باپ دادا سے ایسی بات نہیں سنی تھی۔ اس نے سوال کیا تو کہاں کا باشندہ ہے، میں نے جواب دیا بصرہ کا۔ اس پر بولا تو تو عثمانی خبیث ہے۔ عثمانؓ سے محبت کرتا ہے۔ حالانکہ عثمانؓ نے حضور کی دو بیٹیوں کو قتل کر دیا تھا۔ عباد کہتے ہیں میں نے کہا جب ایک کو قتل کر چکے تھے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دوسری بیٹی کا نکاح کیوں فرمایا؟

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں یونس کذاب ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ بدترین انسان تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں اس سے روایت لینا بھی حلال نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے دارقطنی کہتے ہیں یہ ایک بدترین انسان تھا غالی شیعہ ہے۔ بخاری کا قول ہے منکر الحدیث ہے۔

میزان جلد ۴ ص ۴۷۹ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۱۰ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۸۱

حضرت علیؓ امام المتقین ہیں

حضرت سعد بن زرارہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے علیؓ کے معاملہ میں مجھ پر تین باتوں کی وحی کی۔ اول تو وہ سید المسلمین ہیں، امام المتقین ہیں۔ اور ان لوگوں کے قائد ہیں۔ جن کے اعضاء وضو سے چمکتے ہوں گے۔

اس روایت کا راوی وہی یحییٰ بن العلاء الرازی ہے۔ جس کا حال سابقہ روایت میں گزر چکا ہے۔

وہ اس کہانی کو

Marfat.com

بلال بن ابی حمید سے نقل کر رہا ہے۔ جو قطعاً مجہول ہے۔ یحییٰ بن العلاء سے یہ روایت نقل کرنے والا

عمرو بن حصین العقیلی ہے ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث بے کار ہوتی ہے۔ ابو زرعہ کا بیان ہے۔ یہ بہت واہی اللسان ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۵۳

لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام میں سے اس کا کسی کو علم نہ ہو سکا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت ابوبکر صدیق کو امام متعین کر دیا۔ اس طرح یہ تیرہ دروازہ بند ہو گیا۔ اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ حضور کی وفات کے بعد سے عثمان کے خاتمہ تک خلافت پر منافقین کا ناجائز قبضہ تھا۔ لیکن اتفاق یہ کہ جب حضرت علیؓ کی صورت میں ایک مومن زبردستی خلافت پر قابض ہوا تو دنیا نے اس کی مخالفت کی اور واقعہ تحکیم کے بعد وہ صرف امیر کوفہ ہو کر رہ گئے۔ اور صحابہ کرام نے ان کی معزولی کا فیصلہ سنا دیا۔

جنت کے خزانے حضرت علیؓ کے ہاتھ میں ہونگے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو برزہؓ اسلمی کے پاس بلانے کے لئے بھیجا۔ جب وہ آگئے تو آپ نے ان سے فرمایا اور میں یہ بات سن رہا تھا اے ابو برزہ علی کے بارے میں پروردگار نے مجھ سے عہد فرمایا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا علیؓ ہدایت کے جھنڈے، ایمان کے منار، میرے اولیاء کے امام اور ان سب لوگوں کے نور ہیں جنھوں نے میری اطاعت کی۔ اے ابو برزہؓ علیؓ میرے امین ہیں کل میرے حوض پر آئیں گے۔ میرا جھنڈا اٹھائیں گے۔ اور میرے پروردگار کی جنت کے خزانوں کی چابیوں کے ذمہ دار ہوں گے۔ میزان ج ۴ ص ۲۵۶

آج تک حضرت علیؓ کے سلسلے میں جتنے بھی عہد و پیمان ہوئے ہیں۔ ان سب پر کسی انصاری کا تقرر ہوتا ہے۔ اور مہاجرین و قریش سے ان کا اخفا کیا جاتا ہے آخر اس میں کیا راز پنہاں ہے کا فرو منافق ہونے میں دونوں مساوی ہیں۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

Marfat.com

ہاں ہمارا سبائیوں سے یہ سوال ضرور ہے کہ چلو تاریخ و رجال سے یہی ثابت کر دو کہ عروۃ بن الزبیر نے حضرت انسؓ بن مالک سے کوئی حدیث سنی ہے۔ حالانکہ انہوں نے حضرت انسؓ کو دیکھا تک نہیں۔ اس لیے کہ حضرت انسؓ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے بصرہ میں مقیم رہے جب کہ عروہ مدینہ کے عالم ہیں۔ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کے شاگرد ہیں۔

لاھز ابو عمرو التیمی ابن عدی کا بیان ہے کہ اس روایت کا راوی لاھز ابو عمرو التیمی ہے۔ جو مجہول ہے اور ثقہ راویوں کے نام سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔ اور یہ روایت باطل ہے۔ ذہبی کا بیان ہے یقیناً موضوع ہے۔

سبائیوں سے ہمارا ایک سوال یہ بھی ہے کہ اس روایت کو عروہ سے ان کے صاحبزادے ہشام نقل کر رہے ہیں اور ہشام سے سلیمان بن طرخان التیمی البصری، چلئے یہی ثابت کر دیجئے کہ سلیمان تیمی نے ہشام بن عروہ سے احادیث سنی ہیں۔ اور ہشام کا عراق آنے کے بعد یعنی ۱۳۶ھ کے بعد حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ان کی صرف وہ روایات قابل قبول ہیں جو ان سے صرف اہل مدینہ نقل کریں۔

بغض علیؓ کا انجام

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؓ! اگر میری امت تجھ سے بغض رکھے گی تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ناک کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔ میزان ج ۳ ص۴۱

اس روایت کو عثمان بن عبداللہ القرشی الشامی نے ابن لہیعہ سے نقل کیا ہے۔ اس عثمان کے نسب نامہ میں اختلاف ہے کوئی اس کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتا ہے۔ عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان۔

خطیب کا بیان ہے کہ حاکم نے اس کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔ عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عبدالرحمن بن الحکم بن ابی العاص الاموی۔

بعض نے اسے حضرت عثمانؓ کی جانب منسوب کیا ہے اور نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔

Marfat.com

عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن محمد بن عبدالملک بن سلیمان بن عبدالملک بن عبداللہ بن عنبسہ بن عمرو بن عثمان بن عفان۔

ذہبی کا بیان ہے کہ نسب نامہ طویل ہے۔ اور خالص نا ثبوت ہے۔ اس لئے کہ عبداللہ القرشی اور حضرت عثمانؓ کے درمیان دس آبا تو کہاں ہوتے چھ کا ہونا بھی محال ہے۔

ابن عدی کا بیان کہ یہ نصیبین اور دار السلام میں رہا کرتا تھا۔ یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ صہ ۴۱

شیعہ فردوس کے ایک چشمے سے پیدا ہوئے

یحییٰ بن عبداللہ بن حسن نے اپنے باپ اور جعفرؒ نے اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فردوس میں ایک چشمہ ہے جو شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ مشک سے زیادہ خوشبو دار ہے۔ اسی سے اللہ نے ہمیںؐ پیدا کیا ہے۔ اور اسی سے ہمارے شیعوں کو اور یہی وہ میثاق تھا جس کا اللہ نے وعدہ لیا تھا یعنی ولایت علیؓ کا۔ میزان ج ۲ صہ ۲۳

یہ روایت ثقاتوں سے معمور ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو زمین سے پیدا فرمایا۔ ارشاد الٰہی ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔

ہم نے تمہیں اسی زمین سے پیدا کیا۔ اسی میں لوٹائیں گے۔ اور دوبارہ اسی سے نکالیں گے۔

گویا ہم اس مٹی سے پیدا ہوتے اسی لئے مٹی میں دفن ہوتے ہیں۔ شیعوں کو چاہیے کہ وہ فردوس میں دفن ہوا کریں۔ اس زمین سے ان کا کوئی واسطہ نہ ہونا چاہئے۔ یہ دوسری بات ہے کہ انہوں نے اپنے کسی مخصوص قبرستان کا نام فردوس رکھ لیا ہو۔ ہم نے کراچی میں متعدد ہوٹلوں کا نام فردوس دیکھا ہے ہاں یہ ضرور غور طلب مسئلہ ہے کہ شیعوں کے امام کہاں دفن ہیں۔ اب اگر وہ مٹی میں دفن ہیں تو ہو سکتا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد کو کوئی مغالطہ ہوا ہو۔ ویسے بھی ہم اپنے ساتھیوں کو ایک پتہ کی بات بتائے دیتے

Marfat.com

میں امام علی رضا کا مہمان تعبہ بیان کیا جاتا ہے۔ وہاں حضرت امیر معاویہؓ کے مخصوص ساتھی جنہوں نے بیعت یزید کی بنیاد رکھی۔ یعنی حضرت مغیرہؓ بن شعبہ دفن ہیں۔ یہ بات خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے۔

اس روایت میں لفظ شہد بھی استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ شہد فارسی کا لفظ ہے۔ عربی میں شہد کو عسل بولتے ہیں۔ جو اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ کہانی کسی ایرانی نے وضع کی ہے۔ کیونکہ اولاد علیؓ عربی زبان سے خوب واقف تھی۔ وہ عربی النسل تھے۔ شہربانو کی اولاد نہ تھے جو ماں کے عجمی ہونے کا اثر آتا۔

عبید بن مہران اس کا راوی عبید بن مہران ابو عباد المدنی ہے جو مجہول ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ روایت موضوع ہے۔ میزان ج ۳ صـ۲۳

اس روایت میں ایک لطف یہ ہے کہ اسے حضرت علیؓ کی اولاد میں سے دو شخص روایت کر رہے ہیں ایک جعفر کے دادا زین العابدینؒ جو تابعی ہیں اور انہوں نے حضور کو نہیں دیکھا۔ اور اوپر کا راوی وہ بیان نہیں کرتے اس طرح یہ روایت مرسل ہوئی۔

دوسرے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کے دادا حسن بن علی ہیں یہ بھی تابعی ہے۔

راوی کا دعویٰ ہے کہ دونوں اپنے دادا سے روایت کر رہے ہیں۔ حالانکہ دونوں کے دادا جدا گانہ اس لحاظ سے یہ جملہ عن جدہ ہی غلط ہوا۔

تو مجھ سے جنگ کریگا، حالانکہ یہ تیرا ظلم ہوگا

ابو جرو کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو قسم دے کر سوال کیا، کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا تھا کہ اے زبیرؓ تو علیؓ سے جنگ کرے گا حالانکہ تو ظالم ہوگا؟ زبیرؓ نے جواب دیا کیوں نہیں لیکن میں بھول گیا تھا۔ میزان ج ۲ صـ۲۶۶

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ابو جرو جو حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کا قصہ نقل کر رہا ہے۔ یہ مجہول ہے اسے کوئی نہیں جانتا۔ میزان ج ۴ صـ۵۱

Marfat.com

عبدالملک بن مسلم الرقاشی ابوجرد سے یہ داستان نقل کرنے والا عبدالملک بن مسلم الرقاشی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی روایت صحیح نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں اس سے عبدالملک کے علاوہ اور کوئی روایت نہیں کرتا۔

عبداللہ بن محمد الرقاشی اس عبدالملک بن مسلم سے عبداللہ بن محمد الرقاشی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا جو اس کا پوتا ہے۔ اس سے بجز جعفر بن سلیمان کے کوئی روایت نہیں لیتا۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ اس نے زبیرؓ و علیؓ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے اس روایت کی سند کمزور ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ

جعفر بن سلیمان الضبعی اس کا حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ یہ کٹر رافضی تھا خلفائے ثلثہ کو گالیاں دیتا۔

ہماری عرض صرف اتنی ہے کہ جب حسب روایت زبیرؓ نے اپنی غلطی قبول کر لی تھی۔ اور میدان چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ پھر نہیں کس جرم میں قتل کیا گیا اور قتل کے بعد جب قاتل نے حضرت علیؓ کے سامنے ان کے قتل کا اعلان کیا تو حضرت علیؓ نے اس قاتل سے زبیرؓ کا قصاص کیوں نہیں لیا؟

علیؓ سے زیادہ مجھ سے کوئی محبت نہیں کرتا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ اچانک علیؓ آگئے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کی نا طر اس سے مجھ سے زیادہ کوئی محبت نہیں کرتا۔ اللہ نے ہر نبی کی اولاد اس کی پشت میں رکھی ہے۔ اور میری اولاد علیؓ کی پشت میں رکھدی۔ میزان ج ۲ صفحہ ۵۰۶۔

کیونکہ بقول روافض حضورؐ کی ایک ہی صاحبزادی تھیں اور آپ کا ایک ہی داماد تھا۔ اور اتفاق سے کسی اور کے اولاد نہ ہوئی تھی۔ اس لئے حضورؐ کی اولاد علیؓ کی پشت میں رکھدی گئی۔

اور چونکہ حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمانؓ آپؐ کے سگے داماد نہ تھے۔ بلکہ ایسے ہی مانگے

Marfat.com

کی بیٹیاں لے کر پال لی تھیں۔ لہٰذا آپ کا ایک ہی داماد تھا۔ اور اس کا نام علیؓ تھا۔ اور ابوالعاصؓ اور عثمانؓ ایسے ہی زبردستی داماد بن گئے تھے لہٰذا انکی اولاد اولادِ رسول نہیں کہلا سکتی۔ ورنہ پورا ایک دستہ تیار ہو جائے گا......

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت عباسؓ اور ان کے صاحبزادے عبداللہؓ فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تھے۔ اس سے قبل تو مدینہ میں ان کا کوئی وجود نہ تھا۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب حضورؐ کی اولاد علیؓ کی پشت میں رکھی گئی تھی۔ اور اس پشت سے ام کلثومؓ بھی پیدا ہوئیں جو حضرت عمرؓ کے نکاح میں گئیں ان ام کلثومؓ سے عمرؓ کی جو اولاد ہوئی۔ زید اور رقیہ وہ بھی اولادِ رسول ہے۔

عبدالرحمٰن بن محمد الحاسب یہ داستان عبدالرحمٰن بن محمد نے نقل کی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اسے کوئی نہیں جانتا اور یہ روایت جھوٹی ہے۔ میزان جلد ۲ صفحہ ۵۸۶

حضرت علیؓ کی شب عروسی کا بستر مینڈھے کی کھال تھی

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم علیؓ اور فاطمہؓ کی شادی میں حاضر ہوئے۔ اور گھر پر بہت عمدہ مٹی کا پلاستر کیا۔ ہمارے روبرو کشمش اور چھوہارے لائے گئے جو ہم نے کھائے اور شبِ عروس میں علیؓ و فاطمہؓ کا بستر مینڈھے کی کھال تھی۔ میزان ج ۲ صہ ۵۱۲

عبداللہ بن میمون القداح اس روایت کا راوی عبداللہ بن میمون القداح المکی ہے۔ جو یہ کہانی جعفر بن محمد سے نقل کر رہا ہے۔ اسکی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اسکی روایت ردی ہوتی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اگر یہ کوئی تنہا روایت بیان کرے گا تو ہرگز قابلِ حجت نہیں۔ ابوزرعہ رازی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث واہی ہوتی ہے۔ میزان ج ۲ صہ ۵۱۲

Marfat.com

نسائی لکھتے ہیں. عبداللہ بن میمون القداح ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۶۱

قتل عثمانؓ کے روز علیؓ دُلدل پر سوار ہو کر آئے۔

علی بن عبداللہ بن نجیہ نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ جس روز عثمانؓ قتل ہوئے اس روز علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر دُلدل پر سوار ہو کر آئے۔

ذہبی کا بیان ہے اسے عقیلی نے مختصراً بیان کیا ہے. مجھے پوری روایت کسی جگہ نہیں ملی۔

ابراہیم بن علی الرافعی

اس کا راوی ابراہیم بن علی الرافعی ہے. ذہبی کا بیان ہے اس پر اعتراض ہے. دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے. (میزان ج ۱ ص۴۸)

دارقطنی لکھتے ہیں یہ بہت کم روایات بیان کرتا ہے. اس نے کثیر بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز پڑھائی اور پانچ تکبیریں کہیں. یہ متروک ہے. کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۴۴

محشی حاشیہ میں قمطراز ہیں. ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ خطا بہت کرتا حتی کہ ان لوگوں سے جن کی روایت حجت ہو اسے خارج کر دیا گیا. حاشیہ ص۴۴

جو شخص مجھؐ سے محبت کرتا ہے اسے علیؓ سے بھی محبت کرنی چاہیئے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھؐ سے محبت رکھتا ہے اسے علیؓ سے بھی محبت رکھنی چاہیے. اور جو شخص میرے اہل بیت میں سے کسی سے بغض رکھتا ہے وہ میریؐ شفاعت سے محروم ہوا۔

عبداللہ بن حفص الوکیل

اس داستان کا راوی عبداللہ بن حفص الوکیل السامری ہے. ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے اس کی روایات لکھی تھیں. اس نے مجھ سے جتنی روایات بیان کیں, سب موضوع تھیں. ان میں ایک روایت قارئین کے سامنے

Marfat.com

پیش کی گئی۔

ذہبی لکھتے ابن عدی کو اپنی کتاب میں ایسے دجال کا حال بیان نہیں کرنا چاہیے تھا۔
اس شخص نے جہاں حضرت علیؓ کی فضیلت میں روایات وضع کی ہیں وہاں حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل میں بھی وضع کی ہیں۔ جو ہم انشاء اللہ مناقب معاویہؓ میں پیش کریں گے یعنی جیسا موقع دیکھا ویسے بن گئے۔ میزان ج ۲ ص ۱۰۱

حضرت علیؓ کے عمامہ باندھنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے روز میرے ایک عمامہ باندھا۔ اور اس کے دونوں کنارے میرے مونڈھوں پر ڈال لیے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری بدر و حنین فرشتوں کے ذریعہ مدد فرمائی۔ اور وہ فرشتے یہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا یہ عمامہ مسلمین و مشرکین کے درمیان رکاوٹ ہے۔ پھر اس کے بعد لوگ آپؐ کے سامنے سے گزرنے لگے۔ اچانک ایک شخص کے ہاتھ میں عربی کمان تھی۔ اور ایک شخص کے پاس فارسی کمان تھی۔ آپؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔

تم ان دونوں کو ان کے مشابہ چیزوں کو اور نیزوں کو امتیاز کر لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ زمین میں تمہاری ان کے ذریعہ مدد فرمائے گا۔ میزان ج ۲ ص ۳۹۲

۱۔ اولیں مسئلہ یہ ہے کہ ایک عمامہ بدر و حنین کے روز کتنے فرشتوں نے باندھا ہوگا۔ پھر انہوں نے یہ عمامہ یکے بعد دیگرے باندھا تھا۔ یا ایک ساتھ باندھا تھا۔ اور یہ کتنا طویل تھا جسے پہلے پانچ ہزار فرشتوں نے باندھا اور پھر وہ حضرت علیؓ کے سر پہ آ گیا۔ حالانکہ ہم تو آج تک یہ سنتے آئے تھے کہ عمامہ بقدر حبتہ۔ اگر واقعتاً اس عمامہ میں یہ اہم خصوصیت پائی جاتی تھی تو کم از کم جنگ احد کے وقت اس کی خاص ضرورت تھی۔ لیکن جب حضرت علیؓ پر الزام لگا تو یہ عمامہ باندھ دیا گیا۔ تاکہ اس عمامہ کے ذریعہ اس الزام کی پردہ پوشی کی جائے۔ لیکن صد افسوس کہ اتنا طویل عمامہ

Marfat.com

امیر معاویہؓ کے مقابلہ پر لڑنے کام نہ آیا۔

۲۔ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مشرکین بھی عمامہ باندھا کرتے۔ یہ عمامہ تمام عربوں کا لباس تھا نہ کہ صرف مسلمانوں کا۔

۳۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ نجف پر یہ آپ کا قبضہ حجۃ الوداع کے بعد ہوا اور جب تمام صحابہ ... کرنے لگ گئے تھے۔ ... اہل مدینہ سے کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ اس لئے کوئی ہتھیار ساتھ نہ لانا ... تھا تو وہاں فارس ... یا فارسی ... کا کون سا مسئلہ پیدا ہوا تھا۔ ... وہ لوگ فارسی ... کے ساتھ تھے حتیٰ کہ صحابہ میں سلمان فارسی کے علاوہ کوئی فارسی نہ تھا

عبداللہ بن بسر الحُبرانی الحِمصی

اس روایت کا راوی عبداللہ بن بسر الحبرانی الحمصی ہے جس کے بارے میں یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳۹۶ کتاب الضعفاء والمتروکین صفحہ ...

پھر یہ عبداللہ بن بسر حمصی تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ روایت حکیم ابوالاحوص نے مجھ سے بیان کی اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ حالانکہ حکیم صحابی نہیں۔ اس صورت میں یہ روایت منقطع بھی ہو جاتی ہے کبھی کہتا ہے کہ یہ روایت ابوراشد الحبرانی نے بیان کی اور اس نے حضرت علیؓ سے سنی جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ... گپ ہے۔ اور حکیم ابوالاحوص ضعیف ہے اور ابوراشد الحبرانی مجہول ہے۔

علیؓ تمام مخلوق سے اسی طرح افضل ہیں جیسے بنفشہ کا تیل

ابوسعیدؓ خدری کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؓ تمام مخلوق سے اسی طرح افضل ہیں جیسے بنفشہ کا تیل تمام تیلوں سے۔

اس روایت کا راوی عثمان بن عبداللہ الشامی ہے جس کا حال ابھی گزرا ہے۔ جو ثقہ راویوں کے نام سے موضوع کہانیاں نقل کرتا ہے۔ اس نے یہ داستان باقر کے ذریعہ ابوسعیدؓ خدری سے نقل کی ہے۔ حالانکہ باقر نے ابوسعیدؓ سے کوئی روایت نہیں سنی۔ ہاں یہ روایت پاکستانی تیل فروشوں کا بینک بیلنس بڑھانے

Marfat.com

کے انداز ہ کام آ سکتی ہے۔

مسلم بن خالد الزنجی

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی خاص حرج نہیں۔ یحیٰی کے بارے میں عثمان دارمی نے ان سے نقل کیا ہے کہ ثقہ ہے۔ لیکن بعض لوگ یہ نقل کرتے ہیں کہ وہ ضعیف حدیث کیا کرتے تھے

نسائی کا بیان ہے کہ بہت غلطیاں کرتا علی بن المدینی کچھ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں ابو داؤد کہتے ہیں ضعیف ہے۔ اگرچہ ابو داؤد نے اس سے روایت لی ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۰۲

میرا قرض ادا کرنے والا علیؓ ہے

حضرت ابو سعید نے سلمانؓ سے نقل کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے۔ آپ کا وصی کون ہے؟ پہلے تو آپ کچھ دیر خاموش رہے (گویا یہ سوچ رہے ہیں کہ سلمانؓ کے رو برو راز فاش کیا جائے یا نہیں، پھر بعد میں فرمایا۔ اے سلمانؓ میرا وصی، میرے راز کی جگہ، جن لوگوں کو چھوڑ کر میں جا رہا ہوں ان میں سب سے بہتر۔ جو شخص میرا وعدہ پورا کرے گا اور میرا قرض اتارے گا۔ وہ علیؓ بن ابی طالب ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۱۲۰

حضرت سلمانؓ کے سوال کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس لئے خاموشی اختیار کی۔ کیا یہ تو نہیں سوچ رہے تھے۔ کہ اتنے اہم راز کو کہیں یہ فاش نہ کر دیں۔ اور سلمانؓ نے واقعتاً اسے فاش کر دیا۔ لیکن ہم اتنا ضرور کہنے پر مجبور ہوں گے کہ سب وعدے ابو بکرؓ نے پورے کئے تھے۔ اور آپؐ کے تمام قرضے ادا کئے تھے۔ پھر حضرت حسینؓ کربلا میں بقول شیعہ حضرات کن قرضوں کی واپسی کی بات کر رہے تھے۔ اگر فی الواقع وہ قرض ادا نہیں ہوئے تھے تو اب ہمیں ادا کر دیتے جائیں۔

مزید لطف یہ ہے کہ راز دارِ رسول کا خطاب حضرت علیؓ کو دیا گیا۔ لیکن لے اڑے حذیفہؓ بن الیمان حتیٰ کہ ان کا لقب راز دارِ رسول ہو گیا۔ پھر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ایک درخت کی کھوہ میں یہ

Marfat.com

کہہ کر جا بیٹھے کہ اب کوئی امام نہیں۔ حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی۔ انہیں حضرت علی کو انہوں نے اپنا امام تسلیم نہیں کیا۔

ہاں ہم شیعہ صاحبان سے یہ ضرور سوال کرنا چاہتے ہیں کہ بقول سلمانؓ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے تو حضرت نوحؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت ایوبؑ اور حضرت اسمعیلؑ کا وصی کون تھا؟

اس روایت کا راوی وہی ناصح بن عبداللہ الکوفی ہے۔ جس کا حال سطور بالا میں کر چکا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت منکر ہے۔ ناصح نے یہ روایت سماک بن حرب سے نقل کی ہے۔

سماک بن حرب

اس کی کنیت ابوالمغیرہ ہے۔ قبیلہ بذہل سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ مشہور علماء میں سے ہے۔ بخاری کے علاوہ تمام اصحاب ستہ نے اس کی روایات لی ہیں۔

ابن المبارک نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ سماک ضعیف ہے۔

جریر الضبی کا بیان ہے، میں سماک سے ملنے گیا۔ میں نے اسے کھڑے کھڑے پیشاب کرتے دیکھا۔ میں واپس لوٹ آیا اور اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ اور یہ سمجھا کہ یہ شخص پاگل ہو گیا ہے۔

احمد بن ابی مریم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ سماک ثقہ ہے۔ اگرچہ شعبہ اسے ضعیف بتلاتے تھے۔

جناد المکتب کا بیان ہے کہ ہم سماک کے پاس جاتے اور اس سے اشعار کا سوال کرتے اور اگر اہل حدیث بھی آجاتے سماک ہماری طرف متوجہ ہوتے اور کہتے اچھا سوال کرو، یہ ایک قسم کا بوجھ ہیں۔

حماد بن سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے سماک کو یہ کہتے سنا ہے کہ میری آب نگاہ جاتی رہی۔ میں نے ابراہیم خلیل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ دریائے فرات جاؤ اس میں اپنا سر ڈبو دے، لیکن اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔ اللہ تعالیٰ تیری بینائی لوٹا دیگا۔ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری بینائی لوٹا دی۔ اور سماک یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میں نے اسی صحابہ سے ملاقات کی ہے۔

امام احمد کا بیان ہے کہ سماک مضطرب الحدیث ہے۔ لیکن اس کی حدیث عبدالملک بن عمیر سے بہتر ہوتی ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ثقہ ہے سچا ہے۔ لیکن صالح جزرہ اسے ضعیف کہتے۔ نسائی

Marfat.com

[illegible] کا بیان ہے کہ جب سماک کوئی حدیث بیان کرے تو حجت نہیں۔ کیونکہ اسے جو تلقین کی جاتی وہ اسے قبول کر لیتا

بیان ہے شعبہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ سماک سے پہلے کچھ لوگوں نے عکرمہ کے ذریعہ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے تو وہ فوراً اس کا اقرار کر لیتا، لیکن میں نے اسے کبھی تلقین نہیں کی۔

قتادہ نے ابوالاسود دؤلی سے نقل کیا ہے اگر تیری یہ تمنا ہو کہ اپنے ساتھی کو جھوٹ بولنا سکھا دے تو اسے تلقین دینا شروع کر دو۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل کا بیان ہے۔ میں نے اپنے باپ کی تحریر میں ایک نامعلوم شخص کا یہ قول پڑھا ہے سماک بہت فصیح تھا۔ اپنی زبان اپنی فصاحت سے مزین کرتا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ مسلم نے اپنی روایت میں اس سے حجت پکڑی ہے۔

ابن المدینی کہتے ہیں اس سماک سے دو سو کے قریب روایات مروی ہیں۔ ابن عمار کا بیان ہے کہ ان میں غلطیاں کرتا۔ اور لوگوں کی بیان کردہ روایات میں اختلاف کرتا ہے۔

عجلی کا بیان ہے جائز الحدیث ہے لیکن سفیان ثوری اسے تھوڑا سا ضعیف کہتے۔ علی بن المدینی کہتے ہیں۔ اس کی عکرمہ سے روایات مضطرب ہوتی ہیں۔ سفیان اور شعبہ نے انہیں عکرمہ کی روایت بیان کیا ہے۔ ابوالاحوص اور اسرائیل نے ان تمام روایات کو عکرمہ کے واسطے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ غیر عکرمہ میں نیک ہے۔ لیکن وہ مثبت لوگوں میں داخل نہیں۔

حضرت علیؓ باب حطہ ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیؓ باب حطہ ہیں۔ جو اس میں سے داخل ہوگا وہ مومن ہوگا۔ اور جو اس سے خارج ہوگا وہ کافر ہوگا۔

Marfat.com

میزان ج ۱ ص ۳۲۵

قوم یہود نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بہت اصرار کے بعد جہاد سے انکار کیا تو انہیں چالیس سال تک مقام تیہ میں قید کر دیا گیا۔ جب نئی نسل پیدا ہو کر جوان ہوئی تو حضرت یوشع کے ذریعہ انہیں دوبارہ جہاد کا حکم دیا گیا۔ اور ارشاد ہوا

وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ ۔ اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو معافی ہے تو ہم تمہاری خطاؤں کی آپ سے مغفرت چاہتے ہیں۔

یہ حکم یہود کے لئے مخصوص تھا۔ اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ جب تم دروازے میں داخل ہو تو یہ کہتے ہوئے داخل ہو کہ حطۃ۔ ہم معافی کے طلبگار ہیں۔ تم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے انہوں نے اس حکم کی مخالفت کی اور ان پر طاعون نازل کیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں ایک روز میں ستر ہزار افراد مر گئے۔ اس واقعہ سے تمام کتب تفاسیر معمور ہیں۔

لیکن اس رافضیت نے حضرت علیؓ کو باب حطہ بنا کر اول تو اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کیا۔ کیونکہ حطہ کسی دروازے کا نام نہیں۔ اور ساتھ ساتھ اس نے اپنے اس مسلک کی انفرادیت بھی بتا دی کہ جس نے علیؓ کا دروازہ اختیار نہیں کیا۔ وہ باب حطہ میں داخل نہیں ہوا۔ اور جو باب حطہ میں داخل نہیں ہوا وہ کافر ہے۔ لہٰذا جو حضرت علیؓ کی ولایت کا قائل نہ ہو اور انہیں مولیٰ تسلیم نہ کرتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ اس پر بھی اسی طرح عذاب نازل ہو جس طرح اس قوم یہود پر نازل ہوا تھا۔ اور کوئی سُنّی ایسا نہیں جس نے اس دروازے کو اختیار کیا ہو۔ لیکن بقول روافض کوئی سُنّی ایسا نہیں جس نے اس دروازے کو ترک نہ کیا ہو اور ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کا دامن نہ تھاما ہو لہٰذا اس کے لئے ضروری ہوا کہ اس پر عذاب نازل ہو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو سبائیوں کو اپنے ساتھ ملا کر شہید کر دیں اور علیؓ کو اپنے ساتھ ملا کر انہیں باب حطہ قرار دیں اور ہم نازل کردہ میں بیٹھ کر رہے ہیں۔ لہٰذا جو شخص ہو نہ آکر حضرت علیؓ کی بیعت کو قبول نہیں کرتا

وہ عذاب الٰہی کا مستحق ہے۔ اور جس نے علیؓ کو چھوڑا، وہ کافر ہوا۔

لہٰذا تمام وہ حضرات جو امیر معاویہؓ اور ام المومنین عائشہؓ کے ساتھ مدمقابل ہوئے۔ اسی طرح وہ حضرات جنھوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ وہ سب کافر ہوئے۔ اور ان حضرات کی تعداد اسی نوے ہزار کے درمیان تھی۔ جب کہ حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور ام المومنین عائشہؓ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے والوں کی تعداد بقول ابن سیرینؒ تیس صحابہ سے زیادہ نہ تھی۔ اس لحاظ سے یہ سب صحابہ کافر تھے۔ حتی کہ ان میں وہ حضرات بھی داخل تھے جن کے نام سے منسوب کر کے ہزارہا روایات وضع کی گئیں۔ مثلاً حضرت جابرؓ، حضرت بریدہؓ وغیرہ۔

اس داستان کا واضع حسین بن الحسن الاشقر الکوفی ہے۔ بخاریؒ کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے۔ یہ قوی نہیں۔ جوزجانی کا بیان ہے یہ غالی شیعہ ہے صحابہ اور نیک لوگوں کو گالیاں دیتا ہے۔

ابن عدیؒ کا بیان ہے کہ بعض ضعیف راوی اس کی ضعیف روایت کا کچھ حصہ لے کر اور اس میں اضافات کر کے اس کی جانب منسوب کرتے۔ اس کے بعد ابن عدیؒ نے اس کی منکرات بیان کیں جن کا واضع اسے قرار دیا۔ ان میں سے ایک روایت یہ بھی ہے۔

ابومعمر الہذلی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی لکھتے ہیں۔ یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۲۳۔ ابوحاتم کا بیان ہے۔ یہ قوی نہیں۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ حد سے زیادہ گمراہ تھا۔ نیک لوگوں کو گالیاں دیتا۔ میزان ج ۱ ص۵۳۔

دارقطنی لکھتے ہیں یہ حسین کوفہ کا باشندہ ہے۔ اشقر کے لقب سے مشہور ہے۔ شریک قیس بن جعفر الاحمر اور ابراہیم بن سفیان سے روایات نقل کرتا ہے۔ یہ قوی نہیں، کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۸۳۔

اس کا انتقال ۲۰۸ھ میں ہوا۔

شریک اس حسین الاشقر نے یہ روایت شریک سے نقل کی ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ کہ وہ خالص شیعہ ہے۔ اور اس کا دادا سنان قاتل حسینؓ ہے بالکل

Marfat.com

شریک نے یہ روایت عطا سے نقل کی ہے اگر عطا سے مراد عطا بن ابی رباح المکی ہیں تو وہ مسلم امام ہیں اور انہوں نے ابن عباسؓ سے احادیث سُنی ہیں۔ لیکن اعمش جن سے شریک نے یہ روایت نقل کی ہے ان نے ان عطا سے کوئی روایت نہیں لی اس طرح یہ روایت منقطع ہوئی۔ لیکن اگر عطا سے مراد عطا بن السائب ہیں اگرچہ وہ ثقہ ہیں لیکن ان کا حافظہ خراب تھا۔ اور اعمش نے ان سے روایات سنی ہیں لیکن اس صورت میں یہ ہے کہ اس عطا نے ابن عباسؓ سے کوئی روایت نہیں سنی۔ یہ اس راوی کی روایات کا اعلیٰ نمونہ ہے جو ہم نے قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔

جنّت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کہ علیؓ رسولؐ اللہ کے بھائی ہیں

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخی رسول اللہ

اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں علی رسول اللہ کے بھائی ہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اس کا راوی کادح بن رحمہ ہے۔

کادِحُ بن رَحمہ ہے۔ جو انتہائی زاہد اور پارسا ہے۔ لیکن ازدی کا بیان ہے کہ روایت حدیث میں کذاب ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں۔ اس کا نام ابوالرحمہ ہے، خطابی کا قول ہے میں ساٹھ روز اس کے پاس رہا۔ میں نے شب و روز میں کسی وقت اسے لیٹے نہیں دیکھا۔

بظاہر تو یہ بات بہت نیکی کی ہے۔ لیکن جن لوگوں کا ذہن زہد و تقویٰ میں لگا ہوا ہو وہ حفظ حدیث کی جانب توجہ نہیں دے سکتا۔ اسی لئے امام یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا تھا۔

مارایت اکذب من الصالحین فی الحدیث۔ میں نے نیک لوگوں سے زیادہ حدیث میں کسی کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔

اور امام مسلم نے یہ تشریح فرمائی ہے۔

Marfat.com

بل الکذب یجری علی لسانهم — بلکہ جھوٹ ان کی زبانوں پر جاری رہتا ہے۔

اس سے یہ قاعدہ ظاہر ہوگیا کہ جو شخص زیادہ نیک ہوگا وہ حدیث میں قطعاً کمزور ہوگا۔

اس کا دوسرا ... نے یہ روایت مسعر کے واسطے عطیہ العوفی سے نقل کی ہے۔ اور عطیہ مشہور شیعہ ہے۔

جنت میں داخلہ کیلئے علیؓ کی محبت لازمی ہے

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص میرے پروردگار کی اس جنت میں داخل ہونا چاہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود لگایا ہے۔ اسے علیؓ سے محبت کرنی چاہیے۔

اس کا راوی قاسم بن محمد بن ابی شیبہ العبسی ہے۔ یہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ کا بھتیجا ہے۔ اس کا انتقال ۲۳۵ھ میں ہوا۔ یہ تمام آفت اسی کی ڈھائی ہوئی ہے۔

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کا بیان ہے کہ میں نے امام یحییٰ بن معین سے دریافت کیا کہ قاسم بن محمد میرا چچا ہے۔ وہ روایت حدیث میں کیسا ہے۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے! تیرا چچا ضعیف ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۷۹

یحییٰ بن یعلی الاسلمی الکوفی اس نے یہ روایت یحییٰ بن یعلی الاسلمی الکوفی سے نقل کی ہے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ شیعہ ہے، ضعیف ہے۔ تقریب ص ۳۷۹

بخاری لکھتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ ترمذی نے اس کی روایت کو غریب اور منکر قرار دیا ہے۔ میزان ج ۴ ص ۴۱۵

عمار بن زریق یحییٰ نے اسے عمار بن زریق سے نقل کیا ہے۔ سلیمانی کا بیان ہے کہ وہ رافضی ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۶۳

ابو اسحٰق سبیعی عمار نے اسے ابو اسحٰق سبیعی سے نقل کیا ہے۔ وہ اگرچہ ثقہ سمجھے جاتے ہیں لیکن مدلس ہیں۔ اور مدلس کی حدیث معنعن قطعاً قابل قبول نہیں ہوتی۔ اتفاق سے

Marfat.com

یہ روایت بھی مُعنعن ہے

زیاد بن مطرف ابو اسحق اسے زیاد بن مطرف سے نقل کرتا ہے جو مجہول ہے

اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے کے لئے تین اوصاف کو لازم قرار دیا ہے۔ ان میں یہ وصف شامل نہیں کیا گیا۔

مختصراً اس کی کوئی کل بھی درست نہیں۔ اور جب کوئی کل درست ہو جانے کی توجیہ خود لیا جاتا ہے

اے علیؓ تیری جانب سے لوگوں کے دلوں میں کینہ ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے۔ اور آپؐ میرا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ ہم ایک باغیچہ پر سے گزرے، میں نے کہا کتنا خوبصورت باغیچہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جنت میں تیرے لئے اس سے بھی زیادہ حسین ہوگا۔ حتیٰ کہ ہم سات باغیچوں پر سے گزرے اور آپ ہر ایک کے سلسلے میں یہی بات فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ جب راستہ سے کنارے ہو گئے

تو آپؐ نے مجھے گلے لگایا اور رونے لگے۔ میں نے سوال کیا آپؐ کے رونے کی کیا وجہ ہے آپ نے ارشاد فرمایا، میری قوم کے سینوں میں کینہ بھرا ہوا ہے۔ وہ تجھ سے یہ کینہ میرے بعد ظاہر کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کینہ کیا میرے دین کی سلامتی کے ساتھ ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں تیرے دین کی سلامتی کے ساتھ ہوگا۔ میزان ج ۳ ص ۳۵۵

یہ روایت نسائی نے مسند علی اور بغوی نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے۔

ہمارے نزدیک یہ روایت تقیہ کا ایک علمی شاہکار ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو صحابہ سے خائف ہیں کہ انہیں فضیلت علیؓ کا علم نہ ہو۔ اسی لئے شہر سے دور جاکر جب کوئی دیکھنے والا نہ رہے علیؓ کو گلے لگاتے اور بے ساختہ روتے ہیں اور صحابہ کرام جو حضرت علیؓ سے بغض رکھتے ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خائف ہیں۔ اور اپنا کینہ ظاہر نہیں کرتے۔ اسی لئے دونوں نے تقیہ پر عمل کیا ہے اس لحاظ سے دین کی سلامتی تقیہ ہی میں ہے۔ اور دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین تقیہ پر موقوف ہے

Marfat.com

لہٰذا ہم تقیہ بازوں کے ڈر سے تقیہ کئے بیٹھے ہیں۔

یہ بھی ہم عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ انصار مدینہ کے پاس کھجور کے کچھ باغات تھے۔ اور مدینہ میں کھجور کے علاوہ اور کوئی پھل نہ تھا۔ اور نہ آج تک کسی اور پھل کے درخت پائے جاتے ہیں۔ کم از کم ہمارے زمانہ تک تو یہی صورت حال ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آئندہ کسی زمانہ میں پیدا ہو جائیں۔ وہ افغانستان، ایران و کشمیر کا علاقہ نہ تھا جس میں پے در پے سات باغات گزرتے چلے گئے۔ اور وہ بھی سب سر راہ واقع تھے۔ یا رونے کے لئے جنگل میں جانا کوئی ضروری تھا؟

رہا یہ مسئلہ حضرت علیؓ کو جنت میں اس سے بہتر باغات ملیں گے تو حضرت علیؓ کا تو بہت بڑا مقام ہے۔ ایک عام مسلم کو بھی جنت میں جو کچھ ملے گا اسے نہ آنکھوں نے دیکھا ہو گا نہ کانوں نے سنا ہوگا اور نہ دل میں اس کا خیال گزرا ہو گا۔ جب ایک عام مسلم کیلئے ہمارا یہ تصور ہے تو حضرت علیؓ کا تو بہت اونچا مقام ہے۔ اس بہلاوے سے حضرت علیؓ کو دنیا میں کیا فائدہ پہنچا۔ اگر واقعتاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات فرمائی تھی تو حضرت علیؓ نے قبول خلافت کے وقت اس وصیت کو کیوں نہ ذہن میں رکھا؟

فضل بن عُمَیرَۃ القَیسی اس روایت کا راوی فضل بن عمیرۃ القیسی ہے۔ محدثین کا بیان ہے یہ ضعیف ہے۔ عقیلی کہتے ہیں وہ ایسی روایات بیان کرتا ہے جو دوسرا کوئی نہیں بیان کرتا۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ ثقہ ہے۔ لیکن ذہبی لکھتے ہیں یہ ہرگز ثقہ نہیں۔ بلکہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۵۵

میمون فضل نے یہ روایت میمون سے نقل کی ہے۔ پھر کبھی یہ کہتا ہے کہ یہ روایت میمون الکردی سے مروی ہے اور کبھی کہتا ہے میمون بن سیاہ سے مروی ہے۔ اور میمون اسے ابو عثمان النہدی سے نقل کر رہا ہے اور ابو عثمان کے شاگردوں میں میمون کردی داخل ہے میمون بن سیاہ نہیں۔ ازدی کا بیان ہے یہ میمون کردی ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۳۲۔ لیکن اگر میمون بن سیاہ مراد ہے۔ تو ابوداؤد کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۲۳

اللہ تعالیٰ نے انبیا کرام کو مختلف درختوں سے پیدا کیا ہے

حضرت امامہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیا کو مختلف درختوں سے پیدا فرمایا ہے اور مجھے اور علیؓ کو ایک درخت سے پیدا کیا۔ اس درخت کی جڑ میں ہوں فاطمہؓ اس کا تنا ہیں، علی اس کی شاخ ہیں۔ حسنؓ وحسینؓ اس کے پھل ہیں۔ ان شاخوں میں سے اگر کوئی ایک شاخ تھام لے گا۔ وہ نجات پا جائے گا۔ میزان ۳ صفحہ ۳

اللہ تعالیٰ نے تو قرآن میں یہ دعویٰ فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ طِيْنٍ۔ اور ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

حتیٰ کہ اس سلسلہ میں تخلیق آدم کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ درختوں سے پیدائش کی کہانی ان تمام آیات قرآنیہ کے خلاف ہے اور فقہاً احناف کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اگر کوئی روایت خلاف قرآن ہو تو اس کی تاویل اگر ممکن ہے تو اس کی تاویل کی جائے گی ورنہ اسے باطل قرار دیا جائے گا۔ اور قرآن اس کی شہادت دے رہا ہے کہ تمام انسان مٹی سے پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے یہ روایت جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔

لیکن شیعہ صاحبان کو اس روایت پر عمل کرتے ہوئے اپنے بھائی بندوں کو قبرستانوں کی بجائے درختوں میں دفن کرنا چاہیے۔ ہم بھی اس تماشہ کے منتظر ہیں۔ لیکن افسوس کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہؓ، حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما سب مٹی میں دفن ہوئے اس لئے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں دکھانے کے اور۔

فضال بن جبیر

اس روایت کا راوی فضال بن جبیر ہے۔ جو خود کو ابوامامہ کا دوست کہتا ہے۔ اس کی کنیت ابو مہند ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اسکی روایت صحیح نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اس روایت کی کوئی اصل نہیں بلکہ فضال کی روایت کو بطور حجت پیش کرنا حلال نہیں۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳۴۹

Marfat.com

آگ سے بچاؤ کا ذریعہ حضرت علیؓ کی محبت ہے

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کیا جہنم سے بچاؤ کا کوئی جواز ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں علیؓ بن ابی طالب کی محبت ہے۔ میزان ج ۳ صہ ۳۳۹

فارس بن حمدان بن عبد الرحمٰن العبدی اس روایت کا ایک راوی فارس بن حمدان العبدی ہے۔ جو روایات وضع کیا کرتا اور یہ روایت موضوع ہے۔ فارس نے یہ روایت اپنے باپ دادا کے واسطہ سے، **شریک بن عبد اللہ النخعی** سے نقل کی ہے۔ جو خالص شیعہ ہے۔ اس کا تفصیل حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ شریک نے یہ کہانی،

لیث بن ابی سلیم سے نقل کی ہے۔ اس کے ضعف پر بھی سب کا اتفاق ہے۔ اور اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کیا جا چکا۔ لیث نے یہ روایت مجاہد کے واسطے طاؤس سے نقل کی ہے۔ حالانکہ طاؤس و مجاہد نے ایک دوسرے کو زندگی بھر نہیں دیکھا۔

اس سلسلہ میں صرف یہی کہنا کافی ہو گا۔

ع دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

علیؓ کے فضائل حدِ شمار سے باہر ہیں

حضرت علی فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی علیؓ کے فضائل حدِ شمار سے زیادہ رکھے ہیں۔ جس نے ان کی ایک فضیلت کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہ معاف فرماتا ہے اور جس نے علیؓ کی ایک فضیلت لکھی تو فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں، جب تک وہ لکھا ہوا موجود ہے اور جس نے فضائل علیؓ میں سے ایک فضیلت سُنی تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے ان تمام گناہوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ جو اس نے نگاہ کے ذریعے کیے ہوں۔

Marfat.com

علیؓ کی جانب دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی بندے کا ایمان علیؓ کی دوستی اور اس کے دشمنوں سے برأت (بیزاری) کے بغیر قبول نہیں کرتا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۲۶

ذہبی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ کی فضیلت میں جتنی روایات وضع کی گئی ہیں۔ ان میں سب سے بدترین اور رسوا کن ہے۔ لیکن ہمیں امام ذہبی کی رائے سے اس لئے اتفاق نہیں کہ اگر یہ تبرا بیکار وجود میں نہ آتا تو ان احکامات الٰہیہ سے چھٹکارا کیسے حاصل ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے امر و نہی کے سلسلہ میں قرآن میں دیئے ہیں۔ لیکن اعمال سے چھٹکارا اور گناہوں کی معافی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضرت علیؓ کے دشمنوں پر تبرا بھیجا جائے۔

یہ تو غالباً آپ حضرات جان گئے ہوں گے کہ شیعہ فرقے کے نزدیک دشمنان علیؓ سے کون لوگ مراد ہوتے ہیں۔ اگر آپ نہ جانتے ہوں تو مختصراً یہ سمجھ لیجئے کہ پنج نفر کے علاوہ سب کافر تھے۔ ہاں ہم ان کے چند بڑے بڑے کافروں کے نام بتا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اہل سنت والجماعت اسے تسلیم کر سکیں۔

ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ، معاویہؓ، عمروؓ بن العاص، مغیرہؓ بن شعبہ، حبیبؓ بن مسلمہ، عبیداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ وغیرہ۔ اگر آپ میں سے کوئی شخص ان اشخاص میں سے کسی کو مسلمان سمجھتا ہے تو شیعہ مذہب میں آپ پر بھی تبرا بھیجنا لازم ہے۔

ہم بھی دشمنان علیؓ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک حضرت علیؓ کے اصل دشمن وہ قاتلین عثمانؓ ہیں جنھوں نے اوّل حضرت علیؓ کو خلافت پر مجبور کیا۔ پھر انہیں مدینہ سے نکال کر لے گئے۔ اور اس طرح حضرت علیؓ کو اپنے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا دیا۔ اور پھر حضرت حسینؓ کو کوفہ دوستی طلب کر کے کربلا میں نہیں سرزمین نینوا میں انہیں ختم کر دیا۔ اور خود ہی سینہ کوبی میں مشغول ہو گئے۔ اور آج تک اس پر کاربند ہیں۔

محمد بن شاذان اس داستان کا راوی وہی محمد بن احمد بن علی بن شاذان ہے۔ جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی سند میں مزید چار مجہول اور موجود ہیں۔ یعنی حسن بن احمد المخلدی، حسین بن اسحاق، محمد بن عمار اور جعفر بن محمد بن عمار۔ یہ چار راوی

تو مجہول ہیں۔ اور ایک راوی کی ذات پر اختلاف یعنی جعفر بن محمد بن علی یعنی جعفر صادق جو بقول یحییٰ بن سعید مجالد سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ اور اس روایت کا ایک راوی مشہور کذاب ہے یعنی **محمد بن زکریا الغلابی**۔ دارقطنی نے اسے واضع الحدیث قرار دیا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۵۵

فضائل علیؓ کا شمار ممکن نہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تمام جھاڑ قلم بن جائیں۔ اور سمندر سیاہی بن جائیں اور جنات حساب میں لگ جائیں اور تمام انسان لکھنے لگ جائیں تو وہ فضائل علیؓ کا شمار نہیں کر سکتے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۴۶۶

دراصل یہ داستان قرآن کی اس آیت کے رد میں وضع کی گئی۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔ (الکہف)	آپ فرما دیجئے کہ اگر میرے رب کے کلمات (لکھنے کے لئے) سمندر روشنائی بن جائیں تو میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے اگرچہ اس جیسی روشنائی اور لائی جائے۔

اس شیطان نے کلماتِ الٰہیہ کو فضائل علیؓ بنا دیا ہے۔ ہاں روایت سے یہ نئی بات مزید معلوم ہوئی کہ شیعہ صاحبان حساب کا کام جنات سے لیتے ہیں۔ ہم تو آج تک یہی تصور کرتے آئے تھے۔ کہ حساب کے موجد انسان ہیں اور انہوں نے اس فن کو ترقی کی معراج پر پہنچا دیا ہے۔ کیونکہ انہی کو حساب و کتاب کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ ہماری غلطی تھی۔ اس کی اصل ضرورت شیاطین کو پیش آتی ہے۔ کیونکہ وہ گمراہوں کا حساب کتاب کرتے رہتے ہیں۔

محمد بن احمد اس روایت کا واضع محمد بن احمد بن علی بن شاذان ہے۔ اس کی روایات نورالہدیٰ ابو طالب الزینبی اور اخطب خوارزمی نے اپنی اپنی کتابوں میں فضائل علیؓ میں نقل کی ہیں۔ اور یہ روایات کافی تعداد میں اور سب باطل اور رکیک ہیں۔ میزان ج ۳ صفحہ ۴۶۷

اس محمد کے سوا، اس روایت کی سند میں چار راوی مجہول ہیں۔ یعنی حسن بن محمد بن بہرام، یوسف بن موسیٰ القطان، معانی بن زکریا اور محمد بن احمد بن ابی الثلج۔ اس کے علاوہ ایک راوی لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔

جو شخص علیؓ سے دشمنی رکھتا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور وہ علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ میزان ۳ صفحہ ۳۱۵

اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ ہے۔ یہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہے۔ اس کا پورا نسب نامہ اس طرح ہے۔ عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؓ بن ابی طالب۔

ابن حبان کا بیان ہے یہ اپنے باپ دادا سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ جن میں سے ایک روایت یہ ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ شخص متروک الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳۱۵

قریش کے دو بدبخت

حضرت علیؓ فرماتے ہیں قرآن میں جو یہ آتا ہے۔ وَاَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (اور انہوں نے اپنی قوم کو جہنم میں پہنچا دیا۔) اس سے قریش کے دو بدبخت مراد ہیں۔ میزان ۳ صفحہ ۲۹۵

حاشا وکلا جو حضرت علیؓ ایسی بات فرمائے کیونکہ اس روایت میں اقران دو بدبختوں سے مراد ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ اس روایت کا راوی وہی شرابی عمرو ذومر ہے۔ اور اس سے یہ کہانی نقل کرنے والا ابواسحاق ہے۔ ہمیں تعجب تو اس ابواسحاق پر ہے کہ تمام محدثین اسے ثقہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ روایت ثابت کر رہی ہے کہ ابواسحاق بھی رافضی ہے۔ کیونکہ بعد کے تمام راوی معتبر اور اہل سنت کے امام ہیں۔ اس لئے یہ روایت وضع کرنے والا عمرو ذومر ہے۔ اور اس کی اشاعت کرنے والا ابواسحاق ہے

Marfat.com

اے اللہ جو علیؓ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ

حضرت علیؓ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ اے اللہ جو علیؓ سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علیؓ سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔ میزان ج ۳ ص ۲۹۴

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ لفظ مولیٰ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ رافضیوں نے اپنی کہانیوں میں اسے حضرت علیؓ کے لئے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ علیؓ کے پردہ میں اللہ تھا۔ اس لئے لفظ مولیٰ کا اللہ کے سوا کسی اور کے لئے استعمال جائز نہیں۔

عمرو ذومر اس کہانی کا راوی عمرو ذومر ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ یہ ذومر ابواسحاق کے ان اساتذہ میں داخل ہے۔ جو قطعاً مجہول ہیں اور جن کا اتا پتہ کسی کو معلوم نہیں۔ بلکہ ہمیں یہ خبر نہیں کہ ابواسحاق کو اس کا اتا پتہ معلوم تھا یا نہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عکرمہ عبداللہ بن سوار کے ہاں ٹھہرا کرتا۔ اور یہ عبداللہ بن سوار ذومر کا باپ ہے۔ عبداللہ بن سوار اپنے بیٹے سے کہتا اس سے احادیث سنو عکرمہ اس عمرو کو تلاش کرتا لیکن یہ عمرو شراب پینے میں مشغول رہتا۔ میزان ج ۳ ص ۲۹۵

اس روایت میں ایک مزید خامی یہ ہے کہ ابواسحاق مدلس ہے اور مدلس عام طور پر حرف عن سے روایت کرتے ہیں تاکہ کسی کو یہ پتہ ہی نہ چل سکے کہ اس نے بیان کردہ راوی سے ملاقات بھی کی تھی یا نہیں اسی لئے حدیث معنعن قابل قبول نہیں ہوتی۔

جابر بن حر ابواسحاق سے یہ روایت نقل کرنے والا جابر بن حر ہے۔ ازدی کہتے ہیں محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۳۷

مخول بن ابراہیم جابر سے یہ کہانی مخول بن ابراہیم نے نقل کی ہے۔ یہ کوفہ کا باشندہ تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا اور اہل سنت سے بہت

Marfat.com

بُغض رکھتا تھا۔ ابونعیم کا بیان ہے کہ ایک روز ایک سیاہ فام شخص کو دیکھ کر بولا۔ میرے نزدیک یہ شخص ابوبکرؓ و عمرؓ سے افضل ہے۔ میزان ج ۴ صفحہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی، آپ کا ولی، آپ کا چچازاد بھائی اور آپ کا وارث ہوں۔ مجھ سے زیادہ اس کا حقدار کون ہو سکتا ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۲۵۵

اس کا راوی عمرو بن حماد بن طلحہ ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ انشاء اللہ وہ سچا ہے۔ کیونکہ ابوحاتم رازی اور یحییٰ بن معین نے اسے سچا اور ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابوداؤد کہتا ہے کہ یہ عمرو بن حماد رافضی ہے۔ قناد کے لقب سے مشہور ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳۵۵

ایک جانب تو ذہبی عمرو بن حماد کو ثقہ قرار دیتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ روایت منکر ——— ہے۔ لیکن اس کی کوئی خاص وجہ بیان نہیں کرتے۔

ہمارے نزدیک اس کے منکر ہونے کی ایک وجہ تو عمرو بن حماد کا رافضی ہونا ہے اور دوسری اس کی وجہ یہ ہے کہ عمرو بن حماد نے اسے

اسباط بن نصر سے روایت کیا ہے۔ جسے ابونعیم اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے اور وہ شیعہ ہے اور اس روایت کا راوی ہے کہ آپ نے علیؓ، فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ سے فرمایا تم جس سے جنگ کرو گے میں اس سے جنگ کروں گا اور جس سے صلح کرو گے میں اس سے صلح کروں گا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۱۸۶

سماکؒ بن حرب اسباط نے یہ روایت سماک بن حرب سے نقل کی ہے۔ اس کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا لوگ اس سے جس بات کو حدیث کہلوانا چاہتے وہ اسے حدیث کہہ دیتا۔ اور خاص طور پر وہ جتنی روایات عکرمہ سے نقل کرتا ہے وہ اسی قسم کی ہوتی ہیں کہ لوگوں نے گھڑ کر اس کے سامنے پیش کیں۔ اس نے اپنے پاگل پن سے اسے روایت کر دیا۔ اور اتفاق سے سماکؒ نے یہ روایت عکرمہ سے نقل کی ہے۔ گویا کہ ہر وہ روایت جسے سماکؒ عکرمہ سے

Marfat.com

نقل کرے وہ درست نہیں ہوتی ۔ میزان ج ۲ صہ ۲۳۳

عکرمہ مولیٰ ابن عباس جہاں تک عکرمہ کا تعلق ہے تو اسے اگرچہ بہت سوں نے ثقہ کہا ہے لیکن بہت سے اسے کذاب کہتے ہیں۔ مثلاً سعید بن المسیب، محمد بن سیرین، ابن عون اور مالک وغیرہ، اور عبداللہ بن عباس کے صاحبزادے علی کا بیان ہے کہ یہ میرے باپ پر جھوٹ بولتا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک یہ روایت عکرمہ نے بیان نہیں کی۔ بلکہ سماک نے اپنے پاگل پن سے اس کی جانب منسوب کر دیا۔ ورنہ عکرمہ تو خارجی تھا اور حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کا قتل واجب تصور کرتا تھا۔ اس لئے وہ حضرت علیؓ کی فضیلت میں کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔

حضرت علیؓ چار انگوٹھیاں پہنے رہتے

عبد خیر کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس چار انگوٹھیاں تھیں جنھیں وہ پہنے رہتے، قوت قلب کے لئے یاقوت کی۔ بینائی کے لئے فیروزہ کی اور چینی لوہے کی قوت باہ کے لئے اور عقیق کی پناہ کے لئے۔

عبد خیر سے اس کہانی کو جس متبرک ہستی نے نقل کیا ہے ان کا نام سُدّی ہے ان کا حال پہلے گزر چکا۔ اس کا ایک راوی

ابو جعفر الرازی ہے۔ اس کا نام محمد بن احمد بن سعید ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ میں اسے نہیں جانتا کہ یہ کون ہے اور یہ روایت باطل ہے۔ اور یہ ساری آفت اسی کی ڈھائی ہوئی ہے۔
میزان ج ۳ صہ ۴۵۰

ہاں یہ دوسری بات ہے کہ انگوٹھی پہننے کے باوجود کوفہ میں ان کا قتل عام ہو جائے۔ رہ گئی جان کی حفاظت تو عقیق کی انگوٹھیاں بازاروں میں ماری ماری پھرتی ہیں۔ بعض لوگ آٹھ آٹھ دس دس انگوٹھیاں پہنے پھرتے ہیں۔ لیکن موت اپنے وقت پر آتی ہے۔ یا فیروزے

کی انگوٹھی۔ اس کے پہنے بغیر کوئی شیعہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ فیروزہ فیروز کی یادگار ہے جو قاتل عمرؓ ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اسے نہ پہنا جائے۔ اسی سے تو سب نمازیں قبول ہوتی ہیں۔

جہاں تک ہمارے اپنے تحقیق کا تعلق ہے۔ تو حضرت علیؓ کے موحد تھے نہ وہ بت پرست تھے نہ رنگ پرست [illegible] ہے۔ انگوٹھی کو سنت رسول سمجھتے ہوئے پہنتے [illegible] اگر یہ [illegible] مجتہدین کا مسلک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء [illegible] نمازیں [illegible] ہو جاتے۔

میرے بعد علیؓ کے پاس پناہ لینا

حضرت صفیہؓ بنت حی زوجہ رسول فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی بیویوں میں سے کوئی بیوی ایسی نہیں جس کا قبیلہ موجود نہ ہو جہاں جاکر وہ پناہ نہ لے سکے لیکن میرا تو کوئی قبیلہ نہیں۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آگیا تو میں کس کے پاس پناہ لوں۔ آپؐ نے فرمایا علیؓ کے پاس میزان ج۳

یہ کیا عالم غیب کی باتیں ہو رہی ہیں؟ عالم شہود میں تو ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ ان کے خرچے اٹھاتے رہے اور جب حضرت علیؓ خلیفہ بنائے گئے تو خود مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔ اس داستان کا راوی **مالک بن مالک** ہے۔ جو یہ داستان حضرت صفیہؓ سے نقل کر رہا ہے اور اس سے یہ داستان ابو اسحاق سبیعی نے نقل کی ہے۔ لیکن اس مالک کو کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس مالک کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۳ ص۴۲۵

ذہبی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں ضرار بن صرد ہے۔ جو ضعیف ہے۔

ضرار بن صُرد ذہبی اس کے حال میں لکھتے ہیں اس کی کنیت ابونعیم الطحان ہے۔ بخاری کہتے ہیں متروک ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں۔ ایک نعیم النخعی اور ایک یہ ضرار بن صرد۔ اس نے جتنی روایات بیان کی ہیں سب حضرت علیؓ کی فضیلت میں بیان کی ہیں۔ میزان ج ۲ ص۳۲۷

Marfat.com

حسین ابن الحسن الاشقر الکوفی

اس روایت کا ایک راوی حسین بن الحسن الاشقر ہے بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت غور طلب ہے

ابو زرعہ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں قوی نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں حد سے بڑھا ہوا ہے نیک لوگوں کو گالیاں دیتا تھا۔ اس کی متعدد منکرات نقل کر کے لکھا ہے۔ میرے نزدیک یہ ساری بلا اس حسین کی نازل کردہ ہے۔

ابو معمر الہذلی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ نسائی اور دار قطنی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں ۲۰۸ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ گویا اس روایت کے تین راوی ماشاء اللہ ہیں اور رافضی اور کذاب ہیں۔

حضرت علیؓ ابوبکرؓ سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ابوبکرؓ سب کے والی بن گئے، حالانکہ میں خلافت کا سب سے زیادہ حقدار تھا۔ میزان ج ۳ ص ۱۴

کثیر بن یحییٰ بن کثیر

اس روایت کا راوی کُثیر بن یحییٰ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے شیعہ ہے۔ ازدی کہتے ہیں یہ منکر روایات نقل کرتا ہے۔ عباس بن العظیم العنبری فرماتے ہیں اس کی کوئی روایت نقل نہ کرو۔

اس کثیر سے نقل کرنے والے ابو عوانہ ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں یہ ابو عوانہ پر جھوٹ ہے۔ انہوں نے اپنی کسی کتاب میں یہ روایت نہیں لی۔ اور اس کُثیر سے نقل کرنے والے کا کچھ اتا پتہ نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۱۴

جب ابو عوانہ پر یہ روایت جھوٹ ہے تو خالد الحذاء، عبدالرحمن بن ابی بکرہ اور ان کے والد ابوبکرہؓ صحابی کیسے روایت کر سکتے ہیں۔ جب کہ ابوبکرہؓ نے جمل و صفین میں بھی تلوار اٹھانا گوارا نہ کیا۔ اور یہ روایت بیان کی کہ جب دو مسلمان باہم قتال کریں تو دونوں جہنمی ہیں۔ اور اسی باعث حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ گویا ابوبکرہؓ اس کے کیا قائل ہوتے کہ علیؓ کا پہلا نمبر ہے۔ وہ تو چوتھا نمبر ماننے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

Marfat.com

علیؓ کا منبر تمام انبیاء کے منبروں سے بڑا ہوگا

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نبی کو ایک نور کا منبر ملے گا۔ اور علیؓ کے پاس سب سے طویل اور سب سے زیادہ نورانی منبر ہوگا۔ ایک منادی ندا کرے گا نبی امی کہاں ہیں تو انبیاء جواب دیں گے ہم سبھی نبی امی ہیں۔ تو کہا جائے گا نبی امی عربی کہاں ہے۔ راوی کہتا ہے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے۔ اور جنت کے دروازے پر آئیں گے۔ اسے کھٹکھٹائیں گے۔ آپ کے لئے دروازہ کھولا جائے گا۔ آپ اس میں داخل ہوں گے تو پروردگار تجلی فرمائے گا اور یہ تجلی کسی نبی کے لئے قطعاً نہ ہوگی۔ اسے دیکھ کر آپ سجدے میں گر جائیں گے۔ یہ حدیث انتہا سے زیادہ غریب ہے۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ بارہ امام کا مقام بجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑا ہے۔ لہذا منبر علیؓ سب سے زیادہ طویل اور سب سے زیادہ نورانی ہونا چاہیے۔

سنیوں کا عقیدہ ہے کہ کوئی امتی کسی نبی کا مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ بالخصوص تمام انبیاء پر فوقیت

نوٹ۔ اس داستان کا راوی
کثیر بن حبیب اللیثی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت انتہائی غریب ہے۔ کو ابن ابی حاتم نے ثقہ کہا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۴۰۳

اے علیؓ امت تیرے ساتھ غداری کرے گی

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ امت تیرے ساتھ غداری کرے گی۔ میزان ج ۳ ص ۲۰۱

جب حضرت علیؓ کو اس بات کا علم تھا تو انہیں خلافت سنبھالنی ہی نہیں چاہیے تھی۔ اور اگر سنبھالی تھی تو کسی کے ساتھ بگاڑ نہیں رکھنا چاہیے تھا۔

کامل بن العلاء السعدی

اس روایت کا راوی کامل بن العلاء السعدی الکوفی ہے۔ اس کی کنیت ابوالعلاء ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ یہ حدیث کی سندات میں تبدیلیاں کرتا رہتا۔ اور صحابی کے قول کو حدیث رسول بنا کر پیش کرتا ہے۔ میزان ج ۳ صہ ۴۰۱

کامل نے یہ روایت حبیب بن ابی ثابت سے نقل کی ہے اور حبیب نے

ثعلبہ بن یزید الحمانی

سے نقل کی ہے۔ ثعلبہ حضرت علیؓ کی جانب سے پولیس افسر تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ خالص شیعہ ہے۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ یعنی اے علیؓ! امت تیرے ساتھ غداری کرے گی۔ اس روایت کو ثعلبہ سے حبیب نے نقل کیا ہے۔ اور کوئی اس روایت کو نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ا صہ ۳۷۰۔ اس ثعلبہ کو اگرچہ نسائی نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن امام شعبی تابعی کا قول ہے کہ حضرت علیؓ کے سب ساتھی جھوٹے ہیں۔ اور محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ علیؓ سے جتنی روایات مروی ہیں سب جھوٹ ہیں۔

علیؓ سے محبّت کرنیوالے کو پسینہ کے ہر قطرہ کے بدلے جنّت میں ایک شہر ملے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے علیؓ سے محبت کی۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدن کے پسینے کے ہر قطرے کے بدلے جنّت میں ایک شہر عطا فرمائے گا۔ میزان ج ۳ صہ ۶۲۴

اس کا واضع وہی ابن شاذان ہے۔ اور اس نے اس روایت میں امام مالک کا نام بھی لیا ہے۔ حاشا وکلا امام مالکؒ کی مرویات محدثین میں مشہور ہیں ہمیں ان کی مرویات میں یہ روایت کہیں نظر نہیں آتی۔

ہاں ہمیں یہ سنکر ضرور خوشی حاصل ہوئی کہ ہر شیعہ کو جنّت میں شہروں کی صورت میں اتنی

Marfat.com

بڑی مملکت عظمیٰ زمانے کا جس پر کسریٰ پرویز بھی حسد کرتا تھا۔ اور موجودہ دور کے امریکہ اور روس بھی۔ اتفاق سے شیعوں کی بہت سے تمنا رہی ہے۔ اور اس نے اس کے لئے حضرت علیؓ اور حسینؓ کو شمع راہ بنائیں۔ اور جب دنیا میں حسرت پوری ہوتی نظر نہ آئی تو جنت کے ٹھیکیدار بن گئے۔

علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے معاذؓ کو ہمیشہ علیؓ کی جانب دیکھتے دیکھا۔ میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی آپ نے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔ میزان ج ۳ ص ۴۵

ذہبی لکھتے ہیں اس کا واضع

محمد بن اسمٰعیل الرازی محمد بن اسمٰعیل بن موسیٰ بن ہارون الرازی ہے۔ خطیب کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کا وضع کرنے والا یہی ہے۔ خطیب نے اس کی متعدد موضوعات نقل کی ہیں۔ اس راوی کا انتقال ۳۵۰ھ کے بعد ہوا۔

موسیٰ بن نصر الرازی محمد بن اسمٰعیل الرازی کا دعویٰ تھا کہ اس نے یہ روایت موسیٰ بن نصر الرازی سے سنی ہے جو جریر کے شاگرد تھے۔ خطیب کا دعویٰ ہے کہ محمد بن اسمٰعیل الرازی نے موسیٰ بن نصر سے کبھی ملاقات نہیں کی۔

اس روایت میں ایک عیب یہ ہے کہ محمد بن اسمٰعیل کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت محمد بن الفقیس نے ہوذہ سے نقل کی ہے اور ہوذہ نے ابن جریج سے اور ابن جریج نے ابو صالح سے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ محمد بن ایوب نے ہوذہ کا زمانہ نہیں پایا اور ہوذہ نے ابن جریج کا اور ابن جریج نے ابو صالح کا زمانہ نہیں پایا۔ گویا ان کے درمیان میں کم از کم تین راوی اور ہونے چاہئیں۔

اس کی سند پر اور بھی اعتراضات کئے جا سکتے ہیں لیکن ہماری تو غرض صرف اتنی سی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت معاذؓ کو یہ عمل کرتے کب دیکھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضورؐ کی حیات میں

Marfat.com

دیکھا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر توہین رسولؐ کیا ہو گی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چھوڑ کر حضرت علیؓ کے چہرے کو دیکھا جائے اور وہ بھی لگاتار یعنی ٹکٹکی باندھ کر۔ کیونکہ لفظ یدیم دوام ثابت کرتا ہے اور یہ کسی صحابی سے ممکن نہیں لیکن فرقہ شیعہ اس امر کا دعویدار ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی جانب دیکھنا کوئی عبادت نہیں۔ لیکن علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔

لیکن اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ معاذؓ نے یہ مشن حضورؐ کی وفات کے بعد شروع کیا تو وفاتِ رسول کے بعد صحابہ کرام مرتدین کے قلع قمع میں لگے رہے۔ اور بعد میں معاذؓ شام کی مہمات میں ابوعبیدہؓ کے ساتھ چلے گئے اور وہیں ۱۸ھ میں انتقال فرمایا۔

دراصل سبائیوں نے یہ تصور کر لیا ہے کہ سُنی جاہل اور بے وقوف ہیں لہٰذا انہیں جو چاہے سبق پڑھا دو۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کہ ابھی کچھ صاحب علم باقی ہیں۔

اگر کوئی صاحب استغراق یہ فرمائیں کہ یہ سب کچھ عالم استغراق میں ہوتا تھا۔ تو حضرت معاذؓ تو ہمہ استغراق نبوی میں تھا۔ اور اس وقت اسی استغراق کی ضرورت تھی۔ انہیں حضرت علیؓ کے سلسلہ میں کسی استغراق کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

تین شخصوں نے اللہ کے ساتھ کبھی کفر نہیں کیا

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین شخصوں نے اللہ کے ساتھ کبھی کفر نہیں کیا۔ ایک مؤمن آل یٰسین، ایک فرعون کی بیوی آسیہ اور ایک علیؓ بن ابی طالب

میزان ج ۲ ص ۶۲

اس روایت کا جھوٹا ہونا اس کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس لئے کہ حضرت آسیہ فرعون کی کی بیوی پہلے متفقہ طور پر کافرہ تھیں، بعد میں حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائیں۔ اس طرح آل یٰسین پہلے کافر تھا۔ بعد میں حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لایا۔

جہاں تک حضرت علیؓ کا تعلق ہے تو اگر وہ روز پیدائش ہی سے مومن تھے۔ جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے اپنی جلاء العیون میں نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی پیدائش کے تیسرے روز سورة

Marfat.com

مومنوں کی تلاوت فرمائی جب کہ ابھی حضور کو نبوت بھی نہ ملی تھی۔ اور فاطمہؓ بنت اسد تو حضرت علیؓ کی پیدائش کے وقت بھی مسلمان تھیں۔

ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ فاطمہؓ بنت اسد حضرت علیؓ کی والدہ کا کوئی امتیازی خصوصیت کے بغیر تذکرہ نہیں کرتا اور لطف یہ کہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہؓ کو سیدۃ النساء بنا لیا لیکن فاطمہؓ بنت اسد کو قطعاً بھلا دیا گیا۔ حالانکہ وہ تو سب سے پہلے امام کی ماں تھیں۔

ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو حضرت علیؓ نابالغ تھے۔ اور نابالغ غیر مکلف ہوتا ہے۔ اور فرقہ شیعہ کے نزدیک وہ پیدائش کے وقت بھی مسلمان تھے۔ ایسی صورت میں ان کے اسلام کی کہانیاں کیا معنی رکھتی ہیں اور علی الخصوص اس صورت میں کہ حضور کی صاحبزادیوں کے ایمان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہئے

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ بچپن میں حضرت علیؓ کی پرورش حضور نے فرمائی حتیٰ کہ تاج العیون میں ہے کہ تیسرے روز آپ علیؓ کو لے آئے تھے۔ ایسی صورت میں ان کے کفر کا سوال پیدا ہوتا ہے۔

محمد بن المغیرہ

دراصل اس روایت کا راوی محمد بن مغیرۃ الشہرزوری ہے۔ ... کا بیان ہے کہ یہ حدیث چور تھا۔ اور روایت وضع کیا کرتا تھا۔

یحییٰ بن الحسین

محمد بن المغیرہ نے یہ روایت یحییٰ بن الحسین المدائنی سے نقل کی ہے جو ابن لہیعہ سے نقل کرتا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول الحال ہے۔ نیز خطیب نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ میزان ج ۴ صفحہ ۳۶

اس محمد بن مغیرہ نے یہ داستان عبداللہ بن لہیعہ سے نقل کی ہے۔ جس کا حال پہلے بیان کر چکے ہیں۔ الغرض یہ روایت جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔

رحمت الٰہی سے مراد علی ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ جو یہ فرماتا ہے۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ

وبرحمتہ۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے۔
ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں فضل اللہ سے مراد محمدؐ اور رحمت اللہ سے مراد علیؓ ہیں۔
میزان ج ۳ ص ۲۳

سُدّی ابن عباسؓ کے اس قول کا راوی محمد بن مروان ہے جو سدی صغیر کے لقب سے مشہور ہے تمام محدثین نے اسے ترک کیا ہے اور بعض حضرات نے اسے کذاب کہا ہے تفصیل پہلے بیان کی جا چکی۔

کلبی سدی نے یہ تفسیر کلبی سے نقل کی ہے۔ جو مشہور رافضی اور کذاب ہے۔ یہ تفسیر ابو صالح سے نقل کرتا ہے۔ جسے اس نے دو ایک بار دیکھا تھا۔ لیکن اس نے اسے پوری تفسیر گھول کر پلادی۔ اسی طرح ابو صالح نے کبھی ابن عباسؓ کو نہیں دیکھا لیکن وہ تفسیر ابن عباس ابو صالح کو دیکھے بغیر گھول کر پلا گئے اور پھر ابو صالح نے اسے کلبی کو گھول کر پلا دیا۔

بقول ابن حبان کلبی کو جب جھوٹ بولنا ہوتا ہے تو وہ اس کام کے لئے ابو صالح کو قبر سے باہر نکال کر کھڑا کر دیتا ہے اور پھر اس کے نام سے خوب دل کھول کر جھوٹ بولتا ہے۔ اور چونکہ ہم جھوٹ کے دلدادہ ہیں۔ لہذا ہم نے تفسیر کلبی کا نام تفسیر ابن عباسؓ تجویز کیا اور پھر اس نام سے اس کی اتباع شروع کر دی۔ اس کی تفصیل پہلے بارہا گزر چکی ہے۔

حضرت علیؓ سے دوستی نہ رکھنے والا جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیگا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ! اگر کوئی بندہ ایک ہزار سال تک اللہ کی عبادت کرتا رہے، اس کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے اور صفا و مروہ کے درمیان مظلوم قتل ہو۔ لیکن وہ شخص تجھ سے دوستی

رکھتا ہو تو وہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا اور اس میں داخل بھی نہ ہوگا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۵۹

ہم پہلے تحریر کر چکے کہ جس روایت میں یا علیؓ ہو موضوع ہوتی ہے۔ اس روایت میں یا علیؓ آ رہا ہے۔ اور کم از کم ان روایات کے مطالعہ کرنے کے بعد حضرات ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کا تصور ذہن سے قطعاً نکل جاتا ہے۔ اور یہ ماننے میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؓ کے علاوہ بقیہ صحابہ سب منافق تھے لیکن یہ منافقت کا مرض یا تو یہودیوں میں پایا جاتا ہے یا عجمیوں میں۔ عربوں میں زمانہ کفر میں بھی یہ مرض نہ تھا۔ کیونکہ منافقت کا مرض ہمیشہ کمزور لوگوں میں پایا جاتا ہے۔

محمد بن عبداللہ البلوی

اس کا راوی محمد بن عبداللہ بن محمد البلوی ہے۔ اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں یہ محمد بن عبداللہ کذاب ہے اور یہ روایت قطعاً موضوع ہے۔

ابراہیم

بلوی نے یہ روایت ابراہیم سے نقل کی ہے۔ یہ ابراہیم کون سا ہے۔ اس کا علم یا تو کسی عالم الغیب کو ہو سکتا ہے یا یہ جھوٹ وضع کرنے والے کو۔ کیونکہ جب تک ابراہیم کے باپ کا نام معلوم نہ ہو وہ قطعاً مجہول ہے۔ امام ذہبی نے اپنی میزان الاعتدال میں ۱۳۲ ابراہیم نامی راویوں کا ذکر کیا ہے جو تقریباً سب ضعیف ہیں۔ اور یہ ابراہیم عبیداللہ بن العلاء سے نقل کر رہا ہے جس کا وجود بھی تاریخ میں نظر نہیں آیا۔ اور عبیداللہ اپنے باپ علاء سے نقل کرتا ہے۔ یہ علاء کون ہے اس کا بھی ہمیں علم نہیں۔ کتب رجال میں سو کے قریب علاء نامی افراد پائے جاتے ہیں جن میں ستر سے زیادہ ضعیف ہیں اور اتفاق سے ان میں کوئی ایسا علاء موجود نہیں جو زید بن علی بن حسین سے حدیث روایت کرتا ہو۔ کیونکہ موجودہ روایت کا علاء زید بن علی بن حسین سے روایت کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ علاء علم باطن کا کوئی راز ہو۔ یا امام غائب کی طرح وہ بھی اس دنیا سے غائب ہو۔ ان تمام امور کی وضاحت رافضی صاحبان ہی کر سکتے ہیں نہ ہم رافضی ہیں اور نہ علم باطن کے ماہر ہیں۔

Marfat.com

آسمان سے اخروٹ کا نزول

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک لگی تو جبرئیلؑ نازل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک اخروٹ تھا۔ جبرئیلؑ نے آپؐ کو وہ اخروٹ دیا۔ آپ نے اسے توڑا تو اس میں ایک سبز کاغذ رکھا ہوا تھا۔ جس پر نور سے لکھا ہوا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں نے آپ کی تائید علیؓ سے کی۔ اور انہی کے ذریعہ آپ کی مدد کی۔ جس نے مجھ پر میرے فیصلہ میں تہمت لگائی یا مجھ پر رزق میں تاخیر کا الزام لگایا وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا۔ میزان ج ۳ ص ۹۹

عجیب لطیفہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک لگ رہی ہے۔ تو اخروٹ نازل ہوتا ہے اور وہ بھی کھانے کے لئے نہیں۔ بلکہ حضرت علیؓ کی فضیلت میں ایک جملہ لکھا ہوا ملا۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا اس جملہ سے بھوک مٹ گئی ؟ اگر ایسا واقعہ پیش آیا تھا تو حضرت علیؓ کے پجاریوں کو بھوکا رہنا چاہیے تھا۔ لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ اس فرقہ سے زیادہ پیسے کا بھوکا کوئی اور فرقہ شاید ہی ہو۔

محمد بن ابی الزعیزعہ اس کا واضع محمد بن ابی الزعیزعہ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ میزان ج ۳ ص ۹۹

اس کا ایک اور راوی میمون بن مہران ہے جو مجہول ہے۔

چار افراد ایک مخصوص مٹی سے پیدا ہوئے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں، ہارونؑ، یحییٰؑ اور علیؓ ایک مٹی سے پیدا ہوئے۔ آج تک ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کس شئے سے پیدا ہوئے۔ کبھی یہ دونوں حضرات نور سے پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی درخت سے اور کبھی مٹی سے۔ پھر ان کے ساتھ کبھی تخلیقی عمل میں حضرت فاطمہ اور حضرات حسنینؓ شریک ہوتے ہیں۔ کبھی اور دیگر افراد

Marfat.com

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ بھی ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتیں۔ اور نہ ان کی اولاد۔ ان حضرات کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ ان تینوں کے خاوند اموی ہیں اور ان کی اولاد بھی اموی ہے۔ تو شیعہ نے ہمیں یہ سبق پڑھایا ہے کہ بنو امیہ تو حضور کے پکے دشمن تھے لیکن آپ کی زندگی میں بنو امیہ کے جتنے افراد ایمان لائے بنو ہاشم خاندان میں سے اس کے آدھے بھی ایمان نہ لائے۔ اسی باعث کسی ہاشمی عورت کو ام المومنین ہونے کا فخر حاصل نہیں ہوا۔ جبکہ ام المومنین ام حبیبہ حضرت ابوسفیانؓ کی صاحبزادی آپ کے نکاح میں آئیں جو کہ اموی تھیں۔

جس طرح آپؐ کی دیگر صاحبزادیاں اموی ہونے کے باعث آپؐ کی اولاد ہونے سے خارج ہوتی ہیں اسی طرح حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں سے حضرت زینبؓ اور حضرت ام کلثومؓ اس فخر سے محروم ہوتی ہیں۔ زینبؓ اس لئے خارج ہیں کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد انہوں نے یزید کے پاس رہنا پسند کیا۔ اور فرمایا کہ میں یہاں اپنے داماد کے پاس رہوں گی۔ اور آج تک ان کا مزار دمشق میں ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ یزید پر قتل حسینؓ کا الزام سراسر جھوٹ ہے۔

رہیں حضرت ام کلثومؓ انہوں نے حضرت عمرؓ سے نکاح فرمایا۔ اور اتفاق سے یہ نکاح پڑھانے والے حضرت حسنؓ تھے۔ اس لحاظ سے حضرت عمرؓ کی اولاد بھی بنی ہاشم ہوئی۔ کیونکہ شیعوں کے ہاں نسب عورت سے چلتا ہے مرد سے نہیں۔ لیکن ہماری غرض یہ ہے کہ حضور کی صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ بھی ہاشمیہ تھیں۔ اگرچہ وہ اموی کے نکاح میں گئیں لیکن ان کی اولاد بھی تو ہاشمی ہوگی۔ اسی لئے تو حضرت فاطمہؓ کے علاوہ بقیہ صاحبزادیوں کا پتا کاٹا جاتا ہے۔

اس کا راوی محمد بن خلف المروزی ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابن جوزی نے اس کی روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ میزان ج ۳ ص ۵۳۸

Marfat.com

فرشتے سات سال تک حضرت علیؓ پر درود پڑھتے رہے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے مجھ پر اور علیؓ بن ابی طالب پر سات سال تک درود پڑھتے رہے ۔ اور لا الہ الا اللہ کی شہادت زمین سے آسمان کی جانب بلند نہیں ہوتی تھی میرے اور علیؓ کے ۔ میزان ج ۲ ص ۳۶۹

جب کلمۂ شہادت حضرت نبیؐ اور حضرتؓ کے علاوہ کسی کا قابلِ قبول نہیں اور نہ وہ آسمانوں پر چڑھتا ہے ۔ لہٰذا حضرت علیؓ کے علاوہ سب کا اسلام غیر مقبول ہے ۔ جن میں خاص طور پر حضرت فاطمۂ اور حضرات حسنینؓ بھی داخل ہیں ۔ گویا ان حضرات کا بھی نامقبول ہے ۔

عباد بن عبد الصمد ذہبی لکھتے ہیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کھلی تہمت ہے اور اس کا راوی عباد بن عبد الصمد البصری ہے ۔ بخاریؔ کا بیان ہے کہ اس کی بیان کردہ روایت پر اعتراض ہے ۔ ابن حبانؔ لکھتے ہیں یہ بہت واہی اللسان ہے ۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ انتہائی ضعیف ہے ۔ ابن عدیؔ لکھتے ہیں اس کی عام روایات حضرت علیؓ کے فضائل میں ہوتی ہیں یہ غالی رافضی ہے ۔ میزان ج ۲ ص ۳۶۹

ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ ابن عدی کا بیان ہے کہ عباد غالی قسم کا رافضی ہے ۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے حضرت انسؓ سے اس نے ایک نسخہ نقل کیا ہے جس کی عام روایات منکر ہیں ۔ اور اکثر روایات حضرت علیؓ کے فضائل میں پیش کی گئی ہیں ۔ ابو حاتم رازی کا بیان ہے ۔ کہ یہ شخص انتہائی ضعیف الحدیث ہے ۔ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں ۔ موضوعات کبیر ج ۱ ص ۳۴۱

رہا یہ سوال کہ کلمۂ شہادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے علاوہ کسی کا آسمانوں کی جانب بلند نہیں ہوتا تو ارشاد الٰہی ہے ۔

اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ	اس کی جانب پاک کلمے بلند ہوتے اور وہ نیک عمل کو اٹھاتا ہے ۔

Marfat.com

اس آیت سے یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ ائمہ معدودہ مخلوق کے نہ صرف پابند شریعت اور پیغام پہنچاتے ہیں۔ بلکہ اس کی جانب سے جملہ نصابی بھی اٹھائے جاتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ قرآن کی اس آیت میں ناصبیوں نے ترمیم کر ڈالی ہو۔ کیونکہ وہ جب دس پارے فضائل علیؓ سے متعلق ہضم کر سکتے ہیں یا ام المومنین عائشہؓ کی بکری انہیں کھا سکتی ہے تو اس آیت میں ترمیم بھی ہو سکتی ہے۔ معاذ اللہ

حضرت علیؓ امیر البررہ ہیں

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؓ نیک لوگوں کے امیر امیر البررہ اور فاجروں کے قاتل ہیں۔ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ میزان

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے حضرت علیؓ کا کسی جنگ میں ساتھ نہیں دیا۔ لیکن ان پر سبائی برادری اس لئے زیادہ مہربان ہے کہ سبائیوں کے ایک امام یعنی جناب باقر نے حضرت جابرؓ سے احادیث سنی ہیں۔ اس لئے ان کا نام لینا ضروری ہے۔ اگرچہ تمام انصار ان منافقین میں شامل تھے۔ جنہوں نے حضرت علیؓ کی جگہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ اور جو لوگ ابوبکرؓ و عمرؓ کو مسلمان تسلیم کریں وہ سب کافر ہیں۔ اس لحاظ سے نہ صرف حضرت جابرؓ بلکہ موجودہ دور کے تمام سنی کفر میں شامل ہیں

احمد بن عبداللہ اس روایت کا اولین راوی احمد بن عبداللہ بن یزید الہاشمی المؤدب ہے۔ اس کی کنیت ابوجعفر ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ سامرا میں مقیم تھا۔ اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ۲۷۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۱۱

عبدالرزاق بن ہمام یہ احمد اس روایت کو عبدالرزاق بن ہمام سے نقل کر رہا ہے۔ اس پر ہم پہلے تفصیلی کلام کر چکے ہیں کہ اول تو وہ آخر میں رافضی ہوگیا تھا ثانیاً ۲۱۳ھ میں یہ نابینا ہوگیا تھا۔ جس کے بعد اس کی کوئی روایت قابل قبول نہ سمجھی جاتی تھی۔ اور ظاہر ہے

کہ احمد بن عبداللہ نے اگر اس سے کوئی روایت سنی بھی ہے تو سن ۲۰۰ھ کے بعد سنی ہوگی۔ اس لئے کہ اس احمد کا انتقال ۲۷۳ھ میں ہوا۔ اور اس کا شمار معمرین میں نہیں یعنی جن کی عمر سو سال یا اس کے قریب یا اس سے زیادہ ہوئی ہو۔ بہرحال اصل بات وہی ہے جو ابن عدی نے فرمائی کہ یہ روایت احمد بن عبداللہ بن یزید الہیثمی نے خود وضع کر کے ان لوگوں کی جانب منسوب کر دی ہے۔

ابن خثیم المکی

عبدالرزاق یہ روایت سفیان کے واسطے سے ابن خثیم المکی سے نقل کر رہا ہے اس ابن خثیم کا نام عبداللہ بن عثمان ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس کی احادیث قوی نہیں۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی کہتے ہیں۔ ضعیف ہے۔ میزان ج ۲ ص ۵۹

عبدالرحمان بن بہمان

ابن خثیم نے یہ روایت عبدالرحمان بن بہمان سے نقل کی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ اس عبدالرحمان سے ابن خثیم کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ علی ابن المدینی فرماتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ یہ کون شخص ہے۔ میزان ۲ ص ۵۵۱

گویا اس روایت کے ابتداء سے آخر تک تمام راوی وضاع، رافضی، ضعیف اور مجہول لوگ ہیں ایسی صورت میں اس روایت کی کیا پوزیشن ہوگی۔

ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہونگے

حضرت ابو رافع کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ سب سے پہلے جنت کے اندر میں، اے علی رضی اللہ عنہ تو اور حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ داخل ہوں گے۔ اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہوگی۔ اور ہمارے دائیں بائیں ہمارے شیعہ ہوں گے۔ میزان ج ۳ ص ۶۳۵

یعنی جنت صرف اولاد علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ماننے والوں کے لئے بنی ہے۔ تو ہم جیسے لوگوں کا وہاں کیا گذر ہوگا۔ رہے اہل سنت تو وہ حب علی رضی اللہ عنہ اور حب حسین رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں خالص شیعہ ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بائیں جانب انہی کا گروہ ہو۔ باقی ہم تو یہ جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارشاد

Marfat.com

فرمایا میری امت میں ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور اس میں آپؐ نے حب علیؑ کی کوئی شرط نہیں لگائی۔ اس لئے ہمیں اللہ سے امید ہے کہ ہم ان میں داخل ہوں۔

محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع

اس کا راوی محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ہے جو ابو رافعؓ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوتا ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ تمام محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔

بخاری کا بیان ہے کہ ابو رافعؓ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوتا محمد منکر حدیث ہے یحیی بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا قول ہے کہ یہ انتہائی منکر الحدیث ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا تھا۔ میزان ج ۳ ص ۶۳۵

دارقطنی لکھتے ہیں محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع اپنے باپ زید بن اسلم، عطا اور حکم سے حدیث روایت کرتا ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفا والمتروکین ص ۹۲ للدارقطنی

کتاب الضعفا کے محشی لکھتے ہیں ابو حاتم اور بخاری کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے یحیی بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ حاشیہ کتاب الضعفا ص ۱۲۷

امام بخاری لکھتے ہیں۔

محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع اپنے باپ اور داؤد بن الحصین سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اس سے علی بن ہاشم نے حدیث روایت کی ہے منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفا الصغیر ص ۱۰۱

الضعفا والصغیر کے محشی لکھتے ہیں یحیی بن معین کا بیان ہے۔ یہ اور اس کا بیٹا معمر کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے انتہا سے زیادہ منکر الحدیث ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار شیعان کوفہ میں ہوتا تھا۔ حاشیہ الضعفا الصغیر ص ۱۰۱

ذہبی کا بیان ہے یہ روایت طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں حرب بن الحسن الطحان کے ذریعہ یحیی بن یعلی سے نقل کی ہے۔ اور یحیی اس محمد سے نقل کرتا ہے۔ حرب بن الحسن الطحان پر بھی اعتراض ہے

اور یہ روایت باطل ہے ۔ میزان ج ۳ صفحہ ۶۳۵

اے علیؓ! جس شخص نے تجھ سے بُغض رکھا اس نے مجھ سے بُغض رکھا

صلصال بن دلہمس البخاری کا بیان ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں علیؓ آ گئے ۔ آپ نے فرمایا اے علیؓ وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو اس کا مدعی ہے کہ وہ مجھؐ سے محبت رکھتا ہے اور اس شخص سے بغض رکھتا ہے جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھؐ سے محبت کی ۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی اسے اللہ نے محبوب بنایا اور جسے اللہ محبوب بنائے ۔ اسے اللہ جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے تجھ سے بُغض رکھا اس نے مجھؐ سے بُغض رکھا اور جس نے مجھ سے بُغض رکھا اور اس نے تو اللہ سے بغض رکھا اور اللہ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا ۔ میزان ۳ صفحہ ۵۸۶

صلصال • صلصال بن دلہمس کا یہ بیان ہے کہ جب یہ واقعہ پیش آیا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے ۔ حالانکہ صلصال نامی کسی صحابی کا وجود نہیں ۔ نیز یہ صلصال بُخارا کا باشندہ ہے اور بخارا کا کوئی فرد بشر صحابی نہیں ۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں نہ بخارا تک اسلام پہنچا تھا اور نہ اہل بخارا کو اسلام کے بارے میں کچھ علم تھا ۔ لہذا صلصال نامی کوئی صحابی رسول نہیں ۔ بلکہ بخارا کے آتشکدہ کا کوئی پجاری ہوگا ۔

اس صلصال سے اس واقعہ کو نقل کرنے والا اس کا بیٹا ضوتر ہے ۔ جس کا تاریخ میں کوئی وجود نہیں اور ضوتر سے نقل کرنے والا اس کا بیٹا محمد ہے ۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اسے حجت میں پیش کرنا جائز نہیں ۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی روایت باطل ہے ۔ اور ہمیں یہ اطلاعات ملی ہیں کہ وہ بغداد میں جھوٹ بولنے اور شراب نوشی میں مشہور زمانہ ہے ۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں اس سے دین کی کوئی بات سننا حلال نہیں ۔ اس لئے کہ وہ کذاب

Marfat.com

ہے۔ شراب نوشی اور فسق و فجور میں مشہور ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۶۵

ہم پہلے یہ بیان کر چکے کہ وہ روایت جس میں یا علی کے الفاظ ہوں جیسا اس روایت

یا علی بمنزلة هارون من موسیٰ کے سب جھوٹ اور باطل ہیں۔

دس حصوں میں سے نو حصے حکمت علیؓ کو دی گئی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حکمت تقسیم کی گئی تو حضرت علیؓ کو نو حصے دیئے گئے۔ باقی تمام انسانوں کو ایک حصہ دیا گیا۔

احمد بن عمران بن سلمہ اس کا راوی احمد بن عمران ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہے اور یہ روایت جھوٹ ہے۔ میزان ج ا ص ۱۲۲

اس روایت کے جھوٹا ہونے کی متعدد دلائل ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت علیؓ نے حصول خلافت کے لئے جو طریقے استعمال کئے وہ سراسر حکمت کے خلاف تھے۔ اسی لئے آخر میں ان کی خلافت کوفہ تک محدود ہو کر رہ گئی تھی حتیٰ کہ اہل بصرہ بھی ان کے اور تشیع کے مخالف رہے۔

۲۔ یہ روایت جن حضرات کی جانب منسوب کی گئی ہے ان میں سے کوئی جھوٹا نہ تھا۔ لہٰذا یہ روایت یقیناً احمد بن عمران کی وضع کردہ ہے۔

۳۔ حضرت علیؓ کو جو نو حصے حکمت کے دیئے گئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ روز بروز ان کی حکومت میں کمی آتی گئی اور ان کے صاحبزادے حضرت حسنؓ امیر معاویہ سے صلح کرنے پر مجبور ہوئے اور تمام صحابہ نے ان کی بیعت کی۔ اور اس دن کا نام عام الجماعت رکھا گیا۔

اس روایت پر ہم اس لئے مزید کلام کرنا نہیں چاہتے کہ حکمت کے اس بچے ہوئے دسویں حصہ میں انبیاء کرام بھی ہیں۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جب نو حصہ حکمت حضرت علیؓ کی صورت میں دنیا سے اٹھ گئی تو بیچارے حسنؓ کو بھی بے وقوفوں سے صلح کرنی پڑی اور حضرت علیؓ حکمت کے نو حصے

Marfat.com

ے کر ایسے رخصت ہوئے کہ اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ کے لئے خلافت سے محروم کر گئے۔

سیب کی حور

حضرت ابوسعیدؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب مجھے رات کو لے جایا گیا تو میں جنت میں داخل ہوا۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے ایک سیب دیا۔ اچانک وہ سیب پھٹا۔ اور اس سے ایک حور برآمد ہوئی۔ میں نے اس حور سے دریافت کیا تو کس کے حصہ میں آئی ہے۔ اس نے جواب دیا علیؓ بن ابی طالب کے۔ میزان ج ا صفحہ ۱۲۰

اس روایت کو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں احمد بن علی بن عیسٰی بن ہامان سے روایت کیا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت عبداللہ بن سلیمان نے بھی نقل کی ہے۔ لیکن اس نے حضرت علیؓ کے بجائے حضرت عثمانؓ کا نام ذکر کیا ہے۔ میزان ج ا صفحہ ۱۲۰

اس روایت میں صرف یہی عیب نہیں کہ اس کا ایک راوی احمد بن علی بن عیسٰی بن ہامان ہے جو قابل قبول نہیں۔ بلکہ یہ روایت ابوسعید کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ اور ابوسعید سے یہ کہانی نقل کرنے والا وہی عطیہ ہے۔ جس کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ ابوسعید یعنی کلبی کذاب سے روایت نقل کرتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ ہمارے قارئین کے ذہن سے کلبی کا خاکہ نکل گیا ہو۔ لہٰذا اس کا حال دوبارہ پیش کیا جاتا ہے۔

محمد بن السائب المعروف بہ کلبی اس کی کنیت ابوالنضر ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے مشہور مورخ، مفسر اور ماہر انساب میں شمار ہوتا ہے

امام سفیان ثوری کا بیان ہے کہ ایک روز مجھ سے اس کلبی نے کہا کہ ایک دن مجھ سے ابوصالح نے

کہا کہ میں نے ابن عباسؓ کی جتنی روایات بیان کی ہیں وہ کسی سے بیان نہ کرنا۔

دراصل اس کلبی نے ابو صالح کے واسطے سے ابن عباسؓ سے پورے قرآن کی تفسیر نقل کی ہے جو تفسیر ابن عباس کے نام سے بازار میں ملتی ہے۔ کلبی اس سلسلہ میں یہ بیان کرتا پھرتا ہے کہ ابو صالح نے یہ سب روایات جھوٹ نقل کی ہیں۔

ابو عوانہ کا بیان ہے کہ میں نے کلبی کو کہتے سنا کہ جتنی جلد میں نے قرآن حفظ کیا اتنی جلد کسی اور نے نہیں کیا۔ یعنی میں نے پورا قرآن صرف چھ روز میں حفظ کر لیا تھا۔ اور جتنی بھول مجھے واقع ہوئی اتنی بھول کسی کو واقع نہ ہوئی ہوگی۔ کیونکہ میں ایک روز حجامت بنوا رہا تھا۔ میں نے اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑی تاکہ ایک بالشت سے زیادہ جو ہے اسے کٹوا دوں لیکن نیچے کے بجائے اوپر سے کٹوا دی۔

امام سفیان ثوری کا فرمان ہے کہ اس کلبی سے بچو۔ کیونکہ کلبی نے خود مجھ سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو صالح کے واسطے سے ابن عباسؓ کی جتنی احادیث بیان کی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں۔ یعنی تفسیر ابن عباس۔

یعلی محاربی کا بیان ہے کہ میں کلبی سے تفسیر پڑھنے جاتا تھا۔ ایک روز کہنے لگا کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوا۔ جو کچھ مجھے یاد تھا میں سب کچھ بھول گیا۔ میں آل محمد کے پاس گیا۔ انھوں نے میرے منہ میں تھوک دیا۔ جس سے سب بھولا ہوا سبق یاد آگیا۔ یعلی کا بیان ہے کہ میں نے یہ سننے کے بعد اس کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ اور قسم کھائی کہ آئندہ اس کی کوئی روایت نہ لوں گا۔

یزید بن زریع کا بیان ہے کہ یہ کلبی سبائی ہے۔

اعمش کا بیان ہے کہ اس سبائی سے بچو۔ کیونکہ میں نے اپنے زمانہ کے جتنے لوگوں کو دیکھا وہ سب ان سبائیوں کو جھوٹا کہتے تھے۔ اور لطف یہ ہے کہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ اعمش شیعہ تھا۔

ابن عدی اور ذہبی کا بیان ہے کہ اس کلبی نے ابو صالح کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر نشہ آور شے حرام ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جب ہم شراب زیادہ پیتے ہیں تو ہمیں نشہ ہوتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر نو گھونٹ پینے میں نشہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر دسویں گھونٹ پر نشہ ہو تو حرام ہے۔ یہ شیعہ مذہب پیش کیا

Marfat.com

جارہا ہے ۔)

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ منکر احادیث پیش کرتا ہے ۔ اور خاص طور پر جب یہ کلبی ابو صالح کے واسطہ سے کچھ روایت کرے تو وہ یقیناً منکر ہوتی ہے اگویا پوری تفسیر ابن عباس منکر ہے)

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ کلبی سبائی تھا ۔ اور ان لوگوں میں داخل تھا ۔ جو یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت علی کی موت واقع نہیں ہوئی ۔ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے ۔ اور اسی طرح اسے عدل سے بھر دیں گے جیسے کہ ظلم سے بھری ہوئی تھی ۔ اگر یہ سبائی طبقہ کوئی بادل دیکھتا تو کہتا کہ امیر المومنین اس بادل میں تشریف لے جارہے ہیں (اور یہ کڑک امیر المومنین کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہے ۔ اور یہ بجلی ان کے کوڑے مارنے کی چمک ہے ۔ اللہ خیر کرے ، دیکھئے امت پر یہ عذاب کب تک نازل ہوتا رہے گا ۔)

ہمام کا بیان ہے کہ میں نے کلبی کو خود یہ کہتے سنا کہ میں سبائی ہوں ۔

ابو عوانہ کا قول ہے کہ یہ کلبی کہا کرتا تھا کہ جبرئیل جب حضور کے پاس وحی لے کر آتے تو اگر آپ حاجت ضروریہ کے لئے چلے جاتے تو جبرئیل وہ وحی علیؓ پر نازل کرتے (اس طرح ایک وقت میں دو نبی تھے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے علیؓ بن ابی طالب اور جتنا قرآن علیؓ بن ابی طالب پر نازل ہوا وہ گیا ۔ جو یں امام کا فرضی بیٹا لے کر غائب ہوگیا ۔)

احمد بن زہیر کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد سے دریافت کیا ۔ کیا کلبی کی تفسیر (یعنی تفسیر ابن عباسؓ) دیکھنا جائز ہے ۔ فرمایا نہیں ۔

یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ کلبی ثقہ نہیں ۔ جوزجانی کا قول ہے کہ کلبی کذاب ہے ۔ دار قطنی اور ایک بڑی جماعت کہتی ہے متروک ہے ۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کا مذہب تو جیسا ہے ظاہر ہے لیکن اس کا جھوٹا ہونا بھی بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ وہ ابو صالح کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے جو تفسیر نقل کرتا ہے وہ بھی جھوٹ ہے ۔ کیونکہ اول تو ابو صالح نے ابن عباسؓ کو دیکھا ہی نہیں ۔ دوئم کلبی نے ابو صالح سے دو ایک باتیں سنی ہیں ۔ جب

Marfat.com

[illegible]

خدیجہ اور علیؓ کے علاوہ کسی نے اسلام قبول نہیں کیا تھا

[illegible]

ایک مرتبہ ایک شخص ... نکلا۔ اس نے آسمان کو دیکھا جب سورج ڈھل گیا ... نماز پڑھنے لگا ... پھر ایک عورت نکلی ... میں نے عباسؓ سے پوچھا۔ اے ابوالفضل یہ کون ہے ...

عباسؓ نے جواب دیا۔ یہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا بھتیجا ہے۔ ... ایک لڑکا نکلا ... اس نے آپ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی۔ ... عباسؓ نے بتایا علیؓ ہے اس کے بھائی کا بیٹا۔ میں نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں۔ عباسؓ نے جواب دیا۔ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور اس کا گمان ہے کہ وہ نبی ہے اور یہ بھی گمان کرتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اس کے لئے فتح کر دیئے جائیں گے۔

عفیفؓ اس کے بعد اسلام لائے اور کہا کرتے تھے۔ اگر اللہ نے اس روز میرے لئے اسلام مقدر فرما دیا ہوتا تو میں علیؓ کے ساتھ دوسرا ہوتا۔ میزان ج ۱ ص ۲۲۳

معنوی لحاظ سے اس روایت میں متعدد ایسی خامیاں پائی جاتی ہیں جو اس روایت کے جھوٹا ہونے کا ثبوت ہیں۔

۱۔ راوی یہ بیان کرنا چاہ رہا ہے کہ یہ ظہر کی نماز تھی۔ جو حضورؐ نے آسمان کی جانب یہ دیکھ کر کہ سورج ڈھل گیا ہے ادا کی۔ حالانکہ جب تک پنج وقتہ نماز فرض نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت تک رات کو نماز ادا کی جاتی رہی۔ اور پنج وقتہ نماز کی فرضیت معراج میں واقع ہوئی اور معراج ہجرت سے ایک سال قبل اور نبوت کے بارہ سال بعد نماز فرض ہوئی۔ گویا راوی یہ بیان کرنا چاہتا ہے۔ کہ نبوّت کے تیرہویں سال تک آپ پر علیؓ کے علاوہ کوئی ایمان نہیں لایا۔ اور حضرت علیؓ اس وقت بھی نابالغ تھے۔ تو تیرہ سال قبل تو وہ اپنی والدہ کا دودھ پی رہے ہوں گے۔

۲۔ ہمیں افسوس اس امر کا ہے کہ راوی حبِّ علیؓ میں مبتلا ہو کر حضورؐ کی صاحبزادیوں کو بھی بھول گیا۔

۳۔ حضرت خدیجہؓ کا انتقال معراج سے قبل ہو چکا تھا۔ اور پنج وقتہ نمازیں معراج میں فرض ہوئی تھیں

۴۔ حضرت علیؓ اسلام لائے تو راویوں کا بیان ہے کہ ان کی عمر بقول بعض ۱۳ سال اور بقول بعض ۹ سال اور بقول بعض اس سے بھی کم تھی۔ لیکن معراج کے بعد یعنی نبوّت کے بارہ سال بعد تو آپ جوان ہو گئے ہوں گے۔ لہٰذا نماز ظہر کے وقت راوی نے جو انہیں نابالغ بچہ کہا تو ہو سکتا ہے کہ یہ عفیف نامی فرضی ہیرو خود بچہ ہو۔

۵۔ ہجرتِ مدینہ سے قبل عورتیں مردوں کے ساتھ نماز نہ پڑھتی تھیں۔ عورتوں کو نماز میں شرکت کا حکم مدینہ آنے کے بعد ملا۔

۶۔ مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں مقیم تھے، نہ کہ خیمے میں۔ خواہ وہ مکان آپؐ کے والد کا ہو یا حضرت خدیجہؓ کا۔

جہاں تک سند کا تعلق ہے تو ہمیں عفیف کا حال معلوم نہیں۔ اور نہ تاریخ میں کہیں نظر آتا ہے۔ جن لوگوں نے انھیں صحابی قرار دیا ہے وہ اسی روایت کو پیشِ نظر رکھ کر دیا ہے۔ لیکن جب یہ روایت فی الواقع غلط ہے۔ تو ان کا اسلام کیسے ثابت ہوگا۔ کیونکہ ان سے اور کوئی روایت مروی نہیں

Marfat.com

عفیف سے اس روایت کو نقل کرنے والے ان کے بیٹے ایاس اور یحییٰ ہیں۔ ایاس سے ان کے بیٹے اسمٰعیل کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس ایاس کی حدیث پر اعتراض ہے رہا عفیف کا دوسرا بیٹا یحییٰ تو بخاری کہتے ہیں اس کی روایت صحیح نہیں۔ میزان ج ا صفحہ ۲۲۳ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ بھی مجہول ہے۔ میزان ج ۴ صفحہ ۳۹۰

کیا کسی کی زوجہ میری زوجہ کے مانند ہے؟

حضرت ابوالطفیلؓ کا بیان ہے کہ میں شوریٰ کے روز دروازے پر موجود تھا۔ اچانک آوازیں بلند ہونے لگیں اور میں نے علیؓ کو یہ کہتے سُنا کہ لوگوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی حالانکہ میں اس معاملہ میں ابوبکرؓ سے زیادہ حقدار تھا۔ لیکن میں نے تب بھی ابوبکرؓ کی بات سُنی اور اطاعت کی اس خوف سے کہ لوگ کافر نہ بن جائیں اور ایک دوسرے کی گردن نہ کاٹنے لگیں۔

پھر لوگوں نے عمرؓ کی بیعت کر لی۔ اور اللہ کی قسم میں عمرؓ سے زیادہ حقدار تھا۔ لیکن میں نے تب بھی عمرؓ کی بات سُنی اور اطاعت کی اس خوف سے کہ لوگ ایک دوسرے کی گردن نہ کاٹنے لگیں۔ اب تم عثمانؓ کو چاہتے ہو میں اس کی بھی سنونگا۔ اور اطاعت کروں گا۔ عمرؓ نے مجھے پانچ آدمیوں میں داخل کر دیا۔ اور عمرؓ نے میری فضیلت نہیں پہچانی۔ اور نہ یہ لوگ مجھے پہچان سکے۔ اور یہ سب اس معاملہ میں برابر ہیں اگر اللہ کی قسم میں کلام کروں تو کوئی عربی اور عجمی اس کے ردّ کی طاقت نہیں رکھتا۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے علاوہ کسی کو اپنا بھائی بنایا۔ پھر فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسمیں دے کر سوال کرتا ہوں کیا کسی کے چچا میرے چچا حمزہؓ کی طرح ہیں۔ سب نے کہا نہیں حضرت علیؓ نے فرمایا کیا کسی کا بھائی میرے بھائی ذوالجناحین (حضرت جعفرؓ) کی طرح ہے جن کے پر ول میں موتی جڑے ہوئے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ جنت میں اڑتا پھرتا ہے۔ کیا کسی کے بیٹے میرے بیٹوں کی طرح ہیں۔ جو نوجوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں۔ سب نے جواب دیا نہیں۔ پھر فرمایا کیا تم میں کسی

Marfat.com

کی زوجہ میری زوجہ کی طرح ہے۔ سب نے جواب دیا نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص مشرکین کو اسی طرح قتل کرنے والا ہے۔ جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مصیبت میں کیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا نہیں۔ (لیکن افسوس کہ پھر بھی عثمانؓ کو منتخب کر لیا گیا)

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ایک طویل روایت ہے۔ حاشا وکلا ہرگز یہ ممکن نہیں کہ حضرت علیؓ نے ایسی باتیں فرمائی ہوں۔

میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقیٰ ○ اپنے نفسوں کو پاکیزہ قرار نہ دو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون زیادہ متقی ہے۔

کیا ایک صحابی رسول اس حکم الٰہی کی موجودگی میں اس قسم کی فضول ڈینگیں مار سکتا ہے۔ جس کا اس کی ذات سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ یہ باپ دادا، اولاد پر فخر ان لوگوں کو تو زیب دیتا ہے۔ جو خود کچھ نہ کر سکتے ہوں۔ لیکن حضرت علیؓ جیسے صحابی سے متعلق یہ باتیں ہرگز زیب نہیں دیتیں۔ اس روایت کے موضوع ہونے کے لئے یہی دلیل کافی ہے۔ اور اہل عرب کبھی اس قسم کے عیب میں مبتلا نہیں رہے۔ یہ مرض تو ان میں ایرانیوں نے پھیلایا ہے۔

نیز وہ صرف چھ آدمیوں کا اجلاس تھا۔ کوئی پاکستان کی پارلیمنٹ کا اجلاس نہ تھا۔ جو اس میں کرسیاں چلیں۔ اور جس کی ہنگامہ آرائی کی اطلاع پوری دنیا میں پہنچ رہی ہو۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایات منکر ہے۔ حضرت ابوالطفیلؓ سے اسے حارث بن محمد کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ابن عدی کا بیان ہے

حارث بن محمد کہ یہ حارث مجہول ہے۔ اور اس سے زافر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور وہ بھی ایک ایسے انسان کے واسطے سے جو مجہول ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اسے زافر کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا۔ میزان ج ۱ ص ۴۴۲

مجہول حارث سے نقل کرنے والا ایک مجہول شخص ہے۔ راوی نے اس کا نام لینا گوارا

Marfat.com

نہیں کیا۔ حالانکہ ایسی روایت جس کا راوی مجہول ہو وہ روایت خود مجہول ہوتی ہے۔ اور پھر ابوالطفیل رض کی جانب منسوب کرنا ویسے بھی خلاف عقل محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ابوالطفیل رض کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ نو سال تھی اور ۱۱۰ تک حیات رہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جن خلفاء کی بیعت کی وہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت ابوبکر رض، حضرت عمر رض، حضرت عثمان رض، حضرت علی رض، حضرت حسن رض، حضرت امیر معاویہ رض۔ یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، ابن الزبیر، ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک۔

زافر بن سلیمان

جہاں تک زافر بن سلیمان کا تعلق ہے۔ یہ شخص قوہستان کا باشندہ ہے۔ آخر میں بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ یہ قوہستان کے تیار شدہ کپڑے بغداد لاکر فروخت کیا کرتا تھا۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنھیں کوئی دوسرا روایت نہیں کرتا۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ اگرچہ یہ سچا ہے لیکن غلطیاں بہت کرتا ہے اور اسے روایت میں بے پناہ وہم ہوتا ہے۔ ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ جن میں سے ایک روایت مذکورہ بھی ہے۔ نسائی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ امام مالک سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ زکریا ساجی کا بیان ہے کہ اسے بہت وہم ہوتا ہے۔ میزان ج ۲ صد ۶۳ نیز بخاری لکھتے ہیں اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ الضعفاء الصغیر صد ۴۳، کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صد ۴۳

اپنی اولاد کو حبِّ علی رض پر پیش کرو

حضرت جابر رض کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنی اولاد کو حبِ

Marfat.com

علیؓ بن ابی طالب پر پیش کریں۔ (اور دیکھیں کہ وہ محبتِ علیؓ کے قائل ہیں یا نہیں)
ہمیں حیرت اس پر ہے کہ حضرت جابرؓ نے کبھی اس پر خود عمل نہ کیا۔ حتیٰ کہ حضرت علیؓ کا کبھی حضرت جابرؓ نے ساتھ نہ دیا۔ بلکہ حضرت جابرؓ نے امیر معاویہؓ اور یزید کا ساتھ دیا۔ ہاں یار لوگ ایسی باتوں سے بے وقوف ضرور بن جاتے ہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ ابن حبان کی رائے یہ ہے کہ یہ حسن بن علی کی بکواس ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اسی حسن سے اگرچہ بہت کم روایات مروی ہیں۔ لیکن سب موضوع ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ روایات اس نے خود وضع کی ہیں۔ دار قطنی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اس شخص کے پاس نام کو حیا نہیں۔ یہ شخص اتنی بات تک نہیں سوچتا کہ وہ کیا جھوٹ گھڑ رہا ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے۔ کہ اس نے ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کر کے لوگوں میں پھیلائیں۔ ۳۱۹ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۵۰۰

اے علیؓ تیرے لئے مسجد میں وہ اُمور حلال ہیں جو میرے لئے حلال ہیں

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لاتے اور ہم مسجد میں لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے ہمیں کھجور کی شاخ سے مارا اور فرمایا کیا مسجد میں لیٹے ہو حالانکہ مسجد لیٹنے کے لئے نہیں ہوتی۔ پھر آپ ہماری جانب آگے بڑھے۔ لیکن علیؓ بھی آگے بڑھ آئے آپؐ نے فرمایا اے علیؓ آگے آؤ تمہارے لئے مسجد میں وہ اُمور حلال ہیں جو میرے لئے حلال ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تو قیامت کے روز میرے حوض سے لوگوں کو پانی پلائے گا۔

ہمارے یہاں ساقیٔ کوثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب تھا۔ اور آج بھی بہت سے افراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساقیٔ کوثر کہتے ہیں۔ لیکن ایک طبقہ اس قسم کی بکواس سے متاثر ہو کر حضرت علیؓ کو ساقیٔ کوثر کہہ کر پکارتا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے یہ روایت انتہائی منکر ہے۔ اس کا راوی

حرام بن عثمان الانصاری المدنی ہے۔ یہ حضرت جابرؓ کے دو بیٹوں سے روایت کرتا ہے امام مالک اور یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ امام احمد کا قول ہے کہ محدثین نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ امام شافعی کا قول ہے کہ اس حرام بن عثمان کی روایت قبول کرنا بھی حرام ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ غالی درجہ کا شیعہ تھا۔ حدیث کی سندات میں ہیر پھیر کرنا اور مرسل کو مرفوع بنانا تھا۔ امام یحییٰ بن معین اور جوزجانی کا بیان ہے کہ اس حرام سے روایت لینا بھی حرام ہے۔ یعنی حرام ہی خود کو جابرؓ کا بیٹے قرار دیتا ہے کبھی خود کا نام محمد کہہ لیتا ہے۔ اور کبھی عبد الرحمان۔ اگر تو چاہے تو وہ اپنے دس فرضی نام تجویز کر سکتا ہے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۴۶۸، کتاب الضعفاء والمتروکین صفحہ ۳۸، الضعفاء الصغیر صفحہ ۳۸

سوید بن سعید اس کا ایک راوی سوید بن سعید ہے۔ یہ آخر میں نابینا ہو گیا۔ جس کے بعد اگر کوئی لقمہ دیتا تو انہی الفاظ کو حدیث بنا دیتا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے لیکن تدلیس بہت کرتا ہے۔ بغوی کا بیان ہے کہ ——— امام احمد اپنے دونوں بچوں کو اس کے پاس جانے دیتے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ انتہائی درجہ ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں کہ انتہائی درجہ ضعیف ہے۔ امام احمد کہتے متروک ہے۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کذاب ہے۔ کاش میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک نیزہ ہوتا جو اس سے جا کر جہاد کرتا۔ کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۲۵۱ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صفحہ ۵۱۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گذر چکا ہے۔

قیامت کے روز اہل بیت کے بارے میں سوال ہوگا

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے روز بندے

Marfat.com

کے قدم اس وقت تک نہیں ہل سکتے ۔ جب تک ہم اہل بیت کی محبت کا سوال نہ ہو جائے ۔ اور آپ نے علیؓ کی جانب اشارہ کیا۔

ہم یہ پہلے متعدد میں بیان کر چکے ہیں کہ اہل بیت سے مراد بیویاں ہوتی ہیں۔ قرآن میں اہل بیت کا لفظ زوجین کے لئے آیا ہے۔ اس سے اولاد علیؓ مراد لینا یہ شیعوں کا مذہب ہے۔ اور اس سلسلے میں جتنی روایات مروی ہیں ان میں سے کوئی روایت ایسی نہیں جس میں کوئی شیعہ یا مجہول راوی موجود نہ ہو ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اور اسے

حارث بن معلوف کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور اس راوی سے نام ذکر احادیث میں صرف یہی روایت مروی ہے۔ میزان ج ا صـ۲۲۳۔ یعنی اس روایت کے علاوہ حارث کا کوئی حال معلوم نہیں۔

ابوبکر بن عیاش حارث نے یہ روایت قارئ ابوبکر بن عیاش سے نقل کی ہے۔ قاری صاحب قرات میں تو مسلم امام ہیں۔ لیکن روایت حدیث میں غلطیاں کرتے ہیں۔ دراصل یہ ان لوگوں کے دشمن تھے جو قرآن چھوڑ کر حدیث میں اپنی عمر گذارتے تھے۔

معروف بن خربوذ حارث المعلوف کا بیان ہے کہ ابوبکر بن عیاش نے یہ روایت معروف بن خربوذ سے نقل کی ہے۔ یہ معروف بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے اگرچہ یہ سچا ہے۔ لیکن شیعہ ہے۔ ابوحاتم لکھتے ہیں اس کی روایت بطور تحقیق لکھ لی جائے۔ امام احمد فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ اس کی حدیث کیسی ہوتی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ صـ۱۴۴

شیعہ درخت کے پتے ہیں

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا بیان ہے۔ انھوں نے فرمایا مجھ سے اس سے قبل سوال کر لو کہ احادیث

Marfat.com

ہیں باطل ہیں سارق ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں ایک درخت ہوں [illegible]

فاطمہ اس کی جڑ ہیں علی اس کی شاخ ہیں حسن و حسین اس کے پھل ہیں [illegible]

ہیں۔ میزان ج ا صفحہ [illegible] ج ۲ صفحہ ۲۳۵

مینا بن ابی مینا

ذہبی کا بیان ہے کہ شاید یہ روایت مینا بن ابی مینا نے وضع کی ہے۔ لیکن ابن حجر تہذیب میں لکھتے ہیں شاید یہ روایت ابو عبد الغنی نے وضع کی ہے۔ یعنی ان دونوں میں سے کوئی اس کا واضع ہے۔ عبد الغنی الازدی کا نام حسن بن علی بن عیسیٰ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ اس کی روایت کسی حال میں لینا جائز نہیں۔ میزان ج ا صفحہ ۵

جہاں تک مینا بن ابی مینا کا تعلق ہے تو اس سے عبد الرزاق کے باپ ہمام کے علاوہ کسی روایت نہیں لی۔ ابو حاتم کا بیان ہے یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یحیٰی بن معین اور نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔

عباس دوری کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار یحییٰ کو یہ کہتے سنا۔ کون مینا؟ یہی جو اپنی ماں کی پیشاب گاہ کو چھوتا ہے حتیٰ کہ صحابہ کو بھی بُرا کہتا ہے۔ یہ ہرگز ثقہ نہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳۳

ہمام

اس مینا سے نقل کرنے والا ہمام بن نافع ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث محفوظ نہیں اور ہمام سے اس کے بیٹے عبد الرزاق کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔

ہمام سے یہ داستان نقل کرنے والا عبد الرزاق رافضی ہے۔ اور عبد الرزاق سے عبد الغنی کذاب نے یہ روایت نقل کی ہے۔ گویا اس درخت کے پورے پھل سڑے ہوئے ہیں۔

پھر ہمیں اس پر حیرت ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کو ان لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ کہ جنھوں نے علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ اور اتنی بڑی شاخ کو چھوڑ دیا۔ اور حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ سے انھیں کبھی بھی واسطہ پیش نہیں آیا۔

Marfat.com

سابقین اوّلین سے کیا مراد ہے؟

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اس آیت والسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی تفسیر فرمائی کہ اس سے دس قریشی اشخاص مراد ہیں۔ جن میں سب سے پہلے علیؓ ابن طالب اسلام لائے۔ میزان ج ۱ ص ۵۰۵۔

حسن بن علی اس روایت کا راوی حسن بن علی الہمدانی ہے۔ جس کا کچھ بھی حال معلوم نہیں اور یہ روایت منکر ہے۔ حسن سے یہ نقل کرنے والا اسمٰعیل ابن بنت السدی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۰۵

امام ذہبی نے اشاروں میں گفتگو کی ہے۔ کیونکہ یہ سدّی شیعہ ہے۔ گویا اس روایت میں ذہبی کے نزدیک دو عیوب ہیں۔ حالانکہ اس روایت میں مزید دو عیوب اور پائے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا پوتا قاسم اور پڑپوتا حمید دونوں مجہول ہیں۔ ہاں عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا بیٹا حمید ثقہ ہے اور مقبول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس روایت میں مہاجرین کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ ارشاد فرمایا۔

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ — اور مہاجرین و انصار میں سے پہلے سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنھوں نے ان کی اتباع کی

گویا سابقین سے مراد صرف مہاجر نہیں بلکہ اس طبقہ میں انصار بھی داخل ہیں۔ اور وہ لوگ بھی داخل ہیں جو ان دونوں طبقوں کی اتباع میں اسلام لائے۔ گویا سابقین سے مراد ابتدا میں اسلام لانے والے مراد نہیں۔ ورنہ مؤرخین نے سابقین مہاجرین کو نام بنام گنایا ہے۔ لیکن یہاں وہ سابقین مراد ہیں جس میں انصار بھی داخل ہیں۔ اس طرح مہاجرین کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور جب اس پر غور کیا جاتا ہے کہ یہ آیات جنگِ تبوک کے بعد نازل ہوئیں تو اس آیت میں ہزاروں مہاجر اور انصار داخل ہو گئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ نہیں کہ یہ بتایا جائے کہ سابقین اوّلین

Marfat.com

کون ہیں۔ بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ رضائے الٰہی کن لوگوں کو حاصل ہے۔

اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ سابقین اولین سے مراد مہاجرین حبشہ ہیں تو حضرت علیؓ اس میں داخل نہیں ہوتے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ سابقین سے مراد وہ مہاجرین ہیں جنھوں نے پہلے مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ تب بھی حضرت علیؓ کا نمبر بہت بعد میں آتا ہے۔ الغرض یہ روایت ہر طرح لغو ہے۔ بلکہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف پر ایک اتہام ہے کہ وہ اتنی معمولی بات نہیں سمجھ سکے۔ عیاذاً باللہ

تخلیق آدمؑ سے چار ہزار سال قبل میں اور علیؓ نور تھے

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تخلیق آدمؑ سے چار ہزار سال قبل میں اور علیؓ نور تھے۔ جو ہر وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۵۰

ہم آج تک یہ طے نہ کر سکے کہ حضورؐ کی اور حضرت علیؓ کی تخلیق کس شئے سے ہوئی۔ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر دو کے لئے ایک مخصوص قسم کی مٹی درکار ہوئی۔ ان ہر دو افراد کو آدمؑ سے جدا گانہ پیدا کیا گیا۔ کسی روایت میں ہے کہ حضورؐ کو علیؓ، ہارونؑ اور یحییٰؑ کے ساتھ نور سے پیدا کیا گیا۔ کسی روایت میں انکی تعداد میں اضافہ ہوا۔ اور کسی میں سال بڑھائے گئے۔ اسی لئے ہمارے اہل سنت میں یہ مشہور ہے کہ حضورؐ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے۔ اور پھر اس کام کے لئے روایات کا سہارا اٹھا لیا گیا۔ اور اس میں مزید پھر یہ اضافہ کیا گیا کہ آپؐ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے۔ حالانکہ نور خود مخلوق ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۝ — اور اللہ تعالیٰ نے ظلمت اور نور کو پیدا فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ — اور جس کے لئے اللہ نور پیدا نہ فرمائے اسے نور کیسے حاصل ہوگا۔

نور خود مخلوق ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سب سے بڑا درجہ انسان کا متعین فرمایا

Marfat.com

اور ارشاد الٰہی ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ ۔ اور ہم نے بنی آدم کو معزز بنایا۔

اور جب انسان فرشتوں سے معزز و مکرم ہوا اور فرشتے نورانی مخلوق میں سب سے افضل ہیں لہٰذا ارشادِ قرآن سے ثابت ہو چکا ہے کہ انسان سے بڑھ کر کوئی مخلوق نہیں۔ اور جو شخص انسان کو نوری بنانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ انسان کو ایک معزز مقام سے گرا کر ایک کمتر مقام پہ پہنچانا چاہتا ہے۔ اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ نورانی مخلوق میں سب سے بڑا مقام فرشتوں کا ہے۔ لیکن جب اس سے انسان کو سجدہ کرایا جاتا ہے اور انسان مسجود بنتا ہے تو فرشتوں کا مقام انسانوں سے خود کمتر ثابت ہوتا ہے۔ اور رہ گیا یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ خود نور ہے اور اس نے اپنے نور کے اجزاء کیے جن میں سے ایک حصہ سے حضورؐ کو پیدا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ ○ اور ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔

تو جتنے انسان پیدا ہوتے ان کا مادہ مٹی ہے نور نہیں۔ اور خود اللہ تعالیٰ اپنے نور سے کسی کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اس طرح الوہیت مختلف حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ سادات میں الوہیت آئے گی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے احناف بھائی آج تک سادات کو پوجتے آ رہے ہیں۔ بلکہ جسے پوجنا چاہا اسے اوّلاً سادات بنایا اور پھر اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ اس روایت کا راوی

حسن بن علی بن زکریا بن صالح ہے جو بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو سعید ہے اور ذئب (بھیڑیا) کے لقب سے مشہور ہے۔ دار قطنی کا قول ہے کہ متروک ہے۔ ابنِ عدی کا بیان ہے کہ یہ حسن بن علی احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس نے ابن خراش سے جو روایات نقل کی ہیں۔ اور ایسے لوگوں سے روایات نقل کرتا ہے جنھیں روئے زمین پر کوئی نہیں جانتا۔ خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ اس نے بعد میں بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۳۱۰ھ

Marfat.com

میں پیدا ہوئے اس کا دعویٰ تھا کہ میں ایک بار بغداد سے گذرا تو وہاں میں نے [illegible]

[illegible] تھے۔ [illegible] اس طرح [illegible]

[illegible] لوگوں نے جب دریافت کیا [illegible]

[illegible] حالات [illegible] حسن بن علی [illegible] بیان [illegible]

[illegible] احادیث [illegible] شخص [illegible]

[illegible] حضرت علی [illegible] اور

[illegible]

[illegible] سے آپ حضرات [illegible] سکتے ہیں کہ اس خبیث نے [illegible]

کیا تھا [illegible] اور آپ حضرات اس سے اندازہ فرمائیں کہ اس کے دل میں [illegible]

وسلم اور حضرت علیؓ کا کیا مقام ہو گا؟

خراش اب رہا یہ سوال کہ یہ خراش کون ہے۔ ابن عدی [illegible] حسن بن علی کا دعویٰ ہے کہ یہ خراش حضرت انس [illegible] یہ ہے کہ اس کا کوئی وجود نہ تھا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس خراش کی حدیث [illegible] میزان ج ۱ [illegible]

ابوالاشعث حسن بن علی نے یہ روایت ابوالاشعث سے نقل کی ہے۔ ابوالاشعث [illegible] ہیں لیکن ایسا ابوالاشعث کوئی نہیں جو فضیل بن عیاض سے روایت نقل کرتا ہو۔ اس لحاظ سے یا تو یہ ابوالاشعث مجہول ہے اور اگر یہ مجہول نہیں تو اس کے نام سے جھوٹ وضع کیا گیا ہے۔

زاذان سلمان سے یہ داستان نقل کرنے والا زاذان ہے۔ اس کی کنیت ابوعمر ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ بہت سے صحابہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔

شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے حکم سے دریافت کیا کہ تم زاذان کی حدیث کیوں قبول نہیں کرتے

Marfat.com

انہوں نے فرمایا وہ بولتا بہت ہے۔ اور دستور ہے کہ جو بولتا زیادہ ہو وہ ہرگز محتاط نہیں رہ سکتا۔ سلمۃ بن کہیل کا بیان ہے کہ میرے نزدیک اس سے بہتر البختری ہے۔ (جو ایک رافضی ہے اور محدثین نے اس کی حدیث کو رد کیا ہے) حالانکہ اس کی اکثر روایات مرسل ہوتی ہیں۔ ابو احمد الحاکم کا بیان ہے کہ وہ محدثین کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ایک تاجر تھا۔ اور ہر ایک گاہک سے لڑتا تھا۔ حتیٰ کہ ہر گاہک اسے شری تصور کیا کرتا تھا۔ پھر اس نے ابن مسعود کے ہاتھ پر توبہ کی، یعنی کفر سے۔ میزان ج ۲ ص ۶۳

بریلویوں نے حضورؐ کے نور ہونے کا چکر اسی قسم کی روایات سے اخذ کیا ہے۔ وہ اس قسم کے مسائل میں شیعوں کے مقلد ہیں۔ اگرچہ ان کے امام احمد رضا کا قول یہ ہے کہ شیعہ جہنم کے کتے ہیں اسی حسن بن علی نے اور بھی اس قسم کی متعدد روایات وضع کی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت اور ملاحظہ فرمالیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری بیٹی انسانی حور ہے جسے نہ حیض آتا ہے نہ نفاس۔ اللہ نے اس کا فاطمہؓ اس لیے نام رکھا کہ اس نے فاطمہؓ اور اس کے محبت کرنے والوں کو آگ سے محفوظ رکھا ہے۔ اللآلی المصنوعہ ج ص ۲۰

خطیب یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ یہ روایت ثابت نہیں۔ اس کی سند میں متعدد راوی مجہول ہیں۔ اللآلی ج ص ۲۰

قاسم بن مُطَیَّب ۔ نہ صرف مجہول بلکہ بعض راوی سخت مجروح ہیں جن میں سے ایک راوی قاسم بن مطیب ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ اس قابل ہے کہ اس کی روایت ترک کردی جائے۔

حسن بن عمرو بن سیف ۔ ایک اور راوی حسن بن عمرو بن سیف ہے۔ علی بن المدینی اور بخاری کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابوزرعہ رازی کا قول ہے متروک ہے۔ ابن جوزی نے بھی اسے کذاب قرار دیا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۱۶

ان دونوں کے علاوہ اس کے بقیہ تمام مفردات مجہول ہیں اور خطیب سے قبل کسی مصنف نے اسے

Marfat.com

روایت نہیں کیا۔ حضرت ذمہ ؓ نے جو عالم شباب میں انتقال فرمایا۔ کہیں اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ حیض و نفاس نہ آنے کے باعث پیٹ میں گانٹھیں پڑگئی ہوں، درختوں کی گرمی دماغ کو چڑھ گئی ہو جو ان کی موت کا سبب بنی ہو۔ سیائی برادری ذرا سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے کہیں دوبارہ کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہو جائے۔

یہ وہ کہانیاں ہیں جن کے بل بوتے پر لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ سید پہ آگ اثر نہیں کرتی۔ لہذا قارئین کرام سگریٹ یا ماچس کے ذریعہ ان کا امتحان کر لیا کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی تخریب کار کے پھندے میں پھنس جائیں۔

اگر زمین و آسمان ایک پلے میں اور علیؓ کا ایمان ایک پلے میں رکھا جائے تو علیؓ کا ایمان بھاری رہے گا

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر زمین و آسمان ایک پلے میں رکھے جائیں اور ایمان علیؓ ایک پلے میں رکھا جائے تو ایمان علیؓ بھاری رہے گا میزان ج ۳ ص ۴۹

محمد بن تسنیم اس کا راوی محمد بن تسنیم الوراق ہے۔ ذہبی کہتے ہیں میں اس کے حال سے واقف نہیں۔ اور اس کی روایت باطل ہے۔

یہ روایت ابن عساکر نے بیان کی ہے۔

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے شاید عالم خواب میں یہ بات فرمائی ہو لیکن جہاں تک عالم بیداری کا تعلق ہے وہ اس کے قائل تھے کہ سب سے اول ابوبکرؓ پھر وہ خود پھر ابو عبیدہؓ۔ اور وہ چھ افراد جنھیں شوریٰ کے لئے انہوں نے چنا تھا ان میں سب سے بہتر سعدؓ بن ابی وقاص تھے۔ غالباً ابن عساکر نے چھٹی صدی میں یہ خواب دیکھا تھا۔

جس نے حضرت علیؓ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے چھوڑا اس نے

Marfat.com

... اور جس نے علیؑ کو چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔ اور جس نے علیؑ سے دوستی رکھی اس نے مجھ سے دوستی کی اور جس نے مجھ سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی۔ میزان ج ۲/۴۹

اس روایت میں ایک راوی رزین الکوفی مجہول ہے۔ جو حضرت ابوبردہؓ سے حدیث روایت کرتا ہے۔ ازدی کہتے ہیں ... سے حبیب بن ابی ثابت نے یہ حدیث روایت کی ہے ... ازدی نے اس رزین کی ... بابت ... میزان ج ۲/۴۹

میرا خیال ہے ... رزین الکوفی الاعمی سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ... رزین کوفی مجہول ہے۔ تقریب ص ۱۰۳

... حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی بلکہ صرف آٹھ دس صحابہ نے بیعت کی جب کہ صحابہ کی تعداد اس وقت ... کے درمیان تھی حتیٰ کہ ان ابوہریرہؓ نے بھی بیعت نہیں کی جنکی جانب یہ روایت منسوب کی گئی ... مدینہ میں ... سے قائم مقام رہے۔ الغرض تمام صحابہ نے حضور کو بھی چھوڑا اور اللہ کو بھی چھوڑا۔ بقول سبائیہ صرف پانچ ... مومن تھے باقی کافر تھے جن میں تمام صحابہ کرام اور اہل سنت شامل ہیں۔

حضرت علیؓ دابۃ الارض ہیں

حبیب بن صہبان کا بیان ہے کہ میں نے علیؓ کو منبر پر یہ کہتے سنا کہ دابۃ الارض (زمین کا چوپایہ) منہ سے لہنے والا جو ... اس پر رشید ہجری نے کہا۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ اے علیؓ آپ وہی دابۃ الارض ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے ... سخت الفاظ کہے۔

رشید الہجری

یہ رشید الہجری حضرت علی کا شاگرد ہے جو انہیں دابۃ الارض بنا رہا ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے یہ کذاب ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کہتے ہیں محدثین نے اس پر کلام کیا ہے عباس دوری نے یحییٰ ابن معین سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے شاگردوں میں سے امام شعبی نے رشید الہجری۔ حبۃ العرنی اور اصبغ بن نباتہ کو دیکھا ہے (حارث اعور کو بھی) وہ انہیں کچھ نہ سمجھتے تھے۔

زکریا ابن زائدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ امام شعبی سے دریافت کیا۔ کیا وجہ جو آپ حضرت علیؓ کے ساتھیوں پر عیب لگاتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے ان سے علم حاصل کیا ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ میں نے

صحابہ علی میں سے ان سے تو سائل نہایت ہی بے شمار عجیب امور منقول ہوئے رشید ہجری

ان کے زمانہ میں مشہور تھے۔ انہوں نے ان سے [illegible] حاصل کیا [illegible] سب سے

میں نے ان سے [illegible] جس کا تعلق ہے تو [illegible] بیان کرتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ [illegible] رشید کے پاس پہنچا [illegible]

[illegible] یہ خبر [illegible] تمہارے [illegible] کیا

[illegible] حضرت علی کی موت کے بعد حضرت حسن کے [illegible]

[illegible] اندر جانے دو حضرت حسن نے فرمایا وہ اور [illegible]

رشید کا بیان ہے کہ تم نے یہ سمجھ لیا کہ وہ مرگئے ہیں حالانکہ وہ بالکل زندہ ہیں اور چادر کے نیچے چھپے ہوئے

ہیں [illegible] یا سب تم نے حقیقت پہچان لی ہے تو تم اندر جا سکتے ہو [illegible] نہیں یہ واقعہ بیان

کرنے کے بعد شعبی نے سوال کیا [illegible] زندہ ہے اور تو کیا معلوم کرنا چاہتا ہے؟

ابن حبان کا بیان ہے کہ رشید حضرت علی کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔ اس کے بعد ابن حبان نے

شعبی نے اس کا باپ اور واقعہ نقل کیا۔ تو میں ایک روز اس کے پاس گیا تو کہنے لگا میں حج کے لئے گیا ہوں اور

[illegible] یہ فیصلہ کیا تھا کہ میں امیرالمومنین حضرت علیؓ سے کوئی عہد [illegible] کو تو میں علی کے دروازے پر پہنچا

ایک شخص جو دروازے پر کھڑا تھا اس سے کہا امیرالمومنین کے پاس جاؤ اور میرے لئے اجازت طلب کرو۔ اس

نے جواب دیا امیرالمومنین تو مر چکے۔ اور وہ بھی کوفہ میں ذکر مدینہ [illegible] سے کہا کہ وہ تم میں مر گئے ہیں۔

اللہ کی قسم وہ تو ایک زندہ انسان کی طرح سانس لے رہے ہیں۔ اس شخص نے جواب دیا۔ جب تو آل محمد کے راز سے

واقف ہو گیا ہے تو جا اندر چلا جا۔ رشید کہتا ہے میں اندر گیا۔ اور امیرالمومنین نے مجھے ہونے والے واقعات بتائے۔

یہ سن کر امام شعبی نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو تجھ پر اللہ کی لعنت۔

اس واقعہ کی خبر ابن زیاد کو پہنچی جو کوفہ کا گورنر تھا۔ اس نے اس رشید کی زبان کاٹ کر پھانسی پر چڑھا

دیا۔ حضرت علیؓ کے اکثر شاگردوں کا تقریباً یہی حال ہے۔ جبھی تو امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں مغیرہ کا یہ قول نقل

کیا ہے کہ۔

Marfat.com

اصحاب علی کلہم کذابون — علیؓ کے سب ساتھی جھوٹے ہیں۔

اور ذہبی بخاری نے ابن سیرین کا یہ قول نقل کیا ہے۔

کل ما یروی عن علی فہو باطل — علیؓ سے جتنی روایات نقل کی جاتی ہیں وہ سب باطل ہیں

حضرت علیؓ کے قریب تمام ساتھیوں کا یہی حال ہے۔ ان میں سے اصبغ بن نباتہ، حارث اعور اور رشید کا حال گزر چکا ہے باقی ساتھیوں کا حال بھی کسی نہ کسی جگہ آجائے گا۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں جوزجانی کا بیان ہے کذاب ہے۔ یہ ثقہ نہیں۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ۵۵۔ نسائی بخاری کہتے ہیں۔ محدثین کو اس پر کلام ہے عباس دوری کا بیان ہے کہ یحییٰ بن معین ان لوگوں کو ایک حبہ کے برابر بھی حیثیت نہیں دیتے جنہیں شعبی نے دیکھا ہے۔ میزان ج ۲ / ۵۱

میں اس کا دشمن ہوں جو علیؓ سے دشمنی رکھے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے علیؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا اللہ تیرا دوست ہے اور میں تیرا دوست ہوں۔ جو تجھ سے دشمنی رکھے میں اس کا دشمن ہوں۔ اور جو تجھ سے دوستی رکھے میں اس کا دوست ہوں۔ میزان ج ۲ ص ۷۵۔

زکریا بن یحییٰ اس کا راوی زکریا بن یحییٰ الکسائی الکوفی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں میں نے اس کے بارے میں یحییٰ بن معین سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا یہ بدترین انسان ہے اور بدترین قسم کی روایات بیان کرتا ہے۔ میں نے کہا مجھ سے تو وہ یہ کہہ رہا تھا کہ یحییٰ ابن معین نے مجھ سے یہ حدیث لکھی ہے۔ یہ سن کر امام یحییٰ نے منہ پھیر لیا۔ اور اللہ کی قسم کھا کر کہا میں تو اس کے پاس کبھی نہیں گیا۔ اور نہ اس سے کوئی روایت لکھی ہے۔ وہ تو اس قابل ہے کہ ایک کنواں کھود کر اس میں اسے دھکا دے دیا جائے۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔ میزان ج ۲ ص ۷۵۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۹۵۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۴۳۔

Marfat.com

اس ذکریا نے یہ روایت علی بن قاسم الکوفی سے نقل کی ہے اور وہ معلی بن عرفان سے نقل کرتے ہیں

معلی بن عرفان یہ اپنے چچا ابو وائل شقیق بن سلمہ سے روایت نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ معلی کچھ نہیں بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۵۱ نسائی کہتے ہیں یہ متروک الحدیث ہے کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی ص ۹۸

ذہبی لکھتے ہیں یہ غالی شیعوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے چچا شقیق کے واسطے سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ جنگ صفین میں حاضر ہوئے۔ حالانکہ عبداللہؓ جنگ صفین سے چند سال قبل انتقال کر چکے تھے اور اس کے چچا شقیق ان لوگوں میں داخل تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ نہیں دیا۔ اور حضرت علیؓ کے ساتھیوں کو قاتل عثمانؓ تصور کرتے رہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۵۱۔ غرض یہ روایت جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے۔ وہیں عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے شاگرد شقیق پر جھوٹ ہے۔

مومنین کیلئے علیؓ کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کرنا کافی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ وہ یہ آیت اس طرح تلاوت فرماتے۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ بِعَلِيٍّ	اور اللہ مومنین کی جانب سے قتال میں کافی ہے
میزان ج ۳ ص ۳۹۰	(علیؓ کے ساتھ مل کر)

قرآن مجید کی آیت اتنی ہے۔ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ۔ اس آیت کریمہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے نام سے **بعلی** کا اضافہ کیا گیا۔ اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ یہ قرآن ناقص ہے۔ بقول شیعہ قرآن کے چالیس پاروں میں دس پارے حضرت علیؓ نے خلافت ابی بکرؓ میں امام غائب کی حاضری تک غائب کر دیئے تھے۔ اور اس قرآن میں بھی بہت سے اضافات تھے جو حضرت علیؓ کے خلفاء ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ انہیں کھا گئے اور عبداللہ بن مسعودؓ کے قرآن کو عثمانؓ نے قبول نہیں کیا۔ اتفاق سے دو ارشیعہ کے

Marfat.com

ماتم کیا گیا تھا۔ اس میں یہ آیت بھی تھی جو آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہے ۔

عباد بن یعقوب

اس روایت کا راوی عباد بن یعقوب الرواجنی الکوفی ہے جو انتہائی غالی شیعہ ہے بلکہ اس کا شمار سرداران شیعہ میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کی روایات بخاریؒ، ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ میں مذکور ہیں ۔

ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ شخص ثقہ ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ عباد اپنے دین میں متہم ہے لیکن روایت حدیث میں ثقہ ہے۔ غالباً یہی خیال امام بخاریؒ کا ہے ۔

عبدان الاہوازی کا بیان ہے کہ عباد بن یعقوب صحابہ کرام کو گالیاں دیتا تھا۔ ابن عدی لکھتے ہیں اس نے فضائل میں متعدد منکر احادیث روایت کی ہیں (جن میں سے ایک پیش کردہ روایت یہ بھی ہے)

صالح جزرہ کا بیان ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا۔ اور میں نے اسے یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عادل ہے کہ وہ طلحہؓ اور زبیرؓ کو جنت میں داخل کرے جنہوں نے علی کی بیعت کر کے توڑ دی اور پھر علیؓ سے جنگ کی۔ (زبردستی کی بیعت کا یہی حال ہوتا ہے)

قاسم بن زکریا المطرز کا بیان ہے کہ میں حدیث سننے کے لئے عباد کے پاس گیا۔ اور اس کا قاعدہ تھا کہ جو شخص اس سے روایات سننے آتا تو اس کا امتحان لیتا کہ وہ سنی ہے یا شیعہ۔ میں جب اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے سوال کیا کہ سمندر کس نے کھودا ہے؟ میں نے جواب دیا اللہ نے۔ اس نے کہا اللہ نے کھودا ہوگا ذکر کیا کہ وہ ختم ہو گیا ہوگا تم میرے سوال کا جواب دو۔ میں نے عرض کیا آپ ہی بتا دیں۔ اس نے جواب دیا علیؓ نے پھر سوال کیا سمندر جاری کس نے کیا۔ میں نے جواب دیا اللہ نے۔ اس نے کہا اللہ نے جاری کیا ہوگا تم میرے سوال کا جواب دو میں نے کہا آپ ہی بتا دیں۔ اس نے جواب دیا حسین ابن علیؓ نے۔

قاسم کا بیان ہے کہ یہ عباد نابینا تھا۔ میری اچانک نظر پڑی کہ اس کے گھر میں تلوار لٹکی ہوئی ہے میں نے اس سے سوال کیا کہ تم نے یہ تلوار کس لئے رکھ رکھی ہے۔ کہنے لگا مہدی کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرنے کیلئے مجھے اس شخص سے جتنی روایات سننی تھیں جب انہیں سن چکا تو پھر میں اس کے پاس گیا۔ اس نے سوال کیا سمندر کس نے کھودا؟ میں نے جواب دیا معاویہؓ نے کھودا۔ عمرو بن العاص نے جاری کیا۔ پھر میں وہاں

Marfat.com

سے فیصلہ کرے گا، وہ نیچے سے ہجوتا ہو۔ پس اللہ کے دشمن فاسق کو پکڑو اور قتل کرو۔

محمد بن جریر طبری کا بیان ہے کہ میں نے عباد کو یہ کہتے سنا ہے کہ جو شخص ہر نماز میں آل محمد کے دشمنوں پر تبرا نہیں کرتا اس کا حشر بھی آل محمد کے دشمنوں کے ساتھ ہوگا۔

ابن حبان کہتے ہیں اس کا انتقال ۲۵۰ھ میں ہوا۔ یہ لوگوں کو رفض کی دعوت دیتا تھا ۔ ۔ ۔ ۲۴۹

عباد نے یہ روایت فضل بن القاسم سے نقل کی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں میں اسے نہیں جانتا۔ اس روایت کے بقیہ رواۃ ثقہ اور اہل سنت میں سے ہیں۔ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس روایت کا اتہام عباد پر ہے یا یعقوب اور ... ہے یا فضل بن القاسم پر۔ الفضل بن القاسم کا رجال و تاریخ میں کوئی وجود نہیں ... کوئی موہوم شخص ہو اور اس کے نام سے یہ روایت وضع کی گئی ہو۔ اس صورت میں اس کا واضع عباد ہی ہوگا۔ ابن عدی اور ذہبی نے یہ روایت عباد کے تذکرہ میں ذکر کی ہے۔ اس روایت کی موجودگی میں یہ کہنا کہ یہ رافضی نہیں ہے، باطل ہے۔ اسی وجہ سے مسلم، نسائی اور ابوداؤد نے اس کی روایت نہیں لی۔

سوید: جیسا کہ بخاری نے نقل کیا ہے اس سوید پر عتاب ہے۔ یہ نابینا ہو گیا تھا جو شخص چاہتا اسے تلقین کر کے کہلوا لیتا۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ لیکن بڑھاپے میں اس کے سامنے بعض منکر چیزیں پڑھی گئیں اور یہ ان کی تصدیق کرتا۔

یحییٰ بن معین نے اسے برا کہا اور اسے کذاب کہا۔ ابن الجوزی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ اس سوید نے امام مالک سے موطا بھی روایت کی ہے۔ کہا جاتا ہے اس نے موطا پس دیوار سے سنی تھی۔ اسی لئے یہ سوید ضعف کے زیادہ قریب ہے۔

ابوداؤد کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں۔ یہ شخص حلال الدم ہے۔ یعنی اس کا خون مباح ہے۔ اور حسین بن فہم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے۔ اللہ اس پر کبھی رحمت نازل نہ فرمائے۔

ابوبکر الاعین سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا یہ عیش کا پروردہ بوڑھا ہے۔

اس نے بالسند یہ روایت پیش کی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا جو ہمارے دین میں اپنی رائے سے

کوئی بات کہے اسے نقل کر دو۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ وہ حدیث ہے جس کے بارے میں یحییٰ نے کہا تھا

کاش میرے پاس ایک ڈھال اور ایک تلوار ہوتی تو میں اس سوید سے جہاد کرتا۔

حاکم کا بیان ہے کہ یحییٰ نے اس سوید پر اس حدیث کے باعث اعتراض کیا۔ کہ جس شخص نے عشق کیا۔ اسے چھپایا۔ اور پاکدامن رہا۔ اور پھر اس حال میں مرگیا تو وہ شہادت کی موت مرا۔ جب یحییٰ کے سامنے یہ روایت بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا۔ کاش میرے پاس ایک گھوڑا اور نیزہ ہوتا میں سوید سے جا کر جہاد کرتا۔

ابراہیم بن ابی طالب کا بیان ہے کہ میں نے امام مسلم سے سوال کیا۔ آپ نے سوید کی روایت جو اپنی صحیح میں نقل کی ہے اس کا جواز کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا میں حفص بن میسرہ کا نسخہ کہاں سے نقل کرتا۔ کیونکہ اس کا نسخہ تو اسی کے پاس ہے۔

یہ وہی سوید ہے جس نے ابومعاویہ، اعمش، عطیہ اور ابوسعید کے واسطے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حسن و حسین نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔ حالانکہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ عطیہ جب ابوسعید سے روایت کرتا ہے تو اس کی مراد کلبی کذاب ہوتا نہ کہ ابوسعید خدری۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ روایت ابومعاویہ سے باطل ہے۔ لیکن ذہبی کا بیان ہے کہ جب میں مصر گیا تو میں نے یہ روایت مسند منجنیق میں ابوکریب۔ ابومعاویہ کی سند سے پائی اس لحاظ سے اس روایت کے بیان کرنے کا جرم سوید پر واقع نہیں ہوتا جس کے باعث وہ اس جرم سے پاک رہتا ہے۔ بشرطیکہ اوپر کے راوی سب معتبر ہوں۔

سوید سو سال تک زندہ رہا اور ۲۴۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا۔ جن میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت جابرؓ نے ارشاد فرمایا جو حضرت علیؓ کے قتال میں شبہ کرے۔ وہ کافر ہے۔

ہمارے لئے مصیبت یہ ہے کہ حضرت جابرؓ ۷۰ھ تک حیات رہے اور تادم مرگ کسی ایسی جنگ میں کبھی حصہ نہیں لیا جو کسی مسلم نے مسلم کے خلاف لڑی ہو حتیٰ کہ حضرت جابرؓ نے حضرت علیؓ کا بھی ساتھ نہیں دیا

تو وہ یہی بات کیسے فرما سکتے ہے۔ یہ بات تو کسی خلیفہ بنانے کی بجائے محض [illegible] جس [illegible] بیعت کرنے کے ساتھ [illegible] ثابت ہے [illegible] کیونکہ [illegible] حقائق [illegible] ہے [illegible] کی [illegible] نے حضرت [illegible] بلکہ صحابہ کرام کی طرح حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔

خم غدیر کی ایک اور کہانی - براءؓ بن عاذب کی زبانی

براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ فرمائے، ایک پر علی بن ابی طالب کو اور دوسرے پر خالد بن ولید کو امیر بنایا اور فرمایا جب قتال ہو تو علیؓ امیر ہوں گے۔

براء کہتے ہیں حضرت علیؓ نے ایک قلعہ فتح کیا اور وہاں سے ایک باندی حاصل کر لی۔ اس واقعہ پر حضرت خالد بن ولید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط تحریر کر کے مجھے دیا جس میں علیؓ کی برائی تھی۔

براء کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے خط پڑھا، آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا اور فرمایا تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت فرماتا ہے۔ میں نے عرض کیا میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں تو صرف ایک قاصد ہوں۔

ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے ہمیں اس روایت کی اس سند کے علاوہ کوئی اور سند معلوم نہیں۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳۷۔

اس روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ مال غنیمت میں سے تقسیم کے بغیر کچھ لینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ جائز ہے تو یہ خمس تمام مسلمانوں کا مال ہے یا صرف پنج تن کا حق ہے اگر تقسیم کے بغیر مال لینا جائز ہے تو تمام اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ اسے عربی میں غلول (بےایمانی) بولتے ہیں یعنی غبن اور بددیانتی۔

Marfat.com

اگر یہ کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے اجازت ہے جن کا خمس میں حصہ ہے تو اول تو خمس میں مستحق افراد کا حصہ ہے۔ ارشاد الہٰی ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۔

اور جان لو کہ جو شے تم غنیمت میں حاصل کرو تو اس کا خمس اللہ۔ رسول۔ ذوی القربیٰ یتامیٰ۔ مساکین اور مسافروں کے لئے ہو۔

معلوم ہوا خمس میں یتیم۔ مسکین اور مسافروں کا بھی حق ہے۔ اس طرح یہ حق عام ہوگا۔ اگر یہ کہتے ہو کہ یہ ذوی القربیٰ کا حق ہے تو لفظ ذوی القربیٰ بہت عام ہے۔ اس میں تمام قریش داخل ہوجائیں گے اور اگر اس لفظ کو خاص مانا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خمس میں سے فاطمہؓ کو خادم دینا قبول نہیں کیا تو یہ باندی حضرت علیؓ کیلئے کیسے جائز ہوگی ؟

اگر فی الواقع یہ چیزیں جائز ہوتیں تو صحابہ کرام کو یہ عمل ناگوار نہ گزرتا۔ اور نہ یہ شکایت ہوتی۔ اور یہ بھی خلاف عقل ہے کہ صحیح شکایت پر حضور ناگواری کا اظہار فرمائیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ حضرت علیؓ کو کوئی لشکر دے کر بھیجا گیا تھا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انہیں خالدؓ بن ولید کے پاس خمس لینے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ جب حضرت علیؓ نے خمس پر قبضہ کرلیا تو ان سے مال خمس میں یہ غلطی سرزد ہوئی۔ کیونکہ حضرت بریدہؓ کے الفاظ ہیں۔

بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی خالد لیقبض الخمس وکنت ابغض علیا وقد اغتسل فقلت لخالد الاتری لھذا فلما قدمنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکرت ذلک لہ فقال یابریدۃ اتبغض علیا فقلت نعم قال لاتبغضہ فان لہ فی الخمس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کے پاس علیؓ کو اس لئے بھیجا تاکہ وہ ان سے خمس حاصل کرلیں اور میں علیؓ سے بغض رکھتا تھا کیونکہ انہوں نے غسل کیا تھا میں نے خالدؓ سے کہا کہ آپ اس شخص (علیؓ) کو نہیں دیکھتے۔ جب ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تمام واقعہ حضور کے سامنے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اے بریدہؓ کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ میں نے جواب دیا جی ہاں آپ نے

Marfat.com

اکسٹرمن ذالک۔ [illegible]

[illegible] ص ۲۲۳ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] دونوں کی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ابواسحاق سبیعی ان کے پہلے راوی ابو اسحاق ہیں۔ حضرت عثمان کے [illegible] آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ یہ مشہور مدلس [illegible] کے رجال میں ہیں۔

امام عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں اہل کوفہ میں تدلیس کا مرض جن اکابر نے [illegible] والے ابو اسحاق اور اعمش ہیں۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۷۰

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مدلس کی حدیث معنعن محدثین کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ اور یہ حدیث معنعن ہے۔ اس لحاظ سے یہ روایت قابل قبول نہیں۔

یونس بن ابی اسحاق ابو اسحاق سے یہ روایت نقل کرنے والے ان کے صاحبزادے یونس ہیں۔ ان کی روایات بخاری کے علاوہ تمام کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ عبدالرحمان بن مہدی فرماتے ہیں۔ یہ کام چلاؤ ہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ سچے ہیں لیکن ان کی روایات بطور حجت پیش نہیں کی جا سکتی۔ نسائی کا قول ہے یہ کام چلاؤ ہیں۔ ابن خراش کا قول ہے کہ ان کی

Marfat.com

حدیث میں کمزوری ہوتی ہے۔

ابن حزم محلی فرماتے ہیں کہ انہیں احمد بن حنبل اور یحییٰ بن سعید نے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ درجہ یہ بالکل ست سمجھتے ہیں لیکن شعبہ اور معمر کے درجہ کے نہیں یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں کہ ان میں غفلت پائی جاتی ہے۔ احمد بن حنبل کا قول ہے کہ مضطرب الحدیث ہیں۔ عبداللہ نے اپنے والد امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ ایسے اور ویسے ہیں یعنی کمزور ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۲۱۶

اس روایت کو یونس سے نقل کرنے والا احوص بن جواب ہے۔

احوص بن جواب بخاری نے اس سے کوئی روایت نہیں لی۔ ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے لیکن یحییٰ بن معین کا قول ہے یہ قوی نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۶۳

ان بحثوں سے اس روایت کا اندازہ فرمالیں۔ اور کچھ دیر کیلئے یہ بھی سوچیں کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غلط بات کی اس انداز سے تردید فرماتے؟ کم از کم تہذیب یافتہ عقل انسان ان امور کو قبول نہیں کر سکتا۔

ہم دونوں نور سے پیدا ہوئے

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اور علیؓ نور سے پیدا ہوئے۔

در اصل اللہ تعالیٰ نے آدم کی پیدائش سے ۲۰۰۰ ہزار سال قبل ہم دونوں کو نور پیدا کیا جو عرش کے دائیں جانب تھے

پھر اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا، اس وقت ہم دونوں کی پشت میں جب وہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں

عبدالمطلب کی پشت میں رکھا پھر ہمیں اپنے نام سے ہمارا نام مشتق کیا پس اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں

اللہ علی ہے اور یہ علی ہے

یہ روایت جعفر بن احمد نے وضع کی ہے ۔ یہ رافضی ہوتا تھا اور احادیث وضع کیا کرتا

جعفر بن احمد

تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ ہم اس کا یقین رکھتے تھے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا

موضوعات ج ۱ ص ۳۴۰

امام ذہبی اس جعفر کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس کا پورا نام جعفر بن احمد بن علی بن بیان بن زید بن سیابہ ابو الفضل الغافقی مصری ہے جو ابن ابی العلاء کے نام سے مشہور ہے۔

ابن عدی نے اس کا پورا نسب نامہ لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ میں نے اس شخص سے ۲۹۵ھ میں بہت سی احادیث تحریر کی تھیں۔ اور میرا گمان ہے کہ اسی سن میں اس کی موت واقع ہوئی۔ اس نے ابو صالح عبداللہ بن یوسف التنیسی اور سعید بن عفیر اور ایک جماعت سے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ ہم اس پر وضع کی تہمت لگاتے ہیں بلکہ ہمیں اس پر یقین ہے اور یہ رافضی تھا۔

ابن یونس نے اس کا ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص رافضی تھی احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

اس کے بعد ابن عدی نے اس کی متعدد روایات نقل کر کے انہیں موضوع قرار دیا۔ جن میں سے ایک روایت قارئین بھی ملاحظہ فرمالیں۔

"تم اپنی پھوپی کھجور کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو کیونکہ اللہ نے اسے آدمؑ کے پتلے سے بچی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے" میزان ج ۱ ص ۴۰۳۔

تعجب تو اس پر ہے کہ جب آدمؑ نور سے پیدا ہوئے تو مٹی کیسے بچ گئی کیا اس مٹی کا تعلق نور سے تھا۔ یا مٹی اور نور ایک ہی شے ہو سکتی ہے؟

رافضی گروہ کو جہاں پاؤ قتل کر دو

حضرت فاطمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے ابن ابی طالب تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے۔ عنقریب ایسے گروہ آئیں گے جو تیری محبت کا اظہار کریں گے۔ یہ جماعت اسلام سے نکل جائے گی اور انہیں رافضی کہا جائے گا۔ اے علیؓ اگر تیری ان سے ملاقات ہو تو انہیں قتل کر دینا۔ کیونکہ یہ سب مشرک ہوں گے۔

مجھے افسوس ہے کہ یہ حکم حضرت علیؓ کو دیا گیا ہمیں نہ دیا گیا۔ اگر ہمیں دیا جاتا تو ہو سکتا ہے کہ یہ سرزمین رافضیوں سے پاک نظر آتی۔

اگرچہ یہ روایت سابقہ صفحات میں بھی گزر چکی ہے۔ لیکن چونکہ الفاظ میں تھوڑا بہت فرق تھا اس لئے ہم نے اسے دوبارہ تحریر کر دیا ہے۔ اس کا واضع تلید بن سلیمان الکوفی ہے۔ ذرا اس کا حال ذہبی کی زبانی سنیئے۔

تلید بن سلیمان الکوفی اس کی کنیت ابو الجحاف ہے۔ عطاء بن السائب اور عبد الملک بن عمیر سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے امام احمد اور ابن نمیر نے روایت لی ہے۔ اس کی منکرات میں سے یہ سابقہ روایت بھی ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ شیعہ ہے لیکن ہم اس کی روایت میں کوئی برائی نہیں سمجھتے۔ یحیٰ ابن معین کا بیان ہے یہ کذاب ہے حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ ایک دفعہ چھت پر چڑھا حضرت عثمانؓ کو برا کہہ رہا تھا تو حضرت عثمانؓ کے غلاموں میں سے کسی نے اس کے تیر کھینچ کر مارا جس سے اس کے پاؤں ٹوٹ گئے

ابوداؤد کا بیان ہے کہ یہ رافضی ہے ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابوداؤد نے یہ الفاظ کہے کہ رافضی ہے خبیث ہے نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۰۸۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۲۶

Marfat.com

[illegible] حضرت علیؓ قتل [illegible]
[illegible] شہادت سے چند سال قبل واقع ہوئی [illegible]
[illegible] دمشق میں انتقال کیا [illegible]
[illegible]

پل صراط پر عباسؓ حمزہؓ اور علیؓ بیٹھے ہونگے

(اور اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے)

عبداللہ بن عباسؓ ارشاد الٰہی وعلى الاعراف رجال کی تفسیر میں فرماتے ہیں [illegible] پر ایک ٹیلہ ہوگا جس پر عباسؓ، حمزہؓ اور علیؓ بیٹھے ہوں گے۔ یہ اپنے چاہنے والوں کو [illegible] کہ ان کے چاہنے والوں کے چہرے سپید ہوں گے۔ اور ان سے بغض رکھنے والوں [illegible]

میزان ج ۲ ص ۲۵۲ ۔

حیرت ہے کہ آیت کریمہ میں اعراف کا ذکر ہو رہا ہے۔ اعراف چہار دیواری کو کہتے [illegible] پر ٹیلہ بنا رہا ہے اور اس پر حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کو چہرے پہچاننے کے لئے بٹھا رہا ہے [illegible] اور بنو علیؓ میں ہمیشہ جنگ جاری رہی لہٰذا یہ فیصلہ بڑا دشوار ہوگا کہ کس کے چہرے سپید ہیں اور کس کے سیاہ کیونکہ خلافت بنو عباسؓ کے دور میں شیعان علیؓ ہمیشہ بغاوت کرتے رہے۔ لہٰذا یا تو شیعان علیؓ کے چہرے روشن ہوں گے یا شیعان عباسؓ کے جو ان سے لڑتے رہے۔ اور دونوں کے روشن ہونا ممکن نہیں۔

رہ گئے بیچارے حضرت حمزہؓ ان کا نام نہ عباسی لیتے ہیں اور نہ علوی۔ انہیں تو اس ٹیلہ پر صرف ایک مہرہ بنا کر بٹھایا جائے گا۔ ان بیچاروں کو کوئی عباسی اور کوئی علوی جانتا بھی نہ ہوگا۔

اعراف چہار دیواری کو بولتے ہیں۔ اور پل صراط دوزخ پر ایک پل ہوگا جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز

Marfat.com

جبکہ دوزخ اس کے کنارے کھڑے لپٹے ہونگے رب سَلِّم سَلِّم اے میرے رب محفوظ رکھ۔ پل مراط سے گزرنے والے یا بخیر وخوبی گزریں گے یا کٹ کر جہنم میں گریں گے۔ ظاہر ہے کہ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ تو کٹ کر دوزخ میں خود ہی گرجائیں گے۔

عاصم بن سلیمان

ابو شعیب التیمی الکوزی البصری۔ کوز ایک قبیلہ ہے جس کی جانب یہ منسوب ہے۔ ہشام بن عروہ اور ایک جماعت سے اس نے حدیث روایت کی ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو احادیث وضع کیا کرتے تھے۔ فلاس کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا تھا میں نے اس جیسا احادیث وضع کرنے والا نہیں دیکھا۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی حدیث لکھنا بھی جائز نہیں مگر بغرض تعجب۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ میزان ج ۲ صـ۳۵۱۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی صـ۱۳۵۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی صـ۱۹۔

جویبر

عاصم نے یہ روایت جویبر سے نقل کی ہے۔ جویبر سے مراد جویبر بن سعید ابوالقاسم الازدی البلخی ہے جو مشہور مفسر ہے اور ابن عباسؓ کی روایات نقل کرتا ہے۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ اس قابل نہیں کہ اسکی جانب توجہ بھی دی جائے۔ نسائی اور دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ میزان ج ۱ صـ۴۲۷۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی صـ۲۸۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی صـ۷۳۔

بخاری تاریخ الصغیر میں لکھتے ہیں کہ علی بن المدینی نے یحییٰ بن سعید سے نقل کیا ہے کہ میں اس جویبر کو دو روایات کی وجہ سے پہچانتا ہوں۔ پھر اس کے بعد وہ روایات بیان کیں لیکن اس کے بعد ضعیف قرار دئے گئے۔ تاریخ الصغیر صـ۲۷۔

ضحاک بن مزاحم البلخی

جویبر نے یہ روایت ضحاک بن مزاحم سے نقل کی ہے۔ یہ مشہور مفسر ہے بچوں کو ادب سکھاتا تھا۔ شعبہ کا بیان ہے کہ اس نے ابن عباسؓ سے ملاقات تک نہیں کی۔ عبدالملک بن میسرہ کا بیان ہے کہ یہ ضحاک عبداللہ بن عباسؓ سے ملا نہیں بلکہ اس نے تفسیر

Marfat.com

عقبہ بن جبیر سے ... اس کی تمیمی یعنی یہ ضحاک درمیان سے منقطع ہے اگرچہ ... ابن عباسؓ کی جانب منسوب کرتا ہے۔

شعبہ کا بیان ہے کہ اس نے ابن عباسؓ کو دیکھا تک نہیں ... ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔ امام ... یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور ... [illegible] ... ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ سے جتنی روایت نقل کرتا ہے سب پر [illegible] ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳۲۶۔

علیؓ تو میرا نفس ہیں

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا بیان ہے کہ ... [illegible] ... سب سے زیادہ محبوب کون ہے فرمایا عائشہ۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا میں نے آپ کو علی ... [illegible] ... سنا آپ نے فرمایا علیؓ تو میرا نفس ہے اور کوئی اپنے نفس کے بارے میں [illegible] ...

حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ان لوگوں میں سے تھے ... [illegible] ... امیر معاویہؓ کا ساتھ دیا۔ حضرت حسنؓ کے صلح کر لینے کے بعد ... [illegible] ... سے ... کے گورنر بنائے گئے اور زندگی کے آخری دور میں انتقال فرمایا۔

درحقیقت اس روایت میں حضرت فاطمہؓ کا قول اور اس کا جواب موضوع ہے اور یہ حدیث [illegible] کی گئی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس زیادتی کا راوی ... بن عبداللہ ہے جو ... [illegible] ... نقل کرتا ہے۔ ان دونوں میں کسی نے حدیث صحیح میں ... [illegible] ... ہے۔ ... بن محمد ... کے استاد ہے۔

حجاج بن ارطات

اس کا ایک راوی حجاج بن ارطات ہے جو مشہور فقیہ ہے لیکن روایت حدیث میں کمزور ہے۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ... [illegible] ...

Marfat.com

۔۔۔ات مجھ سے زیادہ جانتا ہو کوئی باقی نہیں۔

عجلی کا بیان ہے کہ یہ فقیہ تھے ثقہ تھے بلکہ اس میں برائی کا مادہ ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر سے مرسل روایت نقل کرتا ہے ۔۔۔ حالانکہ اس نے کوئی روایت نہیں سنی۔ اس پر تدلیس کا عیب لگایا گیا ہے۔ ۔۔۔ بہت سی غریب احادیث روایت کی ہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ سچا ہے لیکن قوی نہیں۔ تدلیس سے کام لیتا ہے۔ یحییٰ بن یعلیٰ المحاربی کا بیان ہے کہ ہمیں زائدہ نے اس امر کا حکم دیا کہ ہم حجاج بن ارطات کی حدیث ترک کر دیں۔

عبداللہ بن احمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس حجاج نے زہری سے کوئی روایت نہیں سنی اور ۔۔۔ اس حجاج کے بارے میں بہت بری رائے رکھتے۔ وہ حجاج بن ارطات اور محمد بن اسحاق کے بارے میں بہت بری رائے رکھتے جسے ہم بیان نہیں کر سکتے۔ تفصیلی حالات شب برات نامی کتاب میں ملاحظہ فرمائے۔

علیؓ میرے علم کا تھیلا ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی میرے علم کا تھیلا ہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۲۲۔

یعنی اگر خدانخواستہ علیؓ نہ ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم سے محروم رہ جاتے اور بہر صورت علیؓ کے پاس تو علم ہی علم ہوتا گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم میں تھیلے کے محتاج ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ ابن عباسؓ اس کے باوجود حضرت علیؓ پر نکتہ چینی کرتے رہے۔ ان نکتہ چینیوں کا تماشا دیکھنا ہو تو طبری ملاحظہ فرمالیں۔

ضرار بن صرد الکوفی اس کی کنیت ابو نعیم ہے۔ بخاری کا قول ہے کہ متروک ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کوفہ میں اصل کذاب دو ہیں ایک ضرار بن صرد اور ایک ابو نعیم النخعی۔ نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کا قول ہے کہ ضعیف ہے ابو حاتم فرماتے ہیں یہ قابل حجت نہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳۲۷

Marfat.com

نسائی کہتے ہیں ضرار بن صرد متروک ہے اس کی کنیت ابونعیم ہے۔ ضعفاء والمتروکین للنسائی رقم [illegible] دارقطنی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی صفحہ ۱۰۱

یحییٰ بن عیسیٰ الرملی

ضرار نے یہ روایت یحییٰ بن عیسیٰ الرملی سے نقل کی ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں وہ کچھ نہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے اس کی عام روایات ہوتی [illegible] میزان ج ۴ صفحہ [illegible]

عبایہ

اس روایت کی سند میں ایک اور راوی عبایہ ہے جو حضرت علیؓ کا شاگرد ہے۔ غالی شیعہ ہے۔ وہ عبایہ کہتا ہے کہ اس نے حضرت علیؓ سے یہ داستان نقل کی ہے کہ میں دوزخ تقسیم کروں گا۔ اس نے حضرت علیؓ سے یہ کہانی بھی نقل کی ہے کہ میں قتل کیا جاؤں گا پھر مجھے دوبارہ زندہ کیا جائے گا پھر میں دوبارہ قتل کیا جاؤں گا۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳۸۷۔

اے علیؓ میرے بعد جو اختلاف ہوگا تو اسے ظاہر کریگا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا میرے بعد امت میں جو اختلاف پیدا ہوگا تو اسے ظاہر کرے گا۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳۲۷۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت انسؓ نے حضرت علیؓ کے ساتھ کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ البتہ اس جنگ میں شریک ہوئے جو یزید بن معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر لڑی۔ حالانکہ صحابہ کرام کو جب اختلاف حضرت علیؓ سے ہوا تو انہوں نے قاتلین عثمان کا ساتھ دیا۔

اس کہانی کا راوی بھی وہی ضرار بن صرد الکوفی ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ اس سے نقل کرنے والا زکریا بن یحییٰ الکوفی ہے۔

زکریا بن یحییٰ الکوفی

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے اس زکریا کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا یہ برا آدمی ہے۔ بدترین قسم کی کہانیاں بیان

Marfat.com

کرتا ہے۔ میں نے منع کیا اس نے تو مجھ سے کہا تھا کہ مجھ سے یحییٰ بن معین نے روایت لکھی ہیں۔ انہوں نے منہ پھیر لیا اور اللہ کی قسم کھا کر بیان کیا کہ نہ تو وہ اس کے پاس گئے اور نہ اس سے کوئی روایت لکھی۔ اور فرمایا وہ تو اس قابل ہے کہ ایک کنواں کھود کر اس زکریا کو اس میں دھکا دے دیا جائے۔

اسی نے یہ کہانی نقل کی ہے کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ۔ اور یہ عبارت اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل لکھی تھی۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۷۵

نسائی لکھتے ہیں زکریا بن یحییٰ الکسائی متروک الحدیث ہے ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۴۳

دارقطنی کا بیان ہے کہ زکریا بن یحییٰ الکسائی الکوفی متروک ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۹۵

یاقوت کی سرخ شاخ

حضرت زید بن ارقمؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو سرخ یاقوت کی شاخ تھامنا چاہے وہ محبت علی کو لازم پکڑ لے۔ میزان ج ۴ ص ۲۸۔

ابن حبان لکھتے ہیں کہ عبدالملک بن دلیل نے ایک موضوع کتاب اپنے باپ سے نقل کی ہے۔ اس میں تمام روایات سدی کے ذریعہ حضرت زید بن ارقم سے منقول ہیں۔ یہ سب حضرت علیؓ کی فضیلت میں ہیں۔ ان روایات کا اپنی کتابوں میں ذکر کرنا بھی حلال نہیں۔ ان میں سے ایک مردود روایت مذکورہ روایت ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۸

یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ روایت کس کی وضع کردہ ہے کیونکہ اس کے تمام رواۃ یعنی عبدالملک بن دلیل دلیل بن عبدالملک اور سدی سب کذاب ہیں۔ اس کا راوی دلیل بن عبدالملک ہے جس نے اپنے باپ سے ایک موضوع نسخہ نقل کیا ہے۔ جس کا بیان کرنا بھی حلال نہیں۔

سُدّی دو ہیں سُدّی کبیر اور سُدّی صغیر اور باتفاق سے ہر دو رافضی ہیں۔ ان دونوں کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

Marfat.com

اے علیؓ تجھے جس نے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علیؓ جس نے مجھے چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا اور جس نے تجھے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔ میزان ج ۳ ص ۱۵۱۔

ابوالجحاف ذہبی کا بیان ہے یہ روایت منکر ہے۔ اس کا راوی ابوالجحاف داؤد بن ابی عوف ہے۔ اسے اگرچہ احمد، یحییٰ، نسائی اور ابوحاتم نے ثقہ قرار دیا ہے لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ہمارے نزدیک قابل حجت نہیں۔ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات فضائل اہل بیت میں مروی ہوتی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۹۔

ابوالجحاف نے اسے ابومعاویہ سے روایت کیا ہے۔ اور میزان کے ایک نسخہ میں ہے کہ معاویہ سے روایت کیا ہے وہ ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ہم نے رجال کی کتابیں چھانیں لیکن ہمیں کوئی ایسا ابومعاویہ نہ ملا جس نے ابوذرؓ سے روایات سنی ہوں یہی حال معاویہ نامی شخص کا ہے۔ تابعین میں کوئی معاویہ نامی ایسا شخص موجود نہیں جس نے ابوذرؓ سے روایات سنی ہوں۔

ہاں یہ ممکن ضرور ہے کہ صحابہ میں سے کسی معاویہؓ نامی فرد نے ابوذرؓ سے روایت لی ہو۔ صحابہ میں متعدد افراد کا نام معاویہ ہے۔ مثلاً معاویہؓ بن الحکم السلمی، معاویہؓ بن حیدۃ القشیری اور معاویہؓ بن ابی سفیان۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس ابوالجحاف نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا۔ یہ تبع تابعی ہے۔ الغرض بہر صورت ایک راوی مجہول ہے اور درمیان میں سے روایت منقطع ہے۔

علی امام الاولیاء ہیں

حضرت ابوبرزہؓ اسلمی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہا

Marfat.com

سے علیؑ کے بارے میں عہد لیا کہ علیؑ ہدایت کے جھنڈے ہیں۔ امام الاولیاء اور ایک کلمہ ہیں جو اللہ نے متقین پر لازم کیا ہے۔ جو علیؑ سے محبت کرے گا اس نے مجھ سے محبت کی۔ میزان ج ۲ ص ۲۶۶۔

ذہبی کا بیان ہے یہ روایت باطل ہے۔ اور اس کی سند کے تمام راوی مجہول ہیں۔ اور دوسروں کا یہ چکر تین سو سال بعد وجود میں آیا۔ جو اسلام میں ایک بدعت ہے۔

اے علیؓ عنقریب تیرے دونوں ستون گر جائینگے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ اے میری خوشبو تجھ پر سلام ہو۔ میں دنیا میں سے دو بیٹی خوشبو کی تجھے وصیت کرتا ہوں۔ ابھی کچھ دن بعد تیرے دونوں ستون گر جائیں گے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو فرمایا یہ تیرے دو ستونوں میں سے ایک ستون ہے لیکن جب فاطمہؓ علیہا السلام کا انتقال ہوا۔ تو فرمایا یہ تیرا دوسرا ستون ہے۔ میزان ج ۴ ص ۷۴۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضورؐ نے اپنی وفات کے بعد کس طرح یہ بات بیان فرمائی کہ تیرا یہ پہلا ستون گرا اور کس طرح حضرت فاطمہؓ کے انتقال پر یہ بیان کیا کہ تیرا دوسرا ستون گرا۔ ہو سکتا ہے یہ بھی کوئی حیات النبی کی قسم کا کوئی مسئلہ ہو اور ہماری سمجھ سے بالاتر ہو۔

کدیمی اس کا راوی محمد بن یونس بن موسیٰ القرشی السامی البصری ہے جو کدیمی سے مشہور ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں اس نے ایک ہزار سے زائد روایات وضع کی ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ایسے لوگوں سے روایات نقل کرتا ہے جنہیں اس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔

ابوداؤد، موسیٰ بن ہارون اور قاسم المطرز کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس کی تعریف تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو اس کے حال سے باخبر نہ ہو۔

ابوبکر احمد بن المطلب الہاشمی کا بیان ہے کہ ہم ایک روز قاسم بن زکریا المطرز کی حدیث سن رہے تھے اتنے میں ان کی کتاب میں کدیمی کی حدیث آئی۔ انہوں نے اسے پڑھنے سے انکار کر دیا۔ محمد بن عبدالجبار

Marfat.com

...ی سے کثر روایت نقل کرتے تھے انہوں نے ...ی کی روایات پڑھنے پر ... تو انہوں نے فرمایا ...
میں ... کو سب ... تو ... لوگ کا ... آپ نے ... جھوٹ بولتا تھا ...
... کا انتقال ... میں ہوا ... قطنی کا بیان ہے ... کتاب ...
... نہیں ... دارقطنی۔

حماد بن عیسیٰ الجہنی

... نے یہ روایت حماد بن عیسیٰ ... سے نقل کی ہے ...
ہے ... حماد بن جریج اور جعفر بن محمد کے نام سے ... نقل
... ہے ... ضعیف کہا ہے ... [۱۹۹]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی میں بہتر کھجوریں آئیں۔

حضرت انس بن مالک نے حضرت عمرؓ کے واسطے سے حضرت ابوذرؓ سے نقل کیا ہے ... کہتے ہیں میں نے ابوہریرہؓ کو کہتے سنا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے سامنے کھجوریں ... تھیں میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے مجھے جواب دیا۔ اور مٹھی بھر کھجوریں دیں ... گیا تو وہ بہتر تھیں۔ پھر میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کے پاس چلا گیا ان کے سامنے بھی کھجوریں ... انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور ہنسنے لگے اور مجھے ایک مٹھی بھر کے کھجوریں دیں میں نے انہیں شمار کیا، تو ان کی تعداد بہتر تھی۔

مجھے اس پر تعجب ہوا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر آیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کے پاس آیا۔ اور آپ کے روبرو کھجوریں تھیں آپ نے ایک ہتھیلی بھر کر مجھے دیں میں نے انہیں شمار کیا تو وہ بہتر تھیں۔ پھر میں علی کے پاس چلا گیا۔ ان کے ہاں بھی کھجوریں پھیلی تھیں۔ انہوں نے ایک مٹھی کھجوریں مجھے دیں میں نے انہیں شمار کیا تو وہ بھی بہتر تھیں۔ مجھے اس پر بہت تعجب ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا اے ابوہریرہؓ کیا تو نہیں جانتا کہ میرا اور علیؓ کا ہاتھ عدل میں برابر ہیں۔

Marfat.com

اس موضوع پر یہ پہلے مثنی بن بشار کی روایت بیان کر چکے۔ اس سے معلوم ہوا تھا کہ بات صرف ایک ہاتھ کی نہیں دو ہاتھ کی تھی اور دونوں ہاتھوں میں ساٹھ کھجوریں آئی تھیں اور یہاں ایک ہاتھ میں تیرہ کھجوریں آئیں۔ فیا لعجب۔

خطیب نے اس روایت کو اپنی تاریخ میں نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت اس سند سے باطل ہے اور اسے قاسم ملطی کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا۔

قاسم ملطی ، اور وہ حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ قاسم ملطی کذاب ہے۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۰۲

دارقطنی لکھتے ہیں یہ قاسم بن ابراہیم ملطی امام مالک کے نام سے جھوٹ بولتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۶۳

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ یہ لیث سے نقل کرتا ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے یہ کذاب ہے ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ایسی گواسات نقل کرتا ہے جو برداشت سے باہر ہیں۔ پھر ذہبی نے اس کی دو روایات نقل کیں۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو سب سے زیادہ محبوب فاطمہؓ تھیں

۱۔ حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبت فاطمہؓ سے اور مردوں میں سب سے زیادہ محبت علیؓ سے تھی۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس سند کے علاوہ اس کی کوئی سند نہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۲۔ ابراہیم بجوہری کا بیان ہے کہ اس سے مقصود آپ کے اہل بیت تھے۔

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب قرار دیا لیکن ایک ایسی روایت کو جو اس کی عین ضد ہے اسے حسن صحیح قرار دیا۔ لہٰذا وہ روایت بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

حضرت عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا۔ جب میں واپس آیا تو میں نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے۔ فرمایا عائشہؓ۔ میں نے عرض کیا میں مردوں کے معاملہ میں پوچھ رہا ہوں۔ فرمایا اس کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۰

ترمذی نے پہلی روایت کو غریب اور اسے صحیح قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ابراہیم بن سعید الجوہری کو اس تاویل کی ضرورت پیش آئی کہ یہاں سوال سے مراد صرف اہل بیت ہیں حالانکہ یہ ایک زبردستی کی تاویل ہے ورنہ الفاظ تو عام ہیں بلکہ اس تاویل کے ذریعہ اہل سنت کو تشیع کا ایک زہریلا انجکشن بھی لگا دیا گیا کہ اہل بیت تو یہ چہار تن علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ و حسینؓ ہیں۔ ازواج مطہرات نہیں۔

حالانکہ سب سے بہتر تاویل تو یہ ہے کہ عمروؓ بن عاص کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور روایت بریدہؓ میں حضرت بریدہؓ نے اپنا تخیل ظاہر فرمایا ہے اور فرمان رسول کے مقابلہ

Marfat.com

میں ایک صحابی کے تنقیص کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟ بشرطیکہ ان کی جانب اس کی نسبت صحیح ہو۔ لیکن ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت بریدہ رضؓ کی جانب اس کی نسبت قطعاً درست نہیں۔ اس لئے کہ بریدہؓ جب حضرت علیؓ کے ساتھ یمن سے واپس تشریف لائے تھے اور حج سے واپسی کے وقت خم غدیر میں انہوں نے حضرت علیؓ کی شکایت کی تھی تو صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا۔

هل تبغض عليا۔ قال نعم کیا تو علی سے بغض رکھتا ہے انھوں نے کہا جی ہاں

گویا حجۃ الوداع کے زمانہ تک تو انھیں حضرت علیؓ کی اس خوبی کا علم نہ تھا بلکہ بریدہؓ ان سے بغض رکھتے تھے۔ اچانک انھیں اس خوبی کا کیسے احساس ہوا جس کا دس سال تک بھی احساس نہ ہو سکا تھا۔ ہمارے نزدیک حضرت بریدہؓ کی جانب اس روایت کی نسبت ہی جھوٹ ہے اور یہ جھوٹ جعفر بن الاحمر کا وضع کردہ ہے۔

جعفر بن زیاد الاحمر الکوفی حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں سچا ہے لیکن شیعہ ہے۔ تقریب صفحہ

امام احمد کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہے۔ یحییٰ بن معین نے اس کی حدیث کا انکار کیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں سچا تو ہے لیکن شیعہ ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ راہِ حق سے ہٹا ہوا ہے۔

جعفر کے پوتے حسین بن علی بن جعفر کا بیان ہے کہ میرا دادا خراسان کے شیعوں کا سردار تھا۔ ابوجعفر یعنی باقر نے اسے خط لکھا جس کے بعد یہ شیعوں کو لے کر سابور پہنچا اور اعلان بغاوت کیا۔ منصور نے اس کے خلاف لشکر کشی کی جس کے نتیجہ میں یہ شکست سے دوچار ہوا۔ اور ایک مدت دراز تک قید خانہ میں بند رہا۔ ۱۶۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ صفحہ ۴۰۷

عبداللہ بن عطاء جعفر نے یہ روایت عبداللہ بن عطاء سے نقل کی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ یہ عبداللہ بن عطاء محمد بن اسحاق کا استاد ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے۔ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۴۶۲

Marfat.com

امام نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص

... اس لیے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ روایت خاص سیاسی لیڈروں کی بنائی ہوئی ہے سیاسی ... اس کی تائید میں ایک دوسری روایت پیش کی جاتی ہے جو جمیع بن عمیر تیمی سے مروی ہے۔ ذیل میں اس کا بھی جائزہ لیتے ہیں۔

جمیع بن عمیر تیمی کا بیان ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہؓ کے پاس گیا۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ انھوں نے فرمایا فاطمہ۔ میں نے سوال کیا کہ مردوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ فرمایا ان کے شوہر علیؑ۔ میں تو یہ جانتی ہوں کہ علیؑ بہت قیام کرنے والے اور بہت روزہ رکھنے والے تھے۔ ترمذی نے کہا یہ روایت حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص

اس روایت کے جواب کے لیے حدیث بالا جو عمرو بن عاص سے مروی ہے کافی ہے لیکن اس کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت بھی شامل کر دی جائے جو عبداللہ بن شقیق نے نقل کی ہے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

عبداللہ بن شقیق کا بیان ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ فرمایا ابوبکرؓ۔ میں نے عرض کیا ان کے بعد؟ فرمایا عمرؓ۔ میں نے عرض کیا ان کے بعد فرمایا ابوعبیدہؓ۔ میں نے پھر سوال کیا تو ام المؤمنین نے سکوت اختیار کیا۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۰ ترمذی کے علاوہ یہ روایت مسلم میں بھی مروی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبداللہ بن شقیق کا بیان تو یہ ہے کہ ام المؤمنین نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ابوبکرؓ تھے پھر عمرؓ اور جمیع نے ام المؤمنین سے یہ نقل کیا ہے کہ سب سے محبوب فاطمہ زہراؑ تھیں پھر حضرت علیؑ۔ ان دونوں میں سے کس کا قول قابل قبول ہے اور کس کا قابل رد۔

عبداللہ بن شقیق تمام محدثین کے نزدیک سچے ہیں۔ یحیٰ بن معین فرماتے ہیں وہ بہترین مسلمانوں میں سے ہیں۔ ان کی روایت کو کیسے رد کیا جا سکتا ہے لیکن جہاں تک جمیع بن عمیر کا تعلق ہے تو اس کا

Marfat.com

ان بہت ہی بدتر ہے۔

جمیع بن عمیر التیمی

بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ سے احادیث سنی ہیں لیکن اس پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں رافضی ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن نمیر کہتے ہیں یہ لوگوں میں سب سے زیادہ جھوٹا انسان تھا کہا کرتا تھا کہ کرکی ایک پرندہ فضا میں بچے جنتا ہے اور اس کے بچے زمین پر گرنے نہیں پاتے۔ پرندے بچے نہیں جنتے انڈے دیتے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جن کی کوئی اور روایت نہیں کرتا۔ صرف ترمذی تنہا وہ محدث ہیں جنہوں نے اس کی روایت کو حسن قرار دیا۔ میزان ج ۱ ص ۴۲۲

اس کا ایک اور راوی حسین بن یزید الطحان الکوفی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں ثقہ ہے لیکن ابوحاتم کہتے ہیں کمزور ہے۔ میزان ج ۲ ص ۵۵

اس کی سند میں تیسرا راوی ابو الجحاف ہے جس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ احمد اور یحییٰ کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابو حاتم بھی اسے ثقہ قرار دیتے ہیں لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ میرے نزدیک قابل حجت نہیں یہ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں کسی شیعہ کی روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اور جمیع بن عمیر وضاع احادیث اور کذاب ہے۔

جب حضرت فاطمہؓ رخصت کی گئیں تو جبرائیلؑ ومیکائیلؑ ان کے دائیں اور بائیں چل رہے تھے

ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ رخصت کی گئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آگے آگے چل رہے تھے۔ جبرائیلؑ ان کے داہنی جانب چل رہے تھے۔ میکائیلؑ بائیں جانب چل رہے تھے اور ان کے پیچھے ستر ہزار فرشتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے اور وہ یہ تسبیح و تقدیس صبح صادق تک کرتے رہے۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج ۱ ص ۳۹۹
میزان ج ۱ ص ۳۶۱

Marfat.com

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس روایت کا راوی کذاب ہے اور ... بن ...
شعبہ اور ... تک کی جانب اس طرح روایت منسوب کرتا ہے جو انھوں نے کبھی بیان نہیں کیں۔ ذہبی میزان
میں لکھتے ہیں یہ روایت محض جھوٹ ہے اور عبد الرحمٰن کے بارے میں لکھتے ہیں ...
ذکر میں ایک موضوع حدیث روایت کی ہے۔ اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ج ۱ ص ۳
روایت ... عبد ... ابن ...

اور ... حضرت ... لکھتے ہیں۔ ... حضرت فاطمہؓ کی فضیلت میں
... ایک جھوٹی حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ۲ ص ۵۵۱

گویا بلحاظ سند اس کے دو راوی کذاب ہیں اور اگر اس کے راوی ثقہ ہوتے تب بھی یہ روایت
خلاف عقل ہوتی۔ اس لئے کہ:

۱۔ حضرت عبد اللہؓ بن عباس کو فرشتوں کی آمد کا کیسے علم ہوا؟
۲۔ جب حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی تو ابن عباسؓ اس وقت صرف دو ڈھائی سال کے بچے تھے اور
اس وقت وہ مکہ میں تھے۔
۳۔ بفرض محال اگر مدینہ ہی میں تھے تو انھوں نے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کو ان ناموں کے ساتھ کیسے شناخت
کیا۔ کیا وہ پہلے سے ان کو جانتے تھے۔
۴۔ فرشتوں کی تسبیح و تقدیس کیا بہ آواز بلند تھی کہ وہ سن سکے؟
۵۔ اگر بہ آواز بلند تھی تو دوسروں کو بھی سننا چاہیئے تھا۔ جب کہ ایسا ہوا نہیں۔
۶۔ اتنی بڑی تعداد میں فرشتوں کا شمار کر لینا اور صحیح تعداد کا معلوم کر لینا کیا معجزہ نہ کہلائے گا؟

حضرت فاطمہؓ کے چاہنے والوں پر آگ حرام ہے

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ فاطمہؓ
کا نام فاطمہؓ اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرنے والوں کو آگ سے محفوظ رکھے گا۔
ج ۱ ص ۳۰

Marfat.com

اس کہانی کے بارے میں یہ روایت محمد بن زکریا الغلابی کی وضع کردہ ہے ۔

غلابی یہ بصرہ کا باشندہ ہے ۔ اس کی کنیت ابوجعفر نام محمد بن زکریا ہے ۔ ایک مورخ ہے ۔ ذہبی نے اسے ضعیف کہا ہے ۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ محدثین کو اس پر اعتراض ہے ۔ دارقطنی لکھتے ہیں یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا ۔ ابن عدی کہتے ہیں ۔ اس نے زین العابدین کی فضیلت میں بھی ایک روایت وضع کی ہے ۔ میزان ج ۳

بشر بن ابراہیم اس کذاب نے یہ کہانی ابن نمیر کے واسطہ سے بشر بن ابراہیم الانصاری سے نقل کی ہے ۔ عقیلی کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کی طرف سے جھوٹی احادیث وضع کرتا ہے ۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ثقات سے روایات وضع کیا کرتا تھا ۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ روایات وضع کرکے انہیں ثقہ راویوں کی طرف منسوب کرتا ہے ۔ میزان ج ۱ صفحہ ۳۲۱

محمد بن اسحاق الاہوازی اس روایت میں صرف یہی دو کذاب نہیں بلکہ ایک اور کذاب بھی موجود ہے ۔ اس کا نام محمد بن اسحاق بن ابراہیم الاہوازی ہے ابوبکر بن عبدان الشیرازی کا بیان ہے کہ اس محمد بن اسحاق الاہوازی نے خود وضع حدیث کا اقرار کیا ہے ۔ میزان ج ۳ صفحہ ۴۷۸

اس طرح اس روایت کی سند میں پے در پے تین کذاب جمع ہیں اور مزید عیوب اسکے علاوہ ہیں ۔

ابن عدی نے تقریبا اسی مضمون کی ایک اور روایت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کی ہے جس کا لب لباب یہ ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ فاطمہؓ نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ۔ اللہ نے اس کے عوض فاطمہؓ اور اس کی اولاد کے لیے جہنم حرام کر دی ہے ۔ اللالی ج ۱ صفحہ ۴۰۰

گویا روئے زمین پر روز اول سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ کسی عورت نے اپنی عصمت کی حفاظت نہ کی تھی اور چونکہ یہ ایک بے مثال کارنامہ ظہور پذیر ہوا تھا لہذا انھیں اس کا یہ اجر حاصل ہوا ۔ اس طرح اس کہانی کو وضع کرنے والے نے دنیا جہاں کی تمام عورتوں پر الزام لگایا حالانکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ۔

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ   اور اپنی پیشاب گاہوں کی حفاظت کرنیوالے

Marfat.com

وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا
وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ
لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

اور بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

گویا تمام مسلمان مرد اور عورتیں اس صفت سے متصف تھے اور ان کو اس صفت سے متصف ہونا چاہیئے۔ بقول حضرت ہندؓ والدہ امیر معاویہؓ کوئی شریف عورت یہ کام نہیں کیا کرتی جس کا منطقی نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ ہر شریف عورت پاکدامن ہوتی ہے بلکہ قبل از اسلام بھی ایسی ہی ہوتی رہی اور جو عورتیں بدکاری میں مبتلا ہوئیں وہ سب غیر شریف عورتیں تھیں۔ اور ہر پاکدامن عورت سے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا وعدہ فرمایا اور اس روایت کی رو سے اس کی اولاد کے لئے بھی آگ حرام ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر پاکدامن عورت اور اس کی اولاد جنت میں جائے گی۔

غور طلب امر یہ ہے حضرت فاطمہؓ کی کیا خصوصیت ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ روایت کن خیالات کے تحت وضع کی گئی ہے تو ہماری نظر میں اس کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں۔

۱۔ سبائیوں نے جب قرآن میں حضرت مریمؑ کی پاکدامنی کی صفت اور تعریف پڑھی تو ان کا حاسدانہ ذہن یہ گوارا نہ کر سکا کہ قرآن ان کی تعریف میں تو رطب اللسان ہو اور حضرت فاطمہؓ جنہیں یہ سیدۃ النساء کا خود ساختہ خطاب دیں تو قرآن و سنت اور تاریخ ان کی پاکدامنی کے ذکر سے خالی ہو۔ لہٰذا یہ روایات وضع کی گئیں۔ حالانکہ سوچا جائے کہ حضرت مریمؑ پر تو یہود نے تہمت بازی کی تھی اور ان کے یہاں حکم الٰہی سے بغیر باپ کے بچہ پیدا ہوا تھا۔ اس لئے ان کی پاکدامنی کا ذکر کیا گیا اور حضرت فاطمہؓ کے ساتھ یہ صورتیں پیش نہیں آئیں۔ اس لئے ان کی اس خوبی کے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔

۲۔ دراصل یہ تبرّا ہے ام المومنین حضرت عائشہؓ پر کہ قرآن میں ان کی پاکدامنی نازل ہونے کے باوجود یہ طبقہ ان کے بارے میں وہی تصور اپنائے ہوئے ہے جو ان کے روحانی آباؤ اجداد یہودیوں نے حضرت مریمؑ کے بارے میں قائم کیا تھا۔

عمرو بن غیاث ۔ ابن عدی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت

Marfat.com

کو عمرو بن غیاث کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور اسے دارقطنی نے ضعیف بلکہ شیعوں کا شیخ بیان کیا ہے۔

ایک درخانی یہ ہے کہ عمرو بن غیاث کبھی تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسے عاصم نے زر بن حبیش سے روایت کیا ہے اور انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے۔ اور کبھی درمیان سے عبداللہ بن مسعودؓ کا نام گرا کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ زر نے یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔ حالانکہ زر صحابی نہیں۔
ابن حبان کا بیان ہے کہ عمرو بن غیاث عاصم کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کرتا ہے۔ اگر عاصم نے کوئی ایسی بات کہی بھی ہوگی تو اس وقت کہی ہوگی جب بڑھاپے میں ان کا دماغ مختل ہو گیا تھا اور اگر بالفرض ہم اس روایت کو درست بھی مان لیں تو محمد بن علی بن موسیٰ الرضا کا بیان ہے کہ ذریت ن تمرکت۔ ذریت سے ائمہ معصومین مراد ہیں۔ انکی قیامت تک نسل مراد نہیں۔ اللآلی ج ۱ ص ۴۰۱
محمد بن عقبہ السدوسی کا بیان ہے کہ عمرو بن غیاث کے علاوہ کوئی شخص یہ روایت بیان نہیں کرتا۔

ہاں حاکم نے "مستدرک" میں یہ روایت نقل کرکے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن امام ذہبی نے ان کی گرفت کی اور فرمایا عمرو بن غیاث بہت واہی ہے اور اس سے معاویہ بن ہشام کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور وہ بھی ضعف سے خالی نہیں۔ اللآلی ج ۱ ص ۴۰۱
دارقطنی کہتے ہیں عمرو بن غیاث ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۲۷ ابوحاتم اور بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ تاریخ کبیر بخاری ج ۳ ص ۱۸۵۔ الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۱۲۸ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۱۶۔
سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن شاہین اور ابن عساکر نے دعویٰ کیا ہے کہ عمرو بن غیاث کے علاوہ اسے تلید نے بھی روایت کیا ہے اور تلید کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں لیکن سیوطی خود لکھتے ہیں یہ تلید رافضی ہے۔ اللآلی ج ۱ ص ۴۰۱
تلید بن سلیمان۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ تلید بن سلیمان الکوفی

[illegible] کا [illegible] ہے [illegible] حضرت عثمانؓ کو گالیاں [illegible] عثمانؓ کو گالیاں [illegible] حضرت عثمانؓ کے [illegible] کی [illegible] عثمانؓ کو [illegible]

[illegible] بیان ہے کہ یہ [illegible] خبیث ہے حضرت [illegible] نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے [illegible] ۳۰۸

یحییٰ ابن [illegible] اور ابن [illegible]

سیوطی نے دعویٰ کیا ہے کہ اس روایت کا ایک اور بھی شاہد موجود ہے [illegible] حفص بن عمر الابلی نے عبدالملک بن ولید بن معدان اور سلام بن سلیمان [illegible] کے ذریعہ [illegible] سے نقل کیا ہے [illegible] سے روایت کرتے ہیں اور وہ حذیفہ بن الیمانی سے ۔

حفص بن عمر الابلی ۔ جہاں تک حفص بن عمر الابلی کا تعلق ہے تو ابن عدی کہتے ہیں یہ شخص جتنی بھی روایات بیان کرتا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتیں یا وہ روایات [illegible] ہوتی ہیں یا ان کی سندات منکر ہوتی ہیں ۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ شخص پکا جھوٹا ہے ۔ عقیلی کا بیان ہے کہ [illegible] بڑے ائمہ کی جانب جھوٹی روایات منسوب کرتا ہے ۔ میزان ج ۱ ص ۵۶۶

حفص نے یہ کہانی سلام بن سلیمان اور عبدالملک بن الولید سے نقل کی [illegible] عاصم سے ۔

سلام بن سلیمان بن سوار ۔ یہ شخص مدائن کا باشندہ ہے ۔ اس کی کنیت ابو العباس ہے قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتا ہے ۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ قوی نہیں ۔ ابن عدی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے ۔ میزان ج ۲ ص ۱۷۸

دارقطنی کہتے ہیں ۔ سلام بن سلیمان مدائنی متروک ہے [illegible] سلیمان اور ابن [illegible] بھی کہا جاتا ہے ۔ الضعفاء والمتروکین ص ۱۰۱

Marfat.com

عبدالملک بن ولید بن معدان ۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس پر اعتراض ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ سندات تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کی روایت دلیل میں پیش کرنا درست نہیں۔ میزان ج ۲ صہ

سیوطی نے یہ تمام موضوع اور سندات بیان کر کے اول تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس کی متعدد سندات موجود ہیں اور اس آخری سند پر کوئی کلام نہیں کیا تاکہ قارئین یہ سمجھیں کہ یہ سند صحیح ہے۔ اسی لئے میزان کے حوالے سے ہم نے اس پر جرح کی ہے۔

سیوطی نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس روایت کی صحت پر مہر ثبت کرنے کیلئے ایک اور روایت ابن عباسؓ کی پیش کی اور اس کے بارے میں بھی سکوت اختیار کیا اور اس طرح تشیع کی ان رام کہانیوں کو صحت کی سند عطا کی گئی۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹے کو عذاب نہ دے گا۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج صہ ۴۱۲

حالانکہ سابقہ روایات سے تو یہ ثابت ہوتا تھا کہ حضرت فاطمہؓ ان کی تمام اولاد اور تمام چاہنے والوں پر آگ حرام ہے اور اس روایت میں صرف حضرت فاطمہؓ اور انکے ایک لڑکے کیلئے آگ حرام کی گئی۔ ان ہر دو امور میں زمین و آسمان کا فرق ہے تو اس روایت ابن عباسؓ سے پہلی بات کیسے ثابت ہو گی۔

پھر کسی مخالف نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ عیاذاً باللہ حضرت فاطمہؓ جہنم میں جائیں گی کیونکہ ہم تو تمام صحابہ کے بارے میں جنتی ہونے کے مدعی ہیں کجا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے بارے میں کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن ہاں اتنی ضرور عرض ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ ان میں سے صرف فاطمہؓ کے لئے یہ بات فرمائی اور بقیہ تینوں کے ذکر سے خاموشی اختیار کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ اس کے پس پردہ اس طبقہ کا ہاتھ کار فرما ہے جو صرف آپؐ کی ایک صاحبزادی کے وجود کا قائل ہے۔ اسی لئے دیگر صاحبزادیوں کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ اگر ان کا ذکر کیا جاتا تو سبائیوں کو ان کی اولاد کو بھی تسلیم کرنا پڑتا۔ اور ان کی اولاد تسلیم کرنے کا مطلب

Marfat.com

یہ ہے کہ نو سے ... نوسیوں کی تعداد میں ... ان کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو امامت
تو ... ہو ... نجات ہو سکتی ہے۔ ... آسان ... طریقہ یہ ہے کہ ... ذکر کو ہی بھلا دیا جائے۔

چنانچہ ... اس ... لفظ ولد ایک بیٹے کے آتا ہے جس سے یہ صاف واضح ہو جاتا ہے کہ ... کے نزدیک نجات کا اہل صرف ایک ہی بیٹا ہے ... دوسرا بیٹا یعنی حضرت حسن ... تو ... وجود امیر المؤمنین یعنی مومنوں کے پیروں کو ذلیل کرتا ہے ... اسی لئے تو اس کی ... سے پیدا ہی ... اسی لئے اس کی اولاد حق امامت سے محروم ہوئی اور چونکہ انھوں نے ... معاویہ سے صلح کر کے یہودی ... مجوسی سازش پر پانی پھیر دیا ہے تو وہ جہنم کے عذاب سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ رہ گیا ... ام کلثوم کا مسئلہ تو وہ حضرت عمرؓ کے نکاح میں چلی گئیں اور ان کی اولاد ... بننے کی ... رہیں اور رہ گئیں زینبؓ تو انھوں نے آخری زندگی میں ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جس نے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا یعنی شہادت حضرت حسینؓ کے بعد دمشق پہنچنے پر ... یزید کے ... نہایت ... اسی لئے اولاد کے بجائے ولد کا لفظ لایا گیا تاکہ ان ... سے نجات مل جائے۔

... یہ ... مسئلہ ... اور جس نظریہ کے تحت ... یہ روایت ... نہیں ... تو اس کا افسوس ہے کہ طبرانی جیسے محدث ... روایت ... کا سب سے بڑا کارنامہ ... کے مخصوص صحابیوں کو ... دیا ہے ... کو ... ہے۔

اب اس روایت کی سند پر بھی غور کر لیا جائے تاکہ ... معلوم ہو جائے کہ یہ روایت ... ہے۔

طبرانی نے ابن عباسؓ سے یہ روایت چھ راویوں کے واسطے سے نقل کی ہے یعنی عکرمہ مولیٰ ابن عباس، عبدالرحمن بن الغسیل صیفی بن ربعی، اسماعیل بن موسیٰ بن عثمان الانصاری، محمد بن مرزوق اور احمد بن ابراہیم الایزری جو طبرانی کے اس روایت میں استاد ہیں۔

عکرمہ مولی ابن عباس ۔ یہ ایک ایسی ذات شریف ہیں جن کے تذکرہ سے رجال کی تمام کتابیں معمور ہیں۔ ایک بہت بڑا گروہ اسے ثقہ بلکہ امام التفسیر سمجھتا ہے۔ اور ہر آیت کی تفسیر میں اس کا قول پیش کیا جاتا ہے۔ جبکہ امام مالک المتوفی ۱۷۹ھ محمد بن سیرین المتوفی ۱۱۰ھ سعید بن المسیب المتوفی ۹۴ھ ابن عون، حماد بن زید اور عبداللہ بن عباسؓ کے صاحبزادے علی نے اسے کذاب قرار دیا ہے

اس پر تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ خارجی بن گیا تھا اور مسلمانوں کو واجب القتل سمجھتا تھا اور خارجیوں کا اس پر اتفاق ہے۔ حضرت علیؓ ان کی اولاد، امیر معاویہؓ اور انھیں مسلمان ماننے والے سب کافر ہیں۔ اس کا ماننے والا یہ روایت عکرمہ ہرگز بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اس کے عقیدے کی رو سے حسین بن علیؓ جہنم کے مستحق ہیں۔ اب دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ یا تو کسی نے یہ روایت وضع کرکے عکرمہ کی جانب منسوب کی یا اس نے صرف حضرت فاطمہؓ کا ذکر کیا ہوگا اور بعد میں عاشقانِ حسینؓ نے اس میں اضافے کر لئے ہونگے۔

عبدالرحمن بن الغسیل ۔ عکرمہ سے یہ داستان نقل کرنے والا عبدالرحمان بن الغسیل ہے۔ اس کا پورا نسب نامہ اس طرح ہے۔ عبدالرحمان بن سلیمان بن عبداللہ بن حنظلۃ الانصاری۔ یہ ابن غسیل کی کنیت سے مشہور ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ یہ سچا آدمی ہے لیکن اس میں کچھ کمزوری پائی جاتی ہے سنہ ۱۶۳ھ میں ایک سو چھ ۱۰۶ سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔ تقریب التہذیب ص ۲۰۳

اسماعیل بن ابی الوراق کا قول ہے کہ اس کی عمر ایک سو ساٹھ سال ہوئی لیکن حافظ ذہبی لکھتے ہیں یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اگر اس کی اتنی عمر ہوتی تو یہ حضرت عمرؓ اور بہت سے دیگر صحابہ کا زمانہ پاتا اور ان سے روایت کرتا۔ حالانکہ اس نے صحابہ میں سے صرف سہل بن سعدؓ کو دیکھا ہے۔ ابو زرعہ اور دار قطنی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ یحیٰ کہتے ہیں اس میں کوئی خاص برائی نہیں لیکن نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کا انتقال ۱۷۱ھ میں ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۵٦۸

اس لحاظ سے یہ اسماعیل غیر ثقہ تو نہیں لیکن مشکوک ضرور ہے۔

صیفی بن ربعی ۔ عبدالرحمان بن غسیل سے یہ روایت نقل کرنے والا صیفی بن ربعی ہے۔ امام

بخاری، امام نسائی، ابن عدی اور حافظ ذہبی نے اس کا [illegible] تک نہیں کیا [illegible] یہ کوئی معروف شخص نہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب میں صرف اتنا لکھا ہے۔ [illegible] ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس سے صرف ترمذی نے روایت کی ہے۔ اگرچہ سچا ہے لیکن وہم ہو جاتا تھا۔ [illegible]

حافظ ابن حجر یہ جملہ [illegible] [illegible] کہیں حافظ صاحب کو تو وہم نہیں ہو رہا ہے [illegible] حافظ صاحب کے اس تبصرے کا مطلب [illegible] پس پردہ کوئی شیعہ ہے اور چونکہ صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کا راوی ہے [illegible] پردے میں چھپا رہا ہے۔ یہ ہمارا اپنا ذاتی تخیل ہے جو غلط بھی ہو سکتا ہے۔ [illegible]

اسمٰعیل بن موسیٰ ۔ یعفی سے یہ روایت نقل کرنے والا اسمٰعیل بن موسیٰ [illegible] ہے۔ بخاری، نسائی اور ابن حجر وغیرہ نے اس کا تذکرہ تک بھی نہیں کیا لیکن ذہبی [illegible]

میزان ج ۱ ص ۲۵۲

محمد بن مرزوق ۔ اسمٰعیل سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن مرزوق ہے [illegible] ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ بخاری اور نسائی نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا [illegible] حجر فرماتے ہیں سچا ہے لیکن اسے وہم ہوتا ہے۔ تقریب ص ۳۱۷

لیکن ابن عدی اور ذہبی نے لکھا ہے اس کا نام محمد بن محمد بن مرزوق [illegible] اسے ثقہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی ایک روایت منکر ہے [illegible] اس کی دو روایات منکر ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۲۶

احمد بن ماہہرام ۔ اس کا آخری راوی احمد بن ماہہرام ہے جو طبرانی کا شیخ ہے۔ مجھے تا حال اس کا اتا پتہ معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لحاظ سے اس روایت میں دو مجہول [illegible] نہیں بلکہ پہلا راوی ایسا ہے جو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو کافر سمجھتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ روایت ان دونوں نے وضع کی ہے جو مجہول ہیں اور جن کے بارے میں یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کس کیفیت کی مالک تھے

اے فاطمہ میں نے تیرا نکاح دنیا کے سردار سے کیا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب فاطمہؓ شب عروس منا چکیں تو انہوں نے ایک کڑک سنی (یہ ترجمہ ہمارا بیان کردہ ہے ورنہ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ انھیں ایک کڑک پہنچی یعنی تنہا انھوں نے سُنی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا۔ اے فاطمہؓ! میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا جو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہوگا۔

اے فاطمہؓ میں نے جب تجھے علیؓ کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیلؑ جو چوتھے آسمان میں کھڑے ہوئے تھے ملائکہ سے تیرا نکاح کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جنتوں کے درختوں کو حکم دیا انھوں نے زیورات اور حلے پہنے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا۔ انھوں نے وہ زیورات حلے فرشتوں پر نثار کئے۔

پس جس نے بھی اس روز کچھ حاصل کرلیا۔ اس نے اپنے دوسرے ساتھی سے زیادہ حاصل لیا۔ جس پر قیامت تک اس کا ساتھی اس پر فخر کریگا۔ میزان ج ۴ ص ۸۳

ہمیں اس پر حیرت ہے کہ اس کڑک کی آواز فاطمہؓ کے علاوہ کسی نے جب نہیں سُنی تھی اور اس کا علم بجز فاطمہؓ کے کسی کو نہ ہوا تھا تو عبداللہ بن مسعودؓ کو کیسے خبر ہوگئی۔

مخلد بن عمرو الحمصی الکلاعی اس کا راوی مخلد بن عمرو الحمصی ہے۔ اس نے یہ روایت عبیداللہ بن موسیٰ العبسی سے نقل کی ہے۔ جو غالی شیعہ ہے اور عبیداللہ نے اسے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ مخلد ناقابل قبول ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا اصل نام مخلد نہیں جیسا کہ ابن حبان نے لکھا ہے۔ اس کا نام خالد بن عمرو ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ خالد ثقہ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے صالح جزرہ کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا تھا ابو زرعہ نے اس کی روایات باہر اٹھا کر پھینک

دہی۔ عقیلی کا بیان ہے کہ سفیان ثوری کی جتنی روایات یہ نقل کرتا ہے سب بے حقیقت ہوتی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ امام لیث سے جتنی روایات نقل کرتا ہے۔ سب منکر ہوتی ہیں۔ بلکہ اس نے خود وضع کی ہیں۔ میزان ج ا صہ ۶۳۶۔ امام بخاری لکھتے ہیں کہ اس خالد بن عمرو کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے منکرالحدیث ہے کتاب الضعفا الصغیر ... نسائی لکھتے ہیں کہ یہ خالد بن عمرو الاموی ثقہ نہیں ہے۔ یہ عبدالعزیز بن ابان کا چچازاد بھائی ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صہ ۳۶ دارقطنی لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ ہے اور سعید بن العاص بن سعید بن عاص کی اولاد سے ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی صہ ۵

عبیداللہ بن موسیٰ العبسی یہ عبیداللہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بخاری کا شیخ ہے۔ فی الذات تو ثقہ ہے۔ لیکن ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے

ابوحاتم رازی اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابوحاتم یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ابونعیم اس سے زیادہ محتاط ہے۔ اور عبیداللہ اسرائیل کے معاملہ میں سب سے زیادہ ثابت ہے۔

احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے کہ یہ قرآن کا عالم تھا بلکہ علم قرآن میں سردار مانا جاتا تھا۔ اسے کبھی سر اٹھائے دیکھا اور نہ ہنستے ہوئے دیکھا۔

ابوداؤد کا بیان ہے کہ یہ ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

میمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے۔ کہ عبیداللہ احادیث میں خلط ملط کرتا۔ بہت بری احادیث روایت کرتا۔ یہ بلائیں اسی کی نازل کردہ ہیں۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اس کے سامنے احادیث پیش نہیں کیں۔

ایک محدث نے امام احمد بن حنبل سے اس سے روایت لینے کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے اس سے منع فرما دیا۔ ۲۱۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

Marfat.com

حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت جبرئیلؑ نے پڑھا تھا

راوی نے عبداللہؓ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے ۔ اے فاطمہؓ جب میں نے تجھے علیؓ کو دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو حکم دیا ۔ انہوں نے فرشتوں کی صفیں قائم کیں ۔ پھر ان کے روبرو خطبہ دیا اور علیؓ سے تیرا نکاح کیا ۔ میزان ج ا ص ۶۳۷

خالد بن عمرو الحمصی :- اس کا راوی خالد بن عمرو الحمصی ہے ۔ جس کی کنیت ابوالاخیل ہے ۔ جعفر الفریابی کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے ۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ایک واہی انسان ہے ۔ یہ روایت اسی کی وضع کردہ ہے ۔

عبیداللہ بن موسی العبسی :- خالد نے یہ روایت عبیداللہ بن موسی سے نقل کی ہے ۔ یہ عبیداللہ بخاری کے استاد ہیں ۔ تمام کتب ستہ میں ان کی روایات موجود ہیں ۔ اگرچہ اکثر محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ ثقہ ہے لیکن ابوداؤد کہتے ہیں یہ ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے ۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ احادیث میں خلط ملط کرتا ۔ اور بہت بری قسم کی روایات بیان کرتا ہے ۔ اور یہ تشیع والی روایات اسی کی پیدا کردہ ہیں ۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا لیکن میں نے اس سے حدیث سنا پسند نہیں کیا ۔ ایک شخص نے دریافت کیا ۔ کیا میں

اس سے حدیث سننی، امام احمد نے اسے منع فرمایا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے لیکن شیعہ ہے۔ (میزان ج ۳ ص ۲۳۶)

یہ بدترین قسم کا شیعہ ہے جو حضرت عثمانؓ اور ان کے گھر والوں کے سلسلہ میں وضعی باتیں [illegible] اقرار [illegible] ہے اور جبکہ بقول امام احمد یہ تمام خرافات اسی کی وضع کردہ ہیں۔

کون جانتا ہے کہ یہ روایت بھی محمد بن موسیٰ اور خالد بن عمرو میں سے کسی ایک نے وضع کی ہے کیونکہ دیگر تمام راوی [illegible] کے الزام سے پاک ہیں۔

روایت کے الفاظ یہ بتا رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] حضرت فاطمہؓ سے کسی وقت [illegible] کے لیے [illegible] کی عدم موجودگی میں اندرون خانہ بیان فرمایا ہوگا۔ ایسی صورت میں نبی کریمؐ اور فاطمہؓ کے درمیان عبداللہ بن مسعودؓ کیسے [illegible] کیونکر ممکن ہو سکتی ہے۔ اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔

قیامت کے روز حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں خون آلود کپڑے ہوں گے

حاکم نے علی بن موسیٰ الرضا سے نقل کیا ہے اور وہ اپنے باپ دادا کے واسطے سے یعنی ان کے ذریعہ حضرت علیؓ بن عبد مناف سے ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"قیامت کے روز جب میری بیٹی کا حشر ہوگا تو اس کے ہاتھوں میں خون آلود کپڑے ہوں گے، وہ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑ کر لٹک جائے گی اور کہے گی۔ اے عدل کرنے والے میرے اور میرے بیٹے کے قاتل کے درمیان فیصلہ کر تو رب کعبہ کی قسم وہ میری بیٹی کے حق میں فیصلہ کرے گا۔"

سیوطی لکھتے ہیں ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ کیونکہ علی بن موسی الرضا سے ابن بسطام اور ابن مہدی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔

علی بن احمد بن مہدی:- صاحب میزان (ذہبی) نے ابن مہدی کے حال میں لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اللآلی

ذہبی نے ابن بسطام کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ لیکن انہوں نے علی بن موسی الرضا پر بھی کلام کیا ہے۔ جس کا سیوطی نے ذکر تک نہیں کیا اور علی بن احمد بن مہدی کے متعلق ذہبی لکھتے ہیں کہ دارقطنی کا قول ہے۔ یہ وضاع الحدیث ہے اور اس نے روایات کا ایک نسخہ وضع کر کے اسے علی بن موسی الرضا کی جانب منسوب کیا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۲

علی بن موسی الرضا:- ذہبی لکھتے ہیں ابن طاہر کا بیان ہے کہ یہ اپنے باپ دادا کے نام سے عجیب عجیب روایات بیان کرتا رہتا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ دراصل ان کے نام سے مختلف اشخاص نے مختلف نسخے وضع کر کے ان کی جانب منسوب کئے ہیں جن میں سے ایک نسخہ ابو الصلت الہروی، ایک نسخہ علی بن احمد بن مہدی القاضی۔ ایک ابو احمد عامر بن سلیمان الطائی اور ایک داؤد بن سلیمان القزوینی کا ہے۔ ان علی بن موسی کی وفات ۲۰۳ھ میں ہوئی۔

دارقطنی نے ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ اس علی الرضا سے عجیب عجیب روایات نقل کی جاتی ہیں۔ یہ روایات میں غلطیاں کرتا اور اسے وہم ہوتا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۰۸

ملا علی قاری نے جزری سے نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن الاشعث سے موسی بن اسماعیل اور علی رضا بن موسی بن جعفر کی روایات لکھیں جو انہوں نے اپنے باپ دادا سے نقل کی تھیں۔ اس نے مجھے ایک نسخہ دکھایا جس میں تقریباً ایک ہزار روایات

Marfat.com

موسیٰ بن اسماعیل نے اپنے باپ دادا سے نقل کی تھیں اور سب منکر ہیں۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ کتاب جو صحیفہ کہلاتی تھی شیعہ کے غالیوں میں سے ایک غالب ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کتاب کا نام السنن رکھا ہے اس میں سب روایات ایک سند سے مروی ہیں۔ اسی طرح ایک نسخہ علی الرضا کے نام سے ہے جو انہوں نے اپنے باپ دادا کے نام سے نقل کیا ہے۔ اور یہ سب موضوع ہے۔ اس کتاب میں ابوسعید کے واسطے سے حضرت علی کچھ حدیثیں مروی ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو عیاذ باللہ بزدلی سے مباشرت کے طریقے تعلیم دئے ہیں۔ اور یہ کوک شاستر علی رضا کی جانب منسوب ہے۔ (مخرجات لبرڈ)

موسیٰ کاظم: جہاں تک موسیٰ کاظم کا تعلق ہے تو ابن ابی حاتم و ابو حاتم رازی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن عقیلی کہتے ہیں ان کی جانب جتنی روایات منسوب ہیں وہ سب ان کے اخلاف کی وضع کردہ ہیں۔ اس میں موسیٰ کا کوئی قصور نہیں۔ ۱۸۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ نہایت عابد اور متقی شخص تھے۔ ان سے بہت کم احادیث مروی ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۲

جہاں تک ان کے والد جعفر بن محمد کا تعلق ہے تو ان کا حال دوسری جگہ بیان کیا جا چکا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ داستان وضع کرنے والا علی بن احمد بن مہدی القاضی ہے جس نے تقی کا کے نام سے پوری ایک کتاب تیار کی ہے۔

جہاں تک قتل حسینؓ کا تعلق ہے تو روز حشر حضرت فاطمہؓ کو لاش کے پائے پکڑنے کی کوئی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ وہاں ہر قاتل و مقتول کا حساب ضرور ہو کر رہے گا۔ بلکہ ان لوگوں سے بھی حساب لیا جائے گا جنہوں نے حضرت حسینؓ کو سنہرے خواب دکھا کر مکہ سے بلایا تھا اور پھر جن لوگوں نے انہیں نینوا لے جا کر قتل کیا اور دوسروں کو ملزم ثابت کرنے کے لئے کربلا کی داستانیں وضع کیں اور اس طرح غم حسین کے پردے میں غم رستم اور کربلا کے پردے میں غم قادسیہ منایا گیا۔ اور اس طور پر عربوں سے اپنا پرانا کینہ نکالا گیا۔

Marfat.com

حضرت فاطمہؓ کی تکفین و تدفین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ نہایت مغموم رہیں۔ اور یہ چند ماہ انہوں نے نہایت صبر و سکون کے ساتھ پورے کئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس انتیس سال کے عرصہ میں جتنے غم حضرت فاطمہؓ پر نازل ہوئے۔ شاید ہی اتنے غم کسی اور عورت پر نازل ہوئے ہوں۔

بچپن میں بھائیوں کی محبت سے محروم ہوئیں۔ جوانی میں قدم رکھا تو ماں کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ والد کو من حیث النبوت جو تکالیف پہنچائی گئیں وہ جُداگانہ۔ گھر بار اور وطن چھوڑ کر مدینہ آئیں شادی ہوئی تو زندگی فقر و فاقہ میں بسر ہوئی۔ بہنیں بھی آنکھوں دیکھے رخصت ہو گئیں۔ لے دے کے ایک باپ کا سہارا تھا۔ جب بھی غم برداشت سے باہر ہوتے تو باپ کے پاس پہنچ کر دل کا غبار نکال لیتیں۔ اب وہ سایہ بھی سر سے اُٹھ چکا تھا۔ اور خود ان کے بقول وہ اس منزل سے دوچار تھیں

صبت علی مصائب لو انہا   صبن علی الایام صرن لیالیا

مجھ پر مصائب کچھ اس طرح بہائے گئے کہ اگر وہ دن پر بہا دیئے جاتے تو وہ رات میں تبدیل ہو جاتے۔

یہ چند ماہ کی زندگی کوئی زندگی تھی۔ غم پیتے پیتے خود سراپا مریض بن گئیں۔ گویا وہ تو جانے کے لئے تیار بیٹھی تھیں۔ صرف طلبی کا انتظار تھا۔ کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا۔ بچے کمسن تھے۔ حضرت علیؓ کہاں تک دیکھ بھال کرتے۔ وہ اس معاملہ میں خود سہارے کے محتاج تھے۔ یہ سہارا انہیں خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مہیا کیا۔ اُن کی زوجہ محترمہ اسماءؓ بنت

Marfat.com

ہیں تشریف لائیں اور ان کی تیمارداری کی تھی۔

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ فاطمہؓ نے ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا اور وفات تک ان سے کوئی بات نہیں کی۔ جب فوت ہوئیں تو حضرت علیؓ نے رات کو دفن کر دیا۔ اور ابوبکرؓ کو اطلاع نہ دی۔

یہ عبارت پڑھنے سے ذہن میں جو تصور پیدا ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے مرتے دم تک حضرت ابوبکرؓ سے کوئی بات نہیں کی اور اس کا اصل مدعا یہ تھا کہ حضرت علیؓ نے انہیں رات کو دفن کر دیا اور ابوبکرؓ کو مطلع تک نہیں کیا

آگے چل کر اسی روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے انتقال تک ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی۔ اور چھ ماہ بعد تلوار کے خوف سے بیعت کر لی۔ کچھ ایسا ہی تاثر ہمارے اردو مورخین پیش کیا کرتے ہیں حتیٰ کہ اسی بنیاد پر جماعت اسلامی تو یہاں تک کہتی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی حزب اختلاف حضرت علیؓ کی صورت میں وجود میں آئی گویا حضرت عثمانؓ کے دور میں مدینہ میں انگلستان سے درآمد شدہ پارلیمانی نظام رائج تھا اور اس کا سہرا حضرت علیؓ کے سر ہے۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت اس سے قبل حزب اختلاف اور حزب اقتدار میں ٹکراؤ شروع ہو گیا تھا اور اس ٹکراؤ میں حزب اختلاف کامیاب ہوئی۔ اور اس انقلاب کے لیڈر حضرت علیؓ تھے۔ گویا موجودہ دور کے لوگ بھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ عیاذاً باللہ قاتل عثمانؓ ہیں۔ وہی دعویٰ انہی الفاظ میں جماعت اسلامی کرتی ہے۔ بعینہٖ یہی الفاظ آج سے تین سال بیشتر سنی کونسل کے اجلاس میں صلاح الدین صاحب نے فرمائے تھے جو اس وقت جسارت کے ایڈیٹر تھے۔ کہ جب اس حزب اختلاف کے خلاف حزب اقتدار نے حزب اختلاف کا روپ دھار لیا تو وہ ملوکیت کی بانی بن گئی۔ کیا خوب فلسفہ ہے۔ آپ چاہیں تو اس فلسفہ کو پیپلز پارٹی کے آئینہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ تو ضمناً بات زبان پر آ گئی۔ رہا یہ مسئلہ کہ حضرت علیؓ نے کب بیعت کی۔ اس موضوع

Marfat.com

ہر کسی اور وقت گفتگو کریں گے۔ اس وقت تو ہمارے سامنے حضرت فاطمہؓ کا مسئلہ ہے۔

ہم بھی بخاری کی روایت کے پیش نظر ایک زمانہ تک برسرعام اس کا پرچار کرتے رہے اور یہ سوچ کر چپ رہتے کہ ام المومنین عائشہؓ کوئی غلط بات نہیں فرما سکتیں اس لئے یقیناً کچھ ایسا ہی وقوعہ پیش آیا ہوگا۔ لہذا ہم پر ایک زمانہ تک خارجیت کا اثر رہا۔ شیعیت و رافضیت کا کیڑا کسی وقت ہمارے ذہن میں نہیں کلبلایا۔ اس کیڑے سے تو ہم ہمیشہ محفوظ رہے۔ ہاں خارجیت نے کچھ اثر ہم پر بھی ڈالا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے ہمیں بچا لیا۔ لہذا ہم اللہ سے مغفرت کے خواستگار ہیں۔

جب ہمارے سامنے دیگر روایات آئیں تو ہمارے ذہن نے انہیں اس لئے قبول نہیں کیا کہ بخاری کے مقابلہ میں ان روایات کی کیا حیثیت ہے؟ لیکن جب بخاری کی روایت کو اس تنقیدی نگاہ سے دوبارہ دیکھا تو اس جملہ پر آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔

قال فهجرته فاطمة فلم تكلمه في ذلك حتى ماتت فدفنها علي ليلا ولم يؤذن بها ابا بكر

راوی کہتا ہے کہ فاطمہؓ نے انہیں چھوڑ دیا اور پھر تا وفات اس مسئلہ میں کوئی کلام نہیں کیا حتیٰ کہ انکی موت واقع ہوگئی۔ علیؓ نے انہیں راتوں رات دفن کیا اور ابوبکرؓ کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی۔

اس عبارت کا پہلا لفظ قال اس کا کھلا ثبوت تھا کہ یہ الفاظ ام المؤمنین کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ ان کے الفاظ ہوتے تو قَالَ کی بجائے قَالَتْ ہوتا۔ یہ تو بعد کے کسی راوی نے اپنی جانب سے الفاظ بڑھائے ہیں۔ اصطلاح حدیث میں روایت میں الفاظ بڑھانے کو ادراج بولتے ہیں۔ اور وہ الفاظ جو راوی اپنی جانب سے حدیث میں داخل کرتا ہے انہیں مُدرج کہتے ہیں۔ یہ الفاظ تو واضح طور پر مدرج ہیں۔ امام نووی نے شرح مسلم میں ان الفاظ پر بحث کرتے ہوئے قاضی عیاض کا قول نقل فرمایا ہے۔

والاكثر ما جاء انه من كلام الزهري

اس میں جو اکثر امور ہیں وہ زہری کا کلام ہیں

Marfat.com

گویا یہ زہری کا اپنا ایک تخیل تھا جو اس نے روایت بیان کرتے ہوئے پیش کر دیا۔ یہ غنیمت سمجھئے کہ لفظ قال نے ساری پول کھول دی۔ ہمارے ذہن نے حاربیت کی جو عمارت تعمیر کی تھی وہ دھڑام سے زمین پر آگئی۔ کیونکہ زہری کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں۔ امام بخاری کی اس روایت کو اس معاملے میں سند نہیں بنایا جا سکتا۔ اور دیگر روایات و شواہد کو دیکھنا ہوگا کہ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

فرقہ سبائیہ کے ارشادات

شیخ محمد بن حسن طوسی نے اپنی کتاب امالی میں تحریر کیا ہے

کہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کرتے تھے۔ اور یہ انہوں نے ان کے ساتھ اسماء بنت عمیس کو متعین فرمایا جو وفات تک یہ خدمات انجام دیتی رہیں۔

وتعينه على ذلك اسماء بنت عميس رحمها الله على استمرار بذلك۔ الامالی ج ۱ ص ۱۰۷

اور اس کام پر اسماء بنت عمیس رحمہا اللہ کو مامور کیا جو مستقل یہ خدمات انجام دیتی رہیں۔

غور کیجئے کہ شیخ طوسی تیمارداری کی نسبت کی نہیں کرتے بلکہ تیمارداری کا ذکر کرتے ہیں۔ اس صورت میں اس وقت یہ ممکن نہیں ہو سکتی جب تک اسماءؓ کے شوہر ابوبکرؓ سے اس کی اجازت نہ لیں۔ کیونکہ کسی کے گھر غیر مرد کی اجازت ممکن نہیں۔ اور یہ تبھی ممکن ہے جب امیر المومنین کو اس امر کی اطلاع ہو۔ ایسی صورت میں یہ الفاظ امیر المومنین کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔

ملا باقر مجلسی نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

پس حضرت بوصیت عمل نمود و خود متوجہ تیمار داری او بود و اسماء بنت عمیس آں حضرت را در ایں امور معاونت می کرد (جلاء العیون ص ۱۶۳)

پس حضرت علیؓ ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے ان کی تیمارداری کی جانب متوجہ ہوگئے۔ اسماء بنت عمیس اس معاملے میں انکی مدد کرتی رہیں

Marfat.com

ان عبارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اسماءؓ پورا پورا دن حضرت فاطمہؓ کے پاس گزارتیں۔ اور ان کی خدمت میں لگی رہتیں۔

حاکمؒ نے زین العابدین سے نقل کیا ہے وہ ابن عباسؓ سے ناقل ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب فاطمہؓ کی بیماری میں شدت پیدا ہوئی تو انہوں نے اسماءؓ سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اب میرا آخری وقت آ پہنچا ہے۔ کیا میرا جنازہ بھی اسی طرح بے پردہ اٹھایا جائے گا۔ اسماءؓ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ میں آپ کے لئے ایک باپردہ چارپائی تیار کرتی ہوں جو میں نے حبشہ میں دیکھی تھی۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا مجھے تیار کرکے دکھاؤ۔

اسماءؓ نے کھجور کی تازہ چھڑیاں کٹوا کر منگوائیں۔ اور چارپائی پر چھپر کھٹ کی طرح لگا دیں۔ مدینہ میں اس قسم کی چارپائی پہلی بار تیار ہوئی تھی۔ حضرت فاطمہؓ اسے دیکھ کر مسکرائیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے انہیں کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔

"ان کی وفات کے بعد ہم نے انہیں اسی طرح باپردہ اٹھایا اور انہیں رات کو دفن کیا"

المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۶۲۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۸۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۱۷۰

گویا رات کو دفن کرنے میں اصل حکمت یہ تھی کہ حضرت فاطمہؓ دفن ہونے تک پردے میں رہیں۔ یہ حکمت نہ تھی کہ ابوبکرؓ کو پتہ نہ چلے۔ چوری چھپے دفنا دیا جائے جیسا کہ زہری دبے دبے الفاظ میں دعویٰ کرتے ہیں اور نہ یہ بات تھی کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کا گلا گھونٹ کر ختم کر دیا۔ استغفر اللہ۔ اور اس قتل پر پردہ ڈالنے کے لئے راتوں رات دفنا دیا۔ جیسا کہ خارجیوں کا گمان ہے

اس کے بعد ملا باقر مجلسی نے عین وفات کے وقت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ جس میں جنت سے کافور کا آنا اور اس کا تین حصوں پر تقسیم ہونا درج ہے۔ اس روایت میں اسماءؓ بنت عمیس کے ساتھ آخری کلام کرنا اور وصیت کرنا مذکور ہے۔ پھر اس وصیت پر عمل درآمد کرنا حسنین کا گھر آنا اور اسماءؓ کا انہیں فاطمہؓ کی وفات سے مطلع کرنا۔ اور پھر اہل مدینہ کا بین کرنا۔ یہ تمام واقعات آخری وقت میں اسماءؓ کے سامنے پیش آئے۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۶۲

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ جلاء العیون سے اس رام لیلائی داستان کو یہاں نقل کر کے ناظرین کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ ناظرین کرام کے کام و دہن کو بھی مزہ چکھنے کا موقع ملے۔

کشف الغمہ میں روایت ہے کہ جب وفات جناب فاطمہ زہرا کی قریب آئی تو اسماء بنت عمیس سے کہا پانی لاؤ میں وضو کروں گی۔ پھر وضو کر کے ... اور ایک روایت کے مطابق غسل کیا اور خوشبو لگائی اور نئے کپڑے پہنے اور فرمایا اسماء جبرئیل وقت وفات پیغمبر ... چالیس درہم کافور بہشت سے لائے تھے۔ اور آنحضرت نے اس کے تین حصے کئے تھے۔ ایک حصہ اپنے لئے ایک حصہ علی کے لئے اور ایک میرے لئے رکھا تھا۔ وہ کافور لے آؤ کہ مجھے اس سے حنوط کریں۔ جب اسماء کافور لائیں تو فرمایا میرے سرہانے رکھ دو۔ پھر فرمایا پاؤں قبلہ کی جانب پھیلا دیئے اور کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئیں اور مجھ سے فرمایا اے اسماء تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز دینا۔ اگر میں جواب نہ دوں تو علی کو بلانا اور جاننا کہ میں اپنے پدر بزرگوار سے ملحق ہو گئی۔ اسماء نے تھوڑی دیر انتظار کر کے پکارا۔ جواب نہ پایا۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۲۲۰

یہ کافی طویل رام لیلائی داستان ہے۔ ہمیں تو صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ اسماء بنت عمیس جو حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ تھیں وہ وفات کے وقت تک حضرت فاطمہؓ کے پاس تھیں اور وہی ساری خدمت کر رہی تھیں۔ اور پھر انہی کے خاوند سے چھپا کر حضرت فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کر دیا۔ اسے کہتے ہیں آنکھوں میں دھول جھونکنا۔

حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد غسل کا مرحلہ درپیش آیا جیسا کہ شریعت اسلامیہ کا حکم ہے کہ پہلے میت کو غسل دیا جاتا ہے۔ پھر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ اور اس کے بعد اسے دفن کیا جاتا ہے۔ اس غسل کے مرحلہ میں بھی حضرت اسماءؓ بنت عمیس برابر کی شریک تھیں۔ جبھی تو ان کے ذریعہ کافور جنت طلب کیا گیا۔ اور جبھی انہیں وصیتیں کی گئی تھیں۔ اور غسل میں ہمیشہ اہل خاندان یا مخصوص افراد شریک ہوتے ہیں۔ لہذا حضرت اسماءؓ تو اس میں ضرور شریک کار تھیں کوئی اور ہو یا نہ ہو۔ اسی لئے کسی روایت میں آتا ہے کہ اسماءؓ نے غسل دیا

اور کسی میں حضرت علیؓ کا نام آتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ میت کو ایک ہی شخص غسل نہیں دیتا۔ کم از کم دو افراد اس میں ضرور شریک ہوتے ہیں۔ ایک غسل کراتا ہے اور ایک پانی ڈالتا ہے۔ اس لئے بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو تین اشخاص نے غسل دیا۔ حضرت علیؓ، حضرت اسماءؓ بنت عمیس اور حضرت سلمیٰؓ جو حضرت ابو رافعؓ کی زوجہ تھیں اور ابو رافعؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے

البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۳۳۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۰۸۔ مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۴۱۰۔ رحماء بینہم ج ۳ ص ۱۴۔ بنات اربعہ ص ۲۹۰۔

اس پر شیعہ و سنی ہر دو متفق ہیں کہ حضرت اسماءؓ نے تیمارداری فرمائی اور غسل میں شریک ہوئیں۔ ایسی صورت میں یہ دعویٰ تو مہمل ہے کہ ابوبکرؓ کو اطلاع بھی نہیں دی گئی۔ کیونکہ اگر حضرت علیؓ اور خاندان بنی ہاشم اطلاع بھی نہ دیتا تو حضرت اسماءؓ بنت عمیس موجود تھیں جو کم از کم اپنے خاوند کو تو اطلاع دیتیں۔ اور اگر بالفرض والمحال وہ اطلاع بھی نہ دیتیں تو جب وہ رات کو گھر اپنے وقت پر نہ پہنچی ہوں گی تو دریافت حال کے لئے کوئی نہ کوئی ضرور آیا ہوگا۔ اور بہرحال ابوبکرؓ کو بعد میں اس سانحہ کی اطلاع پہنچی ہوگی۔ ذرا عقل سے سوچنے کی دیر ہے۔

سطور بالا میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے۔ اس سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت فاطمہؓ کی خواہش پر باپردہ چارپائی بنانا۔ یہ رسم حبشہ میں رائج تھی اور مسلمانوں میں اس رسم کی بانی حضرت اسماءؓ بنت عمیس ہیں جنہوں نے حضرت فاطمہؓ کی خواہش پر یہ کام انجام دیا جس پر آج تک عمل ہو رہا ہے۔

۲۔ حضرت فاطمہؓ کی وصیتوں کی تکمیل حضرت اسماءؓ کے ذریعہ ہوئی۔

۳۔ حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کی خدمات حضرت اسماءؓ نے انجام دیں۔

۴۔ حضرت فاطمہؓ کے غسل میں حضرت اسماءؓ شریک تھیں۔ بلکہ یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا۔ کہ حضرت اسماءؓ غسل دے رہی تھیں اور حضرت علیؓ پانی ڈال رہے تھے۔

Marfat.com

اور ان تمام امور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی ناراضگی نہ تھی، بلکہ باہمی الفت و محبت کے رشتے قائم تھے۔ اختلاف کی روایت سبائی طبقے نے اپنی تحریک کی سلسلے میں چھوڑی تھی، اور اہل سنت میں اس طرح پھیلائی گئی کہ وہ بھی اس روایت کے معتقد ہیں۔

اور یہ ممکن ہی نہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی صورت حال سے ابوبکرؓ کو اطلاع نہ ہو اور وہ جنازے میں شریک نہ ہوں۔

زہری نے بخاری و مسلم کی روایت میں جو یہ اضافہ بیان کیا ہے کہ علیؓ نے ابوبکرؓ کو اطلاع نہیں کی، یہ زہری کی اپنی طرف سے منقطع ہے جو بے سند ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ [illegible] حضرت علیؓ نے اطلاع نہ دی ہو یا انہیں اتنا موقع نہ ملا ہو۔

خود شیعہ مصنفین اس امر کے مدعی ہیں کہ حضرت علیؓ نمازیں پانچوں وقت مسجد میں پڑھتے تھے جب حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہر نماز کے وقت ان سے حضرت فاطمہؓ کا حال معلوم کرتے۔

چنانچہ حضرت علیؓ کے شاگرد خاص سلیم بن قیس الہلالی العامری نے یہ تمام واقعات اپنی کتاب میں نقل کیے ہیں۔ سلیم بن قیس کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وکان علی یصلی الصلوات الخمس فلما صلی قال له ابوبکر و عمر کیف بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ان ثقلت فسألا عنها۔	علیؓ پانچوں نمازیں ادا کرتے ایک روز جب وہ نماز پڑھ چکے تو ابوبکرؓ و عمرؓ نے ان سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا کیا حال ہے۔ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ پر بار ہو گئی تھیں لہذا ان دونوں نے ان سے سوال کیا۔
کتاب سلیم بن قیس مطبوعہ نجف ص ۲۲۶	

اس سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آگئی کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو ہر بات کا علم تھا۔ وہ روزانہ ہر نماز کے بعد حال دریافت کرتے۔

Marfat.com

حتیٰ کہ ان شیعہ علماء نے اس امر کی بھی نشاندہی کی ہے کہ انتقال کے فوراً بعد ابوبکرؓ و عمرؓ تعزیت کے لئے آئے اور اس وقت جنازہ اٹھائے جانے کا بھی ذکر آیا۔ سلیم بن قیس نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔

قال ابن عباس قبضت فاطمة من یومها فارتجت المدینة بالبکاء من الرجال والنساء ودهش الناس کیوم قبض فیه رسول الله فاقبل ابوبکر وعمر تعزیان علیاً ویقولون له یا ابا الحسن لا تسبقنا بالصلوٰة علی ابنة رسول الله۔ کتاب سلیم بن قیس ص۲۲۶

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اسی روز فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور مرد و عورت کے رونے سے مدینہ اسطرح کانپ اٹھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن کانپ اٹھا تھا تو ابوبکرؓ و عمرؓ بھی علیؓ کی تعزیت کے لئے آئے اور علیؓ سے کہنے لگے اے ابوالحسنؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی نماز جنازہ ہمارے بغیر نہ پڑھانا۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت فاطمہؓ کی انتقال کی خبر تمام اہلِ مدینہ میں پھیل گئی اور بقول ملت سبائیہ تمام مرد و عورت رونے میں مشغول ہو گئے حتیٰ کہ رونے کی آواز سے مدینہ کانپ اٹھا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ تعزیت کے لئے آئے اور انہوں نے حضرت علیؓ سے یہ بھی فرمایا کہ نماز میں جلدی نہ کرنا کہ ہمارے بغیر نہ پڑھ لینا۔

قارئین کرام آپ نے سنا ہوگا۔ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور، یہ ہم نے آپ کو کھانے والے دانت دکھائے ہیں دکھانے کے دانت اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم ملا باقر مجلسی کے ذریعہ ان کی جھلک بھی دکھا دیتے ہیں۔ بشرطیکہ ہمارے قارئین گھبرا نہ اٹھیں۔ ملا باقر مجلسی نے حضرت فاطمہؓ کی زبان سے حضرت علیؓ کو جو وصیتیں کیں ہیں۔ ان میں سے آخری وصیت ملاحظہ فرمائیں۔

پھر فرمایا" میرے لئے نعش (تابوت) بناؤ۔ اس لئے کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے میرے لئے نعش بنائی ہے۔ اور پہلے جو نعش زمین پر بنائی گئی تھی وہ

یہی نقش تھی۔ ابعد ازاں فرمایا میں تم کو وصیت کرتی ہوں کہ میرے جنازے پر ان میں سے ایک بھی نہ آئے جنہوں نے مجھ پر ظلم و ستم کئے اور میرا حق غصب کیا۔ اس لئے وہ لوگ میرے اور رسول خدا کے دشمن ہیں۔ اور ان میں سے اور ان کے تابعوں میں سے کسی کو میرے جنازے پر نماز نہ پڑھنے دینا۔ اور مجھے رات کو جس وقت لوگ سوتے ہوں دفن کر دینا"۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۲۲۶ مترجمہ سید عبدالحسین۔

ملا باقر آگے رقمطراز ہیں۔

اور جب یہ خبر مدینہ میں نشر ہوئی سب مرد و عورت رونے لگے۔ اور آواز ہائے شیون و بکا خانہ ہائے مدینہ سے بلند ہوئیں اور سب مرد و عورت خانہ امیر المومنین کی طرف دوڑے۔ زنان بنی ہاشم جناب فاطمہؓ کے گھر جمع ہوئیں اور کثرت سے نالہ تھا۔ نزدیک تھا کہ کثرت ہائے صدائے شیون سے مدینہ میں زلزلہ آجائے۔ تمام لوگ تعزیت کے لئے آئے تھے۔ جناب امام حسنؓ و امام حسینؓ سامنے بیٹھے حضرت کے رو رہے تھے۔ تمام لوگ ان کا رونا دیکھ کر رو دیتے تھے (جیسا کہ مجلسوں میں ہوتا ہے)۔ ام کلثومؓ قبر رسول خدا پر آئیں اور کہا یا رسول اللہ آج آپ کی مصیبت مفارقت ہم پر تازہ ہوئی۔ (بقول انہیں تمہیں پیدا ہوئے چند ہی ماہ ہوئے تھے لیکن وہ اتنی سمجھ داری کی باتیں کرنے لگیں۔ لہٰذا ان کی عمر اس وقت آٹھ نو سال ضرور ہو گی) اور گویا آج آپ ہم سے جدا ہوئے اور اپنی دختر کو بھی لے گئے لوگ جمع تھے اور منتظر تھے کہ جنازہ باہر آئے۔

پس ابوذر رضی اللہ تعالیٰ باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ جنازے کے باہر آنے میں توقف ہے۔ یہ سن کر لوگ متفرق ہو کر چلے گئے (ابوذرؓ عورتوں میں کس لئے بیٹھے تھے اور کیا وہ تمام زنانِ بنی ہاشم کے محرم تھے۔ چلئے قبیلہ غفار سے بنی ہاشم کا ایک ہی رشتہ کوئی ثابت کر دے) جب پہر رات آئی اور سب لوگ سو گئے جنازے کو باہر لائے۔ اور جناب امیرؓ و حسنینؓ و عمارؓ و مقدادؓ و عقیلؓ و زبیرؓ و ابوذرؓ و سلمانؓ و بریدہؓ اور ایک گروہ بنی ہاشم اور خواص آنحضرت نے

نماز جنازہ ادا کی اور اسی رات دفن کر دیا۔"

ملا باقر مجلسی نے اس فہرست میں چند دشمنوں کے نام بھی شامل کر دیئے ہیں۔ مثلاً حضرت زبیرؓ، حضرت عقیلؓ اور خصوصاً حضرت بریدہؓ۔ اس کی کوئی خصوصی وجہ ہے یا غلطی سے یہ نام اس فہرست میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہ فیصلہ خود قارئین کریں۔

ملا باقر مجلسی آگے لکھتے ہیں۔

جناب امیر نے گرد قبر جناب فاطمہؓ سات قبریں اور بنائیں۔ اس لئے کہ نہ جانیں کہ قبر فاطمہؓ کون سی ہے؟ اور بروایت دیگر چالیس قبروں پر پانی چھڑکا۔ اس لئے کہ قبر جناب فاطمہؓ مشتبہ ہو جائے اور بروایت دیگر قبر جناب فاطمہؓ کو زمین کے ہموار کر دیا۔ کہ علامت قبر نہ معلوم ہو۔ اور یہ اس لئے تھا کہ منافقین واشقیائے امت قبر آنحضرت کو جان نہ سکیں اور قبر پر جا کر نماز جنازہ نہ پڑھ سکیں اور خیال قبر کھودنے کا دل میں نہ لائیں۔ اس وجہ سے مقام قبر جناب فاطمہؓ میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں بقیع میں نزدیک قبور ائمہ ہے۔ بعضے کہتے ہیں درمیان قبر رسول خدا اور منبر آنحضرت جناب سیدہ دفن ہیں۔ اس لئے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میری قبر اور منبر کے بیچ ایک باغ ہے باغہائے بہشت سے اور میرا منبر ایک دروازہ ہے دروازہائے بہشت سے اور صحیح یہ ہے کہ جناب فاطمہؓ کو گھر ہی میں دفن کیا جیسا کہ روایات صحیح دلالت کرتی ہیں۔ ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی ہے جب چاہا جناب سیدہ کو قبر میں اتاریں۔ دو ہاتھ قبر کے اندر سے شبیہ بدستہائے جناب رسول خدا پیدا ہوئے اور جناب فاطمہؓ کو لے کر قبر میں رکھا۔ جلاء العیون مترجم ج ۱ ص ۲۲۸

قارئین کرام آپ حضرات کو اب بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں اور کھانے کے اور۔ لہٰذا ہم ان امور کو نظر انداز کرتے ہوئے اصل موضوع پر آتے ہیں۔

Marfat.com

نماز جنازہ

پچھلے [illegible] آپ نے [illegible] کے حوالے سے [illegible] بار بار پڑھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے [illegible] میں فلاں فلاں شخص ان کی [illegible] میں شریک نہ ہوں۔ لیکن [illegible] اس بات کو [illegible] نماز [illegible] نے پڑھائی تھی [illegible] کو اس الجھن میں مبتلا کر دیا کہ جب [illegible] نماز جنازہ ہوئی تو پڑھانے والا بھی کوئی پس پردہ کا شخص ہوگا اور ظاہر ہے کہ حضرت [illegible] کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ امام وقت ہیں اور [illegible] وارث بھی [illegible] نے ہی پڑھائی ہوگی۔ اور اسی لئے راتوں رات دفن کی [illegible] کہ جب پہلے تین امور واضح ہو جائیں۔

۱۔ نماز جنازہ پڑھانا کس کا حق ہے؟

۲۔ کیا کوئی شخص رات کو دفن نہیں ہو [illegible] اگر رات کو دفن [illegible] اس کی وجہ کیا تھی؟

۳۔ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

نماز جنازہ پڑھانا شرعاً کس کا حق ہے؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کے سلسلہ میں اگر پہلے اسلامی قانون معلوم کر لیا جائے تو مسئلہ بغیر کسی دشواری کے سمجھ میں آجائے گا۔

اسلامی قانون میں پنجگانہ نماز ہو یا نماز جنازہ ان کے متعلق اصول یہ ہے کہ مسلمانوں کا امیر اور خلیفہ وقت نماز کی امامت کا اصل حق دار ہوتا ہے۔ اگر وہ خود موجود نہ ہو یا اسے کوئی عذر درپیش ہو تو امیر المومنین کی جانب سے جو آدمی متعین ہو وہ امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ مجھے اطلاع دیئے بغیر کسی کو نہ دفنایا جائے بلکہ ایک بار صحابہ نے

Marfat.com

اطلاع دیئے بغیر ایک شخص کو دفن کر دیا۔ آپؐ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا

فہلا اذنتمونی — تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔

ہر دور کے تمام مسلمان بالاتفاق اسے تسلیم کرتے رہے اور تمام مذہبی کتابیں اور اسلامی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ بلکہ اگر امیر کو اطلاع نہ دی گئی تو شرعاً وہ اس کا حق رکھتا ہے کہ وہ دفن ہونے کے بعد مسلمانوں کے ساتھ قبر پہ نماز جنازہ ادا کرے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی نماز جنازہ قبر پر پڑھی۔ اسی لئے تو ملا باقر نے اپنی جانب سے پورا انتظام کیا کہ سات قبریں کھدوائیں اور چالیس قبروں پہ پانی چھڑکوایا تاکہ ابوبکرؓ کو قبر کا پتہ نہ چل سکے اور وہ امیر المسلمین ہونے کی حیثیت سے نماز جنازہ ادا نہ کر سکیں۔ ہاں ملا جی سے یہ غلطی ضرور سرزد ہوئی کہ انہوں نے روضۃ الجنۃ میں ایک قبر تیار کرا دی۔ اور وہ صرف ایک۔ نہ چالیس اور نہ سات۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ساری پول کھل گئی۔

اسلام کے اس مسلمہ اصول کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں۔ علمائے اہل سنت فقہ کی کتابوں میں باب الامامت کا مطالعہ فرمالیں۔ ان کی تسلی ہو جائے گی۔ لیکن ہم اپنے قارئین کے اطمینان کے لئے شیعہ کتب سے چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ دل سیر ہو جائے گا۔

ا۔ لوگوں نے جناب جعفرؒ سے امامت کے مسئلہ کے سلسلہ میں سوال کیا۔ انہوں نے جو جواب دیا وہ فروع کافی باب من الحق ان یؤم القوم میں ان الفاظ میں مرقوم ہے۔

فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیتقدم القوم اقراھم للقران فان کانوا فی القراءۃ سواء فاقدمھم ھجرۃ فان کانوا فی الھجرۃ سواء فاکبرھم سنا۔ فروع کافی ج ا صفحہ ۲۲۵۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو قرآن کا سب سے بڑا قاری ہو وہ لوگوں کی امامت کرے۔ اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو جو ہجرت میں مقدم ہو وہ امامت کرے۔ اور اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو جو بلحاظ سن زیادہ ہو وہ امامت کرے

Marfat.com

۲۔ شیخ صدوق اپنی "امالی" میں فرماتے ہیں۔

واولی الناس بالتقدم فی جماعۃ اقرأهم للقرآن فان کانوا فی القراءۃ سواء فاقدمهم هجرۃ فان کانوا فی الهجرۃ سواء فاسنّهم
الامالی ص۳۱۲

اور جماعت میں مقدم ہونے کا وہ شخص زیادہ حقدار ہے جو سب سے زیادہ قاری ہو اور اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو امامت کا وہ زیادہ حقدار ہے جس نے اول ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں برابر ہوں تو وہ زیادہ حقدار ہے جس کی عمر زیادہ ہو۔

یہ تو وہ صورتیں ہیں کہ جب امام المسلمین یا اُن کا کوئی نمائندہ موجود نہ ہو۔ لیکن ان دونوں صورتوں میں سبائیہ کے نزدیک متفق علیہ فتویٰ یہ ہے۔

۳۔ فان تساووا فی الفقه والقراءۃ فالاقدم هجرۃ من دار الحرب الی دار الاسلام .... فان تساووا فی ذلک فالاسن مطلقاً .... والامام الراتب فی مسجده خصوصاً اولی من الجمیع وکذا صاحب المنزل اولی منهم ومن المرتب وصاحب الامارۃ فی امارته اولی من جمیع من ذکر الخ
شرح لمعہ ج۱ ص۱۰۱

اگر تمام لوگ فقہ اور قرأت میں مساوی ہوں تو وہ حقدار ہے جس نے دار الحرب سے دار الاسلام کی جانب پہلے ہجرت کی ہو........ اگر اس میں برابر ہوں تو جو عمر میں زیادہ ہو۔ اور وہ امام جو کسی متعینہ مسجد کے لئے مقرر ہو وہ ان سب سے اولیٰ ہے۔ اسی طرح گھر کا مالک اوروں سے اولیٰ ہے۔ اور جو شخص کسی عہدہ پہ مامور ہو وہ اپنے عہدوں پر رہتے ہوئے اوروں سے اولیٰ ہے۔

۴۔ اصول کافی میں جناب جعفر کا قول ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔

عن ابی عبد الله علیه السلام قال اذا حضر الامام الجنازۃ فهو احق الناس بالصلوۃ علیها۔ فروع کافی۔ کتاب الجنائز ج۱ ص۹۳

ابو عبد اللہ فرماتے ہیں جب جنازے میں امام موجود ہو تو وہ اوروں سے زیادہ نماز کا حق دار ہے۔

Marfat.com

دین سبائیہ نے اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کا ارشاد ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

قال علی علیہ السلام الوالی احق بالصلوٰۃ علی الجنازۃ من ولیہا۔ (قرب الاسناد حمیری ص ۲۱۰)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جنازہ پڑھانے کا والی، ولی سے زیادہ حقدار ہے۔

ان تمام روایات کا لُبّ لباب یہ ہوا کہ امامت کا اصل حق دار خلیفۃ المسلمین ہے خواہ نماز پنجگانہ ہو یا نماز جنازہ۔ خلیفہ کی موجودگی میں کوئی اور شخص نماز پڑھانے کا حق نہیں رکھتا۔

ائمہ کے فرمودات معلوم ہونے کے بعد آپ حضرات خود سوچ کر فیصلہ فرمائیں کہ امامت کی شرائط کس میں پائی جاتی ہیں۔ سبائیہ کے ائمہ کا فرمان ہے کہ اگر تمام لوگ قرأت اور فقہ میں مساوی ہوں تو اس شخص کو امام بنایا جائے جو ہجرت میں مقدم ہو۔ اور دنیا جانتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو امانتیں سپرد کر کے آئے تھے کہ یہ امانتیں لوگوں کو پہنچا کر ہجرت کر کے مدینہ آجانا۔ اس لحاظ سے حضرت ابوبکرؓ ہجرت میں حضرت علیؓ پر مقدم ہوئے لہٰذا حضرت علیؓ کو امامت کا حق حاصل نہ تھا۔

اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو پھر عمر میں جو زیادہ ہو۔ حضرت ابوبکرؓ اس وقت ساٹھ اکسٹھ سال کے بوڑھے ہیں اور حضرت علیؓ تیس سالہ جوان ہیں۔ ملت سبائیہ نے جو اصول بیان کیا ہے اسے سامنے رکھتے ہوئے تو حضرت علیؓ کو نماز جنازہ پڑھانے کا کوئی حق نہ تھا۔

مسجد محلہ کا امام ولی و وارث سے زیادہ حق رکھتا ہے۔ لہٰذا مسجد نبوی کے امام ہونے کی حیثیت سے حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ سے زیادہ نماز جنازہ پڑھانے کے حق دار تھے۔

اور سب سے آخری فیصلہ جو خود حضرت علیؓ نے دیا تھا اور جیسے ہم قرب الاسناد کے حوالے سے پیش کر چکے ہیں۔ خلیفۂ وقت ہر ولی سے زیادہ حق دار ہے۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علیؓ نے خاموشی سے خود جنازہ پڑھا دیا ہو۔ اسی لئے ملا باقر نے امام کا نام غائب کر دیا تاکہ کوئی ان پر یہ اعتراض نہ کرے کہ حضرت علیؓ تو خود یہ فرماتے ہیں۔ پھر یہ حرکت کیسے ظہور میں

آتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے فضائل کو جس طرح ان کے نام نہاد معتقدین خود ان کی ذات کو کس طرح بازیچہ اطفال بناتے ہیں۔

تاریخی شواہد

تعجب ہے [illegible] کے اس فرمان پر کہ نماز جنازہ پڑھانا [illegible] میں [illegible] ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ خاندان بنی ہاشم اس عمل پر [illegible] نے تاریخ میں تصور کیا یا نہیں [illegible] یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے [illegible] پیش کرتے ہیں۔

پہلا جنازہ نوفل بن الحارث

ہاشمی خاندان کے ایک بزرگ نوفلؓ بن الحارث بن عبد المطلب ہیں۔ یہ [illegible] عبد المطلب کے سب سے بڑے صاحبزادے حارث کے بیٹے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی ہیں۔ ۱۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عمرؓ خلیفہ وقت تھے۔ [illegible] انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

دوسرا جنازہ ابوسفیان بن الحارث

دوسرے ہاشمی بزرگ ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب ہیں یہ نوفلؓ بن حارث کے بھائی ہیں۔ غزوہ حنین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ ابن اثیر لکھتے ہیں۔

وتوفی ابوسفیان سنة عشرین وصلی علیه عمر بن الخطاب وقیل مات بالمدینة بعد

ابوسفیانؓ نے ۲۰ھ میں انتقال کیا اور ان کی نماز جنازہ عمرؓ نے پڑھائی۔ ایک قول یہ ہے کہ

Marfat.com

اخیو نوفل بن الحارث بار بعث اشہر	ان کا انتقال مدینہ میں ان کے بھائی نوفل بن
اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۴	حارث کے چار ماہ بعد ہوا۔

تیسرا جنازہ عباسؓ بن عبدالمطلب

تیسرا تو حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ ان کا انتقال مدینہ میں بروز جمعہ ۱۲ رجب ۳۲ھ میں ہوا۔ اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بقیع میں دفن ہوئے۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۱۸۱۔ البدایۃ والنہایہ ج ۷ ص ۱۶۲

چوتھا جنازہ حسنؓ بن علیؓ

چوتھا جنازہ حضرت حسنؓ کا ہے۔ ان کا ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں مدینہ میں انتقال ہوا۔ اس وقت خلیفہ وقت امیر معاویہؓ تھے جو دمشق میں تھے ان کی جانب سے مدینہ کے گورنر سعیدؓ بن العاص اموی تھے۔ حضرت حسینؓ نے سعیدؓ کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا

وقدم الحسین علیہ الصلاۃ والسلام سعید بن العاص وھو یومئذ امیر المدینۃ وقال تقدم فلولا انھا السنۃ لما قدمتک تاریخ سنیہ کاشی ص ۱۶۵ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید ج ۴ ص ۲۵۔	حضرت حسینؓ نے سعیدؓ بن العاصؓ کو آگے بڑھایا۔ اور وہ اس روز مدینہ کے امیر تھے۔ ان سے حسینؓ نے فرمایا آگے بڑھیے نماز پڑھلیے۔ اور اگر یہ طریقہ سنت نہ ہوتا تو میں آپ کو آگے نہ کرتا۔

پانچواں جنازہ عبداللہؓ بن جعفرؓ

عبداللہ بن جعفرؓ یہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے اور اسلام میں سب سے اول پیدا ہونے والے بچے ہیں مسلمانوں میں ان سے زیادہ کوئی سخی نہ تھا۔ ۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اس

وقت عبدالملک بن مروان کی جانب سے ابان بن عثمانؓ بن عفان امیر مدینہ تھے۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کتاب نسب قریش صفحہ ۱۰۳ [illegible]

چھٹا جنازہ محمد بن الحنفیہ

محمد بن الحنفیہ حضرت علیؓ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا انتقال ہوا [illegible] جب ان کا جنازہ لایا گیا تو ان کے بیٹوں نے ابان بن عثمانؓ سے جو عبدالملک کی جانب سے مدینہ کے گورنر تھے کہا۔

نحن نعلم ان الامام اولی بالصلوٰۃ ولولا ذلک ما قدمناک فتقدم فصلی علیہ۔
ابن سعد ج ۵ ص ۱۱۶

ہم خوب جانتے ہیں کہ امام نماز کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم آپ کو آگے نہ کرتے۔ ابان بن عثمانؓ آگے بڑھے اور انہوں نے نماز پڑھائی۔

ساتواں جنازہ ام کلثومؓ بنت علیؓ

شیعہ عالم ابوعلی محمد بن محمد بن الاشعث کوفی نے جناب جعفر سے نقل کیا ہے کہ جب ام کلثومؓ بنت علیؓ کا انتقال ہوا تو اس وقت مدینہ کا امیر مروان بن الحکم تھا۔ جب وہ جنازہ پڑھانے کے لئے آیا تو حضرت حسینؓ نے ان سے فرمایا

لولا السنۃ ما ترکتہ یصلی علیہا۔ کتاب الجعفریات ص ۲۱۰

اگر یہ طریقہ سنت نہ ہوتا تو میں تمہیں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دیتا۔

حتیٰ کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا جب قسطنطنیہ میں انتقال ہوا تو ان کی نماز جنازہ امیرالمومنین یزید نے پڑھائی۔

ان حوالوں سے یہ امر تو ثابت ہو گیا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ امیر وقت یا اس کا

Marfat.com

کی تائید ... نے کی۔ لہٰذا یہ ہرگز ممکن نہیں کہ حضرت علیؓ نے شریعت کے اس اصول کو پامال کیا ہو۔ وہ خلیفہ المسلمین کے ہوتے ہوئے انہیں اطلاع تک نہ کی ہو اور خود نماز پڑھ کر دفن کیا ہو۔

رات میں دفن کرنا

رہا یہ سوال کہ حضرت فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کر دیا گیا۔ تو رات کو دفن کرنا کوئی خلاف شریعت نہیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں دفن کیا گیا۔ حتیٰ کہ امام بخاری نے کتاب الجنائز میں ایک باب قائم کیا باب الدفن باللیل اور ساتھ ہی ساتھ یہ الفاظ بھی لائے

ودفن ابو بکر لیلاً — اور ابو بکرؓ رات میں دفن کئے گئے

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں متعدد افراد رات کو دفن کئے گئے۔ اور بخاری نے ایک حدیث پیش کی کہ ایک شخص کو راتوں رات دفن کر دیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں دی گئی۔ آپؐ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انتقال مغرب و عشاء کے مابین ہوا اور ان کو رات کو دفن کیا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا سترہ رمضان گزار کر شروع شب میں انتقال ہوا۔ اور انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے رات میں دفنا دیا جائے۔

وامرت ان تدفن لیلاً فدفنت بالبقیع — اور ام المومنین نے اس بات کا حکم دیا کہ انہیں راتوں رات دفن کر دیا جائے۔ اور وہ البقیع میں دفن کی گئیں

الاکمال فی اسماء الرجال

سبائی منطق کو اگر ہم پیش نظر رکھیں تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ ام المومنین کو بنی ہاشم سے خطرہ تھا۔ لہٰذا اس لئے ایسا کیا گیا۔ ان امور سے یہ امر واضح ہوا کہ حضرت فاطمہؓ کو رات میں کسی

سوچی سمجھی اسکیم کے تحت دفن نہیں کیا گیا تھا ورنہ وہاں کوئی بڑی ذہنی درندگی تھی جو سازش مقصود ہو اور اگر اس کے پس پردہ کوئی سازش ہوتی تو حضرت علیؓ کو پردہ داری کی ذمہ داری یہ پردہ داری کی جاتی کیونکہ ان کے خلاف سازش کی بات ہے جن کے خلاف سازش کی بات ہو ان کو سازش میں شامل نہیں کیا جاتا۔

حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

اب آیئے اس امر کی جانب کہ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟ اس ضمن میں قطعی طور پر تو یہ بات واضح ہو چکی کہ نماز حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائی کیونکہ نماز کی امامت ان کا حق تھا اور اس امر کی کوئی شہادت موجود نہیں کہ ابوبکرؓ نے یہ نماز نہیں پڑھائی اور اصول یہ ہے کہ جب کسی شے کا کوئی اصول متعین ہو تو اس وقت تک کوئی شے اس اصول سے خارج نہیں ہوتی جب تک اس شے کے خروج کا کوئی ثبوت موجود نہ ہو اور حقیقت یہ ہے کہ یہاں استثنا کا کوئی ثبوت موجود نہیں بلکہ اس امر کا تاریخی ثبوت موجود ہے کہ وہ نماز ابوبکرؓ نے پڑھائی۔

ابن سعد نے طبقات میں اپنی مکمل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن حماد عن ابراهيم النخعي قال صلى ابوبكر الصديق على فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فكبر اربعا۔ طبقات ج ۸ ص ۱۹	حماد نے ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

اگرچہ یہ روایت مرسل ہے لیکن ابراہیم نخعی کی مرسلات محدثین کے نزدیک قابل قبول ہیں۔ امام بخاری کا قول ہے۔

احب المرسلات الى مرسلات ابراهيم النخعي	مجھے سب سے زیادہ محبوب مرسلات میں ابراہیم نخعی کی مرسلات ہیں۔

لیکن ابن سعد نے اس روایت کو شعبی سے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائی۔ اس روایت کو بیہقی نے شعبی سے بالسند ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

ان فاطمة رضی الله عنہا لما ماتت دفنها علی لیلا واخذ بضبعی ابی بکر الصدیق رضی الله عنه فقدمه یعنی فی الصلوٰة علیها	حضرت فاطمہؓ کا جب انتقال ہوا تو انہیں راتوں رات دفن کیا۔ اور ابوبکرؓ کے دونوں بازو پکڑ کے نماز میں آگے کیا۔

بیہقی مع الجوہر النقی ج ۴ ص ۲۹ کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۸

کنز العمال کے مصنف علی المتقی الہندی نے خطیب کے حوالہ سے جناب باقر سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

ماتت فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم فجاء ابوبکر وعمر لیصلوا فقال ابوبکر لعلی بن ابی طالب تقدم فقال ماکنت لاتقدم وانت خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم فتقدم ابوبکر وصلی علیها۔	فاطمہؓ بنت رسول اللہ کا انتقال ہوا تو ابوبکرؓ و عمرؓ نماز پڑھنے کے لئے آئے۔ ابوبکرؓ نے علیؓ سے کہا آگے بڑھئے۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں آگے بڑھ سکتا ہوں حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھے اور انہوں نے نماز پڑھائی۔

کنز العمال۔ ج ۶ ص ۳۱۸

محب الطبری نے ریاض النضرۃ میں امام مالک کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے

مالك عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده علی ابن الحسین قال ماتت فاطمة بین المغرب والعشاء فحضرها ابوبکر وعمر وعثمان والزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف فلما وضعت لیصلی علیها	مالک نے جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اپنے والد باقر سے اور باقر نے اپنے والد علی بن الحسین سے کہ جب حضرت فاطمہؓ کا مغرب و عشا کے مابین انتقال ہوا تو ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و زبیرؓ اور عبد الرحمٰن بن عوف آئے جب نماز کے لئے فاطمہؓ کا جنازہ رکھا گیا تو

Marfat.com

قال علی تقدم یا ابا بکر فقال لا والله لا تقدمت وانت شاهد یا ابا الحسن قال علی تقدم فوالله لا یصلی علیها غیرک فصلی علیها ابوبکر رضی الله عنهم اجمعین ودفنت لیلا خرجه البصری وخرجه ابن السمان فی الموافقة۔ ریاض النضرة ج [illegible] ص [illegible] [106]

حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابوبکرؓ آگے بڑھئے۔ اس پر ابوبکرؓ نے کہا اے ابوالحسنؓ آپ موجود ہیں میں آگے نہیں بڑھوں گا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا آگے بڑھئے آپ کے سوا کوئی نماز نہیں پڑھا سکتا۔ پس ابوبکرؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور رات کو وہ دفن کی گئیں۔

شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ طعن [illegible] کے آخر میں فصل الخطاب سے نقل کیا ہے۔

در فصل الخطاب آورده که ابوبکر صدیق و عثمان و عبدالرحمن بن عوف و زبیر بن العوام وقت نماز عشاء حاضر شدند و رحلت حضرت فاطمه درمیان مغرب و عشاء شب سه شنبه سوم ماه رمضان ۱۱ھ بعد از شش ماه از واقعه سرور جهان بوقوع آمده و سن شریف بیست و هشت بود و ابوبکر بموجب علی مرتضی پیش امام شد و نماز بروی گزاشت و چهار تکبیر بر آورد [illegible]

فصل الخطاب میں آیا ہے کہ ابوبکرؓ صدیق، عثمانؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور زبیرؓ نماز عشاء میں حاضر تھے اور فاطمہؓ کا انتقال شب مغرب و عشاء کے درمیان منگل کی رات گیارہ رمضان کو ہوا۔ چھ ماہ حضورؐ کی وفات کے بعد گذر چکے تھے اور فاطمہؓ کی عمر اس وقت ۲۸ سال تھی۔ ابوبکرؓ علیؓ کے حکم کے مطابق امام ہوئے اور انہوں نے نماز پڑھائی اور چار تکبیرات کہیں۔

حافظ ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں اپنی متصل سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔

ان النبی صلی الله علیه وسلم اتی بجنازة فصلی علیها وکبر علیها اربعا وقال کبرت الملائکة علی آدم اربع تکبیرات وکبر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک جنازہ لایا گیا۔ آپ نے اس کی نماز پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں اور فرمایا فرشتوں نے آدم

Marfat.com

ابوبکر علی فاطمۃ فکبر اربعا وکبر عمر علی ابی بکر اربعا وکبر صہیب علی عمر اربعا

حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۹۶

کی چار تکبیریں کہیں تھیں اور ابوبکرؓ نے فاطمہؓ پر چار تکبیریں کہیں اور عمرؓ نے ابوبکرؓ پر چار تکبیریں کہیں اور صہیبؓ نے عمرؓ پر چار تکبیریں کہیں۔

کیا حضرت فاطمہؓ نے خود غسل فرمالیا تھا ؟

حضرت فاطمہؓ سے متعلق تقریباً تمام مسائل کی وضاحت مکمل ہوچکی لیکن تاہنوز ایک مسئلہ زیر بحث باقی ہے۔ وہ یہ کہ عام طور پر اخبارات میں ہمارے مضمون نگار اکثر لکھتے رہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے وفات سے قبل خود ہی غسل فرمالیا تھا۔ اور خود ہی نئے کپڑے پہن کر لیٹ گئی تھیں یہی اُن کا کفن تھا۔

لیکن اس سے بھی زیادہ پر لطف اور حیران کن لطیفہ ہم سنائے دیتے ہیں۔ واقعہ کچھ اس طرح پیش آیا کہ ہمارے محلہ کے ایک عمر رسیدہ بزرگ جو تبلیغی جماعت کے ایک سرگرم رکن ہیں۔ ایک روز وہ میں اچانک میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشیانہ انداز میں استفسار فرمانے لگے کہ مولوی جی ایک صاحب نے بڑے وثوق سے یہ بات فرمائی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی نماز جنازہ خود پڑھ لی تھی اور جب میں نے انکار کیا تو فرمانے لگے اچھا تم ہی بتادو کہ ان کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی تھی؟

میں نے جواب میں عرض کیا کہ ان صاحب کے لئے تو میرا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ خود ہی دفن ہوگئے تھے ؟۔ وہ میرا منہ تکنے لگے، میں نے عرض کیا کہ حضرت حسنؓ نے نماز پڑھائی تھی۔ اور میں اس پر حیران تھا کہ جس شخص نے تبلیغی جماعت میں اپنی زندگی گزار دی اس کی علمیت کا یہ عالم ہے تو عوام الناس کا کیا حال ہوگا۔

اسی قسم کا یہ واقعہ ہے کہ ذرا سی عقل بھی استعمال کرلی جائے تو یہ مسئلہ چٹکی بجاتے بغیر کسی تحقیق کے حل ہوجاتا ہے۔

Marfat.com

۱۔ غسل میت انسان کے مرنے کے بعد واجب ہوتا ہے۔ جب تک انسان مرتا نہیں تو یہ غسل واجب نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر حضرت فاطمہؓ اپنے غسل میں پورے طور سے تمام فرائض ادا کر دیتیں تو یہ غسل وارد نہ ہوتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ جسم کے ہر حصے سے پانی پہنچایا گیا ہو اور اسے کسی عمل کی طرح مستحب تصور کر لیا گیا ہو۔

۲۔ یہ غسل مردے پر ہرگز واجب نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ غسل اس کے زندہ لوگوں پر واجب ہوتا ہے۔ یعنی اگر مرنے کے بعد کسی کو غسل نہ دیا گیا تو اس کا گناہ مرنے والے پر عائد نہ ہوگا بلکہ اس کے گھر والے افراد قرار پائیں گے جنہوں نے اسے غسل نہیں دیا۔

امام احمد نے سلمیٰ زوجہ ابو رافعؓ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کے مرض نے شدت اختیار کر لی تو مجھ سے فرمایا اے میری ماں میرے لئے غسل کا پانی تیار کرو۔ میں نے پانی رکھا اور وہ اٹھیں اور جیسے وہ طریقے پر وہ ہمیشہ غسل کرتی تھیں اسی طرح غسل کیا۔ پھر مجھ سے فرمایا میرے لئے نئے کپڑے لاؤ۔ میں نے نئے کپڑے پیش کئے اور انہوں نے پہنے۔ پھر اس جگہ آئیں جہاں ان کا قیام تھا اور فرمایا درمیان کمرے میں میرے لئے بستر کا دو۔ پھر وہ لیٹ گئیں اور اپنا ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھا اور قبلہ رخ ہو گئیں۔ پھر فرمایا اے میری ماں میں آج مر جاؤں گی میں نے غسل کر لیا ہے لہٰذا میرا جسم نہ کھولا جائے۔

حضرت سلمیٰؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ اسی جگہ انتقال کر گئیں۔ جب علیؓ آئے تو میں نے ان سے واقعہ بیان کیا انہوں نے یہ سن کر فرمایا واللہ ان کا جسم کوئی نہ کھولے گا۔ پھر حضرت علیؓ نے انہیں بغیر غسل کے دفن کر دیا۔ نہ صرف بغیر غسل کے بلکہ بغیر کفن کے بھی۔

امام ابن الجوزی حنبلی فرماتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جسے امام مالک اور ہشام بن عروہ نے کذاب قرار دیا ہے۔

اس کا ایک اور راوی عاصم بن علی ہے۔ اس کے بارے میں یزید بن ہارون کہتے ہیں ہم تو اسے ہمیشہ جھوٹا ہی سمجھتے رہے۔ امام احمد اس کے بارے میں سخت رائے رکھتے تھے۔ یحییٰ کہتے ہیں یہ

Marfat.com

کچھ نہیں۔ اور نسائی کا قول ہے متروک الحدیث ہے

بن جوزی فرماتے ہیں یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ یہ غسل موت واقع ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ وہ پہلے کیسے ادا ہو جائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو اس مسئلہ کا علم نہ ہو تو یہ بات حضرت علیؓ سے کیسے مخفی رہی۔ پھر امام شافعی اور امام احمد نے یہ جائز سمجھا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا

العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۶۹

ہم سطور بالا میں متعدد روایات سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کو تین شخصوں نے غسل دیا۔ حضرت علیؓ۔ حضرت اسماءؓ بنت عمیس اور حضرت سلمیٰؓ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابورافعؓ کی زوجہ ہیں اور خود بھی حضور کی خادمہ رہیں۔

ہم بارہا یہ اصول تحریر کر چکے ہیں کہ جو روایت بداہتہً عقل کے خلاف ہو۔ یا اصول شرعیہ کے مخالف ہو۔ یا سنت صحیحہ اور اجماع صحابہ کے خلاف ہو وہ روایت یقیناً منکر ہے۔ خواہ اس کے راوی فرشتے ہی کیوں نہ ہوں۔ اسلام نے ہمیں یہ کہیں حکم نہیں دیا کہ ہم بلا سوچے سمجھے ہر شخص کی بکواس پر ایمان لے آئیں۔ اور اس روایت کی سند میں ایک زہریلا ناگ مورخ محمد بن اسحاق شیعی کی صورت میں موجود ہے۔ ہم نے محمد بن اسحاق کا تفصیلی جائزہ اپنی کتاب "ایصال ثواب قرآن کی نظر میں" اور مذہبی داستان حصہ اول میں پیش کر دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت فاطمہ کی شب عروسی میں ساری رات ستر ہزار فرشتے تسبیح کرتے رہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب فاطمہؓ علیؓ کے پاس رخصت کی گئیں تو نبی کریم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے تھے جبرئیل ان کے دائیں تھے بائیں جانب میکائیل تھے۔

اور تمام فرشتے ان کے پیچھے تھے اور آپ امامت کر رہے تھے ... میزان ج ا ص ...

... ابن حبان کا بیان ہے کہ ... یہ ... علوان سے

... نقل کرتا ہے جو انہوں نے بیان نہیں کی۔

... ہم اس کو نہیں جانتے لیکن

... اس کے سلسلے میں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ ... ہے

احمد بن عبداللہ ... ثقہ نہیں رہ گیا۔

احمد بن محمد بن ربیح ابو نعیم اصفہانی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ موضوعات ج ا ص ۴۲۰۔

روایت پر کچھ تو ابن جوزی نے بحث کر دی ہے اور انشاء اللہ ہم بھی کچھ کلام کریں گے لیکن ہمارے قارئین یہ بات ذہن میں رکھیں کہ عبداللہ بن عباس ہجرت رسول سے ڈھائی تین سال قبل پیدا ہوئے اور فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تو اس وقت حضرت فاطمہؑ کی شادی ہوئی وہ مکہ کی گلیوں میں گلی ڈنڈا کھیلتے ہوتے ہوں گے انہیں مدینہ کی ان باتوں کی کیسے خبر ہوئی۔ اس کا جواب تبرائیوں کے ذمے ہے۔

توبہ بن علوان ذہبی کہتے ہیں یہ شعبہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے صرف نسائی نے روایات لی ہیں۔ ازدی کا بیان ہے یہ متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ توبہ عنبری سے، شعبہ اور اہل عراق سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو انہوں نے روایت نہیں کیں۔ اور یہ اہل مدینہ سے بھی روایات نقل کرتا ہے۔

اس کے بعد ذہبی نے حدیث باب بیان کی اور اس کو بیان کرنے کے بعد لکھا۔ یہ کھلا جھوٹ ہے۔ میزان ج ا ص ۳۶۱۔

اس توبہ سے عبدالرحمان بن محمد نے روایات نقل کی ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ

Marfat.com

عبدالرحمان بن محمد یہ توبہ بن ملوان سے اس نے روایت نقل کی ہے اور حضرت فاطمہؓ کے ذکر میں ایک باطل روایت بیان کی ہے۔ میزان ج ۲ ص ۵۸۶

فاطمہؓ کیلئے پیغام سرمایہ داروں نے بھی دیا تھا

حضرت اسماءؓ بنت عمیس سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو فاطمہؓ کے لئے پیغام قریش کے مالداروں نے دیا تھا آپ نے ان سے نکاح نہیں فرمایا۔ بلکہ اس لڑکے سے نکاح کر دیا۔

پس جب وہ رات ہوئی کہ جس رات فاطمہؓ کو رخصت کیا گیا آپ نے ایک شخص سلمانؓ فارسی کو بلانے بھیجا اور ان سے فرمایا میری شہبا اونٹنی لاؤ جب وہ اونٹنی آگئی تو آپ نے اس پر فاطمہؓ کو سوار کیا۔ سلمانؓ اس اونٹنی کو کھینچ رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہانک رہے تھے۔ اچانک آپ نے پیچھے سے ایک آواز سنی۔ آپؐ نے گردن پھیر کر دیکھا تو جبرئیلؑ و میکائیلؑ۔ اسرافیلؑ اور بے پناہ فرشتے نظر آئے۔ آپؐ نے سوال کیا اے جبرئیلؑ تم کیوں نازل ہوئے ہو؟۔ ان فرشتوں نے جواب دیا ہم اس لئے نازل ہوئے ہیں تاکہ فاطمہؓ کو ان کے خاوند کے پاس رخصت کر دیں اس لئے کہ ان کا شمار اہل بیت میں سے ہو۔ اس پر جبرئیلؑ نے تکبیر کہی پھر میکائیلؑ نے تکبیر کہی پھر اسرافیلؑ نے تکبیر کہی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر سلمانؓ نے تکبیر کہی یہیں سے یہ کام سنت ہو گیا کہ دلہنوں کے سامنے یا پیچھے تکبیر کہی جاتی ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لے کر آئے اور انہیں علیؓ کے بازو میں بٹھلایا پھر فرمایا اے علیؓ یہ تحفہ میری جانب سے ہے جس نے اس کی عزت کی اس نے میری عزت کی۔ اور جس نے اس کی توہین کی اس نے میری توہین کی اے اللہ اس پر برکت نازل فرما۔ اور انہیں پاک اولاد عطا فرما۔ آپ یقیناً بہت دعا سننے والے ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے جس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور جس شخص نے اسے وضع کیا اس نے عجیب باتیں بنائیں ہیں۔

Marfat.com

راوی کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلمانؓ سے مانگ رہے تھے یا سلمانؓ سوالی کو لیے بھٹکتے پھرتے تو لوٹنے والے نے شان رسالت میں گستاخی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سوالی کو لے کر جا رہے ہوں گے۔ سلمانؓ تو اس وقت یہودیوں کی غلامی میں مصروف تھے اور اس وقت تک اپنی کتابت زر فدیہ سے بھی فارغ نہ ہوئے تھے۔ اور کوئی بعید بات نہیں کہ یہ محمد بن انس القرمطی نے یا معبد بن محمد البصری نے وضع کی ہو۔ موضوعات ج ا ص ۴۴

ہماری سب سے اول عرض یہ ہے کہ اس واقعہ کو اسماءؓ بنت عمیس نے پیش کیا جو اس وقت جعفرؓ کے نکاح میں تھیں اور حبشہ میں وقت گزار رہی تھیں ان کا مدینہ میں وجود ہی نہ تھا۔ وہ تو فتح خیبر کے بعد میں مدینہ پہنچیں۔ آخر انہوں نے یہ کہانی کیسے گھڑ لی؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور فاطمہؓ کے گھر میں کوئی زیادہ فاصلہ نہ تھا جو حضور کو سواری کی ضرورت پیش آئی اور اگر ضرورت پیش آئی تھی تو بلالؓ کہاں چلے گئے تھے جو سلمانؓ کو بھیجا گیا؟

دراصل یہ لوگ جھوٹ کے دلدادہ ہیں اور اس سے ان کا کوئی تعلق نہیں کہ کوئی شخص وہاں موجود تھا یا نہیں، اور چونکہ یہ سنی سنائی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں خواہ ایسی روایتوں کا ذکر کوئی سر پھرا ہی کرے، ایمان لانے سے غرض ہوتی ہے لہٰذا ہم اس کہانی پر بھی ایمان لے آئے۔

یہ روایت جناب جعفرؓ نے اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے نقل کی ہے اور ان سے نقل کرنے والا معبد بن محمد البصری ہے۔ جس سے کوئی ماہر رجال واقف نہیں۔ حتیٰ کہ ہمیں یہ بھی خبر نہیں کہ یہ پیدا بھی ہوا تھا یا نہیں۔

اسی طرح معبد سے نقل کرنے والا ابوالحسن احمد بن محمد بن انس بن القرمطی ہے۔ یہ بھی کوئی خیالی قسم کا پرندہ تھا جو امامیوں کے کان میں یہ بات پھونک کر چلا گیا۔

فاطمہؓ عرش کے پائے پکڑ کر کھڑی ہوں گی

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری بیٹی جب حشر میں اٹھائی

Marfat.com

جائے گی تو اس کے ہاتھ میں خون کے رنگے کپڑے ہوں گے اور وہ عرش کا پایہ پکڑ کر کھڑی ہوں گی اور فرمائیں گی اے منصف میرے بیٹے اور میرے بیٹے کے قاتل کے درمیان فیصلہ کر دے تو رب کعبہ کی قسم میری بیٹی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت بلاشک موضوع ہے اور یہ ابن مہدی اور ابن بسطام سے آگے نہیں بڑھی۔

احمد بن علی الرقی ذہبی لکھتے ہیں کہ اس نے علی رضا سے ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ یہ اصل میں احمد بن علی بن مہدی بن صدقہ ہے۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ واقعا اس نے علی رضا سے کوئی روایت سنی ہے اور وہ روایت صحیح طور پر ثابت ہو۔ میزان ج ا ص ۱۲۰

حضرت فاطمہؓ کے مہر میں پوری زمین دی گئی

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا بیان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ اللہ نے تیرا نکاح فاطمہؓ سے کیا ہے۔ اور اس کے مہر میں پوری زمین دی ہے۔ پس جو شخص زمین پر غضب ناک حالت میں چلے گا وہ شام حرام حالت میں گزارے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے متعدد راویوں پر جرح کی گئی ہے لیکن اصل متہم اس میں ذارع ہے۔

ذارع اس کا نام احمد بن نصر ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ ذارع کذاب ہے۔ وضاع ہے۔ موضوعات ج ا ص ۴۱۶۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ بغداد کا باشندہ ہے۔ حارث بن ابی اسامہ اور ان کے طبقہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اور منکر روایات بیان کرتا ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔

دارقطنی کا بیان ہے یہ دجال ہے۔ اس کی کنیت ابوبکر ہے۔ اس سے یہ روایت مروی ہے

Marfat.com

ایک کھجور کے درخت نے دوسرے درخت کو آواز دی کہ یہ نبی مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ جا رہے ہیں۔ اور کھجور کو اسی لئے صیحانی کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے (میزان ج ... ۲۱)

اس روایت میں اور بھی منکر الفاظ موجود ہیں۔ میں نے ان کی تفصیل پیش نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے فاطمہؓ کیلئے موتیوں کا ایک محل تیار کیا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ تبوک میں فرماتے سنا اور اس وقت ہم آپ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا کہ میں فاطمہؓ کی شادی علی سے کر دوں۔ اور اس کے بعد جبرئیلؑ نے مجھ سے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جنت میں موتیوں کا ایک محل تیار کیا ہے اور اس کے ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک موتیوں کی ایک لڑی ہے جو یاقوت سے تیار کی گئی ہے۔ اور یہ یاقوت سونے سے جوڑے گئے ہیں ان کمروں کی چھتیں سبز زبرجد سے تیار کی گئی ہیں۔ اور اس میں موتیوں کے طاق بنائے گئے ہیں جو یاقوت سے جڑے ہوئے ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی عبدالنور ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس نے ایک طویل حدیث بیان کی۔ عقیل نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور عقیلی کا بیان ہے کہ عبدالنور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ہم سے یہ روایت محمد بن نامر نے بھی بیان کی ہے اور اس نے اپنی سند سے عبدالنور سے یہ الفاظ بھی بیان کئے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہؓ کیلئے اس محل میں کھڑکیاں بھی بنائی ہیں جن کی ایک اینٹ چاندی کی ایک اینٹ سونے کی۔ ایک اینٹ موتیوں کی ایک اینٹ یاقوت کی اور ایک اینٹ زبرجد کی ہے۔ پھر اس محل میں چشمے تیار کئے۔ جن کے کناروں میں سبزہ اُگا ہوا ہے اور انہیں نہروں نے گھیر رکھا ہے۔ اور نہروں پر موتیوں کے قبے بنے ہیں جو سونے کی لڑیوں سے جڑے

Marfat.com

گئے ہیں۔ اور مختلف قسم کے درختوں سے انھیں گھیرا گیا ہے۔ ان درختوں کی ہر شاخ میں ایک گھر ہوگا۔ ہر گھر میں ایک سپید موتیوں کا بستر لگا ہوگا، جس پر لیٹنا آرام دہ ہوگا، جس کے پردے سندس اور استبرق کے ہونگے۔ اس کمرے میں نیچے جو فرش بچھا ہوگا وہ زعفران، عنبر اور مشک کا ہوگا۔ ہر قبہ میں ایک حور ہوگی۔ قبہ کے سو دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے پر دو باندیاں حاضر ہوں گی اور وہاں دو درخت لگے ہوں گے۔ ہر قبہ میں فرش ہوگا اور کچھ لکھا ہوگا۔ کپڑوں کے چاروں کونوں پر آیت الکرسی لکھی ہوگی۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ اللہ نے یہ جنت کس کیلئے بنائی۔ وہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جنت فاطمہؓ اور علیؓ کے لیے بنائی ہے۔ اس باغ کے علاوہ ان کے لئے اور بھی تحفے جو اللہ نے انھیں دیا ہے اور یا رسولؐ اللہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کی ہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ عبد النور بن عبد اللہ المسمعی امام شعبہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ کذاب ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ اس سے یہ روایت منسوب کی گئی ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں اس روایت کو اسماعیل نے بھی نقل کیا ہے اور یہ اسماعیل سدی کا نواسہ ہے اس نے بشر بن الولید الہاشمی سے نقل کیا ہے اور اس نے اسی عبد النور سے میرا خیال یہ ہے کہ شیعہ خواہ کچھ بھی بکواس کریں، لیکن جنگ تبوک کے سفر میں جب کہ فاطمہؓ کی شادی کو آٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا یہ کیسے خیال آیا۔ اور پھر لطف یہ ہے جنگ تبوک میں حضرت علیؓ شریک بھی نہ تھے تو بات کہی کس سے گئی!

ایک عجیب وغریب تاج

حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو حوا و جنت میں اندازو دکھاتی پھرتیں۔ یہ دونوں میاں بیوی کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے بہتر کوئی مخلوق پیدا نہیں فرمائی۔ یہ دونوں میاں بیوی اسی حال میں مست تھے کہ اچانک ایک لڑکی ان

Marfat.com

کے سامنے آئی۔ اور آپ نے ... ایسی لڑکی نہیں دیکھی [illegible]
[illegible] تھیں [illegible] ان کی [illegible] میں [illegible] تھا۔ اس کے [illegible]
میں دو [illegible] تھیں [illegible]
[illegible] ان دونوں [illegible]
[illegible] یہ دونوں مینڈھیاں [illegible]
بیٹے حسن [illegible] میں۔ ان [illegible] پیدائش سے [illegible] سال قبل تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت [illegible] ہے۔ اور حسن بن علی جو صاحب العسکر کہلاتے ہیں شیعہ ان کے بارے میں امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ انہوں نے یہ روایت اپنے باپ دادا سے نقل کی ہے۔ [illegible]

یہ حسن بن علی جو صاحب العسکر کہلاتے ہیں ہماری زبان میں انہیں حسن عسکری کہا جاتا ہے شیعوں کے گیارہویں امام ہیں۔ انہوں نے یہ داستان اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے نقل کی ہے۔

یہ ایک گھریلو داستان ہے جو حسن عسکری نے بیان کی ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔

موضوعات ج ۱ ص ۴۱۵۔

اہل بیت کو لازم پکڑو

حضرت ابوسعید کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ اور ایک اپنی عترت۔ اور یہ دونوں چیزیں اس وقت تک ایک جگہ رہیں گی جب تک تم مجھ سے حوض پر نہ ملو۔ پھر سوچو کہ میں تمہیں ان دو چیزوں میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔

عطیہ امام احمد اور امام یحییٰ وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

عبداللہ بن عبدالقدوس۔ یحییٰ کا بیان ہے یہ کوئی شئے نہیں۔ یہ رافضی ہے خبیث ہے۔

Marfat.com

عبداللہ بن داھر

احمد اور یحییٰ کا بیان ہے یہ کوئی شے نہیں۔ اس سے روایت تو وہی انسان لکھ سکتا ہے کہ جس میں کوئی خیر نہ ہو۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۶۹

ہم پہلے اس پر بحث کر چکے ہیں کہ عیسیٰ اعونی بھی کذاب رافضی سے روایات نقل کرتا ہے اور اس نے کلبی کی کنیت ابو سعید رکھ لی تھی تو جب وہ یہ کہتا ہے کہ یہ روایت ابو سعید سے مروی ہے تو اس سے مراد کلبی کذاب ہوتی ہے حضرت ابو سعید خدری نہیں گویا یہ حدیث نہیں بلکہ کلبی کذاب کا قول ہے

ہم اس پر بھی کلام کر چکے ہیں کہ یہ عبداللہ بن داہر کون ذات شریف ہیں۔ اب رہ گئے عبداللہ بن عبدالقدوس تو ان کے بارے میں نسائی لکھتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۶۱ دارقطنی فرماتے ہیں۔

عبداللہ بن عبدالقدوس کوفی ہے۔ رَے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اعمش سے روایات کرتا ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۱۴

ذہبی میزان میں رقم طراز ہیں۔

عبداللہ بن عبدالقدوس کوفہ کا باشندہ ہے رافضی ہے۔ رَے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اعمش وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ کوئی شے نہیں۔ رافضی ہے خبیث ہے۔ نسائی کا قول ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کا کہنا ہے کہ ضعیف ہے ابو معمر کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن عبدالقدوس نے بیان کیا اور وہ خشبی تھا میزان ج ۲ ص ۵۵

اہل بیت کی محبت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ سے اس لئے محبت کرو کہ اس نے تمہیں غذا فراہم کی ہے۔ اور مجھ سے اللہ کی محبت کے باعث محبت کرو

Marfat.com

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ

احمد بن زنجویہ ہمارے نزدیک معروف نہیں۔ اور

زارغ اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہو سکتی۔

خطیب اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کی روایت میں نکارت پائی جاتی ہے ... ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۶۷

ہو سکتا ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہوں ... معنی ... شیعہ اس لفظ کے مراد لیتے ہیں۔ رہا جناب زارغ کا حال تو ہم پہلے تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔

آل محمد کون ہیں؟

حضرت انس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آل محمد کون ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہر مومن متقی۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں کیونکہ

نافع ابو ہرمز کی روایت پر وہم غالب ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے یحییٰ اور احمد بن حنبل نے اسے ضعیف کہا ہے اور یحییٰ نے ایک بار یہ کہا یہ کذاب ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۶

امام ذہبی رقم طراز ہیں۔

نافع بن ہرمز اس کی کنیت ابو ہرمز ہے۔ عقیلی نے اس کا نام عبدالواحد بیان کیا ہے۔ حسن بصری اور انس بن مالک سے روایت کرتا ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔

امام احمد اور ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن معین نے ایک بار اسے کذاب کہا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے یہ متروک ہے۔ ضعیف الحدیث ہے۔ نسائی کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں۔

میزان ج ۴ ص ۲۴۳

Marfat.com

[illegible] بصرہ کا باشندہ ہے۔ عطاء اور حضرت انسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص [illegible]۔ بیہقی کا بیان ہے کہ اس جیسے آدمی کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں حاشیہ [illegible] علل ص۲۶۷۔

اہل بیت سے محبت کرنیوالے میرے درخت کے پتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں ایک درخت ہوں۔ فاطمہؓ اس کا تنا ہیں۔ علیؓ اس کی شاخ ہیں۔ حسنؓ و حسینؓ اس کے پھل ہیں اور اہل بیت سے محبت کرنے والے جنت کے حتمی اور یقینی طور پر پتے ہیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور موسیٰ بن نعمان سے کوئی واقف نہیں ہے۔ موضوعات ج ۲ ص۵۔

موسیٰ بن نعمان ذہبی لکھتے ہیں اس شخص سے کوئی واقف نہیں۔ اس نے لیث بن سعد سے ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ میزان ج ۴ ص۲۲۵

نصر بن شعیب اس نے یہ روایت موسیٰ سے نقل کی ہے۔ یہ اپنے باپ کے واسطے سے جعفر بن سلیمان سے روایات نقل کرتا ہے۔ اسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ میزان ج ۴ ص۲۵۱۔

محمد بن السری۔ یہ تمار کے لقب سے موسوم ہے یہ غلام خلیل وغیرہ سے روایت کرتا ہے منکرات اور بلاؤں کا ناقل ہے۔ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۳ ص۵۵۹

الغرض اس روایت کے تین راوی بے کار اور ردی ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ پنجتن کے وسیلہ سے قبول کی

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کلمات کے بارے میں سوال کیا جو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تلقین کیے اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کلمات تعلیم فرمائے۔ کہ

تجھے محمدؐ، علیؓ، فاطمہؓ، حسن اور حسین کا واسطہ جو میری توبہ قبول نہ کرے۔

الغرض آدمؑ و حواؑ نے یہ دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کلمات کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔

اے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اگر آپ ہماری مغفرت نہ فرمائیں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو ہم ٹوٹے میں پڑ جائیں گے

اس کی موجودگی میں کسی اور کلمہ کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہتا۔ ہاں اہل سنت والجماعت کے بزرگ حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضور کے وسیلہ کے بغیر کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس لئے آدمؑ نے عرش پر حضور کا نام لکھا دیکھا تو انہوں نے اس نام کا وسیلہ مانگا تو ان کی دعا قبول ہوئی۔ یہ سب آپ نے خود بنائی کہانیاں ہیں۔ ایمان لانے کی باتیں ہیں اور کچھ نہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ دارقطنی کا کہنا ہے کہ یہ روایت عمر بن ثابت نے اپنے باپ سے نقل کی ہے۔ لیکن یہ بات حسین الاشقر کے سوا کوئی نقل نہیں کرتا۔

عمر بن ثابت یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عمر بن ثابت ثقہ اور مامون نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ لوگوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

موضوعات ج ۲ ص ۳

Marfat.com

حسین بن الحسن الاشقر کوفہ کا باشندہ ہے۔ حسن بن صالح اور زہیر وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے احمد بن حنبل اور کدیمی وغیرہ نے روایت نقل کی ہے۔

بخاری کا بیان ہے اس پر اعتراض ہے۔ ابوزرعہ کا قول ہے کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔

جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ غالی قسم کا رافضی ہے۔ نیک لوگوں کو (یعنی صحابہ کبار کو) گالیاں دیتا تھا

ابن عدی کا کہنا ہے کہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت حسین الاشقر کی روایات کو حیلہ بناتی ہے کیونکہ اس کی روایات میں اس کا کچھ حصہ موجود ہوتا ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کی کچھ منکرات ذکر کیں اور ایک مقام پر صاف طور پر لکھا کہ اس میں تمام بلا اشقر کی نازل کردہ ہے۔

ابو معمر الہذلی کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی کا کہنا ہے یہ قوی نہیں۔ ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ۲۰۸ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

ابن عدی ایک روایت کے آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔ اور ایک روایت کے آخر میں کہتے ہیں کہ یہ تمام اشقر کی نازل کردہ ہے۔ نسائی لکھتے ہیں حسین الاشقر قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین صـ ۳۳۔

اس کے بعد یہ داستان نقل کرنے والا محمد بن علی بن خلف العطار ہے۔

محمد بن علی بن خلف العطار۔ یہ حسین الاشقر وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے۔

خطیب نے اس کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابن عدی نے اسے متہم قرار دیا اور کہا یہ عجیب وغریب روایات نقل کرتا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ابن عدی کہتے ہیں میرے نزدیک اس حدیث میں تمام بلا اس عطار کی نازل کردہ ہے۔ میزان ج ۳ صـ ۶۵۱۔

Marfat.com

پنج تن حظیرۃ القدس میں ہوں گے

حضرت عمرؓ کا بیان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں، فاطمہ، علی، حسن اور حسین حظیرۃ القدس میں ایک سفید قبے میں ہوں گے۔ جس کی چھت عرش معلیٰ ہوگی۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ ہم نے پہلے ذکر کیا تھا کہ اس کا ایک راوی

یونانی کذاب ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ روایات وضع کرتا تھا۔

موضوعات ج ۲ ص ۳

اے فاطمہؓ! اللہ تیری رضا سے خوش ہوتا ہے

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا۔ اللہ تیرے غضب سے ناراض ہوتا اور تیری رضامندی سے راضی ہوتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۳۵

یہ خالص گھریلو حدیث ہے۔ اس کے تمام راوی حضرت حسینؓ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں بیت حسینؓ سے باہر اس روایت کو کوئی نہیں جانتا۔ اس کے آخری راوی حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب العلوی الکوفی ہے۔

حسین بن زید بن علی علی بن المدینی جو بخاری و مسلم وغیرہ کے فن رجال و حدیث میں استاد ہیں فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ اس کی بعض روایات درست اور بعض منکر ہوتی ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی بعض روایات منکر ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۵۳۵

Marfat.com

عبداللہ بن محمد بن سالم القزاز

حسین بن زید سے اس روایت کو عبداللہ بن محمد بن سالم القزاز نے نقل کیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں ——— کہ یہ عبداللہ بن محمد غیر معروف روایات نقل کرتا ہے۔

یہ روایت طبرانی کے زمانے تک خبر واحد ہی اور طبرانی کے علاوہ اسے کسی نے نقل نہیں کیا۔

وہ ان کے ہاں بھی معجم کا رطب و یابس جمع ہے۔ ان کی کتاب چوتھے درجے کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ ان کی کتابوں کو معجم کہتے ہیں۔ اور معجم ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جو راویوں کے نام سے منسوب ہوں۔ خواہ وہ راوی ثقہ ہوں یا غیر ثقہ۔ ہم نے جلاء العیون وغیرہ میں یہ بھی پڑھا ہے کہ فاطمہؓ حضرت حسینؓ سے ناخوش تھیں حتیٰ کہ انہوں نے اپنا دودھ پلانا پسند نہیں کیا لہذا حسینؓ سے محبت وہی شخص رکھ سکتا ہے جو فاطمہ کا دشمن ہو۔

حسن وحسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں

حضرت حذیفہؓ بن الیمانؓ فرماتے ہیں مجھ سے میری والدہ نے سوال کیا کہ تم حضورؐ سے کب سے نہیں ملے میں نے عرض کیا مجھے ملاقات کئے ہوئے اتنے دن ہو گئے۔ انہوں نے مجھے بُرا بھلا کہا۔ میں نے عرض کیا اب تو مجھے چھوڑ دیجئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں گا۔ اور آپؐ سے اپنی اور آپ کی مغفرت کا سوال کروں گا۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی لیکن آپؐ بعد المغرب عشا تک نفلیں پڑھتے رہے۔ جب آپؐ لوٹے تو میں آپ کے ساتھ چلا تو آپ نے میری آواز سن کر فرمایا کہ حذیفہؓ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اللہ تیری اور تیری ماں کی مغفرت فرمائے کیا حاجت ہے؟

میرے پاس ابھی ایک فرشتہ آیا ہے جو آج کی رات سے پہلے کبھی نہ آیا تھا اس نے پروردگار سے مجھے سلام کرنے کی اجازت طلب کی اور اس بات کی اجازت طلب کی کہ مجھے یہ خوشخبری سنائے کہ فاطمہؓ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی اور حسنؓ و حسینؓ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ روایت اس سند سے غریب ہے اور ہم اسے اسرائیل کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نہیں جانتے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۲

اس طویل روایت میں چند امور خاص طور پہ قابل غور ہیں۔ آپ بھی ان پر غور فرمائیں۔

۱۔ حضرت حذیفہؓ مدینہ میں مقیم ہیں لیکن ایک عرصہ دراز تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے حتیٰ کہ والدہ نے مجبور کر کے انہیں حضور کی خدمت میں روانہ کیا۔

Marfat.com

۲۔ اگر اس کی کوئی خاص وجہ تھی تو پھر حضرت حذیفہؓ پنج وقتہ نماز کس جگہ پڑھتے تھے۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنن و نوافل مسجد میں ادا نہ فرماتے تھے۔ بلکہ مستقل طور پر گھر میں ادا کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ یہ خلاف اصول عمل کیوں اور کس وجہ سے ظہور پذیر ہوا۔؟

۴۔ حضور بعد المغرب گھر جا کر صرف دو سنتیں ادا فرماتے ہیں مغرب تا عشا نوافل ادا کرنا اور وہ بھی مسجد میں کیا اس فرضی فرشتے کی آمد کے لئے تو نہ تھا۔؟

۵۔ اس بشارت کے لئے کیا کسی خاص فرشتے کا نزول ضروری تھا۔؟

ہمارے نزدیک جہاں یہ روایت خلافِ عقل ہے وہاں سنداً بھی کمزور ہے۔ کیونکہ اس کا ایک راوی منہال بن عمرو الکوفی ہے۔ اس سے مسلم کے علاوہ تمام مصنفین صحاح نے روایات لی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ منہال ثقہ ہے احمد العجلی نے بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے لیکن امام احمد فرماتے ہیں میرے نزدیک ابُو بشر منہال سے زیادہ ثقہ اور معتبر ہے۔

شعبہ ابتداء میں تو اس کی روایات لیتے لیکن ایک روز اس کے گھر سے گانے کی آواز سن کر شعبہ نے اس کی روایت ترک کر دی۔

حاکم کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید القطان نے اس پر نکتہ چینی کی ہے۔ جوزجانی اپنی کتاب الضعفاء میں فرماتے ہیں یہ بدترین مذہب (کٹر شیعہ) رکھتا تھا جس کا ثبوت خود یہ روایت ہے۔
ابن حزم نے اس کی ایک روایت پر کلام کر کے اسے ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۹۲
محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر راوی شیعہ ہے۔ لیکن اس سے جھوٹ بولنا ثابت نہیں تو اس کی وہ روایات قبول کی جائیں گی جو مناقب اہل بیت اور مثالب صحابہ سے متعلق نہ ہوں۔ اور جو روایات اس موضوع سے متعلق ہوں گی وہ قبول نہ ہوں گی۔

پھر یہ روایت پانچ زمانوں تک خبر واحد رہی۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے حضرت

Marfat.com

حذیفہؓ کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حضرت حذیفہ سے زر بن حبیش کے علاوہ اس کا کوئی راوی نہیں۔ زر سے اس کا منہال کے علاوہ کوئی راوی نہیں۔ منہال سے میسرہ بن حبیب کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور میسرہ سے اسرائیل کے علاوہ کوئی اور راوی نہیں۔ امام ترمذی نے آخری جملہ میں اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔

اسرائیل کے عالم میں بھی اختلاف ہے۔ یہ اسرائیل ابواسحاق السبیعی کا پوتا ہے مشہور و معروف کہا جاتا ہے تمام صحاح ستہ میں اس کی روایات موجود ہیں۔

احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ ثقہ ہے بلکہ انہیں اس کے حافظہ پر حیرت تھی لیکن احمد یہ بھی فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن سعید القطان اس پر معترض تھے اور وہ اسے پسند نہ کرتے تھے۔

ابوحاتم کہتے ہیں سچا ہے۔ اپنے والد کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ان کی احادیث روایت کی ہیں لیکن یہ روایت انہوں نے اپنے والد سے نقل نہیں کی)

یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے ان کی حدیث کچھ کمزور ہوتی ہے۔ علی المدینی فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ اسے بعض حضرات نے ضعیف کہا ہے۔ ابن حزم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی خاص برائی نہیں۔

بخاری و مسلم نے اس سے صرف وہ احادیث لی ہیں جن کا تعلق اصول شریعت سے ہے۔ فضائل کی روایات نقل نہیں کیں۔ عبدالرحمان بن مہدی ان سے روایت لیتے لیکن یحییٰ بن سعید القطان اس سے روایت نہ لیتے۔

محدثین نے اس کی ان متعدد احادیث کو غریب قرار دیا ہے جو وہ اپنے باپ کے علاوہ دوسروں سے روایت کرتا ہے۔ اپنے باپ کی روایت میں اگرچہ اسے ثقہ مانا جاتا ہے لیکن تب بھی یہ شعبہ اور سفیان ثوری کے ہم پلہ نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۸

اسرائیل نے یہ روایت اپنے باپ سے نقل نہیں کی۔ لہٰذا اس روایت میں وہ قابل قبول نہیں جو اپنے باپ سے نقل نہ کرے۔ اس طرح اس روایت میں کئی راویوں پر اعتراض وارد ہوتا ہے

Marfat.com

ول منہال شیعہ ہے نقاد نے اس کی روایات ناقابل قبول ہیں۔ اور اسرائیل نے اپنے باپ کی روایت میں معتبر ہیں کسی اور کی روایت میں معتبر نہیں۔

ن کہ ایک اور راوی میسرۃ بن حبیب ہے وہ بھی صرف کار چیز ہے۔ لہذا یہ روایت قطعاً قابل قبول نہیں۔ اسی نے ترمذی نے اس روایت کو غریب قرار دیا اور اسرائیل پر عدم اعتماد کا اظہار کیا۔

اے اللہ میں حسنؓ وحسینؓ سے محبت رکھتا ہوں

حضرت براءؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ وحسینؓ کو دیکھا تو فرمایا اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۳

ہمیں امام ترمذی پر حیرت ہے کہ انہوں نے متضاد روایات کو حسن صحیح قرار دیا۔ کیونکہ امام ترمذی نے چند سطروں کے بعد حضرت براءؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ کے کاندھے پر حسن بن علیؓ سوار تھے۔ اور آپؐ فرما رہے تھے۔ اے اللہ میں حسنؓ سے محبت رکھتا ہوں تو بھی حسنؓ سے محبت رکھ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۴۲ مطبوعہ قرآن محل

پہلی روایت میں حضرات حسنؓ وحسینؓ ہر دو کا ذکر ہے۔ اور اس روایت میں صرف حضرت حسنؓ کا۔ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے حسنؓ وحسینؓ ہر دو کو دیکھ کر یہ دعا فرمائی۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے یہ دعا حضرت حسنؓ کے لئے اس وقت فرمائی جب آپ حضرت حسنؓ کو کاندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ تب آپؐ نے یہ دعا فرمائی اور یہ آخری واقعہ صحیح مسلم میں موجود ہے

ظاہر ہے کہ ہر دو روایات ایک دوسرے کی مخالف ہیں، اور ان میں سے ایک ضرور ضعیف ہے۔ ہمارے نزدیک پہلی روایت ہر صورت میں ضعیف ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت براءؓ سے

Marfat.com

اس روایت کو نقل کرنے والا عدی بن ثابت ہے اور عدی سے اس واقعہ کو دو شخص نقل کرتے ہیں۔
ایک شعبہ اور ایک فضیل بن مرزوق

شعبہ نے عدی سے وہ الفاظ نقل کئے جو دوسری روایت میں پائے جاتے ہیں اور فضیل نے پہلے الفاظ نقل کئے ہیں۔ گویا یہ ایک روایت ہے جسے دونوں نے اپنے استاد سے سن کر اپنے اپنے ذہن کے مطابق اسے تیار کیا ہے۔ اس طرح اس روایت کی صحت و عدم صحت کا دارومدار اس پر موقوف ہے کہ شعبہ اور فضیل بن مرزوق میں کس کو کون سا مقام حاصل ہے۔ شعبہ کے تعارف کے لئے حافظ ابن حجر کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں۔

شعبہ ثقہ ہیں حافظ ہیں متقن ہیں۔ سفیان ثوری فرمایا کرتے ہیں یہ حدیث میں مسلمانوں کا امیر ہے۔ اور یہ سب سے پہلا وہ شخص ہے جس نے عراق میں رجال کی چھان بین کی۔ اور سنت کی حفاظت کی۔ یہ عبادت گذار شخص تھا۔ تقریب التہذیب ص ۴۵

ان الفاظ پر غور کیجیے اور جو حافظ ابن حجر کے فضیل بن مرزوق کے بارے میں جو ارشادات ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فضیل بن مرزوق الاغر کوفی ہے۔ سچا ہے **لیکن** اسے وہم ہوتا ہے۔ تشیع کا اس پر الزام ہے۔ تقریب ص ۲۰۴

یعنی بقول حافظ ابن حجر اسے جھوٹا تو نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن اسے حدیث میں وہم بھی ہوتا ہے۔ اور اس پر تشیع کا الزام بھی ہے۔ گویا یہ سب کچھ اسی تشیع کا نتیجہ ہے کہ حضرت حسنؓ کے ساتھ زبردستی حضرت حسینؓ کو جوڑ کر ایک نئی روایت تیار کر دی گئی۔ اور امام ترمذی نے اس فضیل کے نام سے اتنا بڑا دھوکہ کھایا کہ وہ بھی روایت کو حسن صحیح فرما گئے۔ اور یہی وجہ ہے حافظ صاحب اسی قسم کی روایات کو بطور حسن ظن فضیل کا وہم تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہم نہیں بلکہ یہ خالص تشیع ہے۔ جو عمداً اختیار کیا جا رہا ہے۔ اس کا اصل فیصلہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ دیگر محدثین کے اقوال بھی سامنے موجود ہوں۔ حافظ ذہبی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

Marfat.com

اس فضیل کو سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن معین نے ثقہ قرار دیا ہے۔

نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ عثمان بن سعید کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ امام ذہبی اپنی رائے پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یہ مشہور شیعہ تھا۔ لیکن صحابہ کو برا نہ کہتا تھا (یعنی تقیہ باز تھا)

ابو عبد اللہ الحاکم کا بیان ہے کہ فضیل بن مرزوق صحیح کی شرائط میں داخل نہیں۔ یعنی اس کی روایت صحیح تسلیم نہیں کی جاتی۔ اسی لئے محدثین نے امام مسلم پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اپنی صحیح میں اس کی روایات کیوں نقل کیں۔

ابن حبان کا فیصلہ یہ ہے کہ انتہائی درجہ کا منکر الحدیث ہے۔ غلط روایات ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے اور عطیۃ العوفی سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

ابن عدی کا فیصلہ ہے کہ اگر اس کی روایت دوسروں کے مطابق ہو تو قبول کی جائے گی ورنہ نہیں۔ میزان الاعتدال ص ۳

جہاں تک یحییٰ بن معین کے قول کا تعلق ہے کہ یہ فضیل ثقہ ہے تو احمد بن ابی خیثمہ نے یحییٰ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ گویا اس فضیل کو سفیان بن عیینہ کے علاوہ کوئی ثقہ قرار نہیں دیتا۔ ممکن ہے کہ سفیان کو اس کے صحیح حالات کا علم نہ ہو کیونکہ سفیان مکہ آکر مقیم ہو گئے تھے۔ اور یہ کوفہ میں براجمان رہا۔

عبد الرحمان بن ابی حاتم نے اپنے والد ابو حاتم کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد ابو حاتم سے سنا ہے کہ یہ فضیل سچا ہے اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے لیکن اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ اس کی روایت لکھ لی جائے۔ میں نے عرض کیا، کیا اس کی روایت حجت سمجھی جائے۔ فرمایا نہیں۔ الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۷۵

اس فضیل بن مرزوق نے ابو اسحاق کے واسطہ سے حضرت علیؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ کہ اگر تم ابوبکرؓ کو امیر بناؤ گے تو اسے امین، مسلم، دنیا میں زاہد۔ اور آخرت کا راغب پاؤ گے اور اگر عمرؓ کو امیر بناؤ گے تو اسے قوی امین پاؤ گے وہ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرے گا۔ اور اگر تم علیؓ کو امیر بناؤ گے۔ اور میرا خیال ہے کہ تم ایسا نہ کرو گے تو علیؓ کو ہادی مہدی پاؤ گے

وہ تمہیں طریقت کی راہ پر چلائے گا۔

یہ عقدہ تو حل ہو گیا کہ یہ طریقت کہاں سے چلی ہے اور کون اس کا بانی ہے۔ آئندہ سے ہم ہر ایک کو بتا سکیں گے کہ طریقت کی راہ سب سے پہلے فضیل بن مرزوق نے بتائی تھی۔

الغرض اس بحث کا حاصل یہ نکلا کہ وہ روایت جس میں حضرت حسینؓ کا ذکر ہے وہ فضیل بن مرزوق کی اختراع ہے۔ نہ معلوم امام ترمذی اسے کس رو میں صحیح قرار دے گئے۔ ممکن ہے وہ بھی حافظ ابن حجر کی طرح حسن ظن کا شکار رہے ہوں

پنج تنی فارمولا

حضرت زیدؓ بن ارقم کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ۔ فاطمہؓ، حسنؓ وحسینؓ کو دیکھ کر فرمایا تم چاروں جس سے صلح کرو گے میں بھی اس سے صلح کروں گا اور تم جس سے جنگ کرو گے میں بھی اس سے جنگ کروں گا۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ صـــ۸۳ـــ

اگر فی الواقع یہ روایت درست ہے تو رافضیوں کو چاہیئے کہ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ علیہم السلام کی شان میں گستاخیوں سے باز آجائیں۔ کیونکہ ان حضرات نے ان خلفاء اربعہ سے بیعت کی تھی۔

یہ روایت کیا درجہ رکھتی ہے؟ اس کے متعدد راوی قابل اعتراض ہیں۔

سب سے پہلا راوی صُبیح ہے حضرت ام سلمہؓ کا غلام بیان کیا جاتا ہے۔ ترمذی کا بیان ہے کہ یہ صُبیح غیر معروف ہے۔ میزان ج ۲ صـــ۳۰۷ـــ۔ اس سے ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں۔

صُبیح سے یہ روایت نقل کرنے والا سُدی ہے۔ یہ کون سا سُدی ہے یہ معلوم نہیں۔ اس لئے کہ سُدی کے لقب سے دو شخص مشہور ہیں۔

۱۔ اوّل اسماعیل بن عبدالرحمان السُّدی۔ یہ سُدی کبیر کے لقب سے مشہور ہے۔

۲۔ محمد بن مروان السدی۔ یہ سدی صغیر کے لقب سے مشہور ہے۔ اب ہر دو کا تفسیری حال امام ذہبی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

سدی کبیر یعنی اسماعیل بن عبد الرحمان کے بارے میں یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی برائی نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں سچا ہے۔ لیکن امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں حجت نہیں مسلم بن عبد الرحمان کا بیان ہے کہ ایک بار یہ قرآن کی تفسیر بیان کر رہا تھا۔ اتفاق سے ادھر سے ابراہیم نخعی کا گزر ہوا۔ انہوں نے فرمایا یہ شخص تفسیر قوم بیان کر رہا ہے۔ یعنی ایسی تفسیر بیان کر رہا ہے جس سے لوگ خوش ہوں۔ بلکہ ایک بار کسی نے ان کے سامنے کہا کہ اُسدی کو قرآن کا بہت بڑا علم دیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا قرآن کا علم نہیں دیا گیا بلکہ اسے جہالت کا وافر حصہ ملا ہے۔ عبد الرحمان بن مہدی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ جوزجانی نے لیث سے روایت کیا ہے کہ کوفہ میں دو ہی شخص تو اصل جھوٹے ہیں ایک سدی کبیر اور ایک کلبی۔

حسین بن واقد المروزی کا بیان ہے کہ میں اس سے احادیث سننے کے لئے گیا۔ ابھی میں اس کی مجلس سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اس نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو گالیاں دینی شروع کر دیں اس کے بعد میں اس کے پاس نہیں گیا۔ میزان ج ا ص۲۳۶

یہ تو سدی کبیر کا حال تھا۔ اب ذرا السدی صغیر کا چہرہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اس ذات شریف کا نام محمد بن مروان ہے۔ ذہبی کہتے ہیں محدثین نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے حتیٰ کہ بعض محدثین نے اسے کذاب کہا ہے۔ بخاری کہتے ہیں کہ اس کی روایت قطعاً نہ لکھی جائے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں میں اس سے بڑھاپے میں ملا تھا۔ لیکن میں نے اس کے بڑھاپے کی وجہ سے اس سے روایت نہیں لی۔ میزان ج ۴ ص۳۲

السید صبحی البدری محشی کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

Marfat.com

کہ سدی صغیر ہے ۔ بخاری کا قول ہے کہ محدثین نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے۔

اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو ثقہ راویوں سے موضوع کہانیاں نقل کرتے ہیں۔

میزان ج ۴ ص ... ۲۶۰ ۔ الضعفاء والمتروکین ... امام ذہبی ج ۲ ص ۲۱۲

الضعفاء والمتروکین ... ذہبی ص ۱۵۵ ۔

اس روایت کا تیسرا راوی اسباط بن نصر الہمدانی ہے۔ اس کی روایات بخاری کے علاوہ تمام صحاح میں پائی جاتی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ امام احمد نے اس کے معاملے میں توقف فرمایا ہے۔ لیکن ابو نعیم کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔

ابن عدی لکھتے ہیں اس کی یہ روایت منکر ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۷۵

اسباط سے نقل کرنے والا ابو غسان ہے۔ ہم اس کے حالات سے اس لئے بحث کرنا نہیں چاہتے کہ کچھ مزید صفحات ضائع ہوں گے۔ کیونکہ ابو غسان چھ اشخاص کی کنیت ہے۔

اور اس روایت کے منکر ہونے کے لئے صرف سدی اور اسباط کا وجود ہی کافی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسنؓ و حسینؓ کا لعاب چوستے

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسنؓ و حسینؓ کا لعاب اس طرح چوستے دیکھا جیسے کوئی خشک کھجور کو چوستا ہے۔

اسرائیل بن موسیٰ البصری

اس روایت کا راوی اسرائیل ہے جو بعد میں ہندوستان آکر آباد ہو گیا تھا۔ ابو حاتم رازی اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا تھا۔ لیکن ازدی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت انتہائی غریب ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۸

میرے نزدیک اس کے دو راوی محمد بن ہارون بن حمید اور حسن بن حماد مجہول ہیں۔ اس کا ایک راوی یحییٰ بن یعلیٰ ہے اگر اس سے مراد یحییٰ بن یعلیٰ القطوانی ہے تو وہ قابل قبول نہیں۔

Marfat.com

ہم مقدمہ اقوال میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سنہ ۴ھ کے شروع میں پیدا ہوئے۔ گویا وفات رسولؐ کے وقت ان کی عمر دو سال تین ماہ بنی اور اس عمر میں بچہ کی زبان نہیں چوسی جا سکتی۔

حضرات حسنینؓ کے تعویذ بندھے ہوئے تھے

حضرات عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرات حسنینؓ کے دو تعویذ بندھے ہوئے تھے۔ جن میں جبرئیل علیہ السلام کے پر کے ریشے تھے۔ میزان ج ا صک۳

ابراہیم بن سلیمان ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں ابراہیم بن سلیمان سے نقل کی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس ابراہیم نے اسے وضع کیا ہے۔ میزان ج ا صک۳

حافظ ابن حجر یہ روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ روایت اسی ابراہیم بن سلیمان نے وضع کی ہے۔ اسے ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں اور صاحب اغانی نے نقل کیا ہے۔ اور ابن حبان نے اس ابراہیم کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ لسان المیزان ج ا صک۳۹

ابراہیم بن سلیمان کے بارے میں ہمیں کوئی تفصیلی حال معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لحاظ سے یہ راوی مجہول الحال ہے۔ اسے ثقہ یا ضعیف کہنا بے کار ہے۔ اسے مجہول کہنا زیادہ موزوں ہے۔

خلاد بن عیسیٰ ابراہیم نے یہ روایت خلاد بن عیسیٰ سے نقل کی ہے۔ اس کی روایات ابوداؤد اور ابن ماجہ میں موجود ہیں۔ یہ حکم اور ثابت سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے سماک اور حسین جعفی وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

ابن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اسکی روایت صحت کے قریب ہوتی ہے۔ عقیلی کہتے ہیں یہ نقل حدیث میں مجہول ہے۔ میزان ج ا صک۶۵۶

Marfat.com

قیس بن الربیع

یہ شخص بنی اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ ۔۔۔ محدث خود تو ہے لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔ اس سے ثوری اور شعبہ اور ابن عیینہ نے روایت لیں ہیں۔

امام شعبہ اور چند دیگر حضرات اس قیس کی بہت حمایت کرتے لیکن وکیع یحییٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے اور ایک بار فرمایا کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد سے سوال کیا گیا کہ لوگوں نے اس کی روایت کیوں ترک کر دی۔ انھوں نے فرمایا یہ شیعہ تھا۔ غلطیاں بہت کرتا اور اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ وکیع بن الجراح اور علی بن المدینی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔

امام بخاری الضعفاء الصغیر میں لکھتے ہیں۔ اس قیس بن الربیع کی کنیت ابو محمد ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ اور قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ وکیع بن الجراح اسے ضعیف کہتے۔ ابونعیم کا بیان ہے کہ اس قیس کی موت ۱۶۷ھ میں ہوئی۔ الضعفاء الصغیر ص ۶۵

نسائی لکھتے ہیں۔ قیس بن الربیع کوفہ کا باشندہ ہے۔ متروک الحدیث ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۹۰۔ اس کا تفصیلی حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ الغرض اس روایت کے راوی ماشاءاللہ ہیں۔

جنّت الفردوس کو حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے ذریعہ زینت دی گئی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب جنّت الفردوس پیدا فرمائی تو اس نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے کچھ زینت دیجئے۔ ارشاد ہوا کہ میں نے تجھے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کے ذریعہ زینت دی ہے۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۹۶

یعنی جب تک حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ دنیا سے تشریف لے جا کر جنّت الفردوس کو زینت نہ بخشیں گے

وہ بے زیب و زینت کیوں رہیں گی کہ تمام سال اس پر اسی طرح گزر جائیں گے۔ بلکہ ہو سکتا ہے ... تبدیل ہو جائے۔

اس روایت کو نضل بن یوسف القصبانی نے حسن بن سار الکسائی کے ذریعے نقل کیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ حسن الکسائی منکر احادیث ... پھر ابن حبان نے یہ روایت بیان کی اور اس کی اوپر کی سند بیان کی۔ یعنی وکیع، ہشام، عروہ، حضرت عائشہ۔ میزان ج ۱ صـ۲۹۶

ہم نے ابن عو ... نامی کتاب ... امر کی وضاحت کی ہے کہ جب تک ہشام مدینہ میں رہے ... ثقہ راویوں سے منقول ہے۔ لیکن عراق میں ... ہی لوگوں نے ان کی جانب سے جھوٹ بولنا شروع کر دیا ... اس روایت پر شک ہونے لگا ہے اہل عراق ہشام سے نقل کریں۔ اور اتفاق ہے اس کے راوی بھی عراقی ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ لکھنے کی ہمیں ضرورت محسوس ہوتا ہے۔

یہ روایت حضرت عقبہ بن عامر سے ... مروی ہے اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت نے عرض کیا اے میرے پروردگار آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھے دو ... ستونوں سے زینت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کیا میں نے تجھے حسن و حسین کے ذریعے زینت نہیں دی۔ جنت ... اسی طرح اترانے لگی جس طرح کوئی دلہن خوشی میں ناچتی ہے۔ اس روایت کا راوی

احمد بن محمد بن الحجاج بن رشدین بن سعد ابو جعفر المصری ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں۔ محدثین نے اسے کذاب کہا ہے۔ اور اس کی روایات منکر قرار دیا ہے۔ میزان ج ۱ صـ۱۳۳

حمید بن علی اس احمد بن محمد بن الحجاج نے یہ روایت حمید بن علی العجلی سے نقل کی ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ تھا اور انتہائی واہی انسان تھا۔ میزان ج ۱ صـ۱۳۴

ابن لہیعہ اس حمید نے یہ کہانی ابن لہیعہ سے نقل کی ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ گویا یہ روایت پہلی روایت سے بھی زیادہ ردی ہے۔

Marfat.com

مجھے سب سے زیادہ محبوب حسنؓ حسینؓ ہیں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب حسنؓ و حسینؓ ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۴۶۱

اس کا راوی یوسف بن ابراہیم اللالی ہے جو یہ کہانی حضرت انسؓ سے نقل کر رہا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ حضرت انسؓ کی جانب جھوٹی داستانیں منسوب کرتا ہے جو انہوں نے کبھی بیان نہیں کیں ایسی روایات کو بیان کرنا ہی حلال نہیں۔

بخاری کا بیان ہے کہ اس کی کنیت ابو شیبہ ہے۔ یہ عجیب و غریب باتیں بیان کرتا ہے۔ ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یہ یوسف بن ابراہیم ضعیف ہے۔ یہ عجیب و غریب روایات بیان کرتا ہے۔ ابو احمد حاکم کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ ابن عدی نے اس کی روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ میزان جلد ۴ ص ۴۶۱

جنت کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ خوبصورت بنایا گیا

بزیغ الازدی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت نے عرض کیا اے میرے پروردگار آپ نے مجھے بہت زیب و زینت دی تو میرے ستون بھی خوبصورت بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا میں نے تیرے ستونوں کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ زینت بخشی ہے۔

جنت جیسی بڑی جگہ جہاں اربہا ارب انسان ہوں گے۔ اس کے لئے صرف دو ستون قطعاً ناکافی ہوں گے۔ لہٰذا اس میں بارہ اماموں اور دیگر صحابہ کا بھی اضافہ ہونا چاہیے تاکہ کچھ ستونوں کا کام چل جائے ورنہ دو ستونوں سے تو وہ حصہ بھی مزین نہ ہوگا جو حسنؓ و حسینؓ کو ملے گا۔

اس روایت کو عبدان نے معرفۃ علوم الصحابہ میں یحییٰ بن احمد سے نقل کیا ہے۔ ذہبی کا بیان

ہے کہ یہ ایک مجہول شخص ہے ۔ اور اسکی روایت باطل ہے ۔ اس روایت کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں ۔

اسمٰعیل بن عیاش

اس روایت کو یحییٰ نے اسمٰعیل بن عیاش سے نقل کیا ہے ۔ اس کا حال سابقہ صفحات میں گذر چکا ہے ۔ کہ اس اسمٰعیل کی وہ روایات قطعاً ناقابل قبول ہیں جو اہل شام کے علاوہ وہ کسی اور جگہ کے راوں سے روایت کریں ۔ اور وہ یہ روایت ہانی بن متوکل الاسکندرانی سے نقل کر رہا ہے ۔

ہانی بن متوکل الاسکندرانی

یہ ہانی ناقابل قبول ہے ۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی اکثر روایات منکر ہوتی ہیں ۔ اس سے احتجاج جائز نہیں ۔ میزان ج ۴ ص ۲۹۱

محمد بن عیاض

ہانی بن متوکل نے یہ روایت محمد بن عیاض سے نقل کی ہے اور وہ اپنے والد سے اور یہ دونوں افراد مجہول ہیں ۔ اسی طرح عباس بن بزیغ بھی مجہول ہے ۔ اور بزیغ نامی کسی صحابی کا تذکرہ آج تک ہماری نظر سے نہیں گزرا ۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ایران کے کسی آتشکدے کی یادگار ہو ۔

ویسے بھی یہ روایت خلاف عقل ہے کیونکہ جنت کوئی چھوٹی سی کوٹھری نہیں ۔ جس کیلئے صرف دو ستون کافی ہوں ۔ ویسے جنت ایک باغ ہے اور باغ پر چھت نہیں ڈالی جاتی کہ اس کو ستونوں کی ضرورت لاحق ہو ۔

جسے کسی جنتی بچہ کو دیکھنا ہو وہ حسینؓ کو دیکھ لے

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جسے کسی جنتی انسان کو دیکھنا ہو وہ حسینؓ کی جانب دیکھ لے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے سنا ہے ۔ میزان ج ۲ ص ۴۲

ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت مسند ابی یعلی میں پائی جاتی ہے ۔ اس کا راوی ربیع بن سعد الجعفی الکوفی ہے ۔ جو مجہول ہے ۔ ابن حبان نے بھی اس روایت کو اپنی الانواع میں نقل کیا ہے ۔ لیکن انھوں

نے بھی ربیع بن سعد سے نقل کیا ہے۔

ربیع بن سعد تک یہ روایت پہنچی ہے۔ [illegible] سو سال تک [illegible] کوئی نہ جانتا تھا۔ اور یکایک انہوں کی [illegible] سے [illegible] [illegible] [illegible] وگوں [illegible] میں جنھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو [illegible] سے [illegible]۔

الرجعی ہونے کا سوال ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اعلان کیا ہے

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○

اور مہاجرین و انصار سے جو لوگ اور وہ لوگ جنھوں نے ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت کی رو سے تمام مہاجرین و انصار جنتی ہیں اور ان سے اللہ راضی ہو چکا ہے۔ اور [illegible] و انصار کی اولاد متبعین مہاجرین و انصار میں داخل ہو کر تو جنتی بن سکتی ہے۔ لیکن [illegible] و انصار نہیں۔ اور مہاجرین و انصار کے علاوہ کسی اور شخص کے لئے جنتی ہونے کا دعویٰ ظنی تو ہو سکتا ہے لیکن قطعی اور یقینی نہیں۔

جو حسین سے محبت کریگا اللہ اس سے محبت کریگا

یعلیٰ بن مرہ کا بیان ہے کہ وہ ایک دعوت میں شرکت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ راہ میں حسین رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے آگئے اور انہیں پکڑنے کے لئے اپنے ہاتھ پھیلائے۔ لڑکا ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے

Marfat.com

ہنسانے لگے ۔ حتیٰ کہ آپ نے اسے پکڑ لیا اور آپ نے اپنا ایک ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور دوسرا اس کے سر کی کھوپڑی پر ۔ اور فرمایا، حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں ۔ اللہ اس سے محبت فرمائے جو حسین سے محبت کرے ۔ حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہیں ۔ ابن ماجہ مترجم جلد اول صفحہ ۹۳

اس روایت کے دو راوی قابل اعتراض ہیں ۔ ایک عبداللہؓ بن عثمان بن خثیم اور دوسرا یعقوب بن حمید بن کاسب ۔

عبداللہ بن عثمان خثیم المکی

اس سے بخاریؒ کے علاوہ اور سب صحاح کے مصنفین نے روایات لی ہیں ۔ ابن الدورقی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس کی احادیث قوی نہیں اور احمدؒ بن ابی مریم نے یحییٰ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ یہ ثقہ ہے ۔ حجّت ہے ۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے ۔ اس میں کوئی حرج نہیں ۔ لیکن ایک بار فرمایا اس کی حدیث حجّت نہیں ۔ نسائی نے اس کی یہ حدیث نقل کرکے " اثمد سرمہ کو لازم پکڑو " بیان کرکے کہا ہے ۔ اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے میزان جلد ۲ صفحہ ۴۵۹

یعقوب بن حمید الکاسب المدنی

اس سے ابنؒ ماجہ نے روایات لی ہیں اگرچہ امام ذہبیؒ نے ایک جگہ یہ دعویٰ کیا کہ اس کی دو روایات صحیح بخاری میں پائی جاتی ہیں لیکن خود ہی یہ فرماتے ہیں کہ بخاری میں جہاں یعقوب بن حمید کی روایت آئی ہے ۔ اس سے مراد یعقوبؒ بن حمید الدروقی ہیں ۔ یعقوب بن حمید الکاسب المدنی نہیں ۔

بخاریؒ کہتے ہیں یہ سچی اللسان ہے ۔ میں نے اس میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا لیکن یحییٰؒ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ۔ ان سے جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انھوں نے فرمایا اس پر تو حد جاری ہوئی تھی ۔

Marfat.com

ابوزرعہ سے جب اس کی روایت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے انکار میں سر ہلا دیا۔ ابو حاتم کا قول ہے ضعیف ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا شمار علمائے حدیث میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کی عام روایات منکر اور غریب ہوتی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس سے بہت سی احادیث مروی ہیں لیکن بہت سی غریب ہیں۔ ابوداؤد کا بیان ہے جب ہم نے اس کی روایات کو لکھا تو ان میں سے بہت سی منکر پائیں۔ میزان ج ۴ ص۲۵۱
نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں۔ کتاب الضعفاء للنسائی ص۱۰۶

یہ تو اس روایت پر سندی بحث ہے۔ لیکن جہاں تک معنوی معاملات کا تعلق ہے تو ہم یہ پہلے بھی وضاحت کر چکے ہیں کہ اسباط سبط کی جمع ہے اور عربی زبان میں یہ لفظ عبرانی زبان سے آیا ہے اور عبرانی زبان میں سبط بمعنی پوتا ہے۔ چونکہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ صاحبزادے ہوئے۔ لہذا ہر صاحبزادے کی اولاد سبط کہلائی جس کی جمع اسباط آئی ہے۔ قرآن میں یہ لفظ ہر جگہ پوتے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن تشیع کی فریب کاریاں ہیں کہ انہوں نے حسنؓ و حسینؓ کو سبط کے نام سے مشہور کر دیا حالانکہ اگر سبط بمعنی نواسہ آتا ہے تو اور نواسوں نے کونسا قصور کیا تھا جو ان کو اولاد ہونے سے خارج کیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ ان میں سے ہر لڑکی کے اولاد ہوئی جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

حضرت زینبؓ:- ان کے ایک لڑکے کا نام علی ہے۔ اور یہ وہی علی ہیں جنہیں حضور نے فتح مکہ کے دن اپنے کاندھوں پر چڑھایا اور انہوں نے کعبہ کا بت توڑ کر پھینکا۔ ان کے والد کا نام ابو العاصؓ ہے جو اموی خاندان کے ایک فرد ہیں۔ یہ وہی ابو العاصؓ ہیں جنہیں حضور نے حضرت علیؓ پر اس وقت فوقیت دی جب حضرت علیؓ نے فتح مکہ کے وقت ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا تھا تو حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ ابو العاصؓ نے مجھ سے جو وعدہ کیا وہ پورا کیا۔ لیکن اے علیؓ اگر تم ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو فاطمہؓ کو طلاق دیدو۔

Marfat.com

ابن ابوالعاصؓ کی ایک صاحبزادی امامہ ہیں۔ جن سے حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق نکاح فرمایا۔

دوسری صاحبزادی رقیہؓ ہیں۔ جن کا انتقال جنگ بدر کے وقت ہوا۔ اور ان سے عثمانؓ کے ایک صاحبزادے عبداللہ نامی ہوئے۔

تیسری صاحبزادی ام کلثومؓ ہیں۔ ان سے ایک صاحبزادے عبدالرحمن نامی پیدا ہوئے۔ آپ کے یہ تمام نواسے اور نواسیاں اموی باپ سے پیدا ہوئیں۔ اور چونکہ ایرانی مذہب میں نسب نامہ باپ اور ماں دونوں سے چلتا ہے۔ اس اصول کو اسلام میں پھیلانے کے لئے پنج تن کی کہانیاں وضع کی گئیں۔ اور ہندوستان و پاکستان میں شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہوگا۔ جو شیعوں کے اس بنیادی مسئلے کا قائل نہ ہو۔

جس نے حضرت حسن و حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے حسنؓ و حسینؓ سے محبت کی اس نے مجھؐ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھؐ سے بغض رکھا۔ ابن ماجہ مترجم ج ا ص ۸۳

اگر ان ہر دو حضرات کے تخیلات میں فرق ہو تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ شیعوں کی طرح کوئی فیصلہ نہ کریں کہ نام تو حضرت حسنؓ کا لیتے رہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے رہیں کہ حسنؓ مذل وجوہ المومنین اور مسود وجوہ المومنین ہیں اور اس طرح حسینیت کی یاد تازہ کرتے رہیں۔ بلکہ اپنی جگہ دونوں کو درست کہتے رہیں۔ اور کسی کے جھگڑے میں کوئی فیصلہ نہ کریں۔ زیادہ سے زیادہ اس روایت پر اسی طرح عمل ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ہمارا ہم خیال بننا چاہے تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کی صلح کی فضیلت بیان کی ہے۔ لہٰذا جو مسلمانوں میں صلح کرائے گا وہ حضورؐ کی نظروں میں ممدوح ہوگا۔ اور جو مسلمانوں میں باہم اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کریگا

Marfat.com

وہ رسول اللہ کی نظروں میں مذموم ہوگا۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ اور علی الخصوص جب دیگر صحابہ اور امت بھی اس کے خلاف ہوں۔ خیر یہ باتیں مضمون سے باہر کی ہیں اس لئے ہم اس مضمون کی جانب آتے ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی داؤد بن ابی عوف ہے جس کی کنیت ابوالجحاف ہے۔ ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں اس کی روایت پائی جاتی ہیں۔

ابن ماجہ فرماتے ہیں وہ پسندیدہ انسان تھا۔ نسائی کہتے ہیں اس شخص میں کوئی خرابی نہیں۔

امام احمد اور یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔

ابن عدی لکھتے ہیں میرے نزدیک اس کی حدیث حجت نہیں یہ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل کے سلسلہ میں ہوتی ہیں۔ پھر ابن عدی نے اس کی کچھ ایسی منکرات پیش کیں جن کو اکثر محدثین نے موضوع قرار دیا۔ میزان ج ۲ ص ۱۵

ایسی صورت میں اس کی وہ روایات جو فضائل علیؓ و حسینؓ سے متعلق ہوں کیسے قبول کی جاسکتی ہیں۔

حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں

حضرت یعلیٰؓ بن مرہ کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں گئے۔ اچانک حضرت حسینؓ ایک گلی میں کھیل رہے تھے۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ اور اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ بچہ ادھر ادھر بھاگنے لگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہنسانے لگے حتی کہ آپ نے بچہ کو پکڑ لیا۔ ایک ہاتھ اس کے سر پہ رکھا اور ایک ٹھوڑی کے نیچے۔ اور اس کا پیار لیا۔ اور فرمایا حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ جو شخص حسینؓ سے محبت رکھتا ہے۔ اللہ بھی اس سے محبت رکھتا ہے۔ حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص ۸۳

اس روایت کی سند حسب ذیل ہے۔

یعقوب بن حمید بن کاسب۔ یحییٰ بن سلیم۔ عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ سعید بن ابی راشد

حضرت یعلیٰ بن مرہ

یعقوب بن حمید بن کاسب المدنی:- اس کی روایت ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔

ابراہیم بن سعد، ابن وہب اور ایک جماعت نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ ابن ماجہ، بخاری، اور عبداللہ بن احمد بن حنبل وغیرہ نے اس سے روایت لی ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں ہم نے اس میں صرف بھلائی دیکھی ہے۔ یہ فی الواقع سچا آدمی ہے۔ مفضر بن محمد الاسدی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ لیکن یحییٰ کے مشہور شاگرد عباس دوری نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ ان سے کسی نے اس کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے فرمایا اس پر حد جاری ہوئی تھی۔ عباس دوری کہتے ہیں میں نے سوال کیا کہ کیا وہ اپنے سماع میں ثقہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔

امام ابوزرعہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے اپنا انکار میں سر ہلا دیا نسائی کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ یہی قول یحییٰ بن معین کا ہے۔ اور ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ علماء حدیث میں سے ہے لیکن اس کی غریب اور منکر روایات کافی ہیں۔ امام بخاری نے دو موقعوں پر اس کی روایت لی ہے۔ ایک کتاب الصلح میں اور ایک حاطب بن بدر ہیں۔ لیکن بعض حضرات کا دعویٰ ہے کہ اس سے یعقوب بن ابراہیم الدورقی مراد ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ بخاری کی مراد یعقوب بن حمید نہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے۔ اس یعقوب کی روایت میں کوئی خرابی نہیں۔ اس لئے کہ یہ بہت سی احادیث کا راوی ہے۔ غریب روایات بھی بہت نقل کرتا ہے۔ میں نے اس کی مسند قاسم بن مہدی سے لکھی تھی۔ اس نے اس کی روایات کو ابواب پر تقسیم کیا تھا۔ اس میں غریب، منسوخ۔ اور ان اہل مدینہ کی روایات بھی تھیں جن سے کوئی روایت نہیں کرتا۔

زکریا بن یحییٰ العلوانی کا بیان ہے کہ میں نے ابوداؤد سجستانی کو دیکھا کہ انہوں نے اس کی

Marfat.com

روایت اپنی تحریرات کی پشت پر نوٹ کر رکھی تھیں۔ جب ہم نے ان سے سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا ہم نے ان کی مسند کو دیکھا تو اس میں بہت سی منکر روایات پائیں۔ ہم نے اس کی اصولی روایت کو دیکھا لیکن اس میں تبدیلی کی گئی تھی۔ اور مرسل میں اضافہ کر کے اسے مسند بنایا گیا تھا۔ اس کا انتقال ۲۴۱ھ میں ہوا۔ میزان ج ۴ ص ۴۰۳

الغرض یہ یعقوب بن حمید محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

یحیٰی بن سُلَیم:- اسے ابن ابی سلیم بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابوبلج ہے۔ قبیلہ بنی فزارہ سے تعلق رکھتا ہے۔ واسط کا باشندہ ہے۔ عمرو بن میمون الاودی سے حدیث روایت کرتا ہے۔

اسے یحیٰی بن معین، ابن سعد، نسائی اور دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس نے ایک منکر حدیث روایت کی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ غلطیاں کرتا ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں ثقہ نہیں۔

اگر یحیٰی بن سلیم سے مراد واسطی ہے تب تو یہ ہے لیکن اگر یحیٰی بن سلیم سے الطائفی المخزومی ہے تو اس کا حال درج ذیل ہے۔

یحیٰی بن سُلَیم الطائفی:- اس نے حذاء دمقابل مکہ میں اقامت اختیار کی تھی یہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم اور موسیٰ بن عقبہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شافعی اور حسن الزعفرانی نے حدیث روایت کی ہے۔ صحاح ستہ کے مصنفین نے اس سے روایات لی ہیں۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے بہت سی احادیث نقل کرتا ہے۔ شافعی اور حسن الزعفرانی کا بیان ہے کہ یہ بہت فاضل تھا۔ ہم اسے ابدال میں شمار کرتے۔ یحیٰی بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ امام احمد کا بیان ہے کہ میں نے اس کی احادیث کو دیکھا تو اس میں بہت خلط ملط پایا لہٰذا میں نے اس کی روایات چھوڑ دیں۔ عبداللہ بن احمد نے اپنے والد سے

Marfat.com

نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ ایسا اور ویسا تھا۔ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۸۹
نسائی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں ص ۱۰۹ کتاب الضعفاء والمتروکین

عبداللہ بن عثمان بن خثیم: یہ شخص مکہ کا باشندہ ہے۔ بخاری کے علاوہ بقیہ محدثین نے اس سے روایات لی ہیں

ابن الدورقی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس کی احادیث قوی نہیں۔ احمد بن ابی مریم نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ حجت ہے۔

ابوحاتم کا بیان ہے کہ ابن خثیم میں کوئی حرج نہیں۔ یہ حدیث میں نیک ہے۔ اور کبھی فرمایا اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم حدیث میں کمزور ہے۔ میزان ج ۲ ص ۴۵۹

سعید بن راشد: اسے ابن ابی راشد بھی کہتے ہیں یعلی بن مرہ سے حدیث روایت کرتا ہے اور اس سے عبداللہ بن عثمان بن خثیم کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی۔

ترمذی نے فضائل میں اس کی روایت حسین منی وانا من حسین کو حسن قرار دیا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۳۵

خود ذہبی نے میزان میں دوسرے مقام پر لکھا ہے **لا تغتر بتحسین الترمذی**۔ ترمذی جس حدیث کو حسن کہیں ہرگز دھوکہ نہ کھانا۔ گویا کہ ترمذی کی تحسین کوئی مقام نہیں رکھتی۔

یہ سب کچھ اس وقت ہے جب کہ ہم یہ تسلیم کرلیں کہ سعید بن راشد جو یعلی بن مرہ سے نقل کر رہا ہے وہ سعید بن راشد المازنی السماک نہیں ہے۔ جبکہ اس کی کوئی دلیل اور کوئی ثبوت موجود نہیں۔ اگر یہ مازنی ہے تو بخاری کا بیان ہے کہ یہ سعید بن راشد منکر الحدیث ہے۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ اور نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۳۵۔ کتاب الضعیف ص ۵۔
الضعفاء الصغیر ص ۵۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۵۴۔ الضعفاء والمتروکین

Marfat.com

لل دارقطنی ص۱۰۲

اس روایت میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن میں اسباط کا لفظ متعدد مقام پہ آیا ہے جیسے

كَمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَ اِسۡمٰعِيۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ — جیسے ہم نے ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور اسباط کی جانب وحی کی۔

ہم جب قرآن پر غور کرتے اور سبط کے معنی پر غور کرتے ہیں۔ تو کسی مقام پر بھی سبط نواسے کے معنی میں نہیں آیا بلکہ ہر مقام پہ پوتے کے معنی میں آیا ہے۔ گویا اس روایت میں شیخ نار فرماتے ہیں چونکہ شیعوں نے اس لفظ کو حضرت حسینؓ کے ساتھ کافی مشہور کیا ہے حالانکہ اس لفظ کا وجود خود روایت کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس لفظ کو پوتے کے لئے استعمال کیا تھا لیکن روایات کے بل بوتے پر یہ ثابت کیا گیا کہ قرآن غلط لفظ استعمال کر رہا ہے گویا یہ قرآن غلط ہے۔ مفسر قرطبی اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اسباط یعقوب علیہم السلام کے بیٹوں کو کہا جاتا ہے جو بارہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو سبط بولا جاتا ہے۔ گویا ——— سبط بمعنی قبیلہ ہے۔ تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۱۲۵

گویا وہ ہر روایت جس میں لفظ سبط کو نواسے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ وہ شیعوں کی اختراع ہے۔ اسی لئے یہ لفظ ہر جگہ حضرت حسینؓ کے ساتھ ملتا ہے۔ کیونکہ ایرانیوں میں نسب نامہ خواہ باپ سے چلے یا ماں سے اسے نسب میں شمار کیا جاتا ہے۔ جبکہ اہل عرب عورت کو نسب میں داخل ہی نہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے لڑکی خواہ کسی خاندان کی ہو۔ اولاد باپ کی جانب منسوب ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادیوں کی اولاد چونکہ ہاشمی نہ تھی۔ اس لئے شیعہ ذہن اسے قبول نہیں کرتا۔ اور اسی باعث سکینہ بنت حسین جن کی عمر پچاسی سال ہوئی انہیں قبل از موت کربلا میں دفن کر دیتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اکثر نکاح امویوں سے کئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں امویوں کے نکاح میں گئیں۔ اور ان سے اولاد ہوئی جو عربی قبائل کے لحاظ سے اموی کہلائے گی۔

Marfat.com

اور ہم نے امویوں کو ہاشمیوں کا دشمن ظاہر کیا تاکہ اس دشمنی کے بل بوتے پر یہ ثابت کیا جائے کہ یہ تینوں حضورؐ کی صاحبزادیاں نہ تھیں اور نہ ان کی اولاد حضورؐ کی اولاد ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ ــــ اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے فرما دیجئے۔

عربی میں بنات بنت کی جمع ہے جیسے ازواج زوج کی جمع ہے اور عربی میں جمع کا لفظ کم از کم تین پر بولا جاتا ہے۔ یعنی سورۃ احزاب کے آخر میں جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو کم از کم اس وقت آپ کی تین صاحبزادیاں حیات تھیں۔ یعنی حضرت زینبؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے۔

آج کل جو یہ مرض پھیلا ہوا ہے کہ ہر بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیا جاتا ہے، یہ قطعاً حرام ہے۔ اسے شریعت کی زبان میں افترا علی الرسول لکھتے ہیں۔ لوگوں کو اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ ہم نے یہی داستان اسی لئے تحریر کی ہے تاکہ آپ حضرات کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کی زبانوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اتنا جھوٹ جاری ہے۔ کم از کم آپ حضرات اس جھوٹ سے تو محفوظ رہیں۔

حسنؓ و حسینؓ سے اللہ محبت فرماتا ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ عباسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اٹھایا اور اپنی جگہ تخت پر بٹھا دیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے چچا اللہ آپ کو بلند رکھے۔ اس پر عباسؓ نے

Marfat.com

فرمایا میں ایک بزرگ شخص کی جانب دیکھتا ہے آپ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی اور علی کے ساتھ حسن و حسین بھی آئے۔ عباس نے فرمایا یا رسول اللہ یہ آپ کی اولاد ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ آپ کی بھی اولاد ہے۔ پھر عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کو ان دونوں سے محبت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جیسے میں ان سے محبت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ایسی محبت عطا فرمائے۔

طبرانی نے اسے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابن الاجلح نے اسے اپنے باپ اجلح سے روایت کیا ہے اور ان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔

عبداللہ بن اجلح۔ امام احمد وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس نے متعدد منکر روایات نقل کی ہیں۔ ابو حاتم رازی کہتا ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ کچھ زیادہ کتابت والا نہیں سمجھتا۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ص ۲۵۱۔

اجلح اس عبداللہ بن اجلح کے باپ کا نام اجلح ہے۔ حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں۔ اس اجلح کے باپ کا نام بھی عبداللہ ہے قبیلہ **کندہ** سے تعلق رکھتا ہے سچا ہے شیعہ ہے۔ تقریب التہذیب ص ۲۵۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

اس اجلح کی کنیت ابو حجیۃ الکندی ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اربعہ نے اس سے روایت نقل کی ہے۔ کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کا نام یحییٰ ہے۔ امام شعبی اور ان کے اہل زمانہ لوگوں سے روایت لیتا ہے۔ اس سے ثوری اور قطان نے روایت لی ہے۔

یحییٰ بن معین اور احمد بن عبداللہ العجلی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ یہ فطر کے قریب ہے۔

ابو حاتم لکھتے ہیں یہ قوی نہیں۔ نسائی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں۔ برُی رائے رکھتا ہے۔ یحییٰ القطان

حاشیہ صفحہ نمبر ۶۰۲ پر ملاحظہ فرمائیں

کا بیان ہے کہ اس کی جانب سے میرے دل میں شک ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں سچا آدمی ہے لیکن شیعہ ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ صحیح فقہ اباز ہے۔

اسحاق بن موسیٰ انصاری نے شریک سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اجلح سے کہ ہم یہ سنتے آئے تھے کہ جس نے ابوبکر و عمر کو برا کہا یا وہ فقیر ہوا یا قتل ہو کر مرا۔ ۱۴۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

اس روایت میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس روایت کا ایک راوی عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ ہے جو حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کو واجب القتل سمجھتا ہے بلکہ ان تمام لوگوں کو واجب القتل سمجھتا ہے جو حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کو مسلمان سمجھتا ہے۔ غالباً جناب اجلح عکرمہ کی اس بات سے واقف نہ تھے۔

۱۔ فطر سے مقصود فطر بن خلیفہ ہے اس کی کنیت ابوبکر ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ ابوحاتم کا قول ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن سعد کا قول ہے کہ انشاء اللہ یہ ثقہ ہے اگرچہ بعض لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابوبکر بن عیاش کا قول ہے کہ میں نے اس کی روایت اسی لئے چھوڑ دی کہ یہ بہت بدعقیدہ تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں اس فطر کو اگرچہ یحییٰ نے ثقہ کہا ہے لیکن یہ غالی قسم کا خشبی تھا (یعنی اس لکڑی کا پجاری جس پر زید بن علی کو پھانسی دی گئی تھی۔)

احمد بن یونس کا قول ہے کہ میں اسے ایسے ہی چھوڑ کر گزر جاتا تھا جیسے کوئی کتے کو چھوڑ کر گزر جاتا ہے۔ عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد یعنی امام احمد بن حنبل سے اس فطر کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا ثقہ ہے۔ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ شیعہ ہے۔ امام مسلم کے علاوہ باقی پانچوں نے اس سے روایات لی ہیں ۱۵۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۶۳۔

Marfat.com

حضرت حسینؓ کیلئے آسمان سے بجلی کی آمد

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حسینؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسینؓ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا اچھا اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا آپ بھی اس کے ساتھ چلے جائیے۔ چنانچہ آسمان سے ایک بجلی آئی اور اس کی روشنی میں حسین چلتے رہے حتیٰ کہ اپنی ماں کے پاس پہنچ گئے۔

موسیٰ بن عثمان

دارقطنی کہتے ہیں یہ روایت اعمش سے موسیٰ بن الحنفی کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ موسیٰ بن عثمان کوئی شئے نہیں۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۵۹۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

موسیٰ بن عثمان حکم بن عتیبہ وغیرہ سے روایات لیتے ہیں۔ غالی قسم کے شیعہ ہیں۔ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت محفوظ نہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔
اس موسیٰ بن عثمان نے اعمش، ابی صالح کے ذریعہ ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ سلام علیٰ آل یٰسین کا مطلب ہے کہ ہم آل محمد ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۲۱۳۔

روایت کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ واقعہ رات کی تاریکی کا ہے۔ ایسی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کمسن بچے کو تاریکی میں اکیلے جانے کی فہمائش کرنا ممکن نہیں۔ ویسے بھی آسمانی بجلی کی روشنی دیر تک قائم بھی نہیں رہتی کہ اس کی روشنی کی مدد سے راستہ طے کیا جا سکے۔

اولاد فاطمہؓ باپ کے بجائے نانا کی جانب منسوب ہے

فاطمہ بنت الحسین نے فاطمۃ الکبریٰ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

Marfat.com

تو وہ نانا کو باپ کی جانب منسوب ہوتے ہیں جو فاطمہؓ کی اولاد ہے۔ یا در کھو میں ان کا باپ ہوں اور ان کا عصبہ ہوں۔

شیبۃ بن نعمان ابن جوزی نے اس روایت کے ایک راوی شیبۃ بن نعمان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس شیبۃ بن نعمان کو دلیل میں پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ا ص ۲۶۰۔

شیبۃ بن نعمان کے علاوہ اس روایت میں اور بھی متعدد عیوب پائے جاتے ہیں۔

اول۔ اس روایت کا ایک راوی حسین بن الحسن الاشقر الکوفی ہے جسے ابن عدی، ابو معمر الہذلی، نسائی، دار قطنی، بخاری، ابوزرعہ، ابوحاتم اور جوزجانی نے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ یہ غالی رافضی ہے صحابہ کو گالیاں دیتا تھا۔

دوئم۔ اس کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے جو مغازی ابن اسحاق کا ناقل ہے جسے متعدد محدثین نے کذاب قرار دیا ہے۔ یہ بھی غالی قسم کا رافضی ہے۔

اور اس روایت میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اُدْعُوهُمْ لِاٰبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ۔	لوگوں کو ان کے باپوں سے پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ ہے۔ اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں

لہٰذا کسی کو غیر باپ کی جانب منسوب کرنا حرام ہے۔ اور مفسرین کے بقول لوگ زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہتے۔ اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ لہٰذا حضرت حسن اور حسین کو باپ کے بجائے نانا کی جانب منسوب کرنا حرام ہوا۔ جو شخص ان حضرات کو حضور کی جانب منسوب کرتا ہے وہ قرآن کا منکر قرار پاتا ہے۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسین کی پیشاب گاہ کا پیار لیتے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے ان کی دونوں رانیں چیریں اور آپ ان کی پیشاب گاہ کا پیار لے رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے لعنت ہو اللہ کی تیرے قاتل کو قتل کرنے والے پر۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ان کا قاتل کون ہے۔ آپ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک شخص جو میرے نبیدہ سے دوستی رکھتا ہوگا۔ اسے میری شفاعت نہیں پہنچے گی کہ یا وہ دوزخ کے طبقوں میں ہے۔ گردن میں بھتاب اور کھوپڑی تک روشن ہوتا ہے۔ اور اس کے پیٹ سے عق عق کی آواز نکل رہی ہے۔

خطیب کا بیان ہے۔ یہ حدیث بلحاظ سند اور بلحاظ متن ہر دو لحاظ سے غلط ہے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ یہ روایت یزید بن ابی الازہر نے وضع کی ہو۔ اور پھر اسے قابوس بن ابی ظبیان عن ابیہ عن جابر کے واسطے پیش کی ہو۔ اور ابوظبیان کا نام حصین بن جندب ہے اور جندب کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ وہ مسلم تھا یا کافر۔ کجا کہ وہ کسی بات کو روایت کرتا۔ اور ابوظبیان نے حضرت سلمانؓ اور حضرت علیؓ کو دیکھا ہے۔

خطیب کا بیان ہے کہ اس روایت میں ایک اور بھی فساد ہے۔ جس سے یہ روایت وضع کرنے والا بھی واقف نہیں جو اس میں تبدیلی کر لیتا۔ اور وہ یہ ہے کہ سعید بن عامر بصری ہے اس نے قابوس کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ اور قابوس ایک قدیم شخص ہے۔ جس سے سفیان ثوری اور کوفہ کے بڑے لوگوں نے روایات لی ہیں۔ اور سب سے آخر میں جسے اس نے دیکھا وہ جریر بن عبدالحمید ہے۔ گویا قابوس کا زمانہ انہوں نے کیسے پایا۔ اور سعید بن عامر صرف اہل بصرہ سے روایت کرتے ہیں۔ الموضوعات۔ ابن جوزی جلد ۱، ص ۴۰۹۔ خطیب نے یہ روایت اپنی تاریخ بغداد میں نقل کر کے اس پر جرح کی ہے۔

Marfat.com

حضرت حسین سرزمین نینویٰ میں شہید ہوئے

نجیؓ کا بیان ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے وضو کا برتن اٹھاتا تھا ایک روز وہ حضرت علیؓ کے ساتھ صفین جا رہا تھا۔ جب حضرت علیؓ نینویٰ کے قریب پہنچے تو مجھے آواز دی اے ابو عبد اللہ ذرا ٹھہر جاؤ ذرا ٹھہر جاؤ نجی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کیا بات ہوئی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کس چیز نے غصہ دلایا ہے۔ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جبرئیلؑ میرے پاس سے ابھی اٹھ کر گئے ہیں اور انہوں نے بتایا ہے کہ حسین دریائے فرات کے کنارے قتل کئے جائیں گے اور پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر آپؐ چاہیں تو ان کے قتل گاہ کی مٹی کی بو آپؐ کو سنگھا دوں۔ نبی کریمؐ نے جواب دیا میں نے کہا ہاں جبرئیلؑ نے ہاتھ بڑھایا اور ایک مٹھی مٹی لے کر مجھے دے دی۔ میںؐ اس وقت اپنی دونوں آنکھوں کو آنسو بہانے سے نہ روک سکا مسند احمد ج ا ص ۸۵۔

ہمیں حیرت ہے کہ حضورؐ کو مٹی تو سنگھائی جا رہی ہے سرزمین نینوا کی اور شہید کیا جا رہا ہے کربلا میں۔ جب کہ مذہب شیعہ کی کتابوں میں حضرت حسینؑ کو شہید نینوا کے خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ نینویٰ میں شہید نہ ہوتے تو وارث علوم نینویٰ کیسے بنتے۔ اور اتفاق سے طبری نے ابن سعد سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حسینؑ سرزمین نینویٰ میں بائیس صفر کو مارے گئے۔ گویا کہ کربلا کا کھیل تو صرف سنیوں کو بے وقوف بنانے کا ذریعہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دس محرم کو رستم ایران مارا گیا ہو اور حسینؑ کے نام سے اس کا غم منایا جا رہا ہو۔ کیونکہ قادسیہ کی سرزمین میں حضرت سعدؓ کے ہاتھوں رستم ایران ماہ محرم میں مارا گیا تھا۔

ہمیں سب سے زیادہ حیرت تو اس امر پر ہے کہ اس روایت کے راوی سب کوفی (رافضی) ہیں جو اور بات نینوا کی کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں کچھ نہ کچھ حقیقت ہوگی کیونکہ

نجی الحضرمی

نے حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی صورت یا کتا ہو یا کوئی جنبی ہو۔ اسے شعبہ نے علی بن مدرک اور ابو زرعہ کے

Marfat.com

واسطے سے عبداللہ بن نجی سے نقل کیا ہے۔ اور وہ اپنے باپ سے نقل کرتا ہے۔ انہیں نجی کہتے ہیں کوئی نہیں جانتا یہ کون ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۴۵

عبداللہ بن نجی آپ نے بخاری سے نقل کیا ہے [illegible] میزان ج ۲ ص ۱۱۶

حضور نے اپنے بیٹے ابراہیم کو حسین کے فدیہ میں دیا

ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کی بائیں ران پر آپ کے صاحبزادے ابراہیم تھے اور دائیں ران پر حسین ابن علی تھے۔ آپ کبھی اس کو پیار کرتے اور کبھی اس کو۔ اچانک رب العالمین کی جانب سے جبرئیل آئے۔ جب آپ کے پاس سے جبرئیل چلے گئے تو آپ نے کہا میرے پاس ابھی پروردگار کی جانب سے جبرئیل آئے اور فرمایا اے محمد آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان دونوں کو جمع نہیں کروں گا آپ ان میں سے ایک کو دوسرے پر فدیہ دے دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کی جانب دیکھا اور رونے لگے پھر آپ حسین کی جانب دیکھ کر رونے لگے۔ پھر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کی جانب دیکھا اور رونے لگے پھر فرمایا ابراہیم کی ماں باندی ہے۔ اور جب یہ مرے گا تو میرے علاوہ اس کا غم کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ لیکن حسین کی ماں فاطمہ ہے۔ اور اس کا باپ علی ہے۔ جو میرے چچا کا بیٹا ہے۔ میرا خون ہے اور میرا گوشت ہے۔ جب یہ مرے گا تو اس پر میری بیٹی بھی غمگین ہوگی۔ اور میرے چچا کا بیٹا بھی غمگین ہوگا۔ اور میں بھی ان کے غم سے غمگین ہوں گا۔ لہٰذا میں اپنے غم کو ان دونوں کے غم پر قربان کرتا ہوں۔ اے جبرئیل ابراہیم کی جان لے لی جائے حسین کا فدیہ ابراہیم ہیں۔ راوی کا بیان ہے اس کے تین روز بعد ابراہیم کی روح قبض کر لی گئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی حسین کو آتے دیکھتے ان کا پیار لیتے اور انہیں اپنے سینہ سے لگاتے

[illegible] سانپ کے دانت نکل آتے اور فرماتے میںؐ نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کو اس کے فدیہ میں دیا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ روایت موضوع ہے۔ اللہ اس روایت کے واضع کی صورت بگاڑے اس روایت کی شکل کتنی بگڑی ہوئی ہے۔ اس میں ساری آفت ابو بکر النقاش کی نازل کردہ ہے حالانکہ ابن صاعد نے بھی اس میں تدلیس سے کام لیا ہے اور اس نے کہا ہے یہ راوی یحییٰ بن محمد بن عبد الملک الخیاط ہے۔ اس کی تدلیس ابن صاعد کے شریر ہونے کی دلیل ہے۔

نقاش اس کا نام یحییٰ بن عبد الملک۔ طلحہ بن محمد الشاہد کا بیان ہے یہ نقاش حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔ برقانی کا بیان ہے کہ اس کی ہر روایت منکر ہوتی ہے۔ خطیب کا بیان ہے کہ ابن صاعد نے اس روایت میں نقاش کی تدلیس کی ہے۔ اور جو شخص اس طرح روایت کرتا ہے اس کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور اس سے احتجاج ترک کر دیا جاتا ہے۔ اور نقاش کی روایت میں متعدد منکرات جمع ہیں۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور میرا گمان ہے کہ اس نقاش کو کسی ایسے شخص کی کتاب ہاتھ آگئی جو ثقہ نہ تھا۔ اس نے وہ روایات اپنی روایات میں شامل کر لیں۔ یا کسی نے ابو محمد بن صاعد کے لئے روایات وضع کیں اور اس ابو محمد نے یہ تصور کر لیا کہ یہ نقاش کی صحیح روایات ہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۰۶۔

حیرت ہے کہ جب فدیہ ادا کر دیا گیا پھر بھی حسینؓ قاتلوں سے نہ بچ سکے۔ اور غالباً قاتلین حسینؓ نے انھیں نینوا میں ختم کر دیا۔

Marfat.com

حسنؓ و حسینؓ سے محبت کرنیوالا حضورؐ کیساتھ ہوگا

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ و حسینؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ جو شخص ان دونوں سے ان کے باپ، ان کی ماں اور مجھ سے محبت رکھیگا۔ وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ اس سند کے علاوہ ۔۔۔ کسی اور سند سے جعفر سے مروی نہیں۔

(ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۳۹)

سب سے اول تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جزو ایمان ہے اور آپؐ سے بغض رکھنا کفر ہے۔ کیا یہی صورتحال حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کی بھی ہے۔ ملت سبائیہ ان سب کو ایک درجہ دیتی ہے جبکہ سُنی مذہب کی رو سے نہ ان حضرات کی محبت جزو ایمان ہے اور نہ ان کے انکار سے کفر واقع ہوتا ہے۔ اور بلحاظ ایمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کا مقام ہے۔ لہذا یہ روایت کوئی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ یہ ایک پنجتنی فارمولا ہے اور سبائیوں کی گھڑی ہوئی صنعت سازی۔

اس کی سند کے اوپر کے راویوں کا جہاں تک تعلق ہے۔ یعنی حضرت علیؓ، حضرت حسین، زین العابدین اور پھر باقر یہ حضرات تمام محدثین کے نزدیک شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔ تمام بحث ان کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔

جعفر بن محمد یہ وہ ہستی ہیں جن کا شمار بارہ اماموں میں ہوتا ہے اور جن کی جانب فقہ جعفریہ منسوب ہے۔ یہ حقیقت تو ظاہر ہے کہ شیعوں نے فقہ جعفریہ کے نام سے جو کچھ منسوب کیا ہے وہ تو ان کی جانب سو فی صد جھوٹ ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر آیا وہ خود ثقہ ہیں یا نہیں تو اس معاملہ میں اختلاف ہے۔

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ مسلّہ اماموں میں سے ایک ہیں۔ نیک صادق ہیں۔ ان کی شان بہت بلند ہے۔ ان سے سب نے روایت لی ہے لیکن بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ ثقہ ہیں۔ جھوٹ سے مامون ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں ان جیسی ہستی کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے برعکس فن رجال کے امام یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک تو مجالد بن سعید ان سے بہتر ہے۔ میرے دل میں توان کی جانب سے شک ہے۔ اس مجالد کا خاکہ بھی ہم آپ کے سامنے آئندہ سطور میں پیش کر دیں گے۔

دراوردی کا بیان ہے کہ امام مالک نے اپنی مؤطا میں جعفر کی کوئی روایت نہیں لی تھی۔ لیکن جب بنو عباس برسر اقتدار آئے توان کی روایات کتاب میں داخل کر دی گئیں۔ مصعب کا کہنا ہے کہ امام مالک ان کی روایات بطور عبادت لیتے ہیں۔ وہ ان کی روایات قطعاً نقل نہیں کرتے۔ جیسے جعفر کے علاوہ اوروں نے روایت نہ کیا ہو۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں میں نے امام الرجال یحییٰ بن سعید القطان سے کبھی جعفر بن محمد کی روایات کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ کیا وجہ کہ تم مجھ سے جعفر کی روایات کے بارے میں سوال نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ان کی روایات کا طالب نہیں۔ فرمایا اگر وہ حدیث صحیح یاد رکھیں توان کے والد کی روایت درست ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ امام یحییٰ بن سعید القطان جعفر کی روایات اس لیے قبول نہ کرتے تھے کہ ان کا حافظہ درست نہ تھا اور غالباً اسی باعث امام مالک نے ان کی روایات سے گریز کیا۔

انہی یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ ایک بار حفص بن غیاث عبادان تشریف لے گئے۔ یہ ایک چھاؤنی تھی۔ اہل بصرہ ان کے پاس احادیث سننے کے لئے جمع ہوئے تو انہوں نے عرض کیا اے امام ہم سے تین شخصوں کی حدیث قطعاً بیان نہ کرنا۔ عمرو بن عبید۔ اشعث بن عبدالملک اور جعفر بن محمد۔

حفص نے جواب دیا، اشعث تمہارے شہر کا باشندہ ہے لہذا تم جانو اور وہ جانے جہاں تک عمرو بن عبید کا تعلق ہے وہ بھی بصرہ کا رہنے والا ہے۔ اس کے حال سے تمہیں زیادہ واقفیت ہوگی۔ لیکن رہا جعفر بن محمد کا مسئلہ تو اگر تم یہ بات اہل کوفہ کے سامنے کہتے تو وہ جوتوں سے تمہارا چہرہ بگاڑ دیتے۔ میزان ج ۱ ص۱۹۲)

یعنی جناب جعفر صرف اہل کوفہ کے یہاں مقبول ہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان نے جو یہ کہا ہے کہ مجالد بن سعید

جعفر سے بہتر ہے۔ تو اس مجالد کا تھوڑا سا حال سن لیجئے۔

مجالد بن سعید ۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ احمد کہتے ہیں یہ تو مرسل روایات کو مرفوع بنا کر پیش کرتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ اشج کا بیان ہے کہ شیعہ ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اسے ضعیف کہتے ہیں اور عبدالرحمٰن بن مہدی اس سے روایت نہ لیتے۔ فلاس کہتے ہیں، تو اس قسم کا انسان تھا اگر تو اس سے مطالبہ کرتا کہ تمام احادیث کو ایک ہی سند سے بیان کر دو۔ تو وہ سب احادیث عبداللہ بن مسعودؓ کی جانب منسوب کر کے پیش کر دیتا۔ میزان ج ۳ صہ ۳۸ ۔

یحییٰ بن سعید القطان کا یہ فرمانا کہ مجالد جعفر بن محمد سے بہتر ہے اس سے ہمارے ذہن میں کچھ عجیب سا خاکہ ابھرتا ہے۔ آپ حضرات خود غور کر کے فیصلہ فرمالیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جعفر بن محمد کو صادق مشہور کر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو بات بھی ان کی جانب منسوب کر دی جائے وہ سچی ہو۔ امام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں رقمطراز ہیں۔

"اہل مدینہ، اہل مکہ، اہل شام اور اہل بصرہ میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں [illegible] العصمۃ یہ قول تو صرف اہل کوفہ اور اہل ایران کی ایجاد ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہر زمانے میں ان علماء [illegible] ہے جن کا تعلق خاندان بنی ہاشم سے [illegible] تھا۔ خاندان بنی ہاشم میں بہت سے علم [illegible] گزرے ہیں [illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کے افعال و اقوال کو [illegible] سے زیادہ جانتے ہیں [illegible] ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے موسیٰ بن جعفر یعنی کاظم، علی بن موسیٰ الرضا اور محمد بن علی الجواد کا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ امام مالک بن انس، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، لیث بن سعد، اوزاعی، یحییٰ بن سعید، وکیع بن الجراح، عبداللہ بن المبارک، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ان جیسے دیگر حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ان سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ منہاج السنہ ج ۲ صہ ۳۶۶۔

بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ تمام اولاد علیؓ بھی حدیث کا اتنا علم نہیں رکھتی تھی جتنا ان میں سے ہر ہر فرد رکھتا تھا۔

امام ابن تیمیہ آگے تحریر فرماتے ہیں۔ رافضیوں میں سب سے اہم عمل جھوٹ بولنا ہے۔ اور علی الخصوص

Marfat.com

انھوں نے جعفر کے نام سے اتنا جھوٹ بولا کہ روئے زمین پر کسی کے نام سے اتنا جھوٹ نہیں بولا گیا۔ حتیٰ کہ متعدد کتابیں لکھ کر ان کی جانب منسوب کر دی گئیں مثلاً کتاب الجفر، کتاب البطاقہ، کتاب الہفت، اختلاج الاعضاء، جدول الہلال، احکام الرعود و البروق، منافع سورۃ القرآن اور قراۃ القرآن فی المنام۔

صوفی عبدالرحمان سلمی نے اپنی حقائق التفسیر میں جعفر کے جتنے اقوال نقل کئے ہیں وہ سب اسی جھوٹ کا کرشمہ ہیں۔ حتیٰ کہ بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ "اخوان الصفا" انہی کا کلام ہے۔ حالانکہ یہ کتاب سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ اور جعفر کی موت کے دو سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ کیونکہ جعفر کا انتقال ۱۴۸ھ میں ہوا۔ اور اخوان الصفا اس وقت تحریر ہوئی جب بنو عبید مصر پہ قابض ہوئے اور قاہرہ شہر تعمیر کیا گیا۔ اس وقت اسمٰعیلی مذہب کی تائید میں یہ کتاب لکھی گئی۔ اور اس کے شواہد خود کتاب میں پائے جاتے ہیں۔ منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۲۶۔

موسیٰ کاظم

یعنی موسیٰ بن جعفر عقیلی کا بیان ہے کہ ان کی روایت محفوظ نہیں۔ متعدد کذابین نے ان کے نام سے کتابیں لکھیں اور ان کی جانب منسوب کی ہیں۔ جیسے ابوالصلت الہروی نے ایک کتاب "وصایا علی" کے نام لکھ کر ان کی جانب منسوب کی۔ ان کی چند روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

(میزان ج ۴ ص۲)

یہی وہ موسیٰ کاظم ہیں جنھوں نے خلیفہ مامون الرشید کو شیعہ بنایا اور مامون نے اپنی بیٹی ان کے بیٹے کے نکاح میں دی اور جب یہ مر گئے تو شیعوں نے مامون پر یہ الزام لگایا کہ انہیں مامون نے زہر دیا تھا۔ بعد میں مامون معتزلی بن گیا اور خلق قرآن کا فتنہ کھڑا کیا۔ گویا اس طرح کلام اللہ کے کلام اللہ ہونے سے انکار کیا گیا۔ یہ سب موسیٰ کاظم کی تربیت کے نتائج تھے جو امام احمد کو خلق قرآن پر کوڑے کھانے پڑے۔

علی بن جعفر

موسیٰ کاظم سے یہ روایت ان کے بھائی علی بن جعفر نے نقل کی ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں نہ انہیں کسی نے ثقہ کہا اور نہ ان پر نکیر کی۔ لیکن ان کی یہ روایت منکر ہے۔ میزان ج ۳ ص۱۱۔

سنہ ۲۱۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

یہ ہے اس روایت کا حال۔ محدثین کرام نے جو فضائل کے معاملہ میں چشم پوشی اور درگذر سے کام لیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہم لکڑ بھی ہضم کر رہے ہیں اور پتھر بھی ہضم کر رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے علمائے اہل سنت نے ہر شے کو دین بنا کر بیٹھی کر دیا ہے۔ اور برسر منبر تشیع کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

اے اللہ تو ان لوگوں سے محبّت کر جو حسنؓ و حسینؓ سے محبت کرتے ہوں

حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کا بیان ہے کہ میں ایک رات کسی ضرورت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپؐ جب گھر سے باہر نکلے تو آپؐ کسی شے کو چھپائے ہوئے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کیا چیز ہے۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ کیا چھپائے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے چادر ہٹا کر دکھایا تو وہ حسنؓ و حسینؓ تھے جنہیں آپؐ اپنی دونوں کولہوں پر بٹھائے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا یہ میرے دونوں بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میںؐ ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما جو ان سے محبت رکھتے ہوں ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۸۔

روایت پر بحث سے قبل یہ امر ضرور ذہن میں رکھیں کہ سبائیوں کے نزدیک صرف وہ افراد محبان اہل بیت ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو ناصب اور منافق مانتے ہوں۔ اور جو ان کو مسلمان سمجھتا یا خلیفہ برحق جانتا ہو وہ دشمنان اہل بیت میں شامل ہے۔ گویا وہ خلیفہ بلا فصل اور علیؓ کا پہلا نمبر کا دعویدار ہو۔ لہذا اے اللہ تو بھی محبان حسنؓ و حسینؓ سے محبت فرما۔ کیونکہ پکے مومن تو یہی ہیں۔

امام ترمذیؒ نے اس روایت کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ غریب کا لفظ تو عام ہے ہر منفرد روایت کو غریب کہتے ہیں۔ خواہ وہ صحیح ہو یا ضعیف۔ امام ترمذیؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ نہ صحیح ہے اور نہ ضعیف ہے بلکہ بین بین ہے ہم امام ترمذیؒ پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں۔ ورنہ ہم پر یہ الزام وارد ہو جائے گا کہ ہم اکابر کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور جو اکابر کی شان میں گستاخی کرے وہ قابل گردن زدنی ہے لیکن جہاں تک ہماری نظر کا تعلق ہے تو ہمیں اس روایت کی سند میں چار اشخاص مشکوک نظر آرہے ہیں۔ لہذا ان کے نام کا پرچہ کاٹنا ضروری ہے۔ آپ بھی اس روزنامچہ کو دیکھ لیں۔

مسلم بن ابی سہل: ذہبی کہتے ہیں یہ حسن بن ابی اسامہ سے حدیث روایت کرتا ہے لیکن

Marfat.com

علی بن المدینی کا قول ہے کہ یہ مجہول ہے۔ میزان ج ۴ صہ ۱۰۱۔

عبد اللہ بن ابی بکر بن زید المدنی۔ مسلم بن سہل نے یہ روایت اس عبد اللہ بن ابی بکر سے نقل کی ہے۔ یہ بھی معروف نہیں۔ علی بن المدنی کہتے ہیں۔ یہ مجہول ہے۔ میزان ج ۲ صہ ۳۹۸۔

ان دونوں سے ترمذی کے علاوہ اور کسی محدث نے روایت نہیں لی۔ گویا یہ پرچہ دو ذہنی ناموں سے کسایا گیا ہے۔

خالد بن مخلد الکوفی یہ خاصا مشہور و معروف انسان ہے۔ اس کا شمار بخاری و مسلم کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ اس کی کنیت ابوالہیثم ہے۔ ابن عدی نے اس کی دس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ ذہبی نے اس کی ایک حدیث قدسی کہ میں دل کا ہاتھ بن جاتا ہوں اور پاؤں بن جاتا ہوں وغیرہ، بیان کر کے لکھا ہے۔

لولا هيبة الصحيح لا ا..نكر وه۔ اگر صحیح بخاری کی ہیبت نہ ہوتی تو تمام محدثین اس حدیث کا انکار کر دیتے

ابوداؤد کہتے ہیں بولتا تو سچ ہے لیکن شیعہ ہے امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ابوحاتم رازی کا قول ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن سعد کا قول ہے کہ منکر الحدیث ہے۔ غالی شیعہ ہے۔ جوزجانی کا فیصلہ ہے کہ یہ صحابہ کو گالیاں دیتا اور اپنے بدترین مذہب کا برملا اعلان کرتا پھرتا۔ میزان ج ۱ صہ ۶۴۰۔ اب کوئی ہمیں بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا؟

موسیٰ بن یعقوب اس کے سلسلہ میں محدثین کا اختلاف ہے۔ یحییٰ بن معین اسے ثقہ اور ابوداؤد نیک انسان کہتے ہیں۔ لیکن بخاری و مسلم کے استاد اور اس دور کے فن رجال کے امام علی بن المدینی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان صہ ۲۱۷ ج ۴۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ الضعفاء الصغیر للنسائی صہ ۹۷۔

اس صورت میں کہ اس کا ایک راوی بھی تمام محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں۔ اسے حسن کہنا کیا یہ حدیث کے ساتھ کھلا مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم تو رجال وغیرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جب ترمذی کسی روایت کو حسن کہتے ہیں دراصل وہ خطرہ کا الارم ہوتی ہے کہ ہشیار باش آگے لائن خراب ہے۔ رہا کوئی فیصلہ تو وہ قارئین کرام آپ خود فرمالیں۔ ہمیں اس سے مجبور ہی سمجھیں تو بہتر ہے۔

Marfat.com

حضرت ام سلمہ رضؓ کو حضرت حسین رضؓ کے قتل کی اطلاع

سلمٰی کا بیان ہے کہ میں حضرت ام سلمہ کی خدمت میں گئی اور وہ اس وقت رو رہی تھیں۔ میں نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی انہوں نے فرمایا میں نے ابھی ابھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپؐ کے سر مبارک اور داڑھی پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے سوال کیا یا رسول یہ کیا ہوا۔ فرمایا میں ابھی حسین رضؓ کے قتل میں حاضر ہوا تھا۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صا۲۱۔

یہاں پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ام سلمہؓ اس وقت حیات تھیں یا نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۴ھ یا ۳ھ میں نکاح فرمایا۔

عاشت بعد ذلك ستين سنة

ماتت اثنتين وستين وقيل احدى	اور اس کے بعد وہ ساٹھ سال تک حیات رہیں ۶۲ھ
وستين وقيل قبل ذلك والاول	میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ۶۱ھ میں انتقال
اصح (تقريب التهذيب صـ۴۷۳)	ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے قبل انتقال ہوا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے

یعنی ام سلمہؓ کے انتقال کے سلسلہ میں تین قول ہیں ۶۲ھ، ۶۱ھ اور تیسرا قول اس سے قبل لیکن حافظ صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ نکاح کے بعد ساٹھ سال تک حیات رہیں۔ اور آپؐ سے ان کا نکاح ۳ھ یا ۴ھ میں ہوا۔ اگر نکاح ۳ھ میں ہے تو ان کا انتقال ۶۳ھ میں ہونا چاہیے اور اگر ان کا نکاح ۴ھ میں ہے تو ان کی وفات ۶۴ھ میں ہونی چاہیئے اس حساب سے ۶۱ھ اور ۶۲ھ ہرگز نہیں بنتا۔

حافظ ابن کثیر کا بیان ہے کہ مورخ واقدی کا قول تو یہ ہے کہ ان کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ لیکن ابن ابی خثیمہ کا قول یہ ہے کہ انہوں نے یزید بن معاویہ رضؓ کے زمانہ میں انتقال کیا۔

اس کے بعد حافظ ابن کثیر اپنا فیصلہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

والاحاديث المتقدم في مقتل	اور وہ احادیث جو قتل حسین رضؓ کے سلسلہ میں گزری

Marfat.com

الحسين تدل على انها عاشت الى ما بعد مقتله البدایه والنهایه ج ۸ ص ۲۱۵ ۔

ہیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ قتل حسینؓ کے بعد زندہ رہیں ۔

گویا اُم سلمہؓ کا انتقال ۶۱ھ یا ۶۲ھ میں اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ وہ خوابیں جو ام سلمہؓ کی جانب قتل حسینؓ کے سلسلہ میں منسوب ہیں وہ غلط قرار پاتے ہیں اور ان خوابوں کو اگر تسلیم نہ کیا گیا تو قتل حسینؓ کی فضیلت کیسے ثابت ہو گی ۔ گویا یہ حضرات تصور کرتے ہیں کہ یہ خواب بالکل صحیح ہیں ۔ اور ان خوابوں میں اس کے علاوہ اور کوئی نقص نہیں پایا جاتا کہ ام سلمہؓ حیات نہ تھیں لہذا کیوں نہ ان کی عمر میں دو تین سال کا اضافہ کر دیا جائے ۔

ان روایات کا تجزیہ تو ہم بعد میں کریں گے لیکن ام المومنینؓ کے حیات رہنے سے ایک فائدہ یہ ضرور ہو گا کہ کم از کم یزید کی حمایت میں ایک ووٹ کا اضافہ ہو جائے گا کیونکہ یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ ام المومنینؓ کی جانب سے یزید کی مخالفت سامنے نہیں آئی ۔ لہذا یزید کی حمایت میں اُم المومنینؓ کے ایک ووٹ کا اضافہ ہوا ۔ غالباً اسی قسم کے موقع کے لئے یہ کہاوت وضع کی گئی ہے کہ نماز معاف کرانے گئے تھے روزے گلے پڑ گئے ۔

ولی الدین الخطیب مصنف مشکوٰۃ اپنے رسالہ "الاکمال فی اسماء الرجال" میں تحریر فرماتے ہیں ۔

ماتت سنة تسع وخمسين ودفنت بالبقيع ۔ الاکمال فی اسماء الرجال ۵۹ھ

ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا اور بقیع میں دفن ہوئیں ۔

یعنی مصنف مشکوٰۃ نے زبردستی کی اس دھاندلی کو قبول نہیں فرمایا اور انہوں نے واضح طور پر یہ فیصلہ دیا کہ حضرت ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہے ۔ اب آئیے اس بحث کی جانب کہ اس روایت میں اور کیا نقص ہیں

سلمی بکریہ حضرت ام سلمہؓ سے یہ داستان سلمی بکریہ یا کسی عورت نے نقل کی ہے ۔ سلمی نام کی دو عورتیں ہیں ایک حضرت ابو رافعؓ کی زوجہ حضرت سلمیؓ صحابیہ جو حضرت فاطمہؓ کے غسل میں شریک تھیں لیکن انہوں نے ام سلمہؓ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی ۔

دوسری سلمی بکریہ ہے ۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں اس کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں ۔ اسے کوئی نہیں پہچانتا کہ کون ہے ۔ (تقریب صفحہ ۴۶۹)

Marfat.com

حضرت ام سلمہؓ کو قتل حسینؓ کی خبر ایک جناتنی نے پہنچائی تھی ۔

ابن سعد نے شہر بن حوشب سے نقل کیا ہے کہ ام سلمہؓ کے پاس بیٹھا تھا ہم نے ایک چیخنے والی عورت کی آواز سنی۔ پھر وہ سامنے آئی اور حضرت ام سلمہؓ کے قریب پہنچ گئی اور بولی حسینؓ قتل کر دیئے گئے۔ ام سلمہؓ نے فرمایا ایسا کیا وہ قتل کر دیئے گئے۔ خدا ان کی قبروں اور ان کے گھروں میں آگ بھرے ... پھر ام سلمہؓ غش کھا کر گر پڑیں اور ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲)

بڑی حیرت ہے کہ ادھر ام سلمہؓ کو خوش آمدید ... اس سال میں ... حالانکہ ام سلمہؓ کے حوالے سے ... کا انتظار کرنا چاہیے تھا ... وہاں تشریف لے گئے تھے۔ اور بات زمین میں آنے کی بجائے گھڑے ہوئے ... یاد بھی ...

قارئین اب اس روایت کے راوی کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں ...

شہر بن حوشب اس داستان کو حضرت ام سلمہؓ سے نقل کرنے والے ... حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

شہر بن حوشب الاشعری الشامی حضرت اسماء بنت یزید بن سکن کا غلام تھا سچا ہے لیکن اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ اور اکثر مرسل روایات نقل کرتا ہے ۱۱۲ھ میں اس کا انتقال ہوا مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے اس سے روایات لی ہیں۔ تقریب التہذیب ص ۱۴۱

حافظ ابن حجر کے بقول اس میں دو عیب ہیں۔

۱۔ وہم کا مریض ہے۔

۲۔ اکثر مرسل روایات نقل کرتا ہے یعنی درمیان سے راوی غائب کر دیتا ہے ہو سکتا ہے کہ اس روایت میں

بھی جن پر جرح کی گئی ہو۔

امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں کہ ابن عون سے شہر کی حدیث کے معاملہ میں دریافت کیا گیا۔ اور وہ
اس وقت دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے تھے۔ انہوں نے فرمایا شہر کو محدثین نے چھوڑ دیا۔ شہر کو محدثین نے چھوڑ دیا
اس کے بعد امام مسلم فرماتے ہیں بعض لوگوں نے اس پر اعتراضات شروع کر دیے

پھر امام مسلم نے شعبہ کا قول نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ شہر سے ملا ہوں میں تو اسے کچھ نہیں سمجھتا مسلم ج ۱ صـ۱۲
یہ تو امام مسلم کا بیان تھا لیکن امام نووی نے مسلم کی شرح میں اس شہر کی جو مدح و ثنا کی ہے وہ کافی طویل
ہے۔ اسے مختصر الفاظ میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے کہ اسے بڑے بڑے ائمہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ جیسے یحییٰ بن معین،
احمد بن حنبل، ابن ابی خیثمہ، بخاری، ترمذی، احمد بن عبداللہ العجلی، ابوزرعہ، صالح بن محمد اور یعقوب بن شیبہ۔ اس
پہ جو بات قابل اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ اس نے بیت المال سے ایک تھیلی چرائی اور ایک بار اپنے رفیق سفر کا تھیلا چرا
لیا تھا۔ ویسے جب [illegible] لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ایسی روایات نقل کرتا ہے جنہیں کوئی اور
بیان نہیں کرتا۔ شرح مسلم ج ۱ صـ۱۱

امام بخاری فرماتے ہیں کہ علی بن المدینی کا قول ہے کہ شہر کی کنیت ابو عبدالرحمن ہے۔ اس نے ام سلمہؓ، عبداللہ
بن عمروؓ، اور عبدالرحمن بن غنمؓ سے روایات سنی ہیں کہا جاتا ہے کہ ۱۰۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ تاریخ الکبیر ج۲ صـ۲۵۸
نسائی لکھتے ہیں کہ شہر قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صـ۵۶۔

عبدالرحمن بن ابی حاتم مزید تفصیلات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، عبداللہ بن عمروؓ،
ابوہریرہؓ، ابوریحانہ، عبدالرحمن بن غنم، اسماء بنت یزید اور ام سلمہؓ سے روایات نقل کرتا ہے۔

اس سے نقل کرنے والے شمر بن عطیہ، عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی حسین، ابان بن صالح، داؤد بن ابی ہند،
عبیداللہ بن ابی زیاد، عبدالحمید بن بہرام، قتادہ، معاویہ بن قرہ اور عبداللہ بن عثمان بن خثیم ہیں
یہ سب باتیں مجھے میرے والد نے بتائیں۔

عمرو بن علی کا بیان ہے کہ مجھ سے معاذ بن معاذ العنبری نے فرمایا تو شہر کی حدیث کا کیا کرے گا۔ شعبہ نے اس
کی حدیث ترک کر دی ہے۔ عمرو بن علی مزید کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن مہدی شہر سے حدیث روایت کرتے لیکن

Marfat.com

یحییٰ بن سعید اس کی کوئی روایت بیان نہ کرتے۔

احمد بن حنبل کا قول ہے شہر بن حوشب! حدیث اچھی ہے یہ شام کا رہنے والا ہے حمص کا باشندہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کا تعلق اہل شام سے ہے۔ یہ احادیث بہت اچھی احادیث روایت کرتا ہے یحییٰ بن سعید کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔

عبد الرحمٰن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے والد ابو حاتم نے فرمایا۔ یہ شہر مجھے ابو ہارون العبدی اور بشر بن حرب سے زیادہ پسند ہے۔ ابو الزبیر سے کم نہیں لیکن اس کی بیان کردہ حدیث بطور دلیل پیش نہیں کی جا سکتی۔

عبد الرحمٰن کہتے ہیں میں نے اس کے بارے میں ابو زرعہ سے دریافت کیا۔ فرمایا اس میں کوئی برائی نہیں لیکن یہ عمرو بن عبسہ صحابی سے نہیں ملا۔ الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۳۸۲

حافظ ذہبی مزید تفصیلات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ابو بکر البکرانی کا بیان ہے کہ شہر بیت المال کی نگرانی پر مامور تھا۔ اس نے بیت المال سے کچھ درہم چرا لئے۔ اس پر ایک شاعر نے شعر کہا۔

لقد باع شهر دينه بخريطة   فمن يأمن القراء بعدك يا شهر

شہر نے ایک تھیلی کی خاطر اپنا دین بیچ ڈالا تو اے شہر تیرے بعد اب دیگر قاری کیسے معتبر رہیں۔

ابن عدی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ دولابی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث دیگر لوگوں کی طرح نہیں ہیں۔ تو اس طرح تفصیل بیان کرتا ہے۔ گویا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی لگام پکڑ کر چل رہا تھا۔

عباد بن منصور کا قول ہے کہ میں نے شہر کے ساتھ حج کیا اس نے میرا تھیلا چرا لیا۔

ابن عدی کہتے ہیں شہر ان لوگوں میں سے نہیں جس کی روایت کو حجت سمجھا جائے یا بلحاظ دین اسے اختیار کیا جائے۔ ۱۱۱ھ یا ۱۱۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۲۸۵۔

اس تمام تفصیل کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ شہر اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔

Marfat.com

۲۔ اس کی روایت منکر ہوتی ہے۔

۳۔ بہت ہی اور عبارت گزار شخص ہے۔

۴۔ اس کی روایت حجت نہیں۔ اور نہ اس کی روایت کو دین تصور کیا جا سکتا ہے۔ ابن عدی، ابو حاتم۔

۵۔ اس کی روایت ضعیف ہے۔ نسائی، مسلم۔

۶۔ یہ منکر الحدیث ہے۔ شعبہ، یحییٰ بن سعید، ابن عون۔

۷۔ یہ جھوٹ کا عادی تھا۔

۸۔ یہ ایسی احادیث بیان کرتا ہے جو کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ دولابی

۹۔ یہ مرسل روایات بیان کرتا ہے اور اسے وہم ہوتا ہے۔ ابن حجر۔

۱۰۔ یہ اپنی تفصیلات پیش کرتا ہے جو بغیر منبع ہوتی ہیں۔ دولابی

یعنی اگر اسے تدریجی ان ایا جائے تب بھی اسے بہت وہم ہوتا ہے۔ مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی روایت حجت نہیں۔ اس کی بیان کردہ روایات کو کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ اس کی حدیث کو دین نہیں بنایا جا سکتا۔ یعنی اس کی روایات اگر ضعیف نہیں تو منکر ضرور ہے۔ اور اسے ہرگز اختیار نہیں کیا جا سکتا۔

عامر بن عبد الواحد شہر سے یہ داستان نقل کرنے والا عامر بن عبد الواحد ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس سے بخاری کے علاوہ سب نے روایات لی ہیں۔ ابو حاتم اور مسلم کہتے ہیں ثقہ ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس میں کوئی نقص برائی نہیں۔ امام بخاری کا فرمان ہے یہ قوی نہیں حدیث میں ضعیف ہے۔ سنہ ۱۱ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۶۲ الجرح والتعدیل ج ۲ ۳۲۶

گویا اس داستان کے راوی بہت کلام ہے۔ اور یہ روایت اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جا سکے۔ اور جب ام سلمہؓ کا انتقال سنہ ۶۲ میں ہو چکا تو ان کی جانب ان روایات کی نسبت صریح جھوٹ ہے اور ایسی روایات کے بل بوتے پر جو قابل حجت نہ ہوں۔ ام المؤمنین ام سلمہؓ کی وفات سنہ ۶۱ یا سنہ ۶۲ میں قرار دینا بدترین حماقت ہے۔

Marfat.com

ابن عباسؓ کا ایک خواب

اس موضوع پر ایک خواب حافظ ابن کثیر نے ابن ابی الدنیا کے حوالے سے علی بن زید بن جدعان سے نقل کیا ہے۔ ابن عباسؓ اچانک نیند سے بیدار ہو گئے۔ انھوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا پھر فرمایا حسین واللہ قتل کر دیے گئے۔ ابن عباسؓ کے ساتھیوں نے ان سے سوال کیا کہ اے ابن عباسؓ آپ یہ بات کیسے کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا میں نے عین دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پراگندہ بال اور غبار آلود تشریف لائے اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک بوتل تھی جس میں خون بھرا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسولؐ اللہ یہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تو جانتا ہے کہ میری امت نے میرے بعد کیا کیا؟ انھوں نے حسین کو قتل کر دیا۔ یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ ان خونوں کو میں اللہ کے پاس لے کر جا رہا ہوں (تاکہ اللہ کو بھی خبر ہو جائے)

راوی کا بیان ہے کہ ابن عباسؓ نے وہ دن اور وہ وقت لکھ کر رکھ لیا۔ چوبیس دن بعد مدینہ میں خبر پہنچی کہ حسینؓ اسی روز اور اسی وقت قتل کئے گئے۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۰۰

اس خواب کے سلسلے میں پہلی عرض تو یہ ہے کہ یہ خواب بقول راوی مدینہ میں دیکھا گیا اور وہیں چوبیس روز کے بعد اس کی تعبیر سامنے آئی اور بقول راوی یہ خواب ابن عباسؓ نے دیکھا تھا تو ہماری عرض یہ ہے کہ ابن عباسؓ مدینہ میں ۳۵ھ تک سکونت پذیر رہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کی جانب سے بصرہ کے امیر متعین ہوئے اور ۴۰ھ تک بصرہ میں مقیم رہے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کر لی اور حضرت حسینؓ کے خروج کے وقت تک وہ مکہ میں مقیم تھے۔ پھر یزید کی وفات کے بعد ۶۴ھ میں وہ طائف جا کر مقیم ہو گئے اور وہیں ان کا ۶۸ھ میں انتقال ہوا اور محمد بن حنفیہ نے نماز جنازہ پڑھائی تو کیا صرف یہ خواب دکھلانے کے لئے انھیں مدینہ بلایا گیا تھا۔ جھوٹ بولنے سے قبل کچھ اپنا آگا پیچھا تو دیکھ لیا ہوتا۔

یہ داستان کس نے گھڑ کر تیار کی تو ابن ابی الدنیا نے اس کی جو سند پیش کی ہے اس کے لحاظ

Marfat.com

سے ابن ابی ملیکہ اور ابن عباسؓ کے درمیان تین راوی عبداللہ بن محمد ہانی ۔ مہدی بن سلیمان اور علی بن زید بن جدعان ہیں ۔

جہاں تک پہلے دو راویوں کا تعلق ہے یعنی عبداللہ بن محمد بن ہانی اور مہدی بن سلیمان، تو ان کے سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ان دو حضرات کا تذکرہ نہ ذہبی نے کیا ہے نہ ابن حجر نے نہ بخاری نے کیا ہے نہ ابن ابی حاتم نے نہ نسائی نے ان کا ذکر کیا ہے اور نہ دارقطنی نے ۔ تو کیا یہ کوئی موسمی پرندے تھے جو ان حضرات محدثین میں سے کسی کو بھی ان کا علم نہ ہو سکا یا وہ دنیا میں صرف اس لیے ظہور پذیر ہوئے تھے کہ وہ یہ داستان غم بیان کریں اور غائب ہو جائیں یا یہ کوئی فرضی نام ہیں اور پس پردہ کوئی اور ہے اور غلبہ گمان یہی ہے کہ یہ نامعلوم افراد اس روایت کے ہیرو ہیں ۔

اب صرف ایک ایسی ہستی باقی رہ جاتی ہے جس کا کچھ اتا پتا ہمیں معلوم ہے اور اس ہستی کا نام ہے علی بن زید بن جدعان تو اس کا حال پیش خدمت ہے ۔

علی بن زید بن جدعان ۔ اس کا نسب نامہ یہ ہے علی بن زید بن عبداللہ بن زہیر بن جدعان، اس کی کنیت ابوالحسن ہے قریش خاندان کی شاخ بنو تیم سے تعلق رکھتا ہے ۔ بصرہ کا باشندہ ہے ۔ علمائے تابعین میں اس کا شمار ہوتا ہے ۔ بخاری کے علاوہ تمام محدثین نے اس سے روایات لی ہیں ۔ یہ صحابہ میں سے حضرت انسؓ ۔ ابوعثمان النہدی اور سعید بن المسیب سے احادیث روایت کرتا ہے ۔ اس کے معاملہ میں علمائے محدثین کا اختلاف ہے ۔

جریری کا بیان ہے کہ بصرہ کے تین فقہاء اچانک نابینا ہو گئے ۔ علی بن زید ۔ قتادہ اور اشعث الحدانی

منصور بن زاذان کہتے ہیں کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ حسن کی جگہ سنبھالئے ۔ موسیٰ بن اسمٰعیل کا بیان ہے کہ میں نے حماد بن سلمہ سے کہا کہ وہیب کا خیال ہے کہ علی بن زید کا حافظہ درست نہیں ۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہیب میں خود اتنی قدرت نہیں کہ وہ علی بن زید کی موجودگی میں لوگوں کے سامنے بیٹھ کر مسائل پر گفتگو کر سکے ۔ علی بن زید تو سب کے سامنے بیٹھ کر مسائل پر بولتا ہے ۔

Marfat.com

ترمذی کا قول ہے کہ علی بن زید سچا ہے۔

شعبہ کہتے ہیں ہم سے فلاں حدیث علی بن زید نے اپنے دماغ کے سٹھیانے سے پہلے بیان کی اور ابن عیینہ تو اسے ضعیف کہا کرتے تھے۔

حماد بن زید کا قول ہے کہ ہمیں علی بن زید نے خبر دی اور وہ حدیث میں الٹ پلٹ کیا کرتا تھا۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اس کی حدیث سے دور بھاگتے۔ یزید بن زریع کا قول ہے کہ علی بن زید رافضی تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں علی بن زید ضعیف ہے۔ عثمان بن سعید نے بھی یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ قوی نہیں اور حاتم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ کچھ نہیں

احمد عجلی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ یہ تو شیعہ تھا۔ بخاری اور ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں نسائی کہتے ہیں کہ آخر عمر میں اس کی عقل بدل گئی تھی۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں میں اس کی حدیث کو حجت نہیں سمجھتا اس لئے کہ اس کا حافظہ خراب تھا۔

ابن عدی اور ذہبی نے اس کی کئی روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ میزان الاعتدال

آخری بات یہ ہے کہ یہ روایت خود اس کے رافضی ہونے کا ثبوت ہے اور ایک بات ہم اپنے قارئین کو بتا دیں کہ یہ بیچارہ ابن عباس کو کیا دیکھتا اس نے تو اس کے استاد حسن بصری نے بھی ملاقات نہیں کی۔ یہ روایت خود اس کی اختراع ہے۔

حسن و حسین جہاں پیشاب کرتے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نماز پڑھتے جہاں حسن و حسین پیشاب کرتے۔ ام المومنین سے اس مسئلہ میں جب سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ اللہ کی غرض سے سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سجدہ کے مقام کو پاک کر

Marfat.com

دیتا ہے۔ حتیٰ کہ نیچے تک وہ ساتوں زمینوں کا حصہ پاک ہو جاتا ہے۔

اس روایت میں زمین کو پاک کرنے کی جو صورت بیان کی گئی ہے وہ تو عام ہے۔ اس کے لئے یہ تو کوئی ضروری نہیں کہ وہاں پہلے پیشاب کرایا جائے اور بعد میں نماز پڑھی جائے۔ شیعہ برادری کو چاہئے کہ وہ کسی سید سے پکڑ کر وہاں اول پیشاب کرائیں اور پھر نماز پڑھیں لیکن یہ ضرور ذہن میں رکھیں کہ وہ سید زادہ سنی ہو ورنہ زمین ہرگز پاک نہ ہوگی۔

قارئین کرام آپ حضرات ذرا اس ذہنیت پر غور فرمائیں کہ سبائی اس مقام پر پیشاب کرانا چاہتے ہیں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے۔ اب خواہ وہ مسجد نبوی ہو یا بیت عائشہ ہو۔ جسے آجکل سنیوں کی زبان میں گنبد خضرا کہا جاتا ہے۔ ملت سبائیہ ان ہر دو مقامات پر پیشاب کرنا چاہتی ہے اور سنی حضرات بے غیرتی کا جامہ پہن کر پھر بھی سبائیوں سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے رہتے ہیں۔

امام ابن الجوزی فرماتے ہیں یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح جھوٹ ہے۔ اس روایت کو بزیع کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا۔

بزیع بن حسّان ۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں اور اس کی بیان کردہ روایت میں کوئی دوسرا اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ ابو نعیم اس بزیع کو بہت برا بھلا کہتے اور اس کی روایات سے بچنے کو واجب قرار دیتے۔ موضوعات ج ۱ ص ۱۳

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ بزیع بن حسان اعمش سے روایت کرتا ہے۔ اس کی کنیت ابو الخلیل ہے۔ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایات اسی قسم کی منکر ہوتی ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۳۰۶

اس روایت میں بلحاظ سند اور بھی نقائص موجود ہیں لیکن ان نقائص میں سب سے بڑا نقص بزیع کا وجود ہے اور اہل عراق نے متعدد کہانیاں وضع کر کے ہشام کی جانب منسوب کر کے پھیلائی ہیں۔ گویا یہ روایت عراقی ٹکسال میں تیار ہوئی اور سبائیوں نے اس روایت کو اپنی کتابوں

میں جگہ دی۔

حضرت حسینؓ ۶۰ھ میں قتل ہونگے

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسین بن علی میری ہجرت سے ساٹھویں سال کی ابتداء میں قتل ہونگے۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۲

اسمٰعیل بن ابان۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔ اس کا راوی اسمٰعیل بن ابان الغنوی الکوفی خیاط ہے۔ یحیٰی بن معین کا فرمان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ امام احمد کہتے ہیں یہ فقرو غیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ بخاری کا قول ہے اسے احمد اور دیگر محدثین نے ترک کردیا ہے۔ بن حبان کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرکے انھیں ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے اگویا یہ روایت موضوع ہے۔ مسلم اور نسائی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔

اس اسمٰعیل نے یہ روایت حبان بن علی کے واسطہ سے سعد بن طریف سے نقل کی ہے اور وہ ابو جعفر الباقر سے نقل کرتا ہے اور باقر حضرت ام سلمہؓ سے۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۱

سعد بن طریف۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ سعد بن طریف بھی واہی انسان ہے۔ سیوطی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا واضع سعد بن طریف ہے۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج ۱ ص ۳۹۰ یحیٰی بن معین کا قول ہے کہ اس سعد بن طریف کی روایات بیان کرنا کسی کے لئے حلال نہیں۔ احمد اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ ضعیف الحدیث ہے۔ نسائی اور دارقطنی کا قول ہے کہ متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ تو فی البدیہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ فلاس کہتے ہیں ضعیف ہے اور غالی شیعہ ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۲۲

حبان بن علی۔ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کا تیسرا راوی حبان بن علی بھی ایک واہی انسان ہے۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ یہ دو بھائی ہیں۔ حبان اور مندل۔ میں ان دونوں کی روایات نہیں لیتا۔ دارقطنی کا قول ہے کہ ہر دو ضعیف ہیں۔ ابو زرعہ کہتے ہیں حبان کمزور ہے اور نسائی کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔

میزان ج ۱ ص ۴۴۹

Marfat.com

سعد بن طریف نامی رافضی نے یہ روایت اپنے امام باقرؒ سے نقل کی ہے اور باقر نے حضرت ام سلمہؓ سے۔ حضرت ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا۔ اگرچہ بعض حضرات کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کا انتقال ۶۱ھ میں ہوا اور انھوں نے دلیل کے طور پر حضرت حسینؓ کے قتل کے سلسلے میں ان سے جو فرضی خواب مروی ہے وہ پیش کیے اور جناب باقر بقول ملا باقر مجلسی ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ گویا انھوں نے حضرت ام سلمہؓ سے یہ روایت اس وقت سنی جب وہ اپنی والدہ محترمہ کا دودھ پی رہے تھے۔ اس لحاظ سے یہ روایت منقطع بھی ہے اور یہ جناب باقر اور حضرت ام سلمہؓ پر سعد بن طریف کا جھوٹ بھی ہے۔

اور یہ بھی ایک جھوٹ ہے کہ حضرت حسین ۶۰ھ میں قتل ہوئے۔ اسلئے کہ ماہ رجب ۶۰ھ میں امیر معاویہؓ کا انتقال ہے اور ان کے انتقال کے بعد یزید خلیفہ ہوا۔ اور حضرت حسینؓ ۶۱ھ میں قتل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے اور کوئی سنی اس کا قائل نہیں ہو سکتا۔ کہیں اس روایت کے پردے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تبرا تو نہیں کیا گیا۔

خطبہ چھوڑ کر حسن و حسین کو گود میں اٹھانا

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حسن و حسین آگئے۔ وہ دونوں سرخ رنگ کے قمیص پہنے تھے اور گرتے پڑتے آرہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر سے اترے اور انھیں گود میں اٹھا لیا اور اپنے آگے بٹھا لیا اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ یقیناً تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔

میری نظر ان دونوں بچوں پر پڑی جو گرتے پڑتے آرہے تھے تو میں برداشت نہ کر سکا اور میں نے اپنی بات قطع کر کے انھیں اٹھا لیا۔ ترمذی کہتے ہیں یہ روایت حسین بن واقد کی سند سے حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۴۱ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ روایت امام احمدؒ، ابو داؤدؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے حسین بن واقد سے نقل کی ہے۔ البدایۃ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۰۵

Marfat.com

امام ترمذی نے حسین بن واقد کے باعث اس روایت کو حسن قرار دیا۔ وہ یہ بھی اقرار کیا کہ اسے حسین کے علاوہ کوئی اور نقل نہیں کرتا۔ اس حسین نے یہ روایت عبداللہ بن بریدہ سے نقل کی ہے اور اس حسین سے یہ داستان نقل کرنے والا اسی کا بیٹا علی بن حسین ہے۔ اس بات سے اس روایت کی اصل حقیقت اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک ان تینوں کا کچھ تعارف نہ کیا جائے تو سب سے اول حسین بن واقد کا چہرہ مہرہ دیکھیں۔ بعد میں باقی دو کے خد و خال دیکھیں گے۔

حسین بن واقد ۔ حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔ اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے ثقہ ہے لیکن اسے وہم ہو جاتا ہے۔ تقریب ص۷۵

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

یہ حسین مروزی ہے۔ عبداللہ بن بریدہ وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس سے ابن مبارک، علی بن حسن بن شقیق اور اس کے دونوں بیٹے علی اور علاء روایت کرتے ہیں۔ بخاری کے سوا سب نے اس سے روایات لی ہیں۔

یہ مرو کا قاضی تھا اور اپنا سامان خود اٹھا کر رکھتا۔ ابن معین وغیرہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ امام احمد نے اس کی بعض روایات کو منکر قرار دیا بلکہ روایات سن کر انکار میں ہاتھ [illegible] اس کی روایات کو پسند نہیں کیا۔ ذہبی نے اس کی ایک روایت کو منکر روایت [illegible]

گویا اس حسین کی ذات پر بجز امام احمد کے کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ [illegible]

عبداللہ بن بریدہ کی جانب۔

عبداللہ بن بریدہ ۔ حضرت بریدہؓ صحابی کا بیٹا ہے۔ ثقہ ہے [illegible] ہے ۱۰۵ یا ۱۱۵ میں سو سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔ تمام صحاح ستہ میں اس کی روایات لی جاتی ہیں۔ تقریب ص۱۶۹

حافظ ذہبی کہتے ہیں۔

عبداللہ بن بریدہ ثقہ تابعین میں سے ہے۔ ابو حاتم اور دیگر لوگوں نے اسے ثقہ کہا ہے لیکن [illegible]

کہتے ہیں کہ اس کا بھائی سلیمان اس سے بہتر ہے کیونکہ محدثین کہتے ہیں کہ سلیمان کی حدیث زیادہ بہتر ہوتی ہے۔

عقیلی نے احمد بن محمد بن ہانی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے حضرت بریدہؓ کی احادیث کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اگر حضرت بریدہؓ سے ان کا بیٹا سلیمان حدیث روایت کرے تو اس کے بارے میں میرے دل میں کوئی شک نہیں لیکن جب عبداللہ روایت کرے۔ یہ کہہ کر امام احمد خاموش ہوگئے۔

اور عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمد سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن بریدہ کی وہ احادیث جو حسین بن واقد نقل کرے وہ بے پناہ منکر ہوتی ہیں۔ اس طرح وہ روایات جو ابوالمنیب نقل کرے۔ میزان ج ۲ ص ۳۹۶

ابن ابی حاتم نے تحریر کیا ہے کہ مجھے عبداللہ بن احمد نے یہ لکھ کر بھیجا کہ میرے والد نے فرمایا۔ عبداللہ بن بریدہ کی وہ احادیث جو حسین بن واقد اس سے نقل کرے وہ از حد منکر ہوتی ہیں الجرح والتعدیل ج ۵ ص ۱۳

اب کھل کر حقیقت سامنے آگئی کہ عبداللہ بن بریدہ کی وہ تمام روایات منکر ہوتی ہیں جو اس سے حسین بن واقد نقل کرتا ہے اور یہ روایت بھی عبداللہ بن بریدہ کی ہے اور اسے بھی عبداللہ سے حسین نقل کر رہا ہے لہذا یہ روایت منکر ہے۔

حسین سے یہ روایت نقل کرنیوالا اس کا بیٹا علی بن حسین ہے۔ ذرا اس کے بھی خدوخال ملاحظہ فرمائیں۔

علی بن حسین بن واقد۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں گو سچا ہے لیکن وہم کا مریض ہے۔ بخاری ومسلم کے علاوہ دیگر محدثین نے اس سے روایات لی ہیں۔ تقریب ص ۲۴۵

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

یہ سچا ہے۔ اپنے باپ حسین اور ابوحمزۃ السکری سے روایات نقل کرتا ہے۔ عقیلی کہتے ہیں

Marfat.com

یعنی تھا۔ بخاری لکھتے ہیں کہ ۱۲۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اور ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے۔
میزان ج ۲ ص ۱۲۳

گویا اس روایت میں اصل نزابی عبداللہ بن بریدہ کی جانب سے ظاہر ہو رہی ہے جو حضرت بریدہؓ صحابی کا بیٹا ہے اور ان سے یہ روایت نقل کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک امام احمد کا فیصلہ قطعی طور پر درست ہے۔ اور یہ روایت عبداللہ بن بریدہ کی منکرات میں داخل ہے۔

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں

یعلیٰ بن مرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں، اللہ اس سے محبت فرمائے۔ جو حسینؓ سے محبت کرے۔ حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۲

اس روایت کو یعلیٰ بن مرہ سے سعید بن راشد نے نقل کیا ہے اور سعید سے عبداللہ بن عثمان بن خثیم نے۔ اس سے اسمعیل بن عیاش نے اور امام احمد نے۔ اس روایت کو وہیب کے ذریعہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے روایت کیا ہے۔

گویا اس روایت کا اصل دارومدار دو راویوں پر ہے۔ سعید بن راشد اور عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ اس عبداللہ سے نقل کرنے والے دو افراد ہیں۔ اسمٰعیل بن ابی عیاش اور وہیب لہٰذا سب سے اول سعید بن راشد کا حال ملاحظہ ہو۔

سعید بن راشد ۔ نسائی لکھتے ہیں اس کی کنیت ابو محمد ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے متروک ہے۔ عطا سے روایت کرتا ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۵۱

دارقطنی لکھتے ہیں یہ سعید بن راشد ابو محمد السماک المازنی ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ عطا اور زہری سے روایت کرتا ہے۔ ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ۔ ص ۱۰۲

امام بخاری لکھتے ہیں۔ سعید بن راشد ابو محمد المازنی ہے۔ سماک کے لقب سے مشہور ہے۔

بصرہ ہے۔ حسن اور زہری سے روایت کرتا ہے منکر الحدیث ہے۔ ضعفاء الصغیر صفحہ
مرویات نقل کرتے ہیں۔ اس سعید بن راشد نے یعلیٰ بن مرہ سے صرف ایک روایت نقل کی ہے
جسے ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ اسے بل بن راشد بھی کہا جاتا ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ
عبدالرحمن بن ابی حاتم رقم طراز ہیں۔ یہ سعید بن راشد سماک کہلاتا ہے۔ اس کی کنیت ابو
محمد ہے۔ قبیلہ مازن سے تعلق رکھتا ہے۔ عطاء، حسن، ابن سیرین اور زہری سے روایات
نقل کرتا ہے۔ اس سے مروان بن معاویہ الفزاری وغیرہ احادیث روایت کرتے ہیں۔ میں نے اس
کے بارے میں اپنے والد سے پوچھا۔ فرمایا ضعیف الحدیث ہے منکر الحدیث ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۲۹
ان تمام تفصیلات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ سعید بن راشد قطعاً ناقابل قبول ہے اور یہ
تابعین سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کسی صحابی سے کوئی روایت نقل نہیں کی۔ لہذا سعید حضرت
یعلیٰ سے جو یہ حدیث نقل کر رہا ہے اس نے درمیان سے راوی گرا دیا ہے اور یہ روایت منقطع
ہے اور یہ روایت حسن نہیں بلکہ منکر ہے۔

عبداللہ بن عثمان بن خثیم ۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ یہ مکہ کا باشندہ ہے۔ قاری ہے۔ اس
کی کنیت ابو عثمان ہے۔ سچا ہے۔ سنہ ۱۳۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ بخاری کے علاوہ تمام کتابوں میں اس
کی روایت پائی جاتی ہے۔ تقریب صفحہ ۱۸۱

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

احمد بن ابی مریم نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ عبداللہ بن عثمان ثقہ ہے حجت ہے
لیکن ابن الدورقی کا بیان یہ ہے کہ یحییٰ کہتے ہیں اس کی حدیث قوی نہیں۔ فلاس کا بیان ہے کہ
عبدالرحمن بن مہدی اس کی حدیث بیان نہ کرتے۔ ابو حاتم کا بیان ہے اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے
اس میں کچھ حرج نہیں۔ لیکن ایک بار فرمایا اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی نے اس کی روایات
نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۴۶

ہمارے خیال میں اس روایت پر اتنی بحث بہت کافی ہے ورنہ ترمذی کی سند میں اسمٰعیل

بن ابی عیاش بھی ضعیف ہے اور مسند احمد کی سند میں وہب بن جریر ہے اور اس سے عفان حدیث روایت کر رہا ہے حالانکہ خود عفان نے وہب کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔

معنوی لحاظ سے بھی اس روایت میں دو خامیاں ہیں۔

۱۔ یہ امر تو واضح ہے کہ حضرت حسینؓ حضور سے ہیں یعنی حضور کے خون سے ہیں لیکن یہ کہنا کہ میں حسینؓ سے ہوں تو آپ حضرت حسین کے خون سے پیدا نہیں ہوئے۔ اس لحاظ سے یہ جملہ انتہائی لغو ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لغو بات نہیں فرما سکتے۔

۲۔ حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ تو حضرت حسنؓ کا کیا قصور ہے جو انھیں سبط قرار نہیں دیا گیا اور پھر اس روایت میں صرف حضرت حسینؓ کی محبت کا ذکر کیا گیا ہے اور حضرت حسنؓ کا کوئی ذکر نہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت میں خالص سبائیت پائی جاتی ہے۔

اور اسباط سبط کی جمع ہے اور سبط پوتے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی — اور اسباط اور وہ چیزیں جو موسیٰ و عیسیٰ دئے گئے۔

تو اس معنی کی رو سے حضرت موسیٰؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور دیگر انبیاء حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں سے نہ تھے بلکہ ان کی بیٹی کی اولاد ہیں۔ قربان جائے معنی کی اس تبدیلی پر۔

حسن و حسین کو سونگھنا

یوسف بن ابراہیم کا بیان ہے کہ اس نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ کو اپنے اہل بیت میں کون سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا حسن وحسین۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں آپ فاطمہؓ سے فرماتے میرے بیٹوں کو بلا۔ جب وہ انھیں بلاتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں سونگھتے اور انھیں خود سے چمٹاتے۔ ترمذی کہتے ہیں حضرت انسؓ سے یہ حدیث غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۱

اس روایت کو حضرت انسؓ سے یوسف بن ابراہیم کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ اسی باعث

Marfat.com

ترمذی نے اسے غریب قرار دیا ہے۔

اس یوسف بن ابراہیم کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

یوسف بن ابراہیم تمیمی اسکی کنیت ابو شیبۃ الجوہری ہے۔ واسط کا باشندہ ہے ضعیف ہے تقریب التہذیب ص۳۸۴

حافظ ذہبی تحریر فرماتے ہیں۔

یوسف بن ابراہیم التمیمی ابو شیبہ یہ اپنے لقب اللآل سے مشہور ہے۔ حضرت انسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ حضرت انسؓ کے نام سے ایسی احادیث بیان کرتا ہے جو حضرت انسؓ نے کبھی بیان نہیں کیں۔ اس کی تو روایت بیان کرنا حلال نہیں۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں ضعیف ہے عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے۔

امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں اس اللآل کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔ یہ عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے۔ گویا امام بخاری اور ابو حاتم رازی کے نزدیک یہ روایت ایک کہانی ہے۔

ابو احمد الحاکم کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ میزان الاعتدال ج ۴ ص۴۶۱

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم لکھتے ہیں۔

یہ یوسف بن ابراہیم بصرہ کا باشندہ ہے۔ حضرت انسؓ سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اس سے عقبہ بن خالد، ابو قتیبہ، عبدالحمید الحمانی، اسمٰعیل بن عبد الاعلیٰ الغنزی، علاء بن الحسین اور یزید القدائی احادیث روایت کرتے ہیں۔ یہ تمام تفصیل مجھے میرے والد نے بتائی۔ میں نے ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا۔

ضعیف الحدیث منکرالحدیث عندہ ضعیف الحدیث ہے۔ منکرالحدیث ہے اس عجائب۔ الجرح والتعدیل ج ۹ ص۲۱۹ کے پاس عجیب عجیب کہانیاں ہیں۔

Marfat.com

ابن عباسؓ کا ایک اور خواب

سلسلہ قتل حسینؓ

حافظ ابن کثیر نے امام احمد کے حوالہ سے ابن عباسؓ کا ایک اور خواب نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عین دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ آپ کا جسم غبار آلود ہے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل ہے جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں آج صبح سے اسے جمع کر رہا تھا۔

عمار راوی کا بیان ہے کہ جب ہم نے حساب لگایا تو یہ خواب اسی روز دیکھا گیا تھا جس روز حضرت حسین قتل ہوئے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

تفرد به احمد و اسناده قوی — اسے صرف احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔

البدایۃ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۰

اس لحاظ سے تو بے شک یہ روایت قوی الاسناد ہے کہ اس کے کسی راوی پر محدثین میں سے کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ وہ ثقہ نہیں ہے لیکن اس کے دو راویوں پر اور قسم کے اعتراض ہیں۔

اوّل اعتراض اس کے پہلے راوی عمار بن ابی عمار پر ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں یہ سچا ہے لیکن اکثر غلطیاں کرتا ہے۔ تقریب ص ۲۰

۲۔ عمار سے اسے نقل کرنے والے حماد بن سلمہ ہیں۔ ان کی جلالت شان زہد تقویٰ عبادت اور حدیث سے واقفیت تامہ پر کسی نے انگلیاں نہیں اٹھائیں لیکن انہیں وہم بھی ہوتا تھا اور ان سے اس قسم کی منکر روایات بھی مروی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے پروردگار کو ایک بے داڑھی موچھ کے لونڈے کی صورت میں دیکھا جو سبز حلہ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے پاؤں پر موتیوں کا پردہ پڑا ہوا تھا وغیر ذلک۔

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ ان کی بیوی کا ایک لڑکا تھا جو ان کے زیر کفالت تھا۔ اسے ابن ابی العوجاء کہا جاتا تھا۔ وہ ان کے مسودات میں اپنی جانب سے روایات شامل کرتا رہتا۔ اور اسی باعث بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔ ایسی صورت میں یہ روایت اس قابل ہے کہ اسے حماد بن سلمہ کی منکرات میں شامل کیا جائے اور علی الخصوص جب اس روایت پر اس حیثیت سے نظر ڈالی جائے کہ حضرت حسینؓ کے ساتھ ان کے ساتھیوں کا خون بھی جمع کیا گیا تھا تو ان کے ساتھ متعدد کوفہ کے سبائی بھی تھے تو کیا وہ بھی اس بلند مقام پر فائز تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا خون بھی جمع کرتے پھریں۔ اب آپ حضرات خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس کہانی کا مقصود کیا ہے۔

اسی قسم کا ایک خواب پہلے بھی ابن عباسؓ مدینہ میں دیکھ چکے ہیں۔ اب یہ دوسرا خواب ہے جو ابن عباسؓ کسی نامعلوم مقام پر دیکھ رہے ہیں۔

ایک ساتھ پانچ سجدے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ سجدے فرمائے جن میں کوئی رکوع نہ تھا اور فرمایا میرے پاس جبرئیلؑ آئے تھے۔ انھوں نے فرمایا۔ اے محمدؐ یقیناً آپ کا پروردگار فاطمہؓ سے محبت کرتا ہے۔ لہذا اے نبی سجدہ کیجئے تو میں نے سجدہ کیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ حسنؓ و حسینؓ سے محبت رکھتا ہے۔ میں نے پھر سجدہ کیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ جو ان دونوں سے محبت رکھے اور جو ان سے بغض رکھے ان سے بغض رکھتا ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۴۱

چونکہ شیعوں کا عقیدہ پنج تن کے ارد گرد گھومتا ہے اس لیے سجدات کی تعداد بھی پانچ ہونی لازم تھی لیکن ہمیں افسوس یہ ہے کہ ابتدائے روایت میں راوی نے پانچ سجدوں کا دعویٰ تو کیا لیکن جب تفصیل بیان کی تو صرف دو سجدے رہ گئے اور حسنؓ و حسینؓ کو صرف ایک ہی سجدہ میں ذرا غ کر دیا گیا کیونکہ مذہب سبائیہ میں حضرت حسنؓ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لیے بجائے دو سجدوں کے ایک سجدہ کم کیا اور حیرت اس پر ہے کہ راوی حضرت علیؓ کو بھی بھول گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا اظہار صرف تین

Marfat.com

شخصوں کے لئے فرمایا۔ فاطمہؓ اور حسن و حسین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کھڑا دیا گیا۔

ان عقل کے اندھوں سے کوئی یہ سوال کرے کہ یہ جملہ کہ پانچ سجدے کئے جن میں کوئی رکوع نہ تھا" کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا سجدوں کے درمیان رکوع بھی ہوتا ہے یا ہر سجدہ کے لئے رکوع لازم ہے لہٰذا رکوع کی نفی ایک لایعنی امر ہے۔

حسینؓ کی محبت اور حسنؓ کا بغض یہ بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ جس شخص کو حضرت حسنؓ کے اس فعل سے محبت ہوگی کہ انھوں نے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائی اور اتنی بڑی قربانی پیش کی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ لازماً ایسا شخص حضرت حسینؓ کے اس اقدام کو اچھی نظر سے نہیں دیکھے گا جو انھوں نے یزید کے خلاف اختیار کیا اور جو حضرت حسینؓ کے اس اقدام کو مستحسن سمجھے گا وہ حضرت حسنؓ کے اقدام کو ہرگز بھی اچھا نہیں سمجھ سکتا بلکہ وہ تو انہیں۔ سود وجوہ المؤمنین یعنی مؤمنین کے چہروں پر سیاہی ملنے والا اور مذل وجوہ المؤمنین اور مؤمنین کے چہروں کو ذلیل کرنے والا کے خطاب سے نوازے گا۔

جہاں تک اس کی سند کا تعلق ہے تو اس کا راوی سامری ہے۔ اس کا تذکرہ حافظ ذہبی نے کچھ اس طرح لکھا ہے۔

سامری۔ اس کا نام عبداللہ بن حفص الوکیل ہے۔ سامری کے لقب سے مشہور تھا۔ اسے ضریر بھی کہتے ہیں یعنی چوندھا۔ گویا یہ آنکھوں کے ساتھ ساتھ عقل کا اندھا بھی تھا اور سامری ہونے کے ناتے اس نے نئی قسم کی گوسالے تیار کئے تھے۔ ابن عدی کہتے ہیں۔ میں نے اس کی کچھ روایات لکھی تھیں۔ یہ حدیث کا چور تھا۔ دوسروں کی جھوٹی روایات نئی سندات سے پھیلاتا۔ اس نے مجھے کچھ روایات سنائیں جن کے موضوع ہونے میں مجھے کوئی شک نہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں ابن عدی کو اپنی کامل میں ایسے دجال بے بصیرت اور بصارت کے اندھے کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد اسی قسم کے لوگوں کے سلسلے میں ہے۔

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا

Marfat.com

فی الآخرۃ اعمٰی واضل سبیلاً ہوگا اور راہ سے بھی گمراہ ہوگا ۔

ایسے دجالہ کی موجودگی میں کسی اور راوی پر بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ جس طرح یہ روایت جھوٹی ہے تو یقیناً اوپر کے راویوں کے نام بھی جھوٹ ہوں گے کیونکہ جھوٹ ان لوگوں کا مذہب ہے اور اس کا ثبوت خود اس کی ایک اور روایت ہے ۔ جو غالباً سنیوں کو خوش کرنے کے لئے اس نے وضع کی ہوگی وہ ہمارے قارئین بھی ملاحظہ فرمالیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں میدان حشر میں دس سال تک معاویہؓ کو تلاش کرتا رہوں گا۔ لیکن وہ مجھے نظر نہ آئیں گے۔ اچانک اسی سال بعد وہ ایک مشک کی اونٹنی پر سوار نظر آئیں گے جس کا کجاوہ رحمت کا ہوگا اور اس کے پائے زبرجد کے ہونگے ۔ ملاقات کے بعد وہ بتائیں گے کہ میں عرش الٰہی کے نیچے ایک باغیچہ میں بیٹھا اپنے پروردگار سے سرگوشیاں کررہا تھا اور وہ مجھ سے سرگوشیاں کررہا تھا۔ میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا۔ اے معاویہؓ میں نے تجھے یہ درجہ اس لیے دیا ہے کہ دنیا میں تجھے لوگوں نے بہت بُرا کہا ۔ میزان ج صـ ۳/۱

ہمارا خیال ہے کہ امیر معاویہؓ سے زیادہ ان کے بیٹے یزید کو بُرا کہا جاتا ہے ۔ لہذا موجودہ سامریوں کو چاہیے کہ ایک روایت فضیلت یزید میں بھی وضع کردی جائے . . . کیونکہ تقیہ بازوں کی روش ہمیشہ یہی رہی ہے ۔

یہاں ہم ساتھ ساتھ اپنے قارئین کو یہ بھی بتادیں کہ یہ پانچ سجدوں والی روایت اس سامری نے سوید بن سعید سے نقل کی ہے اور سوید بھی محدثین کے یہاں کوئی پسندیدہ انسان نہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میزان ج صـ ۲۴۸/۲

جنت کے دروازے پر کیا لکھا ہوا ہے ؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا ۔

Marfat.com

لا اله الا الله محمد رسول الله	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں، علی اللہ کے حبیب
علی حب الله والحسن والحسین	ہیں، حسن اور حسین اللہ کے برگزیدہ ہیں، فاطمہ
صفوة الله وفاطمة امة الله على	اللہ کی باندی ہیں۔ ان سے بغض رکھنے والوں
باغضهم لعنة الله (۱)	پر اللہ کی لعنت ہو۔

یہ ہیچ تی ذا ہوتا ہے۔ جو اس فارمولے کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس پر اللہ کی لعنت۔ امام ذہبی یہ روایت بیان کرکے فرماتے ہیں بلکہ اس شخص پر لعنت ہو جس نے یہ روایت وضع کی ہے۔

علی بن احمد المؤدب ۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں یہ روایت علی بن احمد المؤدب الحلوانی کے تذکرہ میں نقل کی ہے۔ اس احمد نے جتنی بھی روایات بیان کی ہیں وہ سب اسی قسم کی موضوع روایات ہیں۔ یہ ان میں سب سے بدترین روایت ہے۔ خطیب لکھتے ہیں میرا گمان ہے کہ یہ روایت اسی حلوانی کی وضع کردہ ہے۔ میزان ج (۱)

خطیب بغدادی کا بیان بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کی سند میں اس نے اوپر کے جو راوی گنائے ہیں۔ یعنی علی بن المدینی، وکیع، اعمش اور مقریؒ تو ان حضرات کی ذات تو کذب و افتراء سے ... اس روایت کا ایک اور راوی جابر نامی ہے۔ جس سے اعمش روایت کرتا ہے۔ اس ... کا نام جابر بن یزید ہے۔

جابر بن یزید الجعفی ۔ یہ جابر فقہ جعفریہ کا ایک ستون ہے۔ اصول کافی اور شیعہ مذہب کی دیگر کتابوں میں جناب باقرؒ کی اکثر روایات اس سے مروی ہیں۔ یہ شخص اپنے کذب و افتراء میں تمام محدثین میں مشہور رہے۔ امام ترمذی نے اپنی کتاب العلل اور مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں اس کے کذب پر بحث کی ہے لیکن ہم اس کا تفصیلی حال میزان الاعتدال اور شیعوں کی کتاب المرجعات سے نقل کر رہے ہیں۔

زہیر بن معاویہ کا بیان ہے کہ میں نے اس جابر کو یہ کہتے سنا ہے کہ مجھے پچاس ہزار ایسی احادیث یاد ہیں جن میں سے ایک بھی میں نے ابھی تک بیان نہیں کی۔ ایک روز اس نے ایک

روایت بیان کی دیکھنے لگا یہ ان پچاس ہزار (مخفی) روایات میں سے ہے۔

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک روز یہ جابر کہنے لگا۔ میرے پاس پچاس ہزار ایسی احادیث ہیں جو میں نے کبھی کسی سے بیان نہیں کیں۔ میں نے اس کے اس قول کا تذکرہ ایوب بن ابی تمیمہ سے کیا۔ انھوں نے فرمایا پھر تو وہ پکا جھوٹا ہے۔

عبدالرحمن بن شریک کا بیان ہے کہ میرے والد شریک بن عبداللہ النخعی کے پاس دس ہزار ایسی روایت تھیں جو انھوں نے جابر سے سنی تھیں۔

امام شعبی جو اس جابر کے استاد تصور کیے جاتے ہیں۔ انھوں نے ایک روز جابر سے کہا تیری موت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک تو حضور پر جھوٹ نہ بولنے لگے۔ اسمٰعیل بن ابی خالد کا بیان ہے کہ ابھی کچھ روز نہ گذرے تھے کہ لوگ اسے جھوٹا کہنے لگے۔

امام احمد کا قول ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان نے اس جابر کی روایات ترک کر دی تھیں اور عبدالرحمن بن مہدی ابتداء میں تو اس کی روایات بیان کرتے لیکن پھر انھوں نے بھی اس کی روایات ترک کر دیں اور یحییٰ نے آخر میں بھی ترک کر دی تھیں۔

ابو یحییٰ الحمانی کا بیان ہے کہ میں نے ابو حنیفہ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے جتنے علماء اور لوگوں کو دیکھا ان میں عطاء بن ابی رباح سے زیادہ فقیہ اور جابر جعفی سے زیادہ کوئی جھوٹا نہیں دیکھا۔ میں اپنی رائے سے کوئی بات کہتا جابر فوراً اس کے لیے ایک حدیث وضع کر دیتا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کے پاس پچاس ہزار ایسی احادیث ہیں جو اس نے لوگوں پر ظاہر نہیں کیں۔ کیونکہ ان کا تعلق علم باطن سے تھا۔ یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔

ثعلبہ کا بیان ہے کہ میں نے اس جابر سے احادیث سننے کا ارادہ کیا تو مجھے لیث بن ابی سلیم نے نصیحت کی کہ اس کے پاس نہ جانا کہ وہ کذاب ہے۔

نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ ابو داؤد کہتے ہیں یہ حدیث میں قوی نہیں۔ بخاری کا قول ہے کذاب ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کذاب ہے۔ رافضی ہے۔

Marfat.com

جریر بن عبدالحمید کہتے ہیں جابر جعفی کی حدیث بیان کرنا حلال نہیں سمجھتا۔ کیونکہ وہ رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔ یعنی وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت علیؓ دنیا میں دوبارہ [illegible] (فرقہ کو رجعیہ کہا جاتا ہے)

یحیٰ بن یعلی المحاربی کہتے ہیں کہ زائدہ نے اس جابر کی روایات [illegible] دیں اور فرمایا یہ جھوٹا ہے۔ رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔

ابو شیبہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں کسی وقت [illegible] سے وہ ککڑی کا زمانہ نہ ہوتا تو یہ اپنے حوض کے اردگرد چکر [illegible] ککڑی [illegible] اور کہتا کہ یہ میرے باغیچہ کی ہے۔

یحیٰ بن معین فرماتے ہیں یہ جابر کذاب ہے۔ ابو [illegible] کا بیان ہے [illegible] اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتا۔ سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ وہ [illegible] باتیں کرتا کہ مجھے یہ خوف پیدا ہوتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ بطور عذاب مکان کی چھت مجھ پر نہ گرا دے۔ جوزجانی فرماتے ہیں وہ کذاب ہے۔ میں نے امام احمد سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا عبدالرحمٰن بن مہدی نے اس کی روایات ترک کر کے اطمینان کا سانس لیا۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ سبائی تھا۔ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ جراح بن ملیح [illegible] ہے کہ میرے پاس ستر ہزار احادیث ابوجعفر بن باقر کی ہیں جو انھوں نے [illegible]

زائدہ کا بیان ہے کہ یہ صحابہ کو گالیاں دیتا تھا۔ یہ جابر کہا کرتا تھا کہ میں باقر کی خدمت میں گیا۔ انھوں نے مجھے ایک پیالہ میں پانی پلایا جس سے مجھے چالیس ہزار احادیث و روایات یاد ہو گئیں

شہاب بن عباد کا بیان ہے کہ انھوں نے سفیان بن عیینہ سے سنا کہ جابر کہا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو بلایا اور حضور نے جو کچھ سیکھا تھا وہ انہیں سکھا دیا۔ پھر علیؓ نے حسنؓ کو بلا کر یہ سب علم سکھایا۔ حسن نے حسین کو تعلیم دی، پھر حسین نے علی بن حسین یعنی زین العابدین کو ان امور کی تعلیم دی۔ پھر زین العابدین نے باقر کو اور باقر نے جعفر کو تعلیم دی۔ سفیان کہتے ہیں

ہیں نے کسی وجہ سے اس کی روایت چھوڑ دی۔ کتاب العلل الترمذی، مقدمۂ مسلم۔ میزان ج ۳ صفحہ ۷۹۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صفحہ ۲۸۔ کتاب الضعفاء الصغیر للبخاری صفحہ ۲۴۔

سبائیوں کی زبان میں یہ روایت ہے جو بارہ اماموں تک چلی اور بارھویں امامت قیامت تک چلے گی۔ صوفیا کی زبان میں اسے علم باطن اور علم سینہ بسینہ کہا جاتا ہے جو ہر گدی نشیں پیر کو ودیعت ہوتا رہا۔ سبائیوں کے نزدیک یہ قرآن محرف ہے اور حدیث وسنت ناقابل اعتبار ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک یہ علم ظاہر ہے کہ جس کی حیثیت ایک چھلکے سے زیادہ نہیں۔ اسی لئے متعدد صوفیا کتب احادیث کو دریا برد کرتے رہے تاکہ اس علم ظاہر سے چھٹکارا حاصل ہو۔ بعض صوفیاء اس کے قائل ہیں کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے۔ پھر ہر باطن کا ایک باطن ہوتا ہے پھر اس باطن کا بھی ایک باطن ہوتا ہے اور پھر اس باطن کا بھی ایک باطن ہوتا ہے۔ یہ تصور رومی نے اپنی مثنوی میں پیش کیا ہے۔ اعاذنا اللہ من ھذا الشر العظیم۔

حضرت حسین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ حسنؓ سینے سے اوپر کے حصہ میں حضور کے مشابہ تھے لیکن حسینؓ بن علی نچلے حصہ میں حضور کے مشابہ تھے۔ ترمذیؒ کا بیان ہے کہ یہ روایت حسن غریب ہے۔

ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۴۲

اول تو اس روایت کے جواب کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ روایت خبر واحد اور حسن ہے۔ جبکہ خود ترمذیؒ نے صحیح اور مشہور روایت یہ نقل کی ہے کہ حسنؓ بن علیؓ سے زیادہ حضور کے کوئی مشابہ نہ تھا۔ یہ روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے اور اسے ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے۔ نیز ابو جحیفہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور حسنؓ بن علیؓ آپ کے مشابہ تھے۔ اس روایت کو بھی ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے۔

نیز ترمذیؒ نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اس قسم کی روایات کہ حسنؓ بن علیؓ حضور کے مشابہ تھے۔

حضرت ابو بکرؓ۔ مرتؓ۔ حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ اور حضرت عبد اللہؓ بن زبیرؓ سے بھی مروی ہیں۔

حضرت علیؓ کی مذکورہ روایت میں سارا فساد عبید اللہ بن موسیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ یہ عبید اللہ قبیلہ عبس سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کوفہ کا باشندہ ہے۔ بخاری اور تمام صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں اگرچہ یہ بظاہر معتبر ہے لیکن آگ لگانے والا شیعہ ہے (جس کی یہ بین مثال موجود ہے) لیکن یحییٰ بن معین اور ابو حاتم کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لیکن ابو حاتم یہ بھی کہتے ہیں کہ ابو نعیم اس سے بہتر ہے۔

احمد بن عبد اللہ العجلی کا بیان ہے کہ قرآن کا زبردست عالم تھا۔ میں نے اسے کبھی سر اٹھائے ہنستے نہیں دیکھا۔

امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں۔ یہ تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

میمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ عبید اللہ اوّل تو احادیث میں خلط ملط کرتا۔ دوسرے بدترین قسم کی روایات بیان کرتا اور تمام شیعی آفات اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا لیکن میں نے اس سے روایت لینا پسند نہیں کیا۔ ایک محدث نے ان سے دریافت کیا کہ میں اس سے احادیث سنوں تو امام احمد نے اس سے منع فرما دیا۔ میزان ج ۲ ص۱۶

گویا عبید اللہ نے اصل روایت میں کہ حضرت حسنؓ حضورؐ کے مشابہ تھے ردوبدل کرکے حضرت حسینؓ کو زبردستی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ قرار دیا۔ اور اس طرح یہ روایت وجود میں آئی۔

حضرت حسینؓ کے قتل کی پیشین گوئی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بارش کے فرشتہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دیدی اور ام سلمہؓ سے فرمایا۔ ذرا دروازے کی حفاظت کرنا کوئی اندر نہ آنے پائے۔

لیکن اتنے میں حسین بن علیؓ آئے اور اچھل کر اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے پر چڑھنا شروع کیا۔ اس فرشتہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس فرشتہ نے کہا آپ کی امت اسے قتل کرے گی۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ مقام دکھاؤں جہاں یہ قتل کئے جائیں گے پھر فرشتے نے ہاتھ مارا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ مٹی دکھائی۔ ام سلمہؓ نے اس مٹی کو لے کر اپنے کپڑے کے کنارے سے باندھ لیا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم اسی وقت سے سنتے آئے تھے کہ حسین بن علیؓ کربلا میں قتل کئے جائیں گے۔ مسند احمد بن حنبل ج ۳ صـ ۲۶۵

غالباً حضرت انسؓ یہ قصہ بیان کرنے کے لئے اس وقت ابن زیاد کے پاس بیٹھے تھے۔ جب بقول راوی حضرت حسین کا سر ابن زیاد کے پاس پہنچا تھا جیسا کہ بخاری میں اس کی تشریح موجود ہے تو ہو سکتا ہے کہ انھیں حضرت حسین کا سر دیکھ کر یہ قصہ یاد آ گیا ہو۔ اور پہلے حضرت انسؓ بھول گئے ہوں۔ لیکن ہمیں حیرت اس پر ہے کہ اس وقت جتنے بھی صحابہ حیات تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے بھی حضرت حسین کا ساتھ نہیں دیا۔ مثلاً آپ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفرؓ آپ کے چچا عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ جو خود صحابی رسول تھے۔ حتیٰ کہ اس حدیث کے راوی حضرت انسؓ بھی ابن زیاد کے پاس بیٹھے رہے۔

ہم پہلے حصہ میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت حسین ۹ھ میں پیدا ہوئے اور جب حضور کی وفات ہوئی تو ان کی عمر دو سال دو ماہ تھی لیکن اتنی عمر میں اچھل کر اندر داخل ہونا اور ام سلمہؓ کے ہاتھ نہ آنا یہ بھی ایک عجوبہ سے کم نہیں۔

اور سب سے بڑا عجوبہ یہ ہے کہ ام سلمہؓ فرشتے کو آتے اور حضور سے ہم کلام ہوتے دیکھ رہی ہیں۔ آج تک تو ہم یہ سنتے آئے تھے کہ فرشتہ بھی آپ کے پاس انسانی صورت میں آتا تھا لیکن وہ ایسی صورت میں آیا کہ ام سلمہؓ اسے دیکھ کر پہچان گئیں کہ یہ فرشتہ ہی ہے۔

نیز فرشتے نے وعدہ تو زمین دکھانے کا کیا لیکن خالی مٹی پکڑا کر چلا گیا۔ اب کیا خبر وہ مٹی

Marfat.com

کس جگہ کی ہوگی۔ اور وہ ایسا کونسا فرشتہ تھا جو زمین دکھانے کے بجائے خالی مٹی دکھا رہا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ جگہ اس لئے نہ دکھائی ہو کہ اس وقت اس جگہ پر ایرانی برادری کا قبضہ تھا۔ ہمیں تو صرف دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ واقعہ پیش بھی آیا تھا یا نہیں۔ روائتی لحاظ سے اس کا کیا مقام ہے۔

اس روایت کے رواۃ کا جہاں تک تعلق ہے تو صرف تین رواۃ ایسے ہیں جن پر بحث کی جا سکتی ہے۔ یعنی عبدالصمد بن حسان۔ عمارۃ بن زاذان۔ ثابت۔ کیونکہ بقیہ راویوں میں حضرت انسؓ یا امام احمد اور ان کے صاحبزادے ہیں۔ لہذا پہلے ان تین راویوں پر کلام کیا جائے گا۔

عبدالصمد بن حسان ۔ یہ مروزی ہے ثوری اور اسرائیل سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے محمد بن یحییٰ ذہلی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ ہرات کا قاضی بھی رہا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ یہ انشاء اللہ سچا ہے۔

نیز ذہبی لکھتے ہیں اسے امام احمد بن حنبل نے متروک قرار دیا۔ اگرچہ امام احمد سے یہ بات ثابت نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ میں نے اس سے روایات لکھی تھیں اور وہ حدیث میں قبولیت کے قریب تھا۔ میزان ج ۲ صفحہ ۶۲

ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابن حبان نے اس کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ اس کا انتقال جمعرات کے دن نصف محرم میں ہوا۔ لسان المیزان ج ۴ صفحہ ۲۰

عبدالصمد بن حسان نے یہ روایت عمارۃ بن زاذان سے نقل کی ہے۔ ذرا ان عمارۃ کا حال بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں رقم طراز ہیں۔

عمارۃ بن زاذان البصری الصیدلانی ۔ اس کی کنیت ابوسلمہ ہے۔ ثابت البنانی اور مکحول سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شیبان بن فروخ اور حبان بن ہلال نے روایات نقل کی ہیں۔ اس کی مرویات ابوداؤد۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

بخاری لکھتے ہیں اسے اپنی حدیث میں لبسا اوقات اضطراب ہوتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی روایت لکھ لی جائے لیکن اس کی روایت حجت نہ سمجھی جائے۔ دار قطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کچھ نہیں۔ حکم بن یزید کا بیان ہے کہ اس نے ستادن حج کئے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۱۷۶ التاریخ الکبیر ج ۳ ص ۵۰۵

حافظ دار قطنی نے اپنی کتاب الضعفاء میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ گویا دار قطنی کے نزدیک بھی یہ ضعیف ہے۔ کتاب المتروکین۔ دار قطنی ص ۱۲۹

امام احمد سے اس کے بارے میں دو روایات ہیں پہلی روایت ان کے صاحبزادے عبداللہ کی اس کی روسے ان کا قول یہ ہے کہ عمارۃ بن زاذان شیخ ہے۔ ثقہ ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ابوبکر بن الاثرم نے امام احمد سے دریافت کیا کہ عمارۃ بن زاذان کے بارے میں آپ کی کیا رائے۔ فرمایا حضرت انسؓ سے منکر احادیث نقل کرتا ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۳۶۶

گویا امام احمد کے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔

تیسرا راوی ثابت البنانی ہے۔ محدثین کو ان کی ذات پر کوئی خاص اعتراض نہیں بجز اس کے کہ ان سے روایت کرنے والا قابل اعتراض نہ ہو۔ جیسا کہ اس روایت میں عمارۃ بن زاذان قابل اعتراض ہے۔ لہذا یہ روایت عمارۃ بن زاذان کے باعث منکر ہے۔

Marfat.com